خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchal.com.pk

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناول

ناولٹ

افسانہ

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: ایشا خان ...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: جنید خان

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

فرمانِ الٰہی / حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں امن میں ہوں اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو نافرمانی کی راہ ترک کر دے۔" (مشکوٰۃ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دسمبر ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

نیا ہجری سال شروع ہو چکا ہے اور عشرہ عمر فاروقؓ بھی شروع ہو چکا ہے۔ کراچی وطنِ عزیز کے تمام شہروں کا شہر اور اپنی آبادی اور رقبے کے اعتبار سے کئی اسلامی اور غیر اسلامی ممالک سے کہیں بڑا اور اہم شہر ہے۔ یہاں جس قدر آبادی ہے اُس سے کہیں زیادہ مسائل ہیں۔ یہ شہر حکمرانوں کی غفلت اور بے توجہی کا شکار ہے۔ سیاسی طور پر سب سے زیادہ مستحکم و مضبوط شہر کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کمزور سے کمزور تر کیا جا رہا ہے۔ محرم جو مسلمانوں میں خصوصاً پاک و ہند میں عموماً ایک محترم و مقدس مہینہ ہے اُس میں زمانہ جاہلیت میں بھی جنگ و جدل اور قتال روک دیا جاتا تھا۔ دشمن ایک دوسرے کا اس ماہ مبارک میں احترام کیا کرتے تھے۔ دشمن کو سامنے پاتے ہوئے بھی قتل نہیں کرتے' اس ماہ میں ہر قسم کی لڑائی جھگڑے سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ لیکن افسوس صد افسوس! ہم جو ایک مسلمان مملکت میں رہتے ہیں مسلمان کہلاتے ہیں اور خود کو راسخ العقیدہ مسلمان سمجھتے ہیں لیکن اسلامی شعائر سے انحراف بھی ہم مسلمان ہی کرتے ہیں۔ ہر روز اس شہر کراچی میں دس بارہ افراد کو بے گناہ قتل کیا جا رہا ہے خون کی اس ارزانی سے شہریوں کو خوف میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ بھتہ مافیا الگ سرگرمِ عمل ہے کوئی تاجر کوئی صنعت کار اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ رہا۔ جن کے وسائل ہیں وہ اپنا سرمایہ سمیٹ کر بنگلہ دیش اور عرب امارات منتقل ہو رہے ہیں وہاں سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں نا صرف غربت و بے روزگاری بڑھ رہی ہے مہنگائی کا عفریت اپنی جگہ۔ اوپر سے وزیر داخلہ اپنی پیش گوئیوں سے مزید خوف و ہراس پھیلا رہے ہیں۔ اللہ ہماری آپ کی' ہمارے پیارے وطن پاکستان کی حفاظت فرمائے اور آنے والے دن خوشگوار ہواؤں کے مانند ہوں۔ آمین

اس ماہ کے ستارے۔

مکمل ناول:۔ "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول نازی اور "کنواری بے چاری" انعم خان کی فرحت آپا کے لیے خصوصی تحریر۔

ناول:۔ "مائے نی میں کنوں آکھاں" زینب اصغر مغل پہلی بار شریکِ محفل ہیں۔

ناولٹ:۔ "پیکرِ وفا" سلمیٰ غزل۔

افسانہ:۔ "مصلحت" فصیحہ آصف خان' اور "ادب کا پہلا قرینہ" اُم ثمامہ۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

تیری نوازشوں پہ ہوں حیراں تیری حکمتوں پہ ہوں حیراں
کیوں نہ سر بسجود ہو کے رووں لے لے کے ہچکیاں

اس غلط فہمی میں ہے مبتلا جانے کب سے یہ انساں
میں خود ہی قیصر میں خود ہی کسریٰ میں ہی ہوں سلطاں

میرے پاس سبھی کچھ ہے گر سچ کہوں تو کچھ بھی نہیں ہے
میرے قدموں تلے تیری زمیں میرے سر پہ تیرا آسماں

میرے الفاظ تیری عنایت میرا شوق تیرے کرم کا صدقہ
میرا قلم تیری حمد کا قائل ترے نور سے روشن میرا قلمداں

جو کرنی ہے جی حضوری تو عمیس دین و ایماں کی کر
بہتر نہیں کچھ بھی اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں آساں

عمیس احمد

نعت

ہو چاہے اک زمانہ کسی رہنما کے ساتھ
ہم ہیں قسم خدا کی فقط مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ

منزل یہ ہم نہ پہنچے تو پہنچے گا اور کون
ہم جادۂ سفر ہیں کسی پیشوا کے ساتھ

ہم سے ڈرو کہ ہم ہیں غلامانِ مصطفیٰ ﷺ
نسبت ہے ہم کو سرورِ ﷺ ہر دوسرا کے ساتھ

ہم جانتے ہیں کیا ہے تقاضائے بندگی
صلِ علیٰ کا ورد بھی ذکرِ خدا کے ساتھ

رشتہ ہر ایک صبح کا شمس الضحیٰ سے ہے
ہر شب کو ربطِ خاص ہے بدر الدجیٰ کے ساتھ

ممکن نہیں کہ بابِ کرم اُس پہ وا نہ ہو
شامل اگر ہو حسنِ عقیدت دعا کے ساتھ

اقبال نعت گوئی بھی ہے اک شرف مگر
لازم ہے اتباع بھی مدح و ثنا کے ساتھ

اقبال عظیم

درجوابِ آں

مدیرہ

عنبرین ولی .... کراچی

عنبرین! سدا خوش رہو۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ نئی لکھاری بہنوں کی کہانیاں جلد یا دیر شائع ہو ہی جاتی ہیں بس انتظار کرنا پڑتا ہے اور ہاں ابھی ہمارے پاس قسط وار ناول کی گنجائش نہیں اس لیے معذرت کے ساتھ ابھی اس پر طبع آزمائی نہ کریں پہلے پوری طرح افسانے پر عبور حاصل کرلیں اور آپ کا ناول مل گیا ہے ابھی پڑھا نہیں باری آنے پر جواب دیں گے۔ بہن اقرأ، سمیرا، عفت کو آپ کے جذبات ان سطور کے ذریعے پہنچائے جارہے ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حمیرا نگاہ .... ملکوال

حمیرا ڈیئر، شاد و آباد رہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اپنی خاص رحمت سے نواز کر ماں جیسے رتبے پر فائز کیا ہے اُس ربِ کریم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے آپ کو بہت بہت مبارک ہو اور اللہ کریم آپ دونوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور بیٹی کا بخت بلند فرمائیں آمین۔

مستبشریٰ خالد .... ڈیرہ غازی خان

مستبشریٰ دعا۔ ہم ہر لکھاری بہن چاہے وہ نئی ہو یا پرانی ان کی کہانیاں پوری توجہ سے پڑھتے ہیں اور ردی کی ٹوکری سے ہم کوسوں دور ہوتے ہیں۔ آپ اپنے لکھنے کا انداز تبدیل کریں آپ صفحہ کی ایک طرف تحریر کرتی ہیں یعنی کالم بنا کر جبکہ پورے صفحہ پر لکھیں اور ایک لائن چھوڑ کر ایک صفحہ چھوڑ کر لکھیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ

بیا خان .... حضرو

بیا سکھی رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید اور آج سے آپ بھی آنچل فیملی کی ممبر ہیں۔ آپ کا خط پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل پڑھ کر آپ نے بہت کچھ سیکھا ہم دعا گو ہیں کہ ربّ کریم آپ کو خوش و خرم رکھیں اور جو کچھ آپ نے سیکھا ہے اس پر عمل کرنے والا بنائے آمین۔ آپ آنچل کے ہر سلسلے میں شرکت کرسکتی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سحرش غوث بٹ .... گجرات، ککرالی

ڈیئر سحرش جگ جگ جیو۔ آپ کا بہت بہت جزاک اللہ۔

آپ نے جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ بے شک درست ہے ان شاء اللہ آئندہ سے ہم اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں گے آئندہ اس طرح کی کوئی کوتاہی نا ہو۔ ہمیں آپ کی کوئی بات بری نہیں لگی بلکہ ہم تو آپ کے مشکور ہیں کہ آپ نے ہماری رہنمائی کی بہت اچھا لگا۔ اللہ آپ کو دنیا جہاں کی خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

فاطمہ ہاشمی .... جھنگ صدر

فاطمہ گڑیا سدا خوش رہو۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو گورنمنٹ جاب کی اور دوسری آپ کی منگنی کی ہم دعا گو ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اور آپ کے "اُن" کو خوش و خرم رکھیں۔ آمین ان شاء اللہ آپ کی کہانی جلد ہی پڑھ کر بتادیں گے۔ بہن اقرأ کو آپ کا پیغام ہے کہ وہ کہانی کا ٹمپو تیز کریں اور عفت سحر جلد کچھ لکھ کر بھیجیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شہزادی عزیز .... بری سلطان

شہزادی گڑیا سلامت رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کو لکھنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں آپ ہر سلسلے میں شرکت کرسکتی ہیں اور کہانی بتائے گئے طریقہ کار کے مطابق لکھ کر بھیج سکتی ہیں مگر افسانہ یا ناولٹ۔

عاصمہ اقبال .... عارف والا

عاصمہ بہن سدا خوش رہو۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ آپ ہمیں بہن کہہ سکتی ہیں اور ہم برا بھی نہیں مانیں گے۔ آپ کی کوئی کہانی نہیں ملی ابھی تک اور آپ کی اس سے پہلے کوئی بھی نگارشات نہیں ملیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مدیحہ پنیرو .... نا معلوم

مدیحہ پیاری سلامت رہو۔ پہلی بار شریکِ محفل ہونے پر خوش آمدید۔ پہلی بات تو آپ یہ جان لیں کہ ہم شہری قارئین یا گاؤں کے قارئین میں کوئی فرق نہیں رکھتے تمام قارئین ہمارے لیے برابر کی اہمیت و حیثیت رکھتے ہیں اور محترم ہیں۔ آپ کی کوئی بھی چیز ہمیں موصول نہیں ہوئی اگر مل جاتی تو ضرور شامل کرتے اب امید ہے کہ آپ کے گلے شکوے دور ہوجائیں گے۔ آپ اپنی کہانی بتائے گئے طریقے کار کے مطابق لکھ کر بھیج دیں۔

عشرت سید محمد رمضان .... حیدر آباد

عشرت پیاری، سدا خوش رہو۔ ہم کسی بھی قاری بہن کی کسی بات کا برا نہیں مناتے آپ سب آنچل کا حصہ ہیں اس کی ترقی و

بھلائی کے لیے جو کچھ بھی کہیں گی اس میں برا کیسا منانا۔ ہم دعا گو ہیں کہ ربّ کریم آپ کو سدا اسی طرح ہنستا مسکراتا رکھے، فرحت آپا کو آپ ہمیشہ اپنی دعا میں شامل رکھتی ہیں اس کے لیے ربّ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین اور آنچل ٹیم کے لیے آپ کی دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

بشریٰ باجوہ .... اوکاڑہ

بشریٰ ڈیئر، سکھی رہو۔ آپ کو بھی نیا قمری سال مبارک ہو۔ آپ کی ایک تحریر تو لگ جائے گی اور دوسری ابھی پڑھی نہیں جلد ہی پڑھ کر اس کے بارے میں بھی بتادیں گے۔ جہاں تک غزل و نظم کا معاملہ ہے اس میں تو ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ اس طرح نہ ہو پھر بھی انسان ہے کہیں نا کہیں چوک ہو ہی جاتی ہے اور جب بہنیں اس طرف توجہ دلواتی ہیں تو ہم پھر ان قارئین پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ ان شاء اللہ ان بہنوں کو بھی جلد لائیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عمارہ حامد .... راولپنڈی

اچھی عمارہ، خوش رہو۔ جی وہ آپ کی ہی کہانی کا نام تھا۔ آپ کا تفصیلی خط پڑھ کر آپ کے حالات کا بخوبی اندازہ ہوا ہم تو بس یہی کہیں گے کہ امید کا دامن تھامے رکھیے اپنا مطالعہ وسیع کیجیے کیونکہ لکھنے کے لیے پڑھنا ضروری ہوتا ہے اور جو بھی پڑھے اس کو پوری توجہ اور دھیان سے پڑھے اس بات کو مدِ نظر رکھ کر کہ کب کہاں اور کس وقت کون سی بات کی جاتی ہے اور یہ بھی کہ کون سی بات پہلے کہنی ہے اور کون سی بعد میں مگر بات وہی ہے مطالعہ۔ آپ کا مطالعہ جتنا وسیع ہوگا اور اتنا ہی بہتر انداز میں لکھ پائیں گی اور آپ کا افسانہ ابھی پڑھا نہیں گیا باری آنے پر پڑھ کر ہی بتا پائیں گے کہ قابلِ اشاعت ہے کہ نہیں امید ہے کہ آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

طیبہ نخیر .... شاہیوال، گجرات

گڑیا طیبہ، سکھی رہو۔ کہانیوں کی فوٹو اسٹیٹ کروانے کے لیے ہم اس لیے کہتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ کہانی ادارے کو نہیں ملی یعنی ڈاک خانے کی بے پروائی سے تو لکھاری بہنوں کی کاوش ضائع نہ ہوجائے اور دوسرا یہ بھی حکمت ہے اس میں کہ اگر ناقابلِ اشاعت ہوئی تو ہم کہانیاں واپس نہیں کرتے اب امید ہے کہ آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ ربّ حقیقی آپ کے تمام ارادوں اور مرادوں کو پورا فرمائے آمین۔

امبر فاطمہ .... چنیوٹ

امبر پیاری، سدا خوش رہو۔ آپ اپنی کہانی بھیج سکتی ہیں مگر ہم یا کوئی ادارہ آپ کو بغیر کہانی پڑھے یہ یقین نہیں دلا سکتا کہ آپ کی کہانی شائع ہوجائے گی آپ بھیج دیجیے۔ آپ آنچل کے تمام سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

شمیم ناز صدیقی .... کراچی

شمیم ڈیئر، سلامت رہو۔ اللہ کریم آپ کو مکمل صحت عطا فرمائے آمین۔ ماشاء اللہ سے اب بیٹی کی طبیعت اللہ کریم کے کرم سے اچھی ہے دعا کے لیے جزاک اللہ۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں اور ان سطور کے ذریعے ہم آپ کا پیغام تمام بڑی لکھاری بہنوں تک پہنچا رہے ہیں کہ وہ سب آئینہ میں شرکت کیا کریں تاکہ نئی لکھاری بہنوں کی حوصلہ افزائی ہوسکے۔ بہنوں کی عدالت میں تمام سینئیر رائٹرز بہنوں کی شرکت ہوگی۔

اے ڈی .... گوجرہ

ڈیئر اے ڈی، سلامت رہو۔ آپ کے پہلے شکوہ کا جواب یہ ہے کہ صفحات میں ایک سوئی کی نوک کے برابر بھی کمی نہیں کی گئی آپ بغور دیکھیں تو آپ کو درست اندازہ ہوگا۔ دوسرا یہ کہ ہمارے پاس غزلیں نظمیں اتنی زیادہ تعداد میں آتی ہیں کہ اگر شعبے والے ان تمام کی اصلاح کرنے بیٹھ گئے تو پھر ایک ماہ میں دو چار غزلوں نظموں سے زیادہ شائع نہیں ہوسکیں گی آپ بھیج دیجیے اپنی نگارشات ہم دیکھتے ہیں کہ کیا کرسکتے ہیں آپ کے لیے اور باقی سلسلوں میں بھی آپ شرکت کرسکتی ہیں۔

ثانیہ مغل .... للیانی سرگودھا

ثانیہ گڑیا، سدا سکھی رہو۔ ہم معذرت چاہتے ہیں کہ آپ سے فون پر بات نہیں کرپائیں گے۔ شکریہ کی کوئی بات نہیں آپ کی کہانی اس قابل تھی کہ اسے شائع کیا جائے تو وہ ہوگئی آپ اس کو دوبارہ غور سے پڑھیں کہ اس میں کیا کیا تبدیلیاں کی گئی ہیں تاکہ آئندہ کے لیے آپ ان چیزوں کی احتیاط کریں۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے باری آنے پر پڑھ لیں گے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

بیا شاہ .... نیک روڈ

بیا جیتی رہو۔ آپ کے حکم کی تعمیل کردی گئی ہے اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ سب کی حفاظت فرمائیں اور آپ سب کو اپنی امان میں رکھیں آمین۔ آپ کی بہن کی کہانیاں ابھی پڑھی نہیں گئیں ان شاء اللہ جلد پڑھ کر جواب ان ہی سطور پر دے دیا جائے گا۔

سائرہ مشال .... کراچی

سائرہ پیاری! سکھی رہو سدا۔ اللہ آپ کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ بے شک وہ آپ کی بہن و کزن بھی ہیں۔ آپ اپنی کہانی بھیج سکتی ہیں کہانی لکھنے سے قبل اس سلسلے کے آخر میں لگا بکس بغور پڑھ لیجیے گا اور کہانی دفتر کے پتے پر ارسال کیجیے گا۔

حافظہ اقرا الیاس .... لاہور کینٹ

اچھی اقرا! خوش رہو۔ آپ کو نیا قمری سال بہت بہت مبارک ہو۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے مگر ابھی پڑھی نہیں ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر بتادیں گے۔ جی کہانیاں دفتر کے پتے پر ہی ارسال کیجیے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

علمہ شمشاد حسین .... کراچی

علمہ ڈیئر سلامت رہو۔ ارے یہ کیا بات کہہ دی آپ نے ہم کیا ادارے کا کوئی بھی ممبر کیوں ڈانٹے گا آپ کو بھلا خیر آپ کے تمام سوالات کے جواب حاضر ہیں۔ آپ تمام سلسلوں میں شرکت کے لیے الگ الگ صفحہ استعمال کیجیے اور صفحہ پر اس شعبہ کا نام اور اپنا نام اور اپنے شہر کا نام بھی لکھیے اور تمام چیزیں ایک ہی لفافے میں رکھ کر بھیج دیں اور چاہے دفتر کا پتا ہو یا پوسٹ بکس کا۔ بیاض دل میں مختلف شعرائے کرام کے کلام سے انتخاب شائع ہوتا ہے اور غزل نظم میں شاعر کی اپنی کاوش شائع کی جاتی ہیں انتخاب شائع نہیں کیا جاتا اس سلسلے میں امید ہے کہ اب آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

اسماء کرن .... کلور کوٹ

اسماء سدا خوش رہو۔ آپ نے اپنے خط میں بہت اچھی اور تعمیری باتیں لکھیں پڑھ کر خوشی ہوئی اللہ آپ کو ان سب باتوں کی جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ جہاں تک شعری سلسلوں کا تعلق ہے اس کو بند تو نہیں کیا جاسکتا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس شعری سلسلے کو تھوڑا سا تبدیل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ آپ نے بتایا ان شاء اللہ ہم پوری کوشش کریں گے آپ دعا کیجیے گا۔

مدیحہ شفقت .... راولپنڈی

مدیحہ پیاری سکھی رہو۔ اللہ کریم آپ کی تمام دعاؤں کو کراچی اور پاکستان کے حق میں قبول و مقبول فرمائے آمین۔ آپ کا افسانہ مل گیا ہے ان شاء اللہ جلد ہی اس کے بارے میں آپ کو بتادیا جائے گا۔ امید حوصلہ اور یقین کا دامن تھامے رکھیں تو ان شاء اللہ کامیابی عطا ہوگی اور کہانیاں لکھنے کے لیے اپنے مطالعہ کو وسیع کیجیے اچھے اور بڑے ادبی لکھاریوں کی کہانیاں افسانے بغور پڑھیے اس سے بھی آپ کو بے حد مدد ملے گی۔

فصیحہ آصف خان .... ملتان

فصیحہ ڈیئر سلامت رہو۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو ادارہ آنچل فیملی اور خصوصاً ہماری طرف سے آپ کے پہلے شعری مجموعہ کی طباعت پر بہت خوب صورت عنوان چنا ہے ”محبت سانس لیتی ہے“ اللہ زور قلم اور زیادہ کرے آمین۔ بہت عمدہ طباعت ہے اور ماشاء اللہ سے انتخاب بھی بہت اچھا ہے۔ آپ نے دل کی بات میں آنچل کی مرحومہ مدیران کو یاد رکھا جس کے ہم تہہ دل سے مشکور ہیں۔ دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کو مزید کامیابیوں و کامرانیوں سے نوازتا رہے آمین۔

سامعہ ملک پرویز .... ٹیکسلا

سامعہ ڈیئر جیتی رہو۔ آپ کو پہلے شعری مجموعہ کی طباعت اور صاحب کتاب ہونے پر بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ کریم آپ کو اسی طرح ترقیاں، کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرماتے رہیں آمین۔ ماشاء اللہ سے کتاب بہت اچھی طرح طبع کی گئی ہے خوب صورت رنگین صفحات کے ساتھ۔ عنوان بھی بہت خوب چنا ہے ”اثاثہ زیست“۔ آپ تو پہلے سے ہی آنچل کا حصہ ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گی۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

ارسلان سنی .... مولا پور، کبیر والہ

ارسلان، خوش رہو۔ آپ اپنی شاعری آنچل میں شائع کروانا چاہتے ہیں تو ضرور لکھ کر بھیج دیجیے۔ آپ نے شکوہ کیا ہے کہ ہم آپ کی شاعری شائع نہیں کرتے تو بھائی جب ہم کو ملے گی ہی نہیں تو ہم کیسے شائع کریں اور ہم ہر بار یہ کہتے ہیں کہ ہر سلسلے میں شرکت کے لیے علیحدہ علیحدہ صفحات سلسلے اور اپنے نام کے ساتھ بھیجیں مگر آپ نے بھی یہی کیا کہ در جواب آں کے صفحہ پر ہی اپنی غزل لکھ دی۔ اب آپ دوبارہ سے بھیجیں۔

فاطمہ ماریہ .... فیصل آباد

فاطمہ ڈیئر، جیتی رہو۔ کافی عرصہ بعد آپ کی آمد بھلی لگی۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے ان شاء اللہ جلد پڑھ لیں گے۔ آپ کی ناسازی طبیعت کے بارے میں علم ہوا کہ آپ کو ٹائیفائڈ ہوگیا ہے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کو جلد از جلد صحت دائمہ عطا فرمائے آمین۔

ای میل

عظمیٰ شاہین .... فیصل آباد

عظمیٰ ڈیئر۔ سلامت رہو۔ آپ نے اپنی میل میں لکھا کہ آپ نے افسانہ بھیجا تھا اور ہم نے جواب بھی دیا تھا مگر ہم نے اپنا پورا ایک سال کا ریکارڈ چھان لیا مگر ہمیں نا تو آپ کا افسانہ ملا اور نا ہی وہ جواب جو ہم نے آپ کو دیا تھا۔ خیر آپ دوبارہ بھیج دیجیے۔ آپ کا تعارف بھی نہیں ملا وہ بھی آپ دوبارہ بھیج دیجیے۔

مشترکہ جوابات

فضہ احمد پٹھان، بہاولپور۔ فضہ ڈیئر، خوش رہو۔ آپ کی کہانیاں مل گئی ہیں ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتادیں گے۔ **نورین شفیع**، ملتان۔ جی جی اچھی طرح پہچان لیا اور اپنا تعارف بھیج سکتی ہیں اور حافظ صاحب کا پتا آنچل والا ہی ہے بس آپ لفافے پر روحانی مسائل اور ان کا حل لکھ دیں۔ **صدیقہ خان**، باغ آزاد کشمیر۔ آپ کا افسانہ ابھی ملا نہیں اور آپ نے صحیح کہا کہ ناکامی میں بھی کامیابی چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ **سمعیہ حسین**، اٹک۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے رسید وصول کیجیے اور باری آنے پر پڑھ کر بتادیں گے۔ **یاسمین کنول**، پسرور۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ تو لگتا ہے بگاہے ہر سلسلے میں شامل ہی رہتی ہیں۔ **عظمیٰ کنڈی**، ٹانگ گل امام۔ آپ اپنا افسانہ بھیج سکتی ہیں۔ افسانہ لکھنے سے قبل آپ اس سلسلے کے آخر میں لگے بکس کو بغور پڑھ لیجیے گا۔ تمام سلسلوں میں شرکت کی آخری تاریخ ہر ماہ کی ۹ ہے۔ **ریشماں کنول**، حیدر آباد۔ آپ کو بھی قمری سال مبارک ہو۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہے۔ **تارا شاہ**، چکوال۔ آپ اپنی کہانی بتائے گئے اصولوں پر لکھ کر بھیج سکتی ہیں اور آنچل پسند کرنے کا شکریہ اور دعا کے لیے جزاک اللہ۔ **کاجل شاہ**، خانیوال۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید آپ کی کہانی مل گئی ہے ان شاء اللہ باری آنے پر پڑھ کر بتادیں گے۔ **دلکش مریم**، چنیوٹ۔ آپ پوری کی پوری آنچل فیملی کا حصہ ہیں اور ہم کسی کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ آپ ای میل بھی کرسکتی ہیں مگر اردو فارمیٹ والے سوفٹ ویئر کی فائل میں۔ **ایمن وفا**، جھڈو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دائمی صحت عطا فرمائیں اور بہت ساری خوشیاں بھی عطا فرمائیں آمین۔ نئی دوستیں مبارک ہوں۔ **آنسہ شبیر**، ڈوگہ گجرات۔ آپ اپنی کہانی بھیج سکتی ہیں اور آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔ **مریم**، گوجرانوالہ۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید اور آپ کی غزل اس کے شعبے میں بھیج دی ہے۔ **روبی علی**، سید والا۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید اس سے پہلے آپ کی کوئی بھی نگارش نہیں ملی اور آپ کا تعارف باری آنے پر شائع کردیا جائے گا۔ **دعا ہاشمی**، فیصل آباد۔ اس دفعہ تو آپ کی تمام چیزیں قبول کرلی ہیں کہ مگر آئندہ نہیں کریں گے کیونکہ آپ نے لال روشنائی سے سب کچھ لکھ بھیجا ہے۔ **سدرہ رانی**، رشیدہ آباد جہلم۔ ڈیئر آپ نے تمام چیزیں ایک ساتھ ہی لکھ کر بھیج دیں اس لیے تمام ضائع ہوگئیں آپ کو ہر سلسلے میں شرکت کے لیے الگ الگ صفحہ استعمال کرنا ہوگا امید ہے آئندہ خیال رکھیں گی۔ **کوثر ناز**، حیدر آباد۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو بی گریڈ ملنے پر ہم دعا گو ہیں اللہ آپ کو اس ہی طرح کامیابی عطا فرماتے رہیں آمین ابھی آپ کی کہانی پڑھی نہیں گئی۔ **شہناز ملک**، نامعلوم جگہ۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر جواب دیدیں گے۔ **طاہرہ سید**، گجرات۔ آپ بھی آنچل فیملی کا حصہ ہیں۔ ہم بس آپ کے لیے دعا ہی کرسکتے ہیں کہ رب کریم آپ کی تمام مشکلات کو آسانی میں بدل دے آمین۔

زینب اصغر مغل آپ اپنا مکمل پتا جلد از جلد ادارہ کو ارسال کریں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کے اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

حضرت علامہ اشعریؒ نے اپنی کتاب "مقالات الاسلامین" میں ایسے مسائل کا ذکر کیا ہے جو اختلاف کی وجہ بنے۔ ان مسائل میں سب سے اہم اور پہلا امامت کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ طرزِ حکومت کے معاملے میں اب تک دو ہی نقطہ نظر کارفرما رہے ہیں۔ ایک شخصی موروثی طرز حکومت یعنی اہلِ تشیع کا امامت کے متعلق نظریہ دوسرا شورائی نظام یعنی خلافت۔ مسئلہ امامت پر نزاع تمام اختلافی معاملات میں نظر آتا ہے چاہے وہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہو یا جنگ جمل ہو یا جنگ صفین اور بعد کے معاملات میں اصولی وجہ نزاع امامت تھی جو مختلف احوال ومقامات اور اشخاص سے متعلق ہو ہو کر نئی نئی ذیلی شاخوں میں پھیلتی چلی گئی۔

"مقالات الاسلامین" میں مذکورہ فرقوں کا اگر بغور تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصولی فرقے تو بہت کم ہیں لیکن ذیلی نقطہ نظر کی وجہ سے فرقوں کی بھرمار معلوم ہوتی ہے۔ اصولی فرقوں کی کل تعداد پانچ سے زیادہ نہیں ہے۔

(۱)۔ اہل سنت۔ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اصحاب الحدیث واہل حدیث)
(۲)۔ شیعہ۔ (علویہ، زیدیہ، امامیہ، اسماعیلیہ)
(۳)۔ خوارج۔ (ریاضیہ، اباضیہ، ارزقیہ)
(۴)۔ مرجیہ۔ (راجیہ، شاکیہ، تارکیہ)
(۵)۔ معتزلہ۔

شہرستانی ابوالفتح نے اپنی کتاب الملل والنحل میں اصل فرقے چار تحریر کئے ہیں اور باقی فرقے ان چاروں سے ہی نکلے ہیں۔ ان کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے۔ (۱) قدریہ (۲) اصفاتیہ (۳) خوارج (۴) شیعہ۔

امت مسلمہ کے ان فرقوں میں بڑے فرقے صرف دو ہیں۔ سنی اور شیعہ۔ یہ دونوں فرقے افکار وعقائد میں نسبتاً ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

اہل سنت کے عروج کے بعد مرجئہ، معتزلہ آہستہ آہستہ اصولی فرقوں میں مدغم ہوگئے۔ ابو منصور عبدالقادر بن طاہر بن محمد البغدادیؒ نے اپنی کتاب "الفرق بین الفرق" میں اہلِ سنت کے علاوہ ۷۲ فرقوں کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ شیعوں، خوارج اور قدریہ کے بیس بیس مرجیہ کے دس بخاریہ اور کرامیہ کا ایک ایک فرقہ ہے۔ عبدالقادر البغدادیؒ نے فرقوں کو مزید اس طرح تقسیم کیا ہے۔

(۱)۔ فرق الاہواء الضالتہ۔ خواہشات نفسانی پر قائم گمراہ فرقے۔

(۲)۔ الفرقیہ۔ الناجیہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں ایک فرقہ ناجیہ ہوگا اور ۷۲ فرقے جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ناجی فرقہ وہ ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے

طریقے پر چلے گا۔" اسی باعث اب مسلمانوں کا ہر فرقہ خود کو "ناجی" کہلواتا ہے۔

اہلِ سنت میں دین کے فروعی مسائل کے نقطہ نگاہ سے چار مشہور مسلک ہیں جو اپنے اپنے آئمہ کے ناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کو اصطلاحاً مُقلد بھی کہتے ہیں۔ (۱) حنفی (۲) شافعی (۳) مالکی (۴) حنبلی۔

(۱) حنفی کون؟:۔

مسلمانوں کا ایک فرقہ جو امام اعظم ابو حنیفہؒ کی پیروی وتقلید کرتا ہے۔ امام اعظمؒ سے اس کی ابتداء ہوئی، یہی اُن کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ آپ سے پہلے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے استنباط اور اجتہاد سے کام لیا اور وہ مجتہد اور فقیہہ کہلائے۔

فقہ حنفی کے ابتدائی ماخذوں میں تین چیزیں ہیں۔

(۱) امام اعظم ابو حنیفہؒ کی کتب اور فتوے۔

(۲) آپ کی مجلس فقیہہ کے فیصلے (یہ مجلس فقیہہ آپ نے شریعت کی تدوین کے لیے اپنے طور پر سرکاری سرپرستی ومدد کے بغیر قائم کی تھی)

(۳)۔ آپ کے قابل ونامور شاگرد قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ۔ امام زفرؒ کی تصانیف اور آراء۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں امام ابو یوسفؒ نے فقہ حنفی کے استحکام اور تدوین کے لیے بہت کام کیا ہے۔ ابن الندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں کچھ کتب کا تذکرہ کیا ہے ان میں ایک کتاب "المخرج" ہے یہ کتاب فقہ حنفی کی بہترین کتب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ خود امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ "میرے شاگردوں میں جس نے سب سے زیادہ علم حاصل کیا وہ ابو یوسفؒ ہے۔"

فقہ حنفی کی مستند ترین کتاب فتاویٰ عالمگیریہ ہے۔ یہ کتاب مختلف فتاویٰ کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ حنفی مسلک کے بارے میں لکھی گئی تمام کتب کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔ فقہ حنفی کے ماننے والوں کو اہلِ الرائے بھی کہا جاتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے جب فقہ کی تدوین کی تو اس میں ہزاروں مسئلے پیش آئے جس میں کوئی صحیح حدیث یا صحابہ کرام کا قول بھی موجود نہیں تھا۔ اس لیے انہیں قیاس سے کام لینا پڑا۔ اس سے پہلے بھی قیاس کیا جاتا تھا لیکن اس وقت مسائل اتنی کثرت کے ساتھ سامنے نہیں آتے تھے۔ علامہ لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کو اس اعتبار سے فضیلت ملی کہ یہ شروع سے ہی قوانین کا مجموعہ ہے کیونکہ خود امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے ساتھی وشاگرد بہترین مقنن (قانون شناس) تھے جنہوں نے بنو عباس کی مملکت میں قاضی بن کر انہیں عملی طور پر نافذ کر دیا۔

امام مالکؒ بھی رائے پر اعتقاد رکھتے تھے اور اہل الرائے میں شمار کئے جاتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پیروؤں کو قیاس کی زیادتی کے باعث اہل الرائے کا لقب دیا گیا۔ قرآنِ حکیم اور حدیث شریف کے بعد قیاس کا عمل بذاتِ خود کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اکثر قرآن وحدیث میں کوئی تصریح نہ پاکر مجبوراً قیاس کیا کرتے تھے جسے ہم عام زبان میں رائے کہتے ہیں۔

فقہ حنفی میں تقلید شخصی ایک متنازع مسئلہ ہے۔ سقوط بغداد کے بعد سیاسی مرکزیت کے زوال کے ساتھ ساتھ فقہ کی روح بھی کمزور ہوگئی تو بعض علماء تقلید شخصی پر زور دینے لگے۔ اس طرح انہوں نے اجتہاد کے

خیالات میں انتشار بڑھ گیا تھا۔ اس کے علاوہ اجتہاد کے لیے جس بلند معیار اور علم وتقویٰ کی ضرورت تھی وہ آہستہ آہستہ ختم ہوگیا تھا اس لیے ہی احناف اجتہاد کے خلاف ہیں۔

فقہ حنفی کے قبولِ عام کی سب سے بڑی وجہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا طریقہ فقہ ہے جو انسانی ضرورتوں کی موجودگی میں نہایت ہی موزوں اور مناسب ہے اور اس وقت کی تہذیب سے بھی فقہ حنفی بہت مناسبت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور جو علاقے سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت تھے ان کا مذہب بھی اور ان کا محکمہ عدل وقضاء بھی حنفی ہی رہا کیونکہ عباسی خلیفہ نے محکمہ عدل وقضاء کے لیے یہی مذہب منتخب کیا تھا۔ مسائل عبادات بھی اسی مذہب کے چلے۔

حنفی فقہ کے ماننے والے حنفی کہلاتے ہیں یہ ترکی وسطی ایشیا اور شمالی ہند پاکستان بنگلہ دیش بھارت میں پائے جاتے ہیں اور افغانستان ترکستان بلقان شام وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

مالکی:۔

امام مالک۔ ان کا پورا نام ابوعبداللہ مالک بن انس اصبحیؒ تھا۔ ۹۵ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے اپنی پوری زندگی مدینہ میں ہی گزاری صرف ایک بار حج کے لیے مکہ تشریف لائے۔ آپ امام شافعیؒ کے استاد بھی ہیں۔ آپ ساٹھ سال تک مدینہ منورہ میں علم حدیث کی خدمت کرتے رہے اور 87 سال کی عمر میں 179 ہجری 10 ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت رکھتے تھے۔ اسی محبت وقربت کی وجہ سے صرف ایک فرض حج کے لیے ہی مدینہ منورہ سے باہر گئے تھے۔

اہلِ سنت والجماعت میں فقہی مسائل میں امام مالکؒ کی رائے اور عقیدہ کے پیروکار مالکی کہلاتے ہیں۔ مورخین کے مطابق شروع میں حنفی مالکی شافعی وغیرہ قسم کے مسالک کے نام نہیں تھے اور فقہی مسائل میں ہر قسم کے مکاتبِ فکر تھے۔ اہلِ حجاز امام مالکؒ کی آراء کی پیروی کرتے تھے۔ اور اہلِ عراق امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار تھے پھر امام شافعیؒ نے فقہی مسائل میں ان دونوں مسالک سے اختلاف کرتے ہوئے ایک نئے مسلک کی بنیاد رکھی تو یہ مسلک شافعی کے نام سے معروف ہوا تو ان دونوں مسالک کے پیروکاروں نے اپنے اماموں کے ناموں کی نسبت سے حنفی اور مالکی مسلک کے نام اختیار کیے۔ امام مالکؒ اپنے اجتہاد میں صرف قرآن وحدیث پر اعتماد کرتے تھے۔ علم وحدیث میں ان کی کتاب موطا ہے۔

مالکی عقائد مغرب کے علاقوں میں پھیلنا شروع ہوئے۔ ان علاقوں میں الجزائر طرابلس سوڈان بحرین کویت تیونس الجیریا مراکش اور اسپین کے علاقے شامل ہیں پھر بتدریج افریقہ اور مصر کے علاقوں میں بھی مالکی مسلک نے فروغ پایا۔ ان علاقوں میں شافعی مسلک کو عبدالمالک بن حبیب سلیمانی ۸۵۳ عیسوی اور اسماعیل ابن اسحاق ۸۹۰ عیسوی نے مالکی مسلک کے فروغ میں بہت نمایاں کردار ادا کیا۔

شافعی:۔

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ قریشی ۱۵۰ ہجری میں غزہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ امام شافعی شروع میں امام مالکؒ کے معتقد تھے لیکن اپنے سفر کے تجربات کے بعد اپنے لیے ایک خاص مذہب منتخب کیا۔

اہل سنت والجماعت میں فقہی مسائل میں امام شافعی کی رائے اور عقیدہ کے پیروکار شافعی کہلاتے ہیں۔ ان کا دور ۷۶۷ء پیدائش اور وفات ۸۲۰ء کا ہے۔ ان کا سلسلہ نسبت عبدمناف پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور پندرہ برس کی عمر میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت مل گئی تھی۔ ان کی پرورش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ امام شافعی تیرہ برس کی عمر میں مکہ سے مدینہ میں امام مالک بن انسؒ کے پاس ان کی شاگردی میں چلے گئے اور امام مالکؒ کی وفات پر ہی مکہ واپس آئے۔ انہیں بجا طور پر اصول فقہ کا موسس وبانی سمجھا جاتا ہے۔ ان کی زیادہ تر توجہ ان احادیث کی تحقیق پر تھی جن سے احکام شرعی کے ثبوت مہیا ہوں۔ اس وقت شافعی فقہ کے ماننے والے زیادہ تر بیروت سریا عراق جاوا ایران اور یمن کے علاوہ وسطی افریقہ مشرق وسطی اور وسط ایشیاء کے بعض حصوں میں ہیں۔ امام شافعی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول احکام مرتب کیے اور اصول فقہ کو علمی حیثیت دی۔

حنبلی:۔

اہلِ سنت والجماعت میں چوتھے مسلک اور فقہی مسائل میں امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ کی رائے اور عقیدہ کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نسلاً عرب تھے۔ اصلاحی تحریکوں کے محرک امام احمد بن حنبلؒ کی حیثیت ایک مجتہد کی ہے۔ حنبلی فقہ کے اصول وقواعد کے بارے میں محققین نے بہت کم لکھا ہے حنبلی تعلیمات کے متعلق مورخین ومحققین کی مسلمہ رائے ہے کہ یہ ایک تند مزاج تشبیہی مذہب ہے دیگر فقہوں کی نسبت خاصا دبا ہوا ہے اس میں بظاہر زندگی کی حرارت نظر نہیں آتی مگر بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کی اصل تعلیمات کو مسخ کیا گیا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ کے بعد محمد بن عبدالوہابؒ نے حنبلی مذہب کی تجدید کی۔ اہلسنت کے مذاہب میں یہ مذہب سب سے آخری اور چوتھا ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا نظریہ ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور غیر مخلوق ہے۔

حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے کہ صرف وہی احادیث قابل قبول ہیں جن کے متعلق یقین ہو کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست پہنچی ہیں۔ اس لیے انہوں نے وہی احادیث جمع کیں جو ان کے زمانے میں ثابت ہوچکی تھیں۔ حنبلی مسلک ومذہب کے سب سے بڑے شارح امام ابن تیمیہؒ ہیں جن کے زیر اثر کئی تحریکوں نے جنم لیا ان میں ہی ایک امام محمد بن وہابؒ بھی تھے جنہیں ماننے والے وہابی کہلاتے ہیں۔ یہ فرقہ حنبلی مسلک سے ہی نکلا ہے اس فرقہ کے ماننے والے زیادہ تر مشرقی عرب اور افریقہ کے بعض ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ سعودی عرب کا سرکاری مذہب یہی ہے اس کے علاوہ فلسطین شام عراق میں بھی کافی تعداد اس مذہب کے ماننے والوں کی ہے۔

(جاری ہے)

عمارہ انمول

ملیحہ احمد

السلام علیکم! ڈیئر قارئین کیسی ہیں آپ؟ یقیناً اللہ کے کرم سے ٹھیک ہوں گی' میری یہ ہی دعا ہے کہ اللہ پاک آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔ میرا نام عمارہ ہے لیکن میری سہیلیاں مجھے (انمول) کے نام سے پکارتی ہیں۔ میرا تعلق ضلع جہلم سے ہے ہم تین بہن بھائی ہیں سب سے بڑے عمر بھائی پھر میں یعنی عمارہ اور پھر عثمان بھائی۔ میں بی کام پارٹ ون کی طالبہ ہوں مجھے اپنے نانو اور ماموں سے بہت پیار ہے' ماموں اسد دنیا کے سب سے اچھے ماموں ہیں' اب آتے ہیں آنچل کی طرف۔ آنچل سے وابستگی کو چار سال ہوگئے ہیں' آنچل کی رائٹرز میں آپی نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' عشنا کوثر' عمیرہ احمد مجھے بہت پسند ہیں۔ میری پسندیدہ ٹیچرز میں مس تنزیلہ ہیں ایک ہستی (امی جی) جنہیں میرے دل کی ہر دھڑکن یاد کرتی ہے۔

کھیلنے سے مجھ کو مٹی میں روکا کرتی تھی
اوڑھے مٹی کی چادر آج سو رہی ہے

میری سہیلیاں بہت سی ہیں مگر جبین' مریم' گل ناز' آمنہ' قرۃ العین عابد میری سب سے اچھی سہیلیاں ہیں۔ اب آپ لوگ بور ہو رہے ہوں گے' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

لاڈو ملک

ممکن نہیں ہے مجھ سے یہ طرزِ منافقت
دنیا تیرے مزاج کا بندہ نہیں ہوں میں

آنچل اسٹاف' ریڈرز اینڈ رائٹرز کو میرا پُرخلوص سلام۔ لوگ مجھے لاڈو ملک کہتے ہیں نام تو سنا ہی ہوگا (یقیناً) ضلع اوکاڑہ کی ایک خوب صورت تحصیل دیپالپور سے میرا تعلق ہے۔ حال ہی میں بی اے اکنامکس کیا ہے' تاریخ پیدائش 28 فروری 1991ء ہے۔ میرا اسٹار عقرب ہے جو سب پر حاوی ہوتا ہے' میرا تعلق زمیندار گھرانے' ملک جٹ نوناری فیملی سے ہے۔ ہم تین بہنیں اور چار بھائی ہیں۔ دونوں آپیاں شادی شدہ ہیں' امن' سانول' ذیشان' زارا' زرین' ذیشان اور زینب لاڈو کے بھانجے بھانجیاں ہیں۔ یہ شرارتی ٹولا مجھے بہت عزیز ہے' بھائیوں میں ملک دانش اقبال عرف دانی میرا فیورٹ بھائی ہے جو مجھے تمام گھر والوں کی مخالفت کے باوجود آنچل لازمی لا کر دیتا ہے (شکریہ بھائی)۔ آنچل میرا اکلوتا اور موسٹ فیورٹ ڈائجسٹ ہے اور میرا محسن بھی ہے کہ اس لاڈلے آنچل نے لاڈو کو دنیا کی سب سے اچھی اور خوب صورت فرینڈز دیں۔ ہاں جی ہیر شاہ اور پری چوہدری (گھورو مت مجھے سچ کہہ رہی ہوں جانی) اریبہ شاہ اور پری چوہدری آنچل کی دریافت ہیں۔ میں نے لکھنا ہی آنچل کی وجہ سے شروع کیا تھا' آنچل کی خوب صورتی میں اضافہ مہک ملک' ثناء علی' پرنسز امیمہ رباح' شگفتہ خان' صنم خان' کرن شاہ' جاناں' بشریٰ' امید' ایمان آپ سب کی دوستی سے بھی بہت کچھ سیکھا لاڈو نے۔ ہاں جی تو آتے ہیں واپس گپ کی طرف (ہاہاہا' تعارف؟) تو مجھے وائٹ کلر بہت پسند ہے۔ لانگ شرٹ ود ٹراؤزر' میں یہی پہنتی ہوں۔ چاکلیٹ بہت پسند ہے چاہے پھر وہ ہیلو ہو Now ہو یا Etc۔ آئس کریم کو رنیٹو' چاکلیٹ فلیور میں بہت پسند

ہے۔ کھانے میں بریانی پسند ہے' مہینوں میں دسمبر کا مہینہ بہت زیادہ پسند ہے۔ موسم سردیوں کا پسند ہے۔ دسمبر کی ٹھٹھرتی راتیں' کہر میں لپٹی صبح اور ابر آلود شامیں مجھے بہت پسند ہیں۔ نیچر بہت اٹریکٹ کرتی ہے۔ میرا فیورٹ مضمون پولیٹیکل سائنس ہے۔ سیاست کا وائرس ہماری پوری فیملی میں سرائیت کر گیا ہے۔ پاکستان جہاں حقیقت میں اقتدار چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ہم خود یعنی عوام ہیں' ہم کیوں نہیں سوچتے؟ کیوں نہیں مخلص اور باکردار لوگوں کو ووٹ کرتے؟ حکومت فقط دو پارٹیوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے جب کہ پارٹیوں کی کارکردگی تو ہمارے سامنے ہی ہے پھر کیوں نا ہم تھرڈ آپشن کو سامنے لے کر آئیں' ایک چانس تو دینا چاہیے نہ اس انسان کو جو تبدیلی کا دعوے دار ہے اور کیا پتا سچ میں تبدیلی اس ایک چانس کی منتظر ہو؟ کہ ضروری نہیں جو سینئر ہو وہ بہتر بھی ہو؟ ہمیں جونیئرز کو چانس دینا ہوگا اس بار ہمیں سوچ کر ووٹ دینا ہوگا۔ مجھے پاکستان سے عشق ہے' لہٰذا فیورٹ کے لحاظ سے تمام سنگرز' ایکٹرز میں' میں پاکستانیوں کو ترجیح دیتی ہوں۔ فیورٹ سنگر راحت فتح علی خان ہے۔ رفیع کو بھی شوق سے سنتی ہوں۔ نیشنل سونگز بھی بہت اچھے لگتے ہیں۔ آج کل کرکٹ کے لیے پاپولر ٹریک "پلٹ پلٹ" بہت پسند ہے' کرکٹ جنون کی حد تک پسند ہے۔ آئی سی سی نے سعید اجمل جیسے مایہ ناز بولر کو آئی سی سی ایوارڈ سے محروم رکھ کر پاکستان سے بجیلسی کا واضح ثبوت دیا ہے۔ بلیوں سے بہت محبت ہے' لاڈو کو بچپن سے ہی ہم "بلی پال" کے لقب سے نوازے گئے' اب میرے پاس وائٹ کلر کی بہت ہی خوب صورت بلی "پرنسز کیٹی" ہے۔ جو ہم سب بہن بھائیوں کی لاڈلی ہے خاص کر مانی اور میری۔ ایف ایم "دل" بہت شوق سے سنتی ہوں' فیورٹ RJ فیضا ہیں۔ پولیٹیکل ٹاک شوز باقاعدگی سے دیکھتی ہوں' فیورٹ اینکر حامد میر اور کامران خان ہیں' فیورٹ نیوز کاسٹر عائشہ بخش اور محمد جنید ہیں۔ فیورٹ ناول "وہ خبطی سی دیوانی سی' من وسلویٰ" اور "اے شمع کوئے جاناں" ہیں۔ فیورٹ رائٹر میں عمیرہ احمد' اقراء صغیر احمد' نازیہ آپی' ماہا ملک اور فرحت اشتیاق ہیں۔ ابن انشاء کی شاعری اور سفرنامے بہت پسند ہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" آنچل کا موسٹ فیورٹ ناول ہے آج کل۔ خوبیاں مجھ میں ہیں تو بہت لیکن امی حضور کو دکھائی نہیں پڑتیں۔ صاف گو ہوں' منافقت سے نفرت ہے۔ سادہ اور زندہ دل ہوں۔ زندگی کو مثبت انداز میں جینے پر یقین رکھتی ہوں۔ اپنوں کی تکلیف اور دکھ برداشت نہیں ہوتا' کوشش کرتی ہوں کہ اپنے ہر عمل سے ایک سبق' ایک نیکی کا پہلو نکالوں۔ دو لوگوں میں صلح کروا کے بہت خوشی ملتی ہے۔ جلد فرینک ہو جاتی ہوں' چاپلوس' مکار اور جھوٹے لوگوں سے کوسوں دور بھاگتی ہوں۔ زیادہ تر دل کی سنتی ہوں کیوں کہ وہ کہتے ہیں نا "سنو دل کی" جو ٹھان لوں کر گزرتی ہوں۔ پاک آرمی جوائن کرنے کا جنون ہے۔ خامیاں بہت سی ہیں' دیر سے اٹھنا سب سے بڑی خامی ہے' اعتبار جلد کر لیتی ہوں۔ میں سوچتی ہوں کہ سامنے والا سچ ہی کہہ رہا ہے لیکن جب کسی کے جھوٹ کا پتا چلتا ہے تب غصہ بہت آتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ کیسے لوگ اتنی آسانی سے اتنے آرام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ غصے کی بہت تیز ہوں لیکن غصہ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ منہ پھٹ ہوں' چھوٹے بڑے کی تمیز کیے بغیر جو دل میں آتا ہے بول جاتی ہوں۔ خود اعتماد ہوں' اسپیکر بھی اچھی ہوں۔ بچوں سے بہت محبت ہے خاص کر اپنے بھانجے بھانجیوں میں جان ہے میری۔ فیورٹ رسالہ آنچل ہے جو میرے

لکھنے کی وجہ بھی بنا۔ فرحت خالہ کی بہت یاد آتی ہے ان کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے میرے پہلے لیٹر کے جواب میں ان کا محبت بھرے انداز میں یہ کہنا "آپ کا پہلا خط ملا کہ زندگی کا پہلا خط ملا" انہوں نے ایسا اس لیے کہا تھا کیونکہ میں نے اپنے خط کو مکمل اردو میں تحریر کیا تھا' درمیان میں انگلش کا ایک لفظ بھی استعمال نہیں کیا تھا بقول ان کے "مخمل میں ٹاٹ کا پیوند" نہیں لگایا تھا (ہاہاہا) بہرحال ان کی کمی میں آج بھی محسوس کرتی ہوں' خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے' آمین۔ آنچل ریڈرز کے لیے لاڈو کا پیغام' زندگی کو زندگی سمجھ کر جیو' مایوسی کا لفظ مسلمانوں کی ڈکشنری میں اچھا نہیں لگتا۔ دنیا میں امن' محبت اور عزت کی مثال بن کر جیو' یہی زندگی ہے۔ ہم نے ویسے تو بہت ترقی کرلی' ہواؤں میں اڑنا' پانی میں تیرنا سیکھ لیا لیکن دنیا میں انسانوں کی طرح رہنا نہیں سیکھا۔ کیا اچھا لگا کیا برا لگا' بتایئے گا ضرور۔ اوکے جی لاڈو ملک کو دیجیے اجازت (نہیں نہیں اتنی جلدی نہیں) تمام آنچل فرینڈز اور اسٹاف کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ اریبہ شاہ اور پری چوہدری جانِ لاڈو ہمیشہ خوش رہو اور زندگی کی انمول خوشیاں ملیں تم لوگوں کو' آمین۔ لوٹ آؤ پری...... خدا حافظ۔

فوزیہ سلطانہ

السلام علیکم! ڈیئر آنچل رائٹرز و ریڈرز کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے ٹھیک ہی ہوں گے۔ اچھا جی تو اب آتے ہیں تعارف کی طرف' ہمارا اسم گرامی فوزیہ سلطانہ ہے۔ گھر والے ہمیں دو ناموں سے بلاتے ہیں فوزی اور جوجی۔ آج تک ہم اس جوجی نام کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکے کہ اس کا مطلب کیا ہے بہرحال جب ہمیں کوئی جوجو بلاتا ہے تو اچھا فیل ہوتا ہے ویسے ہمارے پاپا جی ہمیں کہتے ہیں جوجی میں آئے وہ کرو جی! شاید اسی لیے ہمارے جوجی میں آتا ہے ہم وہی کرتے ہیں (اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ بے وقوف جوجی نام کو لے کر بیٹھ گئی ہے تو سوری آگے چلتے ہیں) ہم چار بہنیں اور پانچ بھائی ہیں۔ پہلے نمبر پر طاہرہ باجی جن کی پریوں جیسی چار خوب صورت بیٹیاں ہیں ویسے مجھے طاہرہ باجی کی گرین آنکھیں پسند ہیں۔ دوسرے نمبر پر ہما باجی پھر اسماعیل بھائی اس کے بعد سلیمان بھائی پھر شہزاد بھائی (اسے ہم شہزادہ بلاتے ہیں جو اس کی شخصیت کے عین مطابق ہے) پھر حسنین بھائی ہیں (انہیں نیناں بلاتے ہیں اور ہمارے اس بھائی کو اپنی آنکھیں پسند ہیں بقول ان کے حسنین کا مطلب ہے ہنستی آنکھیں) ویسے آپس کی بات ہے ہمارا یہ بھائی ذہین بہت ہے' سول انجینئر بھی ہے اور ہمیشہ کالج میں پوزیشن ہولڈر رہا ہے اور مزاحیہ بھی ہے' اس کے بعد ہے بہن رضیہ اور بقول سب کے یہ بالکل اپنے نام کی رضیہ سلطانہ ہے یعنی دبنگ ٹائپ ہے) پھر (آ ہم) ہم ہیں اور لاسٹ میں ہمارے فیورٹ بھائی اللہ بخش ہیں ان کے خواب بڑے اونچے اونچے ہیں۔ ہیری پورٹر نے ان کو اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے اور یہ ان سے ملاقات کے لیے لندن جانے کے خواہش مند ہیں' گھر میں میری بہنوں سے زیادہ بھائیوں سے بنتی ہے خاص کر اللہ بخش سے۔ ہماری پسند و ناپسند بھی ایک ہی ہے۔ اچھا خیر تاریخ پیدائش 19 ستمبر ہے' اسٹار ورگو ہے اس کی تمام خوبیاں اور خامیاں ہمارے اندر موجود ہیں۔ باتونی بہت ہوں کسی کی شخصیت اگر مجھے پسند آجائے تو میں اسے اسی وقت بول دیتی ہوں' کینہ پرور نہیں ہوں۔ خود اعتماد اور بولڈ بھی ہوں مگر منہ پھٹ

نہیں۔ حساس بہت ہوں' چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی برا مان جاتی ہوں جب کسی سے ناراض ہوجاؤں تو میں اس وقت خاموش ہوجاتی ہوں مگر دل رو رہا ہوتا ہے۔ قسمت' ہمت اور حوصلہ پر یقین رکھتی ہوں۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ انا پرست بہت زیادہ ہوں' چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنالیتی ہوں' میرا قریبی دوست اللہ تعالیٰ ہے' میں اپنی ہر خواہش' ہر بات اسی سے شیئر کرتی ہوں۔ میں اس بات پر نازاں ہوں کہ آج تک میں نے اللہ سے جو کچھ مانگا ہے اس نے مجھے دیا ہے۔ میٹرک کی طالب علم ہوں' 9th میں نے فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا ہے۔ میرا زندگی کا سب سے بڑا خواب ڈاکٹر بننا ہے' (پلیز آپ سب دعا کیجیے گا کہ میرا یہ خواب تعبیر پالے) مجھے ڈاکٹر لوگ بہت متاثر کرتے ہیں' ساحل سمندر پر چہل قدمی کرنا' پہاڑوں سے گرتی آبشاریں مجھے بہت اٹریکٹ کرتی ہیں' مجھے اپنی کزنوں میں شاہدہ باجی (جو کہ ڈاکٹر ہیں) نادیہ (بہت خوب صورت اور تھوڑی مغرور) اقراء (ہنس مکھ اور زندہ دل) رابعہ (ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنا لینے والی شخصیت) سعدیہ (دھیمے مزاج والی اور نرم خو) ام ایمن (جو میری کلاس فیلو بھی ہے) ماہ رخ (جو میری ہر بات مان لیتی ہے) بشریٰ (جو بولنے میں کوے اور طوطے سے بھی جیت سکتی ہے) یہ سب بہت پسند ہیں۔ میرے ابو جی او جی ڈی سی کے ریٹائرڈ آفیسر ہیں اور بہت ہی رحم دل ہیں' میرا حلقہ احباب بہت وسیع ہے۔ عدیلہ' میمونہ رحمن' زخرف رشید' ثناء زہرا' شانزہ گل' طیبہ نذیر (گجرات) تہمینہ اقبال' ام فروا (یہ میری بیسٹ فرینڈ ہے' بہت لونگ اور کیئرنگ اور آنچل کی دیوانی۔ آنچل کا مجھ سے تعارف کروانے والی یہی ہستی ہے)۔ سائرہ' عدیلہ' لیسین (جو کبھی میری دیوانی ہوا کرتی تھی' آپ مجھ سے فرینڈشپ کرکے میرے دوستوں کی لسٹ کو بڑھا سکتے ہیں)۔ شاعری بہت پسند ہے' خاص کر پروین شاکر اور وصی شاہ۔ رائٹرز میں دو رائٹرز کی میں دیوانی ہوں' نازیہ کنول نازی اور فرحت اشتیاق۔ مجھے اسٹائلش لوگ پسند ہیں' بشریٰ کو مجھ سے ایک ہی گلہ ہے کہ میں فیشن ایبل بہت ہوں جب کہ ایسا ہے نہیں میں فیشن تو کرتی ہوں مگر حد میں رہ کر۔ اوکے فرینڈز اجازت دیجیے مجھ باتونی کو' تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔

عائشہ شاہ

آ گئی آ گئی...... آپ کہاں جارہے ہو لائٹ نہیں آئی۔ مابدولت نے انٹری دی ہے۔ میں ہوں عائشہ شاہ! آپ سب کے لیے عاشی۔ میری تاریخ پیدائش 17 ستمبر ہے' میں اکلوتی بہن ہوں یعنی چار بھائی اور ایک بہن۔ میرا نمبر تیسرا ہے۔ بی ایس سی کررہی ہوں' بہترین دوستوں میں عالیہ اور زندگی ہیں۔

یہ انا بھی عجب چیز ہے محبت میں
ذرا سی بات پر نگاہیں پھیر لینا

یہ میری دوست زندگی کا شعر ہے میں بھی شاعر ہوں مگر کبھی فخر نہیں کیا۔ کھانے میں ہر چیز کھا لیتی ہوں' امی کو کبھی تنگ نہیں کیا۔ پسندیدہ رنگ سفید ہے لیکن زندگی میں صرف ایک دفعہ ہی پہنا ہے بقول زندگی کے سفید کفن کافی ہے۔ آپ بور تو نہیں ہوگئے' اجازت چاہتی ہوں شعر کے ساتھ' خدا حافظ۔

میں تو اک ٹوٹا ہوا پتا ہوں میری اوقات کیا
پھولوں کو بھی کچل دیتے ہیں تیرے شہر کے لوگ

پھول کی عدالت

سنبل گل

ادارہ

ایمن وفا...... جھڈو

س: ہیلو سباس آپی! عید کیسی گزری؟

ج: الحمدللہ، بالکل ٹھیک ہوں۔ عید بہت مصروف، پُررونق اور مزے دار گزری۔

س: آپی اتنا اچھا لکھنے کا راز؟

ج: تعریف کے لیے شکریہ، یہ سب اللہ پاک کا کرم ہے۔

س: آپ کا نام کس نے رکھا، بہت پیارا ہے؟

ج: ابو جان نے رکھا، پسندیدگی کا شکریہ۔

س: گھر میں آپ کا سپورٹر کون ہے؟

ج: ابو جانی اور بڑی بہن۔

س: پیار محبت اور عشق آپ کی نظر میں کیا ہے؟

ج: دنیا کی اساس، حقیقت اور کائنات کا سب سے بڑا سچ ہے۔

س: کیا آپ مجھ سے فرینڈشپ کریں گی، آپی بہت مان سے آفر کررہی ہوں؟

ج: لیجیے جناب ہم نے آپ کا مان رکھتے ہوئے دوستی کا ہاتھ تھام لیا ہے۔

س: پیارا سا پیغام میرے اور دوسری لڑکیوں کے لیے؟ اگر کوئی بات بری لگی ہو تو سوسوری سباس آپی؟

ج: آپ کے اندر جو بھی علم و ہنر اور فن کی صلاحیت موجود ہیں اسے ضائع نہ ہونے دیں، اپنے احساس کو زندہ رکھیں اور انسانیت سے پیار کریں، کوئی بات بُری نہیں لگی بلکہ اچھی لگی آپ کی ہر بات، دعاؤں میں شامل رکھیے گا۔

ظل ہما...... فیصل آباد

س: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، سباس کیسی ہیں؟

ج: وعلیکم السلام! الحمدللہ بہت اچھی ہوں اللہ

س: آپ کی ایجوکیشن اور عمر کیا ہے؟

ج: ادب میں ماسٹر کی کوشش کررہی ہوں، اللہ ہم سب کو باادب بنائے اور بھئی لڑکیوں سے ان کی عمر نہیں پوچھتے، صحیح بتادو تو پھر بھی یقین نہیں کرتے۔

س: آپ اردو اور انگلش ادب میں کس سے متاثر ہیں؟

ج: اردو ادب میں اشفاق احمد، ابن انشاء، بانو قدسیہ، بشریٰ رحمٰن، ان کو بہت کم پڑھا مگر جتنا بھی پڑھا عمدہ تھا۔ خلیل جبران بہت کمال کے مصنف ہیں، انگلش میں شیکسپئر کا جواب نہیں۔ ان کے تمام جملے بھی زبان زدِ عام بن گئے ہیں۔

س: آپ کو اپنے اندازِ تحریر میں کس مصنف یا مصنفہ سے مشابہت نظر آتی ہے؟

ج: شروع میں جب تین چار سال ہوئے تھے لکھتے ہوئے ہمیں لگا کہ شازیہ چوہدری مرحومہ کے طرزِ تحریر میں وہ کشش ہے کہ ہمیں اپنی تحریر محسوس ہوتی ہے پھر دوستوں نے کہا کہ آسیہ رزاقی کی طرح شاندار لکھتی ہو صحیح فیصلہ تو پڑھنے والے ہی کرسکتے ہیں کہ ہماری تحریر میں کس طرح کی مشابہت ہے ویسے ہم کسی کو کاپی کرنے کی کوشش نہیں کرتے، جو بھی لکھتی ہوں اپنے اسٹائل میں لکھتی ہوں۔

س: آپ جب بھی کوئی کہانی لکھتی ہیں تو کیا پہلے اس کا رف اسکیچ بناتی ہیں؟

ج: جی نہیں جب کہانی کا پلاٹ ذہن میں آتا ہے تو ہم اہم باتیں پیپر پر نوٹ کرلیتے ہیں۔ کہانی دماغ میں مکمل ہوجاتی ہے تو لکھنا شروع کردیتی ہوں۔

س: آپ کی نظر میں محبت کیا ہے؟

ج: اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے محبت۔ بے جان جسم میں روح پھونکنے کا نام ہے محبت۔ اپنی خوشیاں دوسروں کے لیے تج دینے کا نام ہے محبت۔ اپنے من کو مار کر دوسرے کی تُو کو "تُو ہی تُو" کہہ کر مان لینے کا نام ہے محبت۔

س: آپ کے پسندیدہ شاعر اور ادیب کون کون ہیں؟

ج: فیض احمد فیض، محسن نقوی، ابن انشاء، امجد اسلام امجد، پروین شاکر، نوشابہ نرگس۔ فریدہ جاوید فری آنچل میں بہت اچھا لکھتی ہیں، عالیہ حرا کی کیا بات ہے۔ نازیہ کنول نازی، اقراء صغیر احمد، عشنا کوثر سردار کے ناول میں جادو اور سحر ہوتا ہے۔ تین چار سالوں میں بہت نام کمایا ہے ماشاء اللہ۔ اچھی تحریر جس رائٹر کی بھی ہو وہ نئی ہو یا پرانی اچھی لگتی ہے۔

س: آپ نے کب لکھنا شروع کیا اور پہلی تحریر کس رسالے یا اخبار میں شائع ہوئی؟

ج: لکھنا تو ہم نے نرسری کلاس سے ہی شروع کردیا تھا، اب تو لکھنا اور لفظوں سے جملے اور جملوں سے کہانی بنانا آگیا۔ پہلی تحریر جنگ اخبار میں شائع ہوئی۔

س: نوآموز لکھاریوں کے لیے کوئی مشورہ یا نصیحت؟

ج: مشورہ یہ ہے کہ لکھنے کے لیے پڑھنا بہت ضروری ہے، آپ اخبارات و رسائل اور اردو کتب کا مطالعہ جاری رکھیں۔ جلد بازی سے کام نہ لیں، کبھی حسد نہ کریں اور کبھی کامیابی پر غرور نہ کریں۔

س: کیا تحریر میں مصنف کی شخصیت جھلکتی ہے؟

ج: جی ہاں کسی حد تک۔

ایس انمول...... بھابڑہ شریف

س: السلام علیکم آپی! کیسی ہیں آپ؟

ج: وعلیکم السلام! اللہ کا شکر بہت اچھی ہوں۔

س: آپی! آپ کا اتنا پیارا سا نام کس نے رکھا؟

ج: ہمارے پیارے سے ابو جان نے۔

س: ڈیئر آپی! آپ کی نظر میں دوستی کیا ہے؟

ج: دوستی وہ پانی ہے جو دل کے باغ کو سیراب، سرسبز و شاداب کرتا ہے۔

س: آپی جان! کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟

ج: لیجیے انمول ڈیئر! دوستی جیسے انمول رشتے میں ہم نے آپ کو باندھ لیا۔

س: آپی! پلیز مجھے کوئی نصیحت کریں؟

ج: شکوہ لب صبر کی عادت اپنا لیں، ساری پریشانیاں، محرومی اور مایوسیاں ختم ہوجائیں گی۔

صائمہ احمد سحر...... بھابڑہ شریف

س: آپی! آپ کے نام کا مطلب کیا ہے؟

ج: خوشبو۔

س: آپ کو کھانے میں کون سی ڈش سب سے زیادہ پسند ہے؟

ج: رزق حلال، مچھلی، انڈا، یخنی پلاؤ، کباب، پیزا۔

س: آپی! آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟

ج: 15 فروری۔

س: کیا آپ سالگرہ مناتی ہیں؟

ج: ہماری بہنیں اور سہیلیاں ہماری سالگرہ مناتی ہیں۔ کیک اور گفٹ کا اہتمام خود ہی کرلیتی ہیں تو ہم ان کی محبت پہ خوش ہوجاتے ہیں، ویسے اس دن ہم دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں۔

س: آپ کی بہترین دوست کون ہیں؟

ج: فردوس نعیم، ثوبیہ فاخرہ گل اور بھی بہت سی ہیں۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

س: السلام علیکم کیسی ہیں سباس؟ آپ کا نام بہت اچھا اور منفرد ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟

ج: وعلیکم السلام! بالکل ٹھیک ہوں، نام کی پسندیدگی کا شکریہ۔ سباس کا مطلب ہے خوشبو، مہک۔

س: آپ کو بہت پڑھا آنچل میں، مجھے لگتا ہے آپ بہت سنجیدہ شخصیت ہو، کیا ایسا ہی ہے؟

ج: پہلے بہت شوخ اور چنچل تھی اب سنجیدہ ہوگئی ہوں۔

س: اک سوال جو میں سب سے کرتی ہوں آپ سے بھی کہ کیا محبت پر یقین ہے اور یہ ہے کیا؟

ج: جی ہاں محبت پر یقین ہے، اس کا جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: آنچل سے آپ کا تعلق کب قائم ہوا؟

ج: غالباً مارچ 2004ء میں

کوسب سے زیادہ پسند آئی؟

ج: میں محبت اور تم' چاندرات کو چاندنی ملی' اک لمحہ آ گہی۔

س: مجھے اور تمام رائٹرز کو کوئی انمول دعا کا تحفہ دیں؟

ج: اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر رکھے آمین۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

س: السلام علیکم! سباس جی کیا ہو رہا ہے آج کل؟

ج: وعلیکم السلام! کچھ خاص نہیں' روٹین کے کام اور کچھ لکھنا۔

س: اپنی فیملی کے بارے میں تفصیل سے بتائیں؟

ج: ہم نو بہن بھائی ہیں' سب اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسر روزگار ہیں' دو بھائی اور دو بہنیں شادی شدہ ہیں۔ دو پیاری سی بھتیجیاں ہیں' بھانجے بھانجیاں ہیں' بہت شرارتی' ذہین اور کیوٹ سے۔ جب سب اکٹھے ہوتے ہیں تو خوب انجوائے کرتے ہیں۔

س: آپ کا اسٹار کیا ہے اور ایجوکیشن کتنی ہے؟

ج: اسٹار دلو ہے۔ اردو میں ماسٹر اور لینگویج کورس۔

س: آپ کو لکھتے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

ج: 7th کلاس میں تھی جب سے لکھ رہی ہوں، سولہ سال ہو گئے لکھتے ہوئے۔

س: اتنا اچھا کیسے لکھ لیتی ہیں' کسی سے مدد وغیرہ لیتی ہیں؟

ج: تعریف کا بہت شکریہ، سب اللہ کی مدد اور آپ جیسے قارئین کی پسندیدگی اور محبت ہے۔

س: اپنی دو خوبیوں اور دو خامیوں کے بارے میں بتائیں؟

ج: ہماری خوبیاں، خامیاں بہت ہیں، بہت حساس ہوں، بہت جلد اعتبار کر لیتی ہوں، ویسے ہمیں اپنی معاف کر دینے والی عادت بہت پسند ہے (اپنے منہ میاں مٹھو ہاہاہاہا)۔

س: مجھے آپ کا ہر ناول' ہر افسانہ بہت پسند ہے' آپ ...نے جب بھی لکھا بہت ہی اچھا لکھا؟

ج: نوازش' کرم' شکریہ' مہربانی۔ آئندہ بھی اپنی رائے دیتی رہیے گا' جزاک اللہ اتنی پزیرائی کے لیے۔

س: میری دعا ہے کہ آپ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب رہیں؟

ج: آمین ثم آمین۔ اللہ آپ کو بھی سدا خوش اور کامیاب رکھے۔

بشریٰ باجوہ......اوکاڑہ

س: کس رائٹر سے متاثر ہیں آپ؟ کس کو پڑھنا پسند کرتی ہیں اور کوئی خاص وقت ہوتا ہے لکھنے کے لیے یا جب دل چاہا لکھ لیا؟

ج: اچھی تحریر کسی بھی رائٹر کی ہو متاثر کرتی ہے ویسے ہم کہانیاں کم پڑھتے ہیں اور کالم شوق سے پڑھتے ہیں۔ انکل مشتاق احمد قریشی' عرفان صدیقی' جاوید چوہدری' ہارون رشید' حسن نثار کو بہت پڑھا' پہلے جب دل چاہتا تھا وقت بے وقت لکھ لیتے تھے لیکن چار سال سے رات کے وقت ہی لکھتے ہیں فرصت اور خاموشی میں۔

س: آپ کے نام کا کیا مطلب ہے اور آپ کی سالگرہ کب ہوتی ہے؟

ج: نام کا مطلب پھول کی خوشبو' سالگرہ 15 فروری کو ہوتی ہے۔ جی تو اس بار گفٹ بھیج رہی ہیں نا آپ ہمیں (ہاہاہاہا) سنجیدہ مت ہوئیے گا مذاق کر رہی ہوں۔

س: کس شاعر کا کلام پسند ہے اپنا ناول جو سب سے زیادہ پسند ہو' گھر میں اور کس کو ہے ادب سے لگاؤ؟

ج: شاعر کے کلام کا جواب اوپر دیا جا چکا ہے۔ اپنا پسندیدہ ناول ہے ''آئینہ بولتا ہے'' بدقسمتی سے اس ناول کی پانچ اقساط ایک ڈائجسٹ کے ایڈیٹر کی بے پروائی کی وجہ سے کھو گئی ہیں۔ جس کا دکھ ہمیں ہمیشہ رہے گا' گھر میں ابو جانی اور باجی کو ادب سے لگاؤ ہے۔

س: آنچل سے کب سے وابستگی ہے آپ کی؟ لکھنے کے علاوہ اور کیا کرتی ہیں؟

ج: مارچ 2004ء سے ہم آنچل سے وابستہ ہیں۔

فرحت آپی' طاہر بھائی' قیصر آنٹی اور آنچل کے ریڈرز کی محبتوں نے ہمیں اب تک آنچل سے جوڑ رکھا ہے اور پیاری رائٹر نازیہ کنول نازی نے ہمیں ہمیشہ آنچل میں لکھنے کے لیے محبت سے اصرار کیا' نازیہ! خوش رہو۔ لکھنے کے علاوہ گھر کے کام' جب سے لکھنا شروع کیا باقی سب کام پیچھے رہ گئے۔

نورین شاہد......رحیم یار خان

س: السلام علیکم آپی کیسی ہو آپ؟

ج: وعلیکم السلام! بالکل ٹھیک ہوں۔

س: آپی! رحیم یار خان کے کس ایریا میں رہتی ہیں شاید کبھی ملاقات ہو جائے؟

ج: نو گو ایریا میں (ہاہاہاہا)۔ ڈیئر ہم ٹرسٹ کالونی میں رہتے ہیں۔

س: آپی! آپ نے لکھنا کب شروع کیا اور رائٹر بننے کے لیے بنیادی باتیں کیا ہیں؟

ج: ہم اسکول کے زمانے سے لکھ رہے ہیں' خداداد صلاحیت ہے' رائٹر بننے کے لیے شوق' لکھنے کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ شوق بھی ہو صلاحیت کے ساتھ کام کوئی بھی ہو اس میں نکھار آ جاتا ہے۔ مطالعہ زیادہ سے زیادہ کریں' اپنی اقدار کو مدنظر رکھیں۔

س: آپ ہمیشہ خوش رہیں سدا لکھتی رہیں' اللہ حافظ

ج: آمین' جزاک اللہ۔ اللہ پاک آپ کو بھی خوش رکھے آمین۔

نورین شفیع......ملتان

س: السلام علیکم! آپی جی کیسی ہیں آپ؟ آپ لوگ کتنے بہن بھائی ہیں اور آپ کی تعلیم کیا ہے اور آپ کا پسندیدہ شہر کون سا ہے؟

ج: وعلیکم السلام! ارے ارے سانس تو لے لو گڑیا! اتنے سارے سوال ایک سانس میں کر دیئے ہیں' ہم ٹھیک ہیں اور پسندیدہ شہر رحیم یار خان جس میں ہم رہتے ہیں۔ کراچی ساحل سمندر اور مزار قائد کی وجہ سے پسند ہے۔ اپنا تو پورا پاکستان ہی بہت پیارا ہے' شمالی علاقہ جات میں ہر سو قدرت کا حسن بکھرا ہوا ہے' سبحان اللہ۔

س: آپ نے لکھنا کب شروع کیا اور سب سے پہلی کہانی کس رسالے میں شائع ہوئی؟

ج: بچپن سے لکھ رہی ہوں' پہلی کہانی جناب عرض میں شائع ہوئی تھی۔

س: آپ کی اپنی پسندیدہ کہانی اور پسندیدہ رائٹر کون سی ہے؟

ج: شازیہ چوہدری مرحومہ کا ''شہر دل کے دروازے'' عفت سحر طاہر کا ''محبت دل پہ دستک'' اور اپنی کہانیاں ''آئینہ بولتا ہے' محبتوں کی گلاب شامیں' نیند جب جاگتی ہو' اعتبار عشق'' اور بھی بہت سی رائٹر ہیں۔

س: آپ کے نزدیک عورت کا وقار کیا ہے؟

ج: شرم و حیا۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

س: آپ کی پہلی کہانی کون سی تھی اور آپ کے تاثرات کیا تھے شائع ہونے پر؟

ج: پہلا افسانہ ''سوکھے ٹکڑے'' تھا جو ایک ادبی رسالے میں شائع ہوا تھا۔ بہت پزیرائی ہوئی تھی' خوشی ہوئی تھی' نظم جنگ اخبار میں شائع ہوئی۔

س: آپ اپنے علاوہ کن رائٹرز کو شوق سے پڑھتی ہیں؟

ج: سبھی کو پڑھ لیتی ہوں اگر موڈ ہو تو۔

س: کبھی کسی اسٹوری میں اپنا عکس نظر آیا (کسی بھی کردار میں)؟

ج: ہاں! ایک کہانی میں ایسا لگا تھا۔

(جاری ہے)

نوٹ

ماہ فروری میں بہنوں کی عدالت میں پیش ہوں گی ''سمیرا شریف طور'' بہنیں سمیرا شریف طور کے لیے سوالات جنوری کی 5 تک بھیج سکتی ہیں۔

جھیل، کنارہ، کنکر

نازیہ کنول نازی

رسم الفت کو نبھائیں تو نبھائیں کیسے
ہر طرف آگ ہے، دامن کو بچائیں کیسے
بوجھ ہوتا جو غموں کا تو اٹھا بھی لیتے
زندگی بوجھ بنی ہو تو اٹھائیں کیسے

کب تک دل کی خیر منائیں، کب تک راہ دکھلاؤ گے
کب تک دو گے چین کی مہلت، کب تک یاد نہ آؤ گے
بیتا دید امید کا موسم، خاک اڑائی آنکھوں نے
کب بھیجو گے درد کا بادل، کب برکھا برساؤ گے
عہد وفا یا ترکِ محبت، جو چاہو سو آپ کرو
اپنے بس کی بات ہی کیا ہے ہم سے کیا منواؤ گے
کس نے وصل کا سورج دیکھا، کس پر ہجر کی رات ڈھلی
گیسوؤں والے کون تھے، کیا تھے ان کو کیا جتلاؤ گے؟
فیض دلوں کے بھاگ میں ہے، گھر بھرنا بھی لٹ جانا بھی
تم اس لطف وکرم پہ پیارے، کتنے دن اتراؤ گے؟

"کون ہیں آپ؟" دروازہ رسان سے پش کرتے ہوئے عمیر کمرے میں داخل ہوا تھا، حورعین کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"اسے کہتے ہیں شکل موساں تے کرتوت کافراں، میں پوچھتا ہوں یہی گھر ملا تھا آپ کو ڈکیتی کرنے کے لیے۔"

"میں ڈکیت نہیں ہوں۔" بے لچک لہجے میں عمیر کے گستاخانہ الزام پر وہ تڑپ اٹھی تھی۔

"میری طرف دیکھو، میرے ہاتھ خالی ہیں۔ کیا ڈکیت ایسے ہوتے ہیں؟"

"میں کچھ نہیں جانتا، آپ مجھے بتائیں آپ کون ہیں؟"

اس کے آنسوؤں سے نظر چراتا وہ اب رخ پھیرے کھڑا تھا۔ حورعین کی ہمت جواب دے گئی، اسے جو خدشہ لاحق تھا وہ ہو گیا تھا تبھی وہ سر جھکاتے ہوئے بولی تھی۔

"حور...... حورعین فاطمہ۔"

"کون حورعین فاطمہ؟" وہ پوچھ رہا تھا اور اب وہ اسے کیا بتاتی کہ حورعین فاطمہ کون تھی۔

"بہت لمبی کہانی ہے حورعین فاطمہ کی، کہاں سنو گے تم؟"

"مگر میں سننا چاہتا ہوں، یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کس مقصد کے تحت جھوٹ بول کر اس گھر میں گھسی ہیں؟" وہ جذباتی ہو رہا تھا۔ حورعین نے آنسو پونچھ لیے۔

"میں جھوٹ نہیں بولتی، میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ تم خود غلط فہمی کا شکار ہوئے تھے اور میرا یہاں آنے کا کوئی مقصد نہیں، سوائے عزت کی چھت کے۔"

"تو پھر آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ گھر ہم نے ابھی بے آسرا لوگوں کے لیے وقف نہیں کیا، آپ کی بھلائی اسی میں ہے کہ فوراً سے پیش تر آپ یہاں سے چلی جائیں۔" بے لچک لہجے میں کہتے ہوئے اب وہ نیا حکم جاری کر رہا تھا۔ اس کے آنسو پھر روانی سے بہنے لگے۔

"میں آپ کے آنسوؤں سے متاثر ہونے والا نہیں ہوں اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں سارے گھر والوں کے سامنے آپ کی بے عزتی نہ کروں تو پلیز شرافت سے چلی جائیں۔" حورعین کی خاموشی نے اسے مزید تپایا تھا' تبھی وہ بولی تھی۔

"چلی جاؤں گی' میں یہاں ہمیشہ رہنے کے ارادے سے نہیں آئی تھی۔ صرف ہانیہ صفدر کا حوالہ مجھے اس بنگلے کی طرف لے آیا تھا۔"

"ہانیہ صفدر...... ہانیہ صفدر کو کیسے جانتی ہیں آپ؟" اب کے وہ چونکا تھا۔ حورعین نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر جمادیں۔

"میری کالج فیلو تھی' چند سال قبل میں اسی کے ساتھ اس گھر میں آئی تھی۔"

"آئی سی' کیا مما سے ملی تھیں آپ؟"

"ہوں' ملی تھی۔ بہت پیار دیا تھا انہوں نے مجھے' اسی لیے تو بے آسرا ہو کر اس در کی طرف چلی آئی۔" اس بار اس کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی' عمیر کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوا۔

"کیا میں جان سکتا ہوں' آپ نے اپنا گھر کیوں چھوڑا؟"

"میں نے نہیں چھوڑا' حالات اور تقدیر کی طرح میرے گھر کی دیواریں بھی مجھ پر تنگ پڑ گئی تھیں۔"

"کیوں؟" وہ سب جان لینے پر بضد تھا۔ حورعین کا دل درد سے کراہ اٹھا۔ کتنا مشکل تھا گزرے ہوئے دنوں کا سفر کرنا' بیتی ہوئی گھڑیوں کو یاد کرنا مگر...... اسے یہ سفر کرنا تھا۔

گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کے ساتھ اسے بیتی ہوئی گھڑیوں کو یاد کرنا تھا۔

❀......❀......❀

ثانیہ عباس' حورعین فاطمہ اور ہانیہ صفدر تینوں کالج فیلو تھیں۔

حورعین چھوٹی سی تھی جب اس کی مما کی ڈیتھ ہوگئی۔ اس کے پاپا ایک نیک اور پرہیز گار آدمی تھے' شہر میں ان کے برابر کا دوسرا رئیس آدمی نہیں تھا۔ اس کی مما کی رحلت کے بعد اس کے پاپا نے کچھ اس طرح سے اس کی پرورش کی تھی کہ اسے کبھی زندگی میں ماں کے وجود سے محرومی کا احساس ہی نہیں ہوا' اسے بھولے سے بھی یاد نہیں آتا تھا کہ بچپن میں اس نے کبھی ہل کر پانی بھی پیا ہو' گھر میں نوکروں کی بڑی فوج موجود تھی' اس کی ایک پکار پر ملازم بھاگے آتے تھے۔ بچپن میں ہی اس کا اپنا علیحدہ شان دار کمرا تھا' وہ اسکول لائف میں آئی تو اس کے محبوب باپ نے اسے گاڑی بھی علیحدہ خرید کردے دی۔

صدقہ' خیرات کرنے میں بھی وہ کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ کالج لائف میں ہانیہ صفدر اور ثانیہ عباس کا شمار اس کی بہترین دوستوں میں ہوتا تھا۔ ثانیہ اور ہانیہ کے پاپا اس کے پاپا کے قریبی دوستوں میں سے تھے' اس کے پاپا کی خواہش تھی کہ وہ صحافت کا پیشہ اپنائے' خود اسے بھی ساری دنیا کی معلومات رکھنے میں دل چسپی تھی لہٰذا اپنے پاپا کی خواہش پر کالج لائف سے ہی اس نے صحافت کو جوائن کرلیا تھا۔

کالج میں جب بھی وہ ہانیہ اور ثانیہ کے ساتھ فرصت میں بیٹھتی اس کا موضوع گفتگو "پاکستان اور اس کی بقاء" ہوتا تھا۔ ان تینوں نے بہت سے ایسے علاقوں کا وزٹ کیا تھا جہاں بسنے والے لوگ غربت کی نچلی ترین زندگی' انتہائی کسمپرسی کے ساتھ بسر کرنے پر مجبور تھے۔

صرف اپنے اکاؤنٹس کاغذی نوٹوں سے بڑھانے والے لوگ اقتدار میں آکر کیسے لوگوں کو "اجتماعی خودکشی" پر مجبور کردیتے تھے' اس نے دیکھا۔ غربت اور جہالت کی چکی میں پستے بہت سے دیہات کا وزٹ کرنے کے بعد اس نے ایک این جی او بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ جس کا مقصد ہر طرح کے ظلم کا شکار لوگوں کو ریلیف دلانا تھا۔

ہر روز کالج سے واپسی پر شام کی چائے اپنے پاپا کے ساتھ پینے کے دوران وہ ان سے اپنے ارادے اور خواب شیئر کرتی اور جواب میں اس کے پاپا اسے مکمل سپورٹ کی

یقین دہانی کرواتے' انہیں خوشی تھی کہ ان کی بیٹی نے زندگی کے مختصر سفر کے لیے' بہت سے دوسرے بے راہ رو نوجوانوں کی طرح غلط راستے کا انتخاب کرنے کی بجائے ایک بامقصد اور قابل ستائش راہ کا انتخاب کیا تھا۔

انہی دنوں امریکہ میں "ورلڈ ٹریڈ سینٹر" کی تباہی کا شور اٹھا اور ساتھ ہی مسلمانوں کی تضحیک و بربادی کا بھی کئی کئی سال اپنا وطن چھوڑ کر' اپنا تن من دھن امریکہ پر قربان کرنے والے پاکستانیوں کے ساتھ "سپر پاور" نے جو شرمناک سلوک کیا' اس کے بعد اسے اور اس کے پاپا کو قوی امید تھی کہ اب پاکستانی حکومت اور عوام' ایران کی طرح امریکہ کے نام پر تھوکنا بھی پسند نہیں کریں گے مگر...... اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وطن عزیز کے سالار نے "صرف ایک ورلڈ ٹریڈ سینٹر" کی خودساختہ تباہی پر سپر پاور کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے خود کو اور ایک ایٹمی پاور کی حامل اسلامی مملکت کو بطور غلام اسی ملک کے سپرد کردیا۔ جواب میں امریکہ بہادر نے جس درندگی سے عراق اور افغانستان میں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو بربریت کے ساتھ موت کی نیند سلایا' اس پر خود انسانیت کا سر بھی شرم سے جھک گیا۔

عراق اور افغانستان کی شرمناک تباہی کے بعد وطن عزیز میں دشمن ملک کی دراندازی نے اسے اور اس جیسے دردمند دل رکھنے والے بہت سے دوسرے پاکستانیوں کی راتوں کی نیند اڑادی تھی۔

طاقت کے نشے میں چُور ایک مست ہاتھی چیونٹیوں کی طرح اُمت مسلمہ کو کچل رہا تھا اور ساری دنیا چپ تھی یوں جیسے مسلمانوں کے جسموں سے بہنے والا خون' خون نہیں پانی ہو۔ انہی دنوں جب کہ ان کا سیکنڈ ایئر بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ ثانیہ کے پاپا ابیروڈ شفٹ ہوگئے۔ ثانیہ نے اسے بتایا تھا کہ اس کے ممی پاپا کی لومیرج تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے خاندان سے کٹ کر رہ گئے تھے۔ تنہائی اکیلے پن اور اپنوں کی بے رخی نے انہیں دیارِ غیر شفٹ ہونے پر مجبور کیا تھا مگر...... دیارِ غیر بھی انہیں راس نہیں آسکا تھا اور کچھ ہی عرصہ میں ان کی ڈیتھ ہوگئی۔

اسے یاد تھا ان دنوں اس کے پاپا بہت ملول رہا کرتے تھے مگر وہ پھر بھی ان سے اپنے ناز اٹھوانا نہیں بھولی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو کر منہ پھلا لینا اس کی

عادت بن چکی تھی مگر اس کے پاپا بنا اکتائے اس کے ناز اٹھاتے‘ وہ غصے میں گاڑی لے کر نکل جاتی تو پیچھے ان کی جان پر بن جاتی۔ کالج سے فراغت کے بعد اس کے پاپا نے اسے مزید تعلیم کے لیے امریکہ بھجوادیا۔

وہ امریکہ آنے کے حق میں نہیں تھی نا ہی اس کے پاپا یہ چاہتے تھے مگر یہ ثانیہ عباس تھی‘ جس کے اصرار نے اسے امریکہ آنے اور وہاں امریکیوں کا مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک دیکھنے پر مجبور کیا‘ ان دنوں اسے گمان بھی نہیں تھا کہ اس کی زندگی کیا کروٹ لینے والی ہے۔

وہ امریکہ آئی‘ اس نے یہاں انسانی تفریق اور بے حسی دیکھی‘ کتے کے پلے کو بھی پیار کرنے والے اور ان کا خیال رکھنے والے امریکیوں کا‘ مسلمان اور پاکستانیوں کے ساتھ بدتر رویہ اور سلوک دیکھ کر جہاں وہ شاکڈ اور دکھی ہوئی وہیں دوسرا دھچکا اسے پاکستان میں اپنے محبوب باپ کی دوسری شادی کی خبر سن کر لگا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس پر جان لٹانے والے اس کے پاپا عمر کی اس سیڑھی پر ایسا کوئی قدم اٹھائیں گے‘ اپنی ماں کے کھونے کے بعد اپنے آئیڈیل باپ پر کسی اور کا قبضہ اسے گوارا ہی نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بیمار پڑ گئی تھی‘ ذہنی انتشار اور غصے کے سبب اس نے پاکستان اور اپنے گھر سے بھی مکمل لاتعلقی اختیار کرلی۔ اس نے یہ جاننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ اگر اس کے باپ نے ایسا کیا تو کیوں کیا؟

جن دنوں اسے یہ اطلاع دی گئی اس کے امتحانات چل رہے تھے مگر اس خبر نے اسے ذہنی طور پر یوں اپ سیٹ کیا کہ وہ امتحان بھی نہ دے سکی۔

ثانیہ عباس اور اس کے فیانسی اشعر نے ان دنوں اس کی دوستی کا خوب حق نبھایا تھا‘ ہر روز وہ اسے کہیں نہ کہیں گھمانے لے جاتے تھے۔ انہی دنوں امریکہ میں اس کی پہلی ملاقات سر جاوید ہمدانی کے ساتھ ہوئی تھی‘ وہ دل کے مریض تھے اور ہمیشہ کہتے تھے۔

”اس دل میں اُمت مسلمہ پر ہونے والی زیادتیوں اور مظالم کا اتنا درد ہے کہ بے چارہ چھلنی ہوکر رہ گیا ہے۔“

وہ ایک وفد کے سلسلے میں وہاں آئے تھے اور تقریباً تین ہفتے امریکہ میں ان کا قیام رہا تھا‘ جتنے دن وہ امریکہ میں رہے حورعین روز ان سے ملنے جاتی رہی‘ بے حد رعب دار چہرے والے سر جاوید ہمدانی کی خوب صورت آنکھوں کے گوشے ہمہ وقت نم رہتے تھے۔ انہوں نے حورعین کو بتایا تھا کہ وہ پاکستان میں ہسٹری کے پروفیسر تھے اور ایک پاکستانی اخبار میں کالم لکھتے ہیں‘ ان کے دل میں مسلمانوں اور خصوصاً اپنے ہم وطن پاکستانیوں کے لیے بہت درد تھا‘ وہ حبیب خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علامہ اقبال کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ حورعین نے ان کے ہاتھ میں اکثر علامہ اقبال کی اردو اور فارسی کتابوں کا کوئی نہ کوئی نسخہ دیکھا تھا‘ انہی کی وجہ سے اس نے بھی اقبال کو پڑھنا شروع کیا تھا اور پھر جیسے وہ ان کی شیدائی ہوکر رہ گئی تھی۔

کیسی پیشن گوئیاں تھیں جو اس مردِ حُر نے سالوں پہلے اپنے الفاظ میں اقوام عالم کے سامنے کھول کر رکھ دی تھیں۔ فارسی اور اردو‘ ہندی کلام میں ان کی ہر غزل‘ ہر نظم‘ ہر شعر اپنے اندر گہرے سمندر چھپائے ہوئے تھا۔ وہ سوچتی تھی سالوں پہلے اقبال کو کیسے پتا چل گیا تھا کہ مسلمان اپنی کاہلی‘ بزدلی اور ناعاقبت اندیشی کے سبب ذلت و رسوائی کا شکار ہونے والے ہیں؟ ساری دنیا میں دہشت پھیلانے والے انگریز مکڑی کے جالوں کی طرح مسلم ممالک کی سالاروں کو اپنے جال میں پھنسا کر ان ممالک کے بے قصور‘ معصوم ایشیائی مسلمانوں پر اپنی طاقت کا قہر توڑنے والے ہیں۔

سالوں پہلے اقبال کو کیسے خبر ہوگئی تھی کہ اہل مغرب اقوام مشرق کے ساتھ مکاری اور سازشوں کا خونی کھیل کھیلنے والے ہیں۔

ان دنوں وہ ساری ساری رات جاگ کر اقبال کو پڑھتی تھی اور روتی رہتی تھی۔

بعد ازاں سر جاوید ہمدانی پاکستان چلے گئے کچھ ہی عرصہ کے بعد اسے پاکستان میں اپنے پاپا کے شدید علیل

ہونے کی خبر ملی تھی تبھی وہ سارے گلے شکوے بھلا کر فوراً پاکستان چلی آئی اور یہاں آ کر جب اس نے اپنے محبوب باپ کی حالت دیکھی تو کلیجہ منہ کو آ گیا‘ یہ اس کے پہلے والے صحت مند‘ ہنستے مسکراتے پاپا تو تھے ہی نہیں محض چند ہفتوں کے اندر وہ جیسے ختم ہوکر رہ گئے تھے۔ وہ کتنی دیر ان سے لپٹ کر روتی رہی تھی۔

اس کی سوتیلی ماں کے لہجے میں گو اس کے لیے لگاوٹ اور مٹھاس تھی مگر...... بالا ہی بالا۔ وہ اپنے تمام کام سیدھے کرچکی تھیں‘ بڑی ہوشیاری سے انہوں نے اس کے پاپا کا جما جمایا کاروبار اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

اپنے باپ کی زندگی میں ہی وہ جیسے بے بس ہوکر رہ گئی تھی۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ ان کی گرتی ہوئی صحت نے اسے مزید پریشان کردیا تھا تبھی اس پر حقیقت کا ادراک ہوا کہ اس عورت نے اس کے پاپا کی سادگی اور رحم دلی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کے گھر میں ایک ملازمہ کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے اس کے پاپا کو بلیک میل کیا اور بعد میں ان کی ساکھ خراب کرنے کی دھمکی دے کر محض ان کی دولت اور جائیداد ہتھیانے کے لیے ان پر نکاح کا دباؤ ڈالا۔

پاکستان میں ان دنوں لبرل حکومت کی طرف سے نئے پاس ہونے والے خواتین کے حقوق کے قانون کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے بالآخر وہ عورت اس کے باپ کے ساتھ نکاح کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی اور اس کے پاپا جنہوں نے اس کی مما کی رحلت کے بعد عورت نام کا باب ہی اپنی زندگی میں ہمیشہ کے لیے بند کردیا تھا صرف اپنی بیٹی کی نظروں سے نہ گرنے کے لیے اس کی دھمکیوں اور سازش کا شکار ہوکر کسی بے بس پرندے کی طرح محض پھڑپھڑا کر رہ گئے۔ حورعین کو اپنی کوتاہی اور بدگمانی کا احساس ہوا تو وہ بہت روئی مگر تب تک بساط پلٹی جاچکی تھی۔ اس کی سوتیلی ماں نے اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے پچھلے تین ماہ سے انہیں خوراک میں سلو پوائزن دینا شروع کر رکھا تھا‘ جس کے نتیجے میں وہ اب اس حالت میں تھے کہ ڈاکٹرز نے بھی جواب دے دیا تھا۔

اپنی وفات سے چند روز قبل انہوں نے اپنے ذاتی وکیل کو بلوا کر اپنی تمام جائیداد اور کاروباری شیئرز کا وارث اپنی بیٹی حورعین فاطمہ کو بنا دیا تھا۔ وصیت کے کاغذات بھی وکیل کے پاس ہی رکھوائے تھے۔

حورعین پر جہاں اپنے محبوب باپ کی اچانک جدائی سے پہاڑ گرا وہیں اس کی جوان سوتیلی ماں بھی وکیل سے وصیت سن کر سناٹے میں آگئی تھی۔ اس کا کھیل فلاپ ہوگیا‘ اب تک کی محنت اکارت گئی تھی‘ تبھی اشتعال میں اس نے حورعین پر گھر کے دروازے بند کردیئے۔

بعد ازاں وکیل کی مداخلت اور کچھ ہانیہ صفدر کے پاپا کرنل مصطفیٰ کی کوششوں سے اسے گھر واپس مل گیا مگر سکون نہیں ملا۔

سارا سارا دن وہ اپنے کمرے میں بند اپنے پاپا کو یاد کرکے روتی رہتی یا پھر اداس تتلی کی مانند کبھی لان میں کبھی لاؤنج میں گھنٹوں سوچوں میں گم بیٹھی رہتی‘ اسی تنہائی اور اکیلے پن سے اکتا کر اس نے پھر سے تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور سر جاوید ہمدانی کی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا۔

جاوید ہمدانی صاحب ہسٹری کے پروفیسر تھے اور اکثر لیکچر کے لیے ان کا موضوع گفتگو ”پاکستان واحد اسلامی ایٹمی پاور اور امریکہ کی اجارہ داری“ ہوا کرتا تھا۔ لیکچر کے دوران اکثر جذباتی ہوتے ہوئے وہ رو پڑتے تھے۔

اقبال کی طرح ان کے اندر بھی اپنی قوم کے لیے بڑا درد تھا۔ وقت کے فرعون کے لیے ان کے ایک ایک لفظ سے نفرت اور بغاوت کی بُو آتی تھی۔ اس روز لیکچر کے دوران انہوں نے اپنی کلاس سے پوچھا تھا۔

”اسٹوڈنٹس......! آپ میں سے کتنے لوگ انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں؟“ ان کا انداز ہمیشہ سے یونہی انوکھا اور چونکا دینے والا تھا شاید تبھی ان کے طلبہ اور طالبات ان کے لیکچر کو مس کرنے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ اس وقت بھی ان کے سوال کے جواب

میں کئی ہاتھ بلند ہوئے تھے۔

"کیوں؟" بلند ہوئے ہاتھوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے انہوں نے بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"معلومات کے لیے سر!" کلاس کے ایک کونے سے پھنسی پھنسی سی آواز ابھری تھی۔

"گڈ! تو اب تک کیا معلومات حاصل ہوئی آپ کو؟" ان کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ بکھری تھی مگر ان کے سوال کا کوئی جواب نہ مل سکا۔

"میں جانتا ہوں وہ کون سی معلومات ہیں، جنہیں جاننے کے لیے آپ رات رات بھر اپنے کمروں میں جاگ کر کمپیوٹر کے سامنے گھنٹوں اپنا وقت برباد کرکے حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہی تو کارنامہ سر انجام دیا ہے ہمارے لبرل جرنیل نے کہ رہی سہی اسلامی معاشرے کی دیوار بھی گرادی۔ دشمن جانتا ہے کہ نوجوان کسی بھی ملک کا سرمایہ ہوتے ہیں اسی لیے تو اس نے آپ لوگوں کی رگ رگ میں انٹرنیٹ، کیبل، فیس بک اور موبائل فون کا نشہ اتار دیا ہے۔ سونے پر سہاگہ اس زہر تک رسائی اتنی آسان کردی کہ کوئی چاہتے ہوئے بھی خود کو تباہ ہونے سے بچا ہی نہیں سکتا۔ آزادی کے نام پر جس بے حیائی کو اس ملک میں فروغ دیا جارہا ہے میں اس کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کو ابھی سے محسوس کررہا ہوں۔ بہت دل چسپ حقیقت ہے کہ گناہ میں لذت ہے اور نیکی میں راحت مگر ہمیں راحت نہیں چاہیے ہم لذت کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اس لذت کے پیچھے کہ جس کی طلب نے ہمیں راہِ حق سے تو بھٹکایا ہی تھا، خونی رشتوں کی تمیز بھی چھین لی اللہ ربّ العزت کی قائم کردہ حدود کہ جن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلے کبھی ایک لمحے کے لیے تو ہمارا ضمیر ہمیں ملامت کرتا تھا۔ اس معلومات کے چکر نے وہ احساس بھی ختم کردیا۔ اب ماں، بہن، بیٹی ہو ہمیں نہیں پتا چلتا کہ وہ نفس کا گھوڑا بے لگام ہونے پر ہمارے ہاتھوں محفوظ رہ سکیں گی کہ نہیں۔ یہی دشمن کی بڑی کامیابی ہے وہ وقت جو نماز اور قرآن کی تلاوت میں صرف ہونا چاہیے تھا۔ فیس بک اور موبائل پر لمبی لمبی کالوں کی نذر ہوکر برباد ہوتا محسوس ہی نہیں ہورہا ایسا نشہ چڑھتا جارہا ہے گمراہی کا ہم پر کہ ہمیں ملکوں کی تباہی کا کوئی احساس ہی نہیں۔ حکومت ہماری بربادی کے لیے کیسے کیسے لائحہ عمل ترتیب دے رہی ہے یہ جاننے کی بھی فرصت نہیں رہی۔" حسبِ معمول وہ جذباتی ہوگئے تھے مگر ان کے طلبہ وطالبات کو دوبارہ ان کی شکل دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوئی، اسی ہفتے وہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت گرفتار ہوکر امریکہ کے حوالے کردیئے گئے تھے۔

ان کے طلبہ اور گھر والے ان کی اچانک گمشدگی پر پریشان تھے مگر چار ماہ تک انہیں ہوا ہی نہیں لگنے دی گئی کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے؟

بہت دنوں کے بعد میڈیا کے تھرو انہیں اس بات کی خبر ملی تھی کہ جاوید صاحب کو ڈالرز کے عوض کالے پانیوں کی نذر کردیا گیا ہے۔ اس خبر کے منظر عام پر آنے کے بعد حورعین نے ایک مرتبہ پھر تعلیم کو خیرباد کہہ کر صحافت کی دنیا میں اپنے فرائض سر انجام دینے شروع کردیئے وہ ہر صورت اپنے محبوب استاد کی رہائی چاہتی تھی مگر ایسا نہیں ہوسکا تھا۔

❁ ❁ ❁
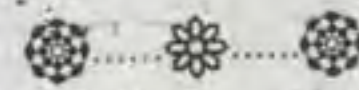
ان دنوں وہ افغانستان کے شہر قندھار میں تھی جب اسے یہ خبر ملی کہ پاکستانی حکومت نے مساجد گرانے کے شرمناک اقدام کے بعد اسلام آباد میں موجود لال مسجد پر حملہ کردیا ہے۔ وہ لال مسجد کہ جس سے منسلک جامعہ اور جامعہ فریدیہ کا شمار ملک کے بہترین مدارس میں ہوتا تھا جہاں ہزاروں طلبہ وطالبات زیرِ تعلیم تھے۔ دس سال کے بچوں، یتیم بچیوں اور غریب طلبہ وطالبات کی بڑی تعداد جہاں زیورِ تعلیم سے آراستہ ہورہی تھی، اسی لال مسجد پہ کتا بدبخت ین جرنیل نے اپنی ہی افواج کو سرحدوں سے بلا کر دھاوا بول دیا تھا۔

صرف اپنے سامراجی خدا کی خوشنودی اور اطاعت کے لیے اس نے کچھ یوں بساط بچھائی کہ ملک کے عوام بھی ڈگمگا کر رہ گئے صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟ کروڑوں پاکستانیوں کی طرح حورعین کے لیے بھی وہی سچ تھا جو مفاد پرست میڈیا دکھا رہا تھا مگر...... وہ عقل کی اندھی نہیں تھی اس کا لاشعور اسے باور کروا رہا تھا کہ سچ وہ نہیں ہے جو کیمرے کی آنکھ دکھا رہی ہے بلکہ سچ وہ ہے جسے مسجد کی دیواروں کے اندر مسمار کیا جارہا ہے، صرف اس جرم میں کہ انہوں نے فرعونیت کے خلاف آواز کیوں اٹھائی؟

اسلامی نظامِ حکومت قائم کرنے کا نعرہ کیوں لگایا؟ وہ مساجد و مدارس کہ جنھوں نے ہمیشہ اسلامی تہذیب و ثقافت کی حفاظت کی۔ انہیں مسمار کرنے پر شور کیوں مچایا؟ لوگ واہ واہ کررہے تھے۔

اپنے لبرل جرنیل کی مکاریوں سے بے خبر اپنے ہی ملک کے معصوم بچوں اور بچیوں پر ٹوٹی قیامت کو سراہ رہے تھے۔ شیطانی قوتوں اور اسلام کے مابین بپا ہونے والی اس انوکھی جنگ کو محض عبدالرشید غازی اور مشرف کی جنگ سمجھ رہے تھے انہیں خبر ہی نہیں تھی کہ وہ کس بدبختی کا شکار ہورہے ہیں۔

اس وقت سر جاوید ہمدانی کی بیٹی اس درس گاہ میں زیرِ تعلیم تھی، حورعین نے اسے وہاں سے نکل آنے کا مشورہ دیا تھا۔ میڈیا پر بار بار دکھائی جانے والی فوٹیج سے بدگمان (کہ جس میں بچوں اور بچیوں کی یرغمالی کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کے محبوب استاد کی بیٹی اس جنگ سے نکل آئے مگر اس بچی کا پیغام سن کر وہ ششدر رہ گئی تھی، اس نے کہلوایا تھا۔

"انسان جب سارے گناہوں سے تھک کر بے آسرا ہوجاتا ہے تو اسے اللہ یاد آتا ہے، ساری دنیا سے ٹھوکریں کھا کر وہ اللہ کے گھر کا رخ کرتا ہے تاکہ اسے سرخروئی اور پناہ مل جائے اور تم کہہ رہی ہو میں یہاں سے بھاگ آؤں؟ بھاگ کر آجاؤں گی تو کہاں جاؤں گی؟ اللہ کے گھر سے بھاگ آنے والوں کو کہاں ٹھکانا ملتا ہے؟ یہاں آگ لگی ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالوں اور جاں نثاروں پر انہی کے اسلامی ملک میں قہر ڈھایا جارہا ہے اور تم کہتی ہو میں یہ میدان چھوڑ کر آجاؤں، اس بدبودار مٹی سے بے تن کو لے کر باہر آ بھی گئی تو کتنے دن سنبھال کر رکھوں گی، محشر کے روز جب آقا علیہ السلام اپنی امت کی شفاعت کے لیے اللہ ربّ العزت کا رحم طلب کریں گے تو میں کس منہ سے ان کی شفاعت طلب کروں گی؟ مجھے قیامت صدیوں پر محیط نہیں لگتی حورعین! یزید نے بھی طاقت کے نشے میں یونہی آلِ رسول پر ظلم ڈھایا تھا مگر کیا ہوا، آج تک اس کی نسل اس کے فعل پر پچھتا رہی ہے، یہ بھی پچھتائیں گے۔ ہمیں جنت کے بدلے جان کا سودا مہنگا نہیں ہے تم کہو اپنے میڈیا سے کہ وہ یہاں آکر ان سرنگوں اور بنکرز کی تصویریں بنائیں جس کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے، ہمیں دکھائیں کہ وہ ہتھیار کہاں ہیں جس کا الزام یہ ہم پر لگا رہے ہیں، میں جانتی ہوں، ہمیں کس جرم کی سزا دی جارہی ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ہمارے مرنے کے بعد یہاں ہماری اموات کو جائز قرار دینے کے لیے اسلحہ رکھوا دیا جائے گا مگر تب کوئی اس کا پول کھولنے والا نہیں ہوگا، ہم نے اپنا معاملہ اپنے ربّ کے سپرد کردیا۔ بے شک وہی انصاف کرنے والا ہے، یہ گولیوں سے چھلنی دیواریں یہ جا بجا بکھرے قرآن پاک کے صفحات، ہمارے جسموں کے اڑتے چیتھڑے یہ گواہی دیں گے کہ یہاں کیسا "کربلا" برپا کیا گیا ہے۔ میں تمہیں آخری خط لکھوں گی حورعین! مگر اس سے پہلے یہاں آؤ اور دیکھو یہ ننھی معصوم پریاں، جن کے ہاتھوں میں ڈنڈے دکھا دکھا کر تمہارے میڈیا نے ہمیں رسوا کیا ہے۔ آکر دیکھو کیسی سہمی بیٹھی ہیں گولیوں کی تڑتڑاہٹ پر، ہوا پانی خوراک گیس سے محرومی بھی انہیں وقت کے یزید کے سامنے نہیں جھکا سکی جو سر صرف اللہ ربّ العزت کے سامنے جھکنا جانتے ہوں وہ پھر کبھی کسی نمرود، کسی فرعون، کسی یزید کے سامنے نہیں جھکتے۔ تم لوگ میڈیا پر صرف مولانا عبدالعزیز کے مسجد سے فرار کی فوٹیج پر گمراہ ہوسکتے ہو مگر وقت کے فرعون کے سامنے اپنی بقاء اور تشخص کے لیے دیوار بن کر کھڑے نہیں ہوسکتے۔ یہ جاننے کی کوشش

نہیں کر سکتے کہ ہم نے خود مجبور کر کے عبدالعزیز صاحب کو کیوں باہر بھیجا؟"

سترہ اٹھارہ سالہ اس بچی کے الفاظ نے اسے ساکت کر دیا تھا۔ جنگ ختم ہو چکی تھی حق اور باطل کی جنگ میں بظاہر باطل نے طاقت کے بل پر حق کا گلا گھونٹ دیا تھا مگر درحقیقت لوحِ محفوظ میں بدبختی اور پچھتاوے کا ایک اور باب ہمیشہ کے لیے درج ہو چکا تھا۔ وہ کوئی اسکالر نہیں تھی کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سرخروئی کے لیے کلمہ حق بلند کرتی اور بھٹکے ہوئے بدنصیب لوگوں کو راہ راست کی طرف لاتی نہ ہی وہ کوئی مشہور و معروف رائٹر تھی کہ اپنے قلم سے اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا کرتی اور اپنی تحریروں کے ذریعے لوگوں کو حق اور سچ کی پہچان کرواتی پھر بھی اس کا دل کٹ رہا تھا۔

نظر کے سامنے اس وقت جامعہ حفصہ سے متعلق ڈاکومنٹری فلم چل رہی تھی' یہ سی ڈی اس کی خواہش پر اس کی ایک دوست نے اسے ارسال کی تھی' اسی کے ساتھ اسے "علینی" کا آخری خط بھی موصول ہوا تھا جو اس پری نے جامعہ حفصہ میں اپنی شہادت سے قبل اس کے نام تحریر کیا تھا۔ ڈاکومنٹری فلم میں ایک غیر مسلم جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو اندر سے دکھا رہا تھا۔ بے حد نفاست کے ساتھ وہاں بہترین تعلیم اور طلبہ و طالبات کی ضروریات کی ہر شے موجود تھی' چھوٹی سی کینٹین جہاں نمکو' بسکٹ' جوس اور اسی طرح کی دوسری استعمال کی چیزیں دستیاب تھیں۔ طالبات کے لیے ایک بے حد نفیس چھوٹے سے کمرے میں رنگ برنگی چوڑیاں' ٹاپس' جیولری' پونیاں اور ایسی ہی دیگر اشیاء بھی موجود تھیں۔ عبدالرشید غازی اس غیر مسلم وزیٹر کو پوری عمارت دکھا رہے تھے وہاں کوئی سرنگ' کوئی خفیہ تہہ خانہ یا اسلحہ وغیرہ نہیں تھا جس کا ان پر الزام لگایا جا رہا تھا۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں درجنوں طالبات قرآن پاک کھولے اس مقدس کتاب کی تلاوت کر رہی تھیں بالکل چھوٹی چھوٹی معصوم بچیاں......

ایک طرف شفاف حوض میں جامعہ فریدیہ کے معصوم صورت طلبہ نمازِ عصر کے لیے مل کر وضو کر رہے تھے۔ حورعین کا دل کٹ کر رہ گیا' ایک غیر مسلم اس پاکیزہ درس گاہ کو کلیئر کر رہا تھا اور اس عمارت کے اندر رہنے والے معصوم لوگوں کی سچائی کو دنیا کے سامنے لا رہا تھا جب کہ ایمان والے خود کو مسلمان کہلانے والے اللہ اور اس کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے محض چند ٹکوں کی خاطر ایک ظالم جرنیل کے حکم پر اپنا ایمان اور آخرت داؤ پر لگا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ بنا سچائی جانے اپنے ہی ملک کے معصوم باشندوں کا خون بہانے کو تل گئے تھے۔ قیامت بھلا اس سے بڑھ کر کیا ہوتی تھی؟ نظر کے سامنے جامعہ حفصہ کی ایک بچی پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔

"اے اللہ! ہماری لاشیں تو گریں گی مگر مساجد قائم رہیں گی' ہمارے خون کی ندیاں تو بہیں گی مگر اسلام کی عظمت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ اے اللہ! تُو جانتا ہے ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں' رات دن ڈرایا جاتا ہے ہم یہ کر دیں گے ہم وہ کر دیں گے۔ اے مالک! ہم کچھ نہیں جانتے' ہمیں صرف اتنا پتا ہے کہ ہم اپنی جانوں کے مالک تھے' جان لے کر تیرے رستے میں نکل آئے ہیں۔ اے اللہ! تیرے لیے اگر ہمیں اپنی جان بھی دینی پڑی تو ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے' جانیں دے دیں گے۔ یا اللہ! تیرے دین کی سرخروئی چاہیے' حاکم الحکمین تیرے دین کی سرخروئی چاہیے تُو ہماری جانوں کو قبول کر لے' ہمارے بھائیوں کو جزائے خیر عطا کر' مساجد کی عظمت کی خاطر' قرآن کے تقدس کی خاطر' اسلامی نظام کی خاطر' جان دینے کے فیصلے ہو چکے ہیں' وصیتیں لکھی جا چکی ہیں' کشتیاں جلائی جا چکی ہیں' واپسی کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں' اب شریعت ہو گی یا شہادت ہو گی۔ اے اللہ! کبھی ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ بنیاد پرست ہیں' کبھی کہا جا رہا ہے کہ جاہل ہیں' کبھی کہا جاتا ہے دہشت گرد ہیں۔ اے اللہ! ہم نے یہ سارے القابات تیری محبت میں قبول کر لیے۔" حورعین کی آنکھیں بے دریغ آنسو لٹا رہی تھیں اور اس کا دل جیسے کٹتا جا رہا تھا۔ وہ اگر مان بھی لیتی کہ وہ لوگ غلط تھے' تو یہ کیسا طریقہ تھا غلطی کو سدھارنے کا' جو سلوک کوئی غیر مسلم بھی نہ کرتا' وہ سلوک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے ایک بظاہر مسلم حکمران نے کر دیا تھا۔ صرف ایک ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کا بدلا لینے کے لیے سپر پاور ملک نے تین اسلامی ممالک ادھیڑ کر وہاں کروڑوں لوگوں کو کچل کر مسل کر رکھ دیا تھا جب کہ اس تباہی میں کسی بھی طور سے مسلمان ملوث نہیں تھے پھر بھی ان کی زندگیوں کو تہس نہس کر دیا گیا تھا۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے' نفرت کے سمندر میں ہر پاکستانی کو ڈبو ڈبو کر تباہ و برباد کر دیا گیا تھا اور یہاں جامعہ حفصہ کی تباہی پر سب یوں خاموش تماشائی بنے تھے جیسے یہ ان کا معاملہ ہی نہ ہو' جیسے مرنے والے وہ شہداء ان کے کچھ لگتے ہی نہ ہوں' جیسے قیامت کے روز انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہی نہ کرنا ہو' ان کی شفاعت ہی نہ درکار ہو۔

وہ چلانا چاہتی تھی' چلا چلا کر ہر فرد سے پوچھنا چاہتی تھی' مجھے بتاؤ جامعہ حفصہ میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے والی کتنی دہشت گرد طالبات نے ملکوں کے ملک تباہ کیے' دہشت گردی کی تعلیم پانے والے لال مسجد کے کتنے طلباء نے دنیا کے امن کو نقصان پہنچایا اگر وہ لوگ کسی اور جمہوری ملک کے شہری ہوتے تو کیا یوں ان کی جانوں کے سودے کیے جاتے؟ ان پر یوں دہشت گردی کا لیبل لگا کر اصل حقائق چھپا کر انہیں اپنے ہی ملک میں اپنوں کی آنکھوں کے سامنے محض طاقت کے بل بوتے پر رسوا کر کے شہید کیا جاتا؟ وہ ہاتھ جنھوں نے ان پر گولیاں برسائیں' کیا روزِ محشر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی ضرورت نہیں رہی تھی' کیا اس روز کوئی سپر پاور کوئی جرنیل انہیں اللہ کے قہر سے بچا سکتا تھا؟ اس وقت بے ساختہ اس کے دماغ میں یہ شعر گونجا تھا۔

گنہ گاروں کو جب جنت کے دروازے پہ روکیں گے
آواز آئے گی جانے دو یہ امت ہے محمد کی

کیوں؟ اسلام کے متوالوں کے سینے ہی گولیوں سے چھلنی کیوں؟

ڈاکومنٹری فلم سائیڈ پر رکھنے کے بعد اس نے سر جاوید ہمدانی کی بیٹی قرۃ العین کا آخری خط اٹھایا تھا' جو اس ننھی پری نے جانے کس حال میں لکھا تھا۔

"عزیزی حورعین! اللہ ربّ العزت کے پاک اور بابرکت نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ جس وقت تمہاری نگاہیں یہ خط پڑھ رہی ہوں گی میں اس دنیا میں نہیں ہوں گی کیونکہ وقت کے ناخدا نے اپنے ضمیر کی قیمت ہمارا خون طے کر لی ہے۔ ہم سنا کرتے تھے کہ کشمیر میں بہنیں خون کی مہندی لگاتی ہیں' اپنی خواہشات کو روند دیتی ہیں' تمناؤں کو مار دیتی ہیں مگر ہم نے اس کا عملی مظاہرہ لال مسجد میں دیکھا' لگتا ہی نہیں کہ ہم اس قوم کی بیٹیاں ہیں۔ حورعین! شاید تم آندرے بہرنگ کو جانتی ہو' جو کہ ایک کٹر عیسائی ہے' پیشہ ور قاتل ہے۔ جس نے خود درجنوں مسلمان طلبہ و طالبات کے قتل کا اعتراف کیا' ساری دنیا کے سامنے تسلیم کیا کہ وہ دنیا بھر سے بالعموم اور یورپ سے بالخصوص مسلمانوں کا خاتمہ چاہتا ہے اس کو کسی بھی مرحلے پر ایسی کارروائی کا موقع ملا تو وہ ہرگز ضائع نہیں کرے گا مگر اس کے باوجود اسے قانونی پاگل قرار دے کر سزا سے مستثنیٰ کر دیا گیا' کیوں؟ ساری دنیا کی بھوک اور دولت کی ہوس ہمارے ہی حکمرانوں کو کیوں؟ ساری دنیا میں امن اور انسانیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے یہودیوں نے اب تک عراق' افغانستان اور پاکستان میں لاکھوں مسلمانوں کو موت کی نیند سلا دیا مگر ان کے خلاف تو کسی نے کوئی جنگ کوئی آپریشن نہیں کیا' کیوں؟ جس جنگ سے ہمارا کوئی واسطہ ہی نہیں اسی جنگ کو ہم پر مسلط کر کے یہاں روز سیکڑوں پاکستانیوں کی زندگی کے چراغ بجھائے جاتے ہیں مگر ان کا حساب لینے والا کوئی نہیں۔ تم بتاؤ حورعین! ایسے حالات میں اللہ کے بندوں کے پاس سوائے جہاد کرنے کے اور کون سا راستہ باقی بچا رہتا ہے۔

کوئی مجھے بتائے کہ کیوں ہماری درس گاہوں کو ہمارا مقتل بنادیا گیا' صرف اس لیے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی بات کی تھی؟

یہ ہمیں کیوں کہہ رہے ہیں کہ باہر نکل آؤ ورنہ مار دیئے جاؤ گے؟ ہمیں یہاں سے نہیں جانا کہیں بھی نہیں' چاہے خاک میں ہی کیوں نہ مل جانا پڑے۔ ہمیں مرنے کا افسوس نہیں ہے حورعین! صرف اس بات کا دکھ ہے کہ طاقت کے نشے میں چور ایک بدمست ہاتھی نے ساری قوم کو گمراہ کرکے' ہم حفاظ قرآن پر بم برسائے اور ساری قوم دم سادھے چپ چاپ تماشا دیکھتی رہی' نہ صرف تماشا دیکھتی رہی بلکہ اس بدمست ہاتھی کو شاباش بھی دیتی رہی' آخری دم تک ہمیں یہ گمان رہا کہ یہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں اور کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو قتل نہیں کرسکتا مگر ہمیں کیا پتا تھا کہ ملک پاکستان میں اسلام کے نفاذ کا نعرہ لگانا اب ایک جرم بن چکا ہے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ دنیا میں 196 ممالک میں سے 58 مسلم ممالک ہیں۔ چھ ارب کے قریب انسانوں میں سے ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں' دنیا کے معدنی ذخائر میں سے 75 فی صد کے مالک مسلمان ہیں۔ دنیا کی بہترین بندرگاہیں' گزرگاہیں' آبی اور زمینی ذخائر' فضائی راستے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ سب سے اچھا محل وقوع مسلم ممالک کا ہے۔ تیل کے لبالب بھرے کنوئیں اور سونے کی کانیں ان کی ہیں' یہ زرخیز زمینوں' دریاؤں اور نہروں کے مالک ہیں' محنتی کسان ہیں' پسینہ بہانے والے مزدور ہیں' جان کی بازی لگانے والے فوجی ہیں' مذہب اور وطن کی خاطر کٹ کر مرنے والے جاں باز ہیں' اعلیٰ دماغ ہیں' باصلاحیت ہیں۔ ان کا مذہب مکمل ضابطۂ حیات ہے' سب کچھ ہے ان کے پاس۔ ہاں نہیں ہے تو دور اندیش' نڈر اور بہادر قیادت نہیں ہے' کوئی ایسا کپتان نہیں جو عالم اسلام کی ڈولتی ناؤ کو کنارے لگادے۔ یہ سامراج اور یہودی پالیسی اگر یونہی اس ملک پر قابض رہی تو یہاں عبرت کے نشانوں کے سوا اور کچھ نہیں رہے گا' یہ لوگ کبھی کسی باصلاحیت شخص کو ہمارا رہنما نہیں بننے دیں گے۔ عالمی طاقتیں ہم پر ایسے ہی ایمان اور ضمیر فروش لوگوں کو قابض رکھیں گی۔ یونہی نایاب ہیروز کو خرید کر اور باغی شہزادوں پر دہشت گردی کا الزام لگا کر انہیں عقوبت خانوں میں ڈالتی رہیں گی۔ میں پوچھتی ہوں حورعین! کیا ہمارے لاشے اجتماعی قبروں میں ڈالنے' برساتی نالوں میں پھینکنے اور مسجد کی دیواروں پر چیتھڑوں کی صورت چپکا دینے سے ہمارا خون چھپ جائے گا؟ نہیں...... قوم کو اس بے حسی کا قرض چکانا پڑے گا' دیکھ لینا۔ فی امان اللہ!"

خط کیا تھا ایک مرثیہ تھا۔ حورعین کو لگا اس کا دماغ سن اور آنکھیں پتھر ہوگئی ہوں' اس روز وہ ثانیہ عباس کے ساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھی جب ثانیہ نے اس سے پوچھا۔

"میں نے سنا ہے تم پرویز مشرف پر کوئی فیچر لکھ رہی ہو؟"

"ہوں۔"

"کیوں؟ میرا مطلب ہے ایک فیچر لکھ کر تم کیا کرلوگی' لوگ چند لمحوں کے لیے پڑھیں گے اور ایک سائیڈ پر ڈال دیں گے' بس۔"

"تو تم کیا چاہتی ہو' میں کیا کروں؟"

"میں کیا چاہتی ہوں؟ میں چاہتی ہوں تم کچھ ایسا کرو جو اس ملک کی تقدیر بدلے' تیسرے درجے کے یہ لوگ بدنام زمانہ جیلوں میں چیخ چیخ کر بے بسی کی موت مرنے کی بجائے اپنے حق کے لیے سر اٹھانا سیکھیں۔"

"وہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ یہاں جو سر اٹھتا ہے وہ یا تو کاٹ دیا جاتا ہے یا رات کی تاریکی میں ڈالروں کے عوض غیروں کے سپرد کردیا جاتا ہے۔ اس ملک کے دو بڑے مسائل ہیں ثانیہ! ایک جہالت اور ایک بھوک' باقی جتنے بھی مسائل ہیں وہ سب انہی دو مسائل کی کوکھ سے پھوٹ کر پل بڑھ رہے ہیں' تمہیں پتا ہے بش کا کیا کہنا ہے وہ کہتا ہے کہ پرویز مشرف نے اس کی ایماء پر

نصاب تبدیل کیا ہے' پاکستانیوں کے دلوں میں امریکہ کے لیے بڑھتی ہوئی نفرت کا ایک حل ان کے خیال میں نصاب کی من پسند تبدیلی ہے لہٰذا انہوں نے میٹرک تک کے نصاب میں مشرف کو کہہ کر اپنی مرضی کی تبدیلیاں کروالی ہیں۔"

"ویری گڈ! اس شخص پر قوم کے بہت سے قرض ہیں حور! بہت نقصان کیا ہے اس نے اس ملک کا' اس شخص نے اسلام دشمن قوتوں کو دوست بنایا' پاکستان کی 62 سالہ پالیسی پر یوٹرن لیا جس کی وجہ سے کشمیری مجاہدین دہشت گرد قرار پائے۔ اس نے صرف ایک کال پر افغان پالیسی بدل ڈالی' جس کی وجہ سے لاکھوں افغان بھائیوں کو امریکہ سپر پاور نے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ وہ شخص ہے حور! جس نے سرعام اللہ اور اس کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پامالی شروع کی اور اللہ کے گھروں پر فوج کو چڑھادیا۔ اسی نے محب وطن علماء اور طلبہ کا خون بہایا اور دینی مدارس کو ہراساں کیا' جن کے بارے میں خود علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے۔

"ان مکتبوں کو اسی حال میں رہنے دو' غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو' اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں' اگر برصغیر کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج "غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات" اور الحمرا کے نشانات کے سوا وہاں اسلام کے پیروکار اور اسلامی تہذیب کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی اسلامی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا اور ہماری بدبختی دیکھو ہم خود ایسے لوگوں کو منتخب کرکے ایوانوں تک لاتے ہیں تاکہ یہ ڈالروں کے عوض ہماری جانوں کا سودا کریں' ہم پر ڈرون حملے کروائیں' بدنام زمانہ جیلوں میں ہم پر ذہنی اور جسمانی ٹارچر کروائیں یا اندھے بہرے کنوؤں میں پھنکوا کر بھول جائیں۔"

"صحیح کہتی ہو یار! اس شخص کے صرف ایک فرمان سے سیکڑوں بے گناہ اور عام پاکستانی شہری امریکہ کے حوالے کردیئے گئے' اس کے حکم پر جہادی تنظیموں پر پابندیاں لگ گئیں' راتوں رات درجن بھر فلاحی ورفاہی اداروں کے دفاتر سیل کروادیئے' صرف اس شخص کی وجہ سے اسلام پسند لوگ دہشت گرد قرار پائے' اسی نے کراچی کو انسانی خون میں ڈبودیا' عورت کو بے جان آزادی دی' قوم کی بیٹیوں کو میراتھن کے نام پر نیم برہنہ سڑکوں پر دوڑایا' ملک بھر میں شراب نوشی' رقص وسرود' کلب اور بار سجائے' فحاشی اور عریانی کو فروغ دینے کے لیے بل منظور کروائے' آئین پاکستان کا حلیہ اسی نے بگاڑا۔ تمہیں پتا ہے اس شخص نے شاہراہ دستور پر کھڑے ہوکر فضا میں مکا لہرا کر کہا تھا۔

"دیکھ لی طاقت' اسے کہتے ہیں طاقت۔"

صرف اسی شخص کی وجہ سے اس کی لاجسٹک سپورٹ کی وجہ سے امریکی ایجنسیاں ٹڈیوں کی طرح پاکستان پر چھا گئیں' صرف اس شخص کی وجہ سے امریکہ میں جس مسلمان کی طرف اشارہ کرتا اسے زنجیروں میں جکڑ کر ایف بی آئی (امریکی ایجنسی) کے حوالے کردیا جاتا اور اس کی نقد قیمت وصول کی جاتی۔ سیکڑوں انمول ہستیوں کا لین دین ٹکوں میں کیا اس شخص نے۔"

"ہوں' اس کا اعتراف تو اس نے خود بھی کیا ہے' نائن الیون کے بعد جس طرح سے اس شخص نے سب کچھ امریکہ کے حوالے کیا' اس کے بعد ملک کے بڑے شہروں سے ہزاروں مذہبی رہنما' علماء' عالم دین' دینی مدارس اور اسلامی فلاحی تنظیموں کو فنڈنگ فراہم کرنے والے گرفتار کرکے محض شک اور شبہ کی بناء پر رات کی تاریکی میں گھروں سے اٹھا کر لاپتا کردیئے گئے' امریکہ کے ہاتھ گروی رکھے گئے پاکستان میں اس شخص نے محب دین اور محب وطن پاکستانیوں کی جیسے منڈی لگادی تھی' پورے چھ سو مجاہدین کی امریکہ حوالگی پر اسے کروڑوں ڈالر دیئے گئے جس کا اعتراف اس شخص نے اپنی کتاب "In the Line of Fire"

"Fire" کے 23 ویں باب Manhunt میں خود کیا ہے۔"

"اچھا میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی‘ کیا لکھا ہے اس باب میں؟"

"اس باب میں لکھا ہے کہ نائن الیون کے فوراً بعد جب القاعدہ کے کئی ارکان افغانستان سے بھاگ کر پاکستان میں آ گئے تھے تو ہم نے ان کے ساتھ چوہے بلی کے کئی کھیل کھیلے‘ مجاہدین کو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا اور اس کے عوض ہم نے کئی ملین ڈالر انعام میں پائے‘ جنہیں ہم پر یہ الزام لگانے کی عادت ہو چکی ہے کہ ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کافی کردار ادا نہیں کر رہے وہ سی آئی اے سے پوچھ لیں کہ حکومت پاکستان کو وہ انعام میں کتنی رقم ادا کر چکی ہے۔"

"ویری سیڈ‘ ان لوگوں کے پاس طاقت اور اختیار ہے تو یہ ہر قسم کی دہشت گردی اپنا کر بھی حق پر ہیں اور غریب مجاہدین جوان کی زیادتیوں اور مظالم کا شکار ہیں وہ بے گناہ ان کے ہتھے چڑھ کر بدنام ہو رہے ہیں صرف اس لیے کیونکہ اللہ کے سوا ان کا کوئی پرسان حال نہیں‘ ہے ناں۔"

"ہوں‘ بہت ظلم ہوا ہے افغانستان اور عراق میں یار! چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور عورتوں کو اتنی بے دردی سے مارا ہے امریکہ بہادر نے کہ انسانیت بلبلا اٹھتی ہے‘ تمہیں پتا ہے فرعون نے سیکڑوں نومولود بچے قتل کروا دیئے تھے‘ صرف اسی خوف کے پیش نظر کہ ان میں سے کوئی بڑا ہو کر اسے اور اس کی خدائی کو ختم نہ کر دے۔ امریکہ بھی یہی کر رہا ہے‘ چن چن کے مسلمانوں کو مار رہا ہے کیونکہ فرعون کی طرح اسے بھی اپنی خدائی کا خاتمہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہوتا نظر آتا ہے اسی لیے اس نے اپنی طاقت اور پیسے کے بل پر بعض مسلم حکمرانوں کے ایمان اور ضمیر خرید لیے ہیں مگر یہ سودا بہت گھاٹے کا سودا ہے حورعین! کیونکہ یہ دنیا فانی ہے اور سپر پاور صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے جو چاہے تو ایک پل میں سب فنا کر کے رکھ دے مگر یہ کھیل ابھی اتنی جلدی ختم ہونے والا نہیں ہے‘ بہت بڑی ہے دوزخ۔ اب تو بس قیامت کے دن ہی یہ بساط الٹ جائے گی خیر تم نے بتایا نہیں‘ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"تم بتاؤ یار! میں کیا کروں‘ میرا دل درد سے پھٹ رہا ہے‘ مجھے رات میں نیند نہیں آتی۔ امت مسلمہ کی چیخیں اور آہیں میرا کلیجہ نوچتی ہیں‘ مجھے بتاؤ ثانیہ! میں کیا کروں؟ کہاں سے ایک اور اقبالؒ اور قائدؒ لاؤں؟" ثانیہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کا حال بہت ابتر تھا۔ بے حد رف کپڑوں میں اس نے کئی روز سے بال سنوارنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی تھی تبھی وہ بولی تھی۔

"تم بھی وہی کرو حورعین! جو اقبال نے کیا‘ مسلمانوں کی سوئی ہوئی غیرت کو جگاؤ‘ انہیں بتاؤ کہ تاریخ کیا کہتی ہے‘ انہیں بتاؤ حورعین کہ دمشق میں جب ایک نصرانی جرنیل نے ایک مسلمان کو مارا پیٹا تھا تو اس وقت کے امیر معاویہ نے اس نصرانی جرنیل کے ساتھ کیا کیا‘ عموریہ میں رومی عیسائی سلطنت کے زیر اثر ایک عیسائی نے ایک مسلمان عورت کو تھپڑ مارا تو اس وقت کے عباسی خلیفہ نے اس کے ساتھ کیا کیا‘ پاپر چلنے کی دعوت دو حورعین! حق اور سچ کی آواز بلند کرو۔"

"مگر کیسے؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ مشرف نے حق اور سچ کے متوالوں کے ساتھ کیا کیا؟ کن مسلمانوں کی بات کرتی ہو تم‘ وہ جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن تھی‘ جو نڈر اور دین حق پر چلنے والے تھے جو ہمارا سرمایہ تھے وہ سب تو ظلم اور دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے ثانیہ! ہم نے خود بندوق اٹھا کر دشمن کے ہاتھ میں تھمائی کہ لو اور ہمیں مارو اب کن مسلمانوں کی بات کرتی ہو تم؟ کون اٹھے گا نعرہ حق پر اور جو اٹھے گا وہ کیا کرے گا‘ جس سلطنت کا سالار اپنا ضمیر اور ایمان بیچ دے وہاں کوئی اقبال کیا کر سکتا ہے؟"

"اقبال کا درد صرف کسی ایک علاقے کے لیے نہیں تھا‘ تم حوصلہ رکھو حورعین! توحید اور ایمان کی شمع کبھی بجھائی نہیں جا سکتی۔ اسلام کی فطرت ہے اسے جتنا دباؤ گے یہ اتنا ہی ابھرے گا۔ تم ساری دنیا کے لیے امن کا پیغام لے

کر اٹھو اور چھا جاؤ۔“ ثانیہ عباس نے اسے حوصلہ دیا اور وہ اپنے رب کا نام لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ حق اور سچ کی صدا بلند کرنے کے لیے اس نے اپنا ایک علیحدہ اخبار بھی نکالا، جس کا مقصد صرف مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں کا پردہ چاک کرنا اور ان کا دفاع کرنا تھا، اس کے ساتھ مسلمانوں کی سوئی ہوئی غیرت جگانا اور مسلم حکمرانوں کو ان کے فرائض منصبی سے بے پروائی پر شرم دلانا تھا مگر......

یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہیں چل سکا تھا، ابھی چھ ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایک روز وہ اپنے ہی ملک میں دشمنوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ اس کی سوتیلی ماں نے اس سے کہا تھا۔

”کیا چاہتی ہو تم، اس ملک میں امن نہ رہے، اپنے سے دس گنا بڑے ملک کو آنکھیں دکھا کر ہم یہاں اپنے اوپر کوئی صلیبی جنگ مسلط کرلیں، کیوں نہیں عزت اور سکون سے جیتی ہو تم؟ ایک بار کسی کی نگاہ میں آ گئیں تو عبرت بنادیں گے یہ لوگ تمہاری زندگی کو، تم کیوں اپنے ساتھ ہمیں بھی لے کر ڈوب مرنا چاہتی ہو۔“ مگر اس نے اپنی سوتیلی ماں کی کسی بھی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ چپ چاپ ناشتا کرنے کے بعد وہ ڈائنگ ٹیبل سے اٹھ گئی تھی تاہم اس کی ماں کا کہا اکارت نہیں گیا تھا، قوم کو غفلت کی نیند سے جگانے کی بہت کڑی قیمت چکانی پڑی تھی اسے۔

❀......❀......❀
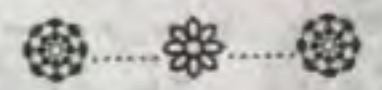
موسم سرد ہو رہا تھا۔

گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی وہ قریبی درختوں سے ہجرت کرتے پرندوں کو بغور دیکھ رہی تھی جب اچانک ایک پولیس موبائل نے اس کا راستہ روک لیا، اس کے ڈرائیور نے قدرے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا تھا، جیسے وہ جاننے کی کوشش کر رہا ہو کہ پولیس موبائل نے اسے کیوں روکا ہے۔

”باہر آؤ۔“ گاڑی رکتے ہی پولیس کی ایک کرخت چہرے والی خاتون حورعین کی سائیڈ پر آئی تھی اور اس نے اپنے ہاتھ میں موجود موٹے سے ڈنڈے سے اس کی طرف کا دروازہ بجایا تھا، وہ حیران و پریشان سی باہر نکل آئی۔

”کیا مسئلہ ہے؟“

”چٹاخ......!“ اس کی آنکھوں کی حیرانی کے جواب میں اس کے چہرے پر زوردار تھپڑ پڑا تھا، وہ ششدر رہی تو رہ گئی۔

”کیا بدتمیزی ہے یہ؟“

”جسٹ شٹ اپ یو بچ۔“ اس بار جس شخص نے اسے تھپڑ مارا تھا، وہ مسلمان نہیں تھا۔ حورعین اپنے ڈرائیور کے سامنے بنا کسی قصور کے ایسی انہونی پر کٹ کر رہ گئی مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی پولیس والوں نے انتہائی بے رحمی سے اسے کھینچتے ہوئے اپنی موبائل کیب میں دھکیل دیا۔ وہ ابھی چلانا ہی چاہتی تھی کہ اس کے ہونٹوں اور آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی، اگلے ہی پل اس کے دونوں ہاتھ مروڑ کر اس کی پشت پر باندھ دیئے گئے تھے۔ حورعین کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس پر اچانک ایسی افتاد ٹوٹ پڑے گی شاید تبھی وہ گھبرا گئی تھی مگر اسے تسلی تھی کہ یقیناً وہ لوگ کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو کر اس کے ساتھ یہ سب کر رہے ہیں، جیسے ہی انہیں اپنی غلط فہمی کا احساس ہوگا وہ اس سے معذرت کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیں گے اور تب وہ ان لوگوں کے خلاف خوب احتجاج کرے گی۔

مگر...... اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔

وہ ابھی معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جب اچانک کسی نے اس کا دوپٹا نوچ کر دور پھینک دیا، اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے مگر پھر بھی اس نے احتجاج کی کوشش کی تھی جواب میں اس پر لاتوں، ٹھڈوں، گھونسوں اور مکوں کی بارش کردی گئی، اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیا گیا تھا۔ وہ بے ہوش ہونے کے قریب تھی، جب اس نے ان لوگوں کو انگریزی میں اسلام کے خلاف انتہائی واہیات بکواس کرتے ہوئے سنا۔ وہ لوگ مختصر جملوں میں پاکستان اور اسلام کے خلاف بکواس کر رہے تھے۔ حورعین کا دماغ مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبتا گیا۔ جس وقت اسے ہوش آیا، اس کا سارا بدن درد کے شکنجے میں تھا۔ اسے اپنے ساتھ لانے والے انسانیت سے ماورا لوگ اب اسے گاڑی سے گھسیٹتے ہوئے نیچے اتار رہے تھے، اسے اب تک معلوم نہیں ہوسکا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں اور اسے کہاں لائے ہیں؟

گاڑی سے اترتے ہوئے وہ ذرا سی لڑکھڑائی تھی جب انہوں نے زور سے اس کے سر پر بندوق کا بٹ دے مارا، حورعین کو اپنا دماغ ایک مرتبہ پھر تاریکی میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ لوگ اسے گھسیٹتے ہوئے کسی عمارت کی طرف لے جا رہے تھے اگلے کچھ ہی لمحوں میں انہوں نے اسے انتہائی بے دردی سے ایک کمرے میں دھکیل دیا تھا۔ حورعین کے اعصاب پھر سے جواب دے گئے۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ دوبارہ کھلی، وہ جس عمارت میں تھی وہاں ہُو کا عالم تھا۔ مگر وقفے وقفے سے کسی کے چیخنے اور کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ خود حورعین کی آنکھ بھی کسی کے چیخنے پر کھلی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اس کی سماعتوں نے ہولناک تشدد کی آوازیں سنی تھیں۔ حورعین کا دل جیسے ساکت رہ گیا جانے کیوں کسی انہونی کا احساس اسے بے چین کر رہا تھا۔

درندگی ہی درندگی کے اس جنگل میں امن اور تہذیب کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بے رحم لوگ اپنی طاقت کے بل بوتے پر محکوم ممالک کے بے بس لوگوں پر ایسی ایسی قیامتیں بپا کر رہے تھے کہ انسانیت بلبلا اٹھتی تھی۔ بنا کسی آئین و قانون کے وہاں صرف طاقت ہی کا بول بالا تھا۔ جہاں صرف طاقت کے بل بوتے پر سیاہ کو سفید، رات کو دن، جھوٹ کو سچ اور صحیح کو غلط کہلوایا جاتا تھا۔ حورعین نے دیکھا وہ ایک تاریک حجرے میں لا کر پھینکی گئی تھی۔ اس جگہ کے حدود اربعے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اپنے ملک میں نہیں ہے وہ جگہ بگرام جیل کی تھی جس کے بارے میں کچھ ہی عرصہ قبل اس نے افغانستان میں اپنے قیام کے دوران ریسرچ کی تھی، بدنام زمانہ اس جیل میں کیا کچھ نہیں ہوتا تھا؟

مارے پیاس کے حورعین کے گلے میں جیسے کانٹے اگ آئے تھے، پورے چہرے اور جسم پر تشدد تکلیف کا احساس الگ کراہنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں ہے مگر اس کا دل ضرور دھڑک دھڑک کر گواہی دے رہا تھا کہ وہ جہاں بھی ہے اس کے ساتھ بہت بُرا ہونے والا ہے۔

❀......❀......❀
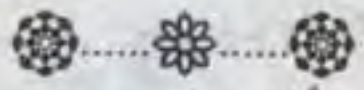
چل چھوڑ تمنا جذبوں کی، ہر شے کا سودا ہوتا ہے
ہر چیز بکاؤ ہوتی ہے ہر فرد یہاں پر تاجر ہے
ہر وقت تجارت ہوتی ہے
تم آپ ہی اپنے دام کہو
چپ رہ کے نہیں سر عام کہو
کیا لوگے اپنی یاری کا؟
کیا لوگے تم دل داری کا؟
غم خوار بنو گے کتنے میں، تم پیار کرو گے کتنے میں؟
سب جذبے میرے نام کرو، ہم نام تم اپنے دام کہو
پر دام چکانے کی خاطر......
ہم اپنا دفتر کھولیں تو ہم اپنی جیب ٹٹولیں تو
بس پیار ملے گا تھوڑا سا، اظہار ملے گا تھوڑا سا
یہ سکے یہاں کب چلتے ہیں، کیا ادھار ملے گا تھوڑا سا؟
یہ دنیا بے اعتباری کی، ہے غرض یہ ہر بیوپاری کی
چل چھوڑ تمنا جذبوں کی، بس سودے ہی دیکھ آئیں ہم
ہم خالی ہاتھ ہی آئے تھے چل خالی ہاتھ ہی جائیں ہم

بارش گزرتے ہر لمحے کے ساتھ تیز ہو رہی تھی۔ میکال جیکٹ سے پانی کی بوندیں جھاڑتا دروازہ آہستہ سے پیش کرتے ہوئے جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا، اس کی نظر سیدھی اسٹڈی ٹیبل پر سر رکھے سوئی ہوئی ہانیہ صفدر پر پڑی، وہ شاید کچھ لکھتے لکھتے سو گئی تھی۔ میکال اس سے نظر چراتے ہوئے بیڈ پر آ بیٹھا۔ بھاری بوٹوں کو پیروں سے

علیحدہ کر کے وہ اٹھا اور وارڈ روب سے اپنا سوٹ لے کر واش روم میں گھس گیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ فریش ہو کر دوبارہ کمرے میں آیا تو ہانیہ قلم ہاتھ میں پکڑے اسی پوزیشن میں سو رہی تھی۔

ڈارک بلو سوٹ میں ملبوس، سلکی بالوں کو کیچر میں مقید کیے، بنا کسی میک اپ کے بھی اس وقت وہ بے حد خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا کندھے پر پڑا سلکی دوپٹا زمین کو چھو رہا تھا۔ میکال نے قریب آ کر وہ صفحہ اس کی گرفت سے نکال لیا جس پر کچھ دیر پہلے وہ لکھ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے "محبت" ایک خوب صورت تتلی ہے۔ جس کے ہزاروں رنگ کسی بھی دل کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں مگر...... ہم انسان جب اس تتلی کو مٹھی میں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے رنگ جذب کرنے والے کی مٹھی میں ہی رہ جاتے ہیں اور محبت مر جاتی ہے۔"

کتنی خوب صورت بات اس نے کس سلیقے سے لکھی تھی۔ وہ اس کا درد سمجھ سکتا تھا، تبھی صفحہ وہیں میز پر احتیاط سے رکھتے ہوئے وہ کمپیوٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ باہر بادل کی گرج سے اچانک ہانیہ کی آنکھ کھلی تھی، سلکی بال سمیٹتے ہوئے وہ کرسی سے اٹھی تو میکال کو کمرے میں موجود پا کر ٹھٹک گئی۔

"السلام علیکم!" دوپٹا سلیقے سے اوڑھتے ہوئے وہ قریب آئی تھی۔

"وعلیکم السلام!" اس کے قریب آ کر بیٹھنے پر بادل نخواستہ اس نے سلام کا جواب دیا تھا۔

"آج صبح ہونے سے پہلے گھر آ گئے خیریت؟" وہ اس سے فرینک ہونے کے لیے پوچھ رہی تھی مگر میکال نے اس بار اس کے سوال کا جواب نہیں دیا، اس کا چہرہ بے حد سپاٹ تھا۔ ہانیہ کو بے ساختہ شدید ہتک کا احساس ہوا مگر پھر بھی وہ مسکرائی تھی۔

"میکال...... کیا ہم اچھے دوست نہیں بن سکتے؟"

"کیوں...... نہال کی دوستی کم پڑ گئی ہے؟" تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے بھرپور طنز سے پوچھا تھا۔ وہ محسوس ہی نہ کر سکی۔

"نہیں، بے شک وہ میرا بہت اچھا، بہترین دوست ہے اور ہمیشہ رہے گا مگر آپ کی اور بات ہے میکال! آپ میرے شوہر ہیں، میری زندگی کے ساتھی، میں آپ کے ہر دکھ اور سکھ کی ہم سفر ہوں اور میرے خیال میں ہر بیوی کو اپنے شوہر کی بہترین دوست ہونا چاہیے۔"

"مگر میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا نہیں چاہتا۔" پل میں مشتعل ہوتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑکی کے قریب چلا آیا جہاں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کمرے کی خنکی میں اضافہ کر رہے تھے۔

ہانیہ کو لگا میکال نے اس کے منہ پر زور کا طمانچہ دے مارا ہو، کتنے ہی لمحوں تک وہ چپ رہی تھی پھر میکال کے سگریٹ سلگانے پر وہ اٹھ کر اس کے قریب چلی آئی۔

"آپ کو کیوں لگتا ہے میکال کہ میں آپ کی ذات پر بوجھ ہوں میرا اللہ گواہ ہے میرے لیے یہ گھر، یہ کمرا، یہ بیڈ آپ کی ذات سب عائشہ جی کی امانت ہے۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ آپ مجھے ان کی جگہ دیں مگر میرے توسط سے اگر آپ ان کو پا لیں تو کیا برا ہے؟ میں وعدہ کرتی ہوں آپ سے، میں انہیں آپ کی زندگی میں واپس لاؤں گی لیکن جب تک ایسا نہیں ہوتا تب تک تو آپ کو میرا وجود برداشت کرنا پڑے گا میں وعدہ کرتی ہوں میں آپ سے اپنا کوئی حق طلب نہیں کروں گی ہم اس کمرے میں دو اجنبی لوگوں کی طرح ہی اپنا وقت گزاریں گے مگر اس کمرے کی حدود کے باہر آپ کو میرا بھرم رکھنا ہوگا تاکہ ایک یا دو سال کے بعد جب میں آپ کے گھر والوں کو آپ کی دوسری شادی کے لیے مناؤں تو آپ کے کردار پر کوئی حرف نہ آئے۔"

"تمہیں میرے لیے کسی بھی قسم کی قربانی دے کر مجھ پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سمجھیں؟ دوسری شادی میرا حق ہے اور میں جب چاہوں یہ حق استعمال کر سکتا ہوں، کسی کی مجال نہیں کہ مجھے روکے۔" اس کے نرم لہجے پر بھی وہ بھڑکا تھا ہانیہ کی آنکھوں میں ایک دم

سے نمی آ گئی۔

"بے شک آپ ایسا کرسکتے ہیں مگر جب تک ایسا نہیں ہوتا' تب تک تو ہم اچھے دوستوں کی طرح رہ ہی سکتے ہیں ناں پلیز۔" سر جھکاتے ہوئے نم لہجے میں کہتی وہ بے حد آزردہ لگ رہی تھی۔ میکال بنا اس پر نگاہ ڈالے بے زاری سے پلٹ گیا۔

اگلے روز بیدار ہونے کے بعد وہ شاور لے کر نکلا تھا' جب اس نے دیکھا کہ نہال اس کے کمرے میں موجود فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر ہانیہ پر انڈیل رہا تھا اور وہ بچاؤ کی کوشش کرتی' اس کے ساتھ الجھ رہی تھی۔ ہنستا' کھلکھلاتا نہال اس کے دونوں ہاتھ قابو کیے اسے منہ چڑا رہا تھا۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ نظر انداز کرتا آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"میکال...... میں آپ کی مدد کروں؟" نہال سے بازو چھڑاتے ہوئے وہ فوراً میکال کی طرف لپکی تھی جبکہ وہ بے نیازی سے تقریباً غراتے ہوئے بولا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اس کا لہجہ پہچان گئی تھی تبھی نہال کے سامنے مزید بے عزت ہونے سے بچنے کے لیے کمرے سے نکل آئی۔ کچن میں عینا بھابی' مائرہ اور سارہ ناشتا تیار کرنے میں مصروف تھیں وہ بھی ان کا ہاتھ بٹانا ہی چاہتی تھی کہ نہال اس کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

"ہانی! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے میرے ساتھ آؤ پلیز۔" میکال سیڑھیوں پر تھا جب اس نے نہال کے یہ الفاظ سنے ہانیہ نے جواب نہیں دیا تھا مگر عینا بھابی ضرور بولی تھیں۔

"نہال! ہانیہ اب میکال کی بیوی اور تمہاری بھابی ہے' تمیز سے بات کیا کرو۔"

"تمیز مائی فٹ...... ہانیہ میری دوست تھی اور دوست رہے گی۔" کتنا واضح جواب تھا اس کا۔ میکال جو ناشتے کے لیے بیٹھ چکا تھا' بریڈ کا ایک بائیٹ لیتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے' چلتا ہوں خدا حافظ۔" اس کا چہرہ تن گیا تھا' مسز حسن بنا کچھ کہے خاموشی سے اسے دیکھتی رہیں اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ڈائننگ ہال سے نکل گیا' اس کے سر میں اس وقت شدید درد ہو رہا تھا۔ ڈرائیونگ میں بھی دشواری پیش آ رہی تھی۔ وہ ایک بٹا ہوا شخص تھا۔ اپنی ذات کی تکمیل اور سکون کے لیے اسے ایک مکمل عورت درکار تھی مگر تقدیر نے اسے جس عورت کا ہم سفر کیا' وہ بھی ایک بٹی ہوئی عورت تھی۔

اس کی طرح دو کشتیوں میں سوار
ایک فرض اور ایک محبت

اس وقت اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ گاڑی کو کسی درخت میں دے مارتا۔ نہال اس کے جانے کے بعد زبردستی ہانیہ کو کھینچتا ہوا اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

"سچ سچ بتاؤ ہانی! میکال بھیا کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے پلیز۔" ہانیہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ اس کے معاملے میں بہت حساس ہے' تبھی لبوں پر مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے ہنس کر بولی۔

"بہت اچھا' بے حد کیئرنگ۔"

"جھوٹ۔" اسے جیسے یقین ہی نہیں آیا تھا۔

"جھوٹ کیوں؟ میرے چہرے پر جھوٹ لکھا نظر آ رہا ہے تمہیں؟" صرف اپنا بھرم رکھنے کے لیے اس نے چہرے پر مصنوعی غصہ طاری کیا تھا' نہال سر جھٹک کر رہ گیا۔

"وہ اپ سیٹ ہیں نہال! ایک شخص جسے آپ بہت چاہتے ہیں مگر وہ آپ کی دسترس سے دور کسی اور کے حصار میں تکلیف دہ زندگی گزار رہا ہو تو آپ چاہتے ہوئے بھی خود کو نارمل نہیں رکھ سکتے' میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کی فیلنگز کو سمجھنا چاہیے انہیں کچھ مزید ٹائم دینا چاہیے۔"

"ہوں۔" ٹراوزر کی پاکٹس میں دونوں ہاتھ گھساتے ہوئے نہال نے سر جھکاتے ہوئے ہامی بھری تھی۔ وہ اداسی سے مسکراتے ہوئے اس کے بال بکھیر کر رہ گئی۔

رات میں پھر میکال کی واپسی خاصی لیٹ ہوئی تھی۔ گاڑی پورچ میں کھڑی کرنے کے بعد جس وقت وہ ہال میں آیا' ہانیہ' سارہ اور مائرہ کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ وہ سرسری سی ایک نظر ان تینوں پر ڈالتا اوپر اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔ پاؤں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرنے کے بعد وہ بیڈ پر لیٹا تھا جب وہ آہستہ سے دروازہ پش کرتے ہوئے کمرے میں چلی آئی۔

"السلام علیکم!" عادت سے مجبور اس نے سلام کیا تھا مگر حسب توقع میکال نے اسے جواب نہیں دیا۔

"کھانا لاؤں آپ کے لیے؟" بیڈ کے کنارے پر ٹکتے ہوئے اس نے پوچھا مگر وہ ہنوز خاموش رہا۔ یوں جیسے اس کی شکل بھی نہ دیکھنا چاہتا ہو۔

"آپ نے صبح ناشتا بھی نہیں کیا تھا کچھ تو کھا لیں پلیز۔"

"جسٹ شٹ اپ! اوکے۔ تمہیں کیا پتا ہے میں تمہاری خدمتوں پر بیٹھا ہوں۔" بلاوجہ اس پر غصہ ہوا تھا' ہانیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"میں نے آپ کا کیا نقصان کیا ہے میکال! آپ میرے ساتھ اس طرح سے بات کیوں کرتے ہیں؟" ضبط کے باوجود بھی اس کی آنکھوں اور لہجے میں نمی آ گئی تھی۔

"میں جانتی ہوں آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے مگر اس زیادتی میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ شادی سے پہلے ہی نہال کی زبانی مجھے آپ کی اور عائشہ جی کی محبت کا پتا تھا' اسی لیے آپ کی طرح میں بھی اس شادی کے حق میں نہیں تھی۔ بہت کوشش کی میں نے کہ میں آپ کی زندگی کا حصہ نہ بنوں مگر کاتب تقدیر کے سامنے ہماری ایک نہیں چلتی پلیز میکال مجھ سے دشمنوں والا رویہ مت رکھیں پلیز......" میکال حسن کے پیروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے التجا کی تھی' جواب میں میکال نے اس کے ہاتھ اپنے پیروں سے ہٹا دیے۔

"میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے' پلیز سو جاؤ۔"

"نہیں! میں آپ کا سر دباتی ہوں۔" آنسو پونچھ کر میکال کے منع کرنے کے باوجود وہ اپنے نرم ہاتھوں سے اس کا سر دبانے لگی تھی۔ میکال کو اس کے ہاتھوں کی نرماہٹ سے عجیب سے سکون کا احساس ہوا' اس کی پلکیں خود بخود بند ہونے لگی تھیں جب وہ بولی۔

"میں عائشہ جی سے مل کر ان سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میکال! میں چاہتی ہوں وہ یہاں آئیں آپ سے ملیں' زندگی کو انجوائے کریں۔" مگر میکال سو چکا تھا' ہانیہ ساری رات بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے اس کے سرہانے بیٹھی رہی تھی۔ اگلے ایک ہفتے میں اس کی عائشہ برہان سے دعا سلام ہو گئی' پہلی بار جب اس نے اسے بتایا کہ وہ میکال کی بیوی ہے تو وہ ساکت رہ گئی تھی بھلا کوئی بیوی اتنی اعلیٰ ظرف کیسے ہو سکتی تھی کہ اپنے شوہر کی محبوبہ سے دوستی کرے' اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دے۔

اس روز مسز حسن کو بتا کر وہ مارکیٹ آئی تھی' مقصد صرف عائشہ سے ملنا تھا' مختصر سی شاپنگ کے بعد وہ دونوں ریستوران میں بیٹھی تھیں' جب اس نے میکال کو کال کی' وہ کسی میٹنگ میں مصروف تھا مگر پھر بھی اس نے اس کی کال پک کر لی تھی۔

"میکال آپ مصروف نہیں ہیں تو مارکیٹ آ سکتے ہیں؟"

"کیوں؟"

"وہ میں آج مارکیٹ آئی تھی۔"

"سوری! مجھے ابھی ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے' میں نہیں آ سکتا۔" اس کی پوری بات سنے بغیر اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

"لیکن میرے ساتھ عائشہ جی بھی ہیں میں......"

"ٹھیک ہے میں آتا ہوں ابھی' تم جہاں ہو مسیج کر دو خدا حافظ۔" ایک مرتبہ پھر روکھے لہجے میں اس کی بات سنے بغیر اس نے کال کاٹ دی تھی۔ ہانیہ کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل چیر کر رکھ دیا ہو' کاش اس کے پاپا نے بھی اس کی مما سے اتنی ہی محبت کی ہوتی جتنی میکال حسن نے عائشہ برہان سے کی تھی۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی کے باوجود وہ مسکرائی تھی۔

"وہ آرہے ہیں پلیز آپ ان سے ٹھیک سے ملیے گا۔ وہ آپ کو لے کر بہت پریشان ہیں۔" کتنی التجا کے ساتھ وہ اس سے کہہ رہی تھی۔ عائشہ کو یقین نہیں آرہا تھا کیا کوئی بیوی اتنا بڑا دل اور ظرف بھی رکھ سکتی تھی؟

"یہ سب ٹھیک نہیں ہے مسز ہانیہ! آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"ہوں' میں سمجھتی ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر میں کیا کروں میرے شوہر کی خوشی آپ کی ذات میں ہے..... ایکسکیوز می۔" اس کے موبائل پر بپ ہوئی تھی۔ کال مسز حسن کی طرف سے تھی' تبھی وہ عائشہ سے معذرت کرتی اٹھ کر سائیڈ پر آ گئی۔

"جی مما۔"

"بیٹا آپ کے گھر والے آئے ہیں آپ سے ملنے' آپ فوری گھر آجاؤ۔"

"سوری مما! میں ابھی گھر نہیں آسکتی۔ شام تک آسکوں گی' آپ میری طرف سے انہیں پوچھ لیجیے گا۔" ازحد رف لہجے میں کہہ کر اس نے فوراً کال کاٹ دی تھی۔ وہ جنگ جو زندگی نے اس پر مسلط کردی تھی اس جنگ میں آخری سانس تک اسے فائٹ تو کرنی ہی تھی۔

❁.....✿.....❁

میکال آ گیا تھا۔

عائشہ برہان کو دیکھتے ہی اس شخص کی آنکھوں میں اتنے خوب صورت رنگ اترے تھے کہ وہ حیران رہ گئی تھی۔ وہ شخص جو اس کے سامنے صرف نفرت اور بیزاری کی علامت بنا رہتا تھا۔ اسی میکال حسن کو اس لمحے اس نے محبت کے چشمے میں ڈھلتے دیکھا تھا۔ وہ عائشہ برہان کے سامنے بیٹھی تھی مگر اس شخص نے اس پر ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔ ٹیبل پر بیٹھتے ہی اس نے عائشہ برہان کا ہاتھ تھاما تھا۔

"کیسی ہو عائش؟" کیسی بے قراری اور تڑپ تھی اس کے لہجے میں۔ ہانیہ اپنے نظر انداز کیے جانے پر گنگ بیٹھی رہ گئی تھی۔

"ٹھیک ہوں' تم کیسے ہو؟" عائشہ برہان نے اس کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیا تھا تبھی وہ عائشہ کو جواب دینے کے بجائے اس کی طرف مڑا تھا۔

"تم گھر جاؤ ہانیہ پلیز....." اسے گمان نہیں تھا کہ وہ اس سے کچھ ایسا بھی کہہ سکتا ہے' تبھی وہ حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"تم نے سنا نہیں ہے میں نے کیا کہا ہے' جاؤ یہاں سے۔" دو منٹ کے بعد ہی اس کی خاموشی پر وہ تپ اٹھا تھا۔ تبھی وہ عائشہ برہان کے سامنے اپنی بے عزتی پر شدید دکھی ہوتی وہاں سے اٹھ آئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد عائشہ نے میکال سے کہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے میکال؟"

"میری محبت۔" جواب میں اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

"نہیں' یہ محبت نہیں ہے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم جیسا نرم مزاج' خوش گفتار ایک آئیڈیل شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایسا جاہلانہ رویہ بھی رکھ سکتا ہے' کیا قصور ہے اس لڑکی کا بولو۔"

"اس کا قصور یہ ہے عائش کہ یہ میری زندگی میں میری مرضی کے خلاف زبردستی آئی اور اس کا دوسرا قصور یہ ہے کہ وہ ایک منافق لڑکی ہے بے شک وہ میری بیوی ہے مگر محبت نہال سے کرتی ہے' میرے چھوٹے بھائی سے۔"

"نہیں' میں نہیں مانتی۔"

"نہ مانو' تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کیا ہوجائے گا۔" بے نیازی سے کہتے ہوئے اب وہ اس کے ہاتھ سہلا رہا تھا۔ عائشہ نے چپکے سے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیے۔

"بہرحال' حقیقت خواہ کچھ بھی ہو مگر یہ ٹھیک نہیں ہے میکال! میں نہیں چاہتی کہ تمہاری مجھ سے محبت میری جیسی کسی دوسری لڑکی کی آنکھوں میں آنسوؤں کا باعث بنے' کوئی میرے جیسا دوسرا' مجھ سے نفرت کرے اور میرے مرنے کی دعائیں مانگے۔"

"کیا بکواس ہے عائش! ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔"

"نہیں' تم نہیں جانتے میکال! عورت بڑے سے بڑا دکھ بہادری سے برداشت کرسکتی ہے' بڑے سے بڑا نقصان سہہ سکتی ہے مگر ایک بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کی تقسیم برداشت نہیں کرسکتی۔ ہانیہ واقعی بہت اچھی لڑکی ہے کچھ تو ایسا ہوگا اس میں جو خدا نے میری جگہ اسے تمہارا ہم سفر بنایا۔"

"مگر عائش.....!"

"اگر مگر کو چھوڑ دو میکال! بس اتنا یاد رکھو قدرت کو ہمارا ملاپ منظور نہیں تھا اگر ہوتا تو اس وقت ہانیہ صفدر کی جگہ عائشہ برہان تمہاری بیوی ہوتی۔ میرا دل ٹوٹا اور اجڑا ہے میکال! اس لیے دل ٹوٹنے اور اجڑنے کی تکلیف کیا ہوتی ہے' میں اچھی طرح سے سمجھ سکتی ہوں۔" میکال حسن کی بات کاٹتے ہوئے وہ ازحد آزردہ لہجے میں بولی تھی' وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"ہانیہ صفدر کا حق ہے کہ تم اس کا خیال رکھو اور اس سے محبت کرو اگر وہ شکستہ دل ہے تو تم اپنی محبت سے اس کے زخموں پر پھاہے رکھو' اسے زندگی کی طرف لاؤ' جہاں تک میری زندگی کا سوال ہے تو میں اپنی لائف سے مطمئن ہوں' میں نے شاید تمہیں بتایا تھا کہ میرا دیور اریج ایبروڈ سے مستقل پاکستان آ گیا ہے' وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے' میں اپنی قربانی پر خاک پڑتے نہیں دیکھ سکتی میکال! اسی لیے آج آخری بار تم سے استدعا کررہی ہوں پلیز مجھ سے فون پر بھی رابطہ مت رکھنا' میں نہیں چاہتی کہ میرے سسرال میں کسی کو مجھ پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے۔" نظریں جھکائے قدرے بدلے ہوئے لہجے میں وہ اس سے استدعا کررہی تھی۔ میکال آزردہ سا اسے دیکھتا رہ گیا' تبھی کوئی ان کی ٹیبل کے قریب آیا تھا۔

"ایکسکیوز می!" عائشہ اور میکال نے ایک ساتھ سر اوپر اٹھا دیکھا تھا اور پھر جیسے عائشہ کے چہرے کا رنگ ایک دم سے اڑ گیا۔

"اریج آپ؟" فوراً سے پیش تر وہ اپنی سیٹ سے کھڑی ہوئی تھی۔

"جی' ایک دوست کے ساتھ ڈنر کا پروگرام تھا' وہ ابھی پہنچا نہیں تبھی آپ پر نظر پڑ گئی تو اس طرف آ گیا۔" بنا اس سے کوئی وضاحت طلب کیے وہ عام لہجے میں روانی سے اسے بتا رہا تھا۔ عائشہ سے نظریں اٹھانا موت ہوگیا۔

"یہ..... یہ میکال صاحب ہیں' شش..... شادی سے پہلے میں انہی کی کمپنی میں جاب کرتی تھی' اتنے دنوں بعد اچانک مارکیٹ میں ملے تو کھانے کے لیے اصرار کرنے لگے۔ مم..... میں بس ابھی اٹھنے ہی والی تھی۔" وہ ایک دم سے اتنی گھبرا گئی تھی کہ میکال بھی اسے دیکھتا رہ گیا۔

جانے کیوں اس لمحے اسے عائشہ برہان کی گھبراہٹ اور تعارف پسند نہیں آیا تھا۔ اریج سے مصافحے کے بعد وہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا وہاں سے اٹھ آیا تھا جب کہ اریج ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد عائشہ برہان کے گھبرائے گھبرائے سے چہرے پر نگاہ ڈالتا اسے اپنے پیچھے آنے کا کہہ کر ہوٹل سے نکل گیا۔

❁.....✿.....❁

ہانیہ جس وقت گھر واپس آئی کرنل صاحب اور ان کی فیملی اس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ وہ اس وقت کسی سے بھی ملنے کی خواہش مند نہیں تھی تبھی خود کو کمپوز کرتی تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھی رہی پھر خرابی طبیعت کا بہانہ کرتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

ہادیہ اور جاذب کو اس سے ایسے رویئے کی امید نہیں تھی' خود مسز حسن بھی اس کی بے مروتی پر حیران رہ گئی تھیں مگر اسے کسی کی پروا نہیں تھی' جانے کیوں اس لمحے اسے اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

کرنل صاحب اور دیگر لوگوں کے جانے کے بعد وہ کمرے سے نکل کر لان میں آ بیٹھی تھی جب نہال چپکے سے لاؤنج سے اٹھ کر لان کی سیڑھیوں پر اس کے پہلو میں آ بیٹھا۔

"ہانیہ! پریشان ہو؟"

"ہاں!" بناء اس کی طرف دیکھے اس نے خلافِ توقع جواب دیا تھا' وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"کیوں...... اب کیا ہوا ہے؟"

"پتا نہیں۔" وہ بے آواز رو رہی تھی' نہال کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا۔

"مگر مجھے پتا ہے تم ضرور میکال بھائی کی وجہ سے پریشان ہو۔"

"میں اس شخص کی وجہ سے پریشان نہیں ہوں نہال!" فوراً سے پیشتر بہتے آنسوؤں کی پروا کیے بغیر اس نے وضاحت دی تھی۔ "وہ شخص تو میرا آئیڈیل ہے صرف ایک لڑکی کی محبت کو روگ بنا کر اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنانے والا میرا یقین کرو مجھے بہت خوشی ہے کہ وہ شخص محبت کے معاملے میں اتنا ایمان دار ہے بقول ہادیہ کے آج سے پچاس سال پہلے والا ہیرو ہے مگر...... پتا نہیں کیوں میں اس کی نفرت سے ہارتی جا رہی ہوں...... پتا نہیں کیوں۔" اب وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ میکال جو گاڑی پارک کرنے کے بعد وہاں سے گزر رہا تھا اسے روتے دیکھ کر وہیں رک گیا۔

"میں اس کی نفرت نہیں سہہ پا رہی نہال! پتا نہیں کیوں۔" کانپتے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی' وہ ایک پل ٹھہرنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گیا تھا جب کہ نہال اب اپنی انگلیوں کی پوروں پر اس کے آنسو چن رہا تھا۔

"پاگل ہو تم اور کچھ نہیں۔" وہ کچھ اور کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس رات بہت دیر تک وہ روتی رہی تھی اور نہال بہت دیر تک اس کے پاس بیٹھا اس کی برین واشنگ کرتا رہا تھا۔ میکال اگلے روز خرابی طبیعت کے باعث دوپہر میں لنچ کے لیے گھر آیا' تو وہ سیڑھیوں پر نہال کے تنگ کرنے کے سبب اندھا دھند بھاگتی اس سے بری طرح ٹکرا گئی۔ اس وقت اگر وہ فوری اسے نہ تھام لیتا تو دونوں کا گر جانا یقینی تھا۔

"کیا مصیبت ہے یہ' کبھی بچپنے سے نکل بھی آیا کرو۔" نہال کو دیکھ کر ایک دم سے اس کا پارہ چڑھا تھا جب کہ وہ اس کی چوڑی پشت کے پیچھے چھپتے ہوئے منمنائی تھی۔

"سوری میکال...... وہ...... نہال مجھے ڈرا رہا ہے اس کے ہاتھ میں زندہ چھپکلی ہے۔" اس کی اطلاع پر میکال نے نہال کی طرف دیکھا تو واقعی اس کے ہاتھ میں زندہ چھپکلی تھی اور وہ مسکرا رہا تھا۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں ایسی بچوں جیسی حرکتیں کرتے ہوئے۔" وہ بگڑا تھا جب کہ وہ بے شرمی سے بولا۔

"اس میں شرم کی کیا بات ہے' صبح ہانیہ نے میرے موزے چھپا دیے تھے۔ میں پورا ایک گھنٹہ اکیڈمی سے لیٹ ہو گیا' اب میرا حق ہے کہ میں اپنا بدلہ لوں۔" شکایتی لہجے میں کہتے ہی اس نے چھپکلی ہانیہ کی طرف اچھال دی تھی' جواب میں وہ فلک شگاف چیخ مارتے ہوئے خوب زور سے میکال حسن کے ساتھ لپٹ گئی۔ اس کی ٹانگیں اس لمحے بری طرح کپکپا رہی تھیں۔ میکال جھنجلا کر رہ گیا جب کہ ہانیہ کی چیخوں پر مسز حسن اور عینہ بھابی اپنے کمروں سے بھاگتے ہوئے نکلی تھیں۔

"کیا ہوا ہے؟" نہال جس کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی زبردستی ہنسی روک گیا۔

"کچھ نہیں مما! حساب کتاب کلیئر ہو رہا تھا' وہ دیکھیے ہانیہ کے پیروں میں چھپکلی۔" ہانیہ کا یہ سننا تھا کہ وہ اور بھی زور و شور سے چیخیں مارنے لگی جب کہ میکال کی پشت کے گرد اس کی گرفت اور بھی سخت ہو گئی تھی۔ اتنی سخت کہ اسے اس کے ناخن اپنے وجود میں گڑتے محسوس ہو رہے تھے۔

"شرم کرو نہال! کیوں فضول میں تنگ کر رہے ہو اسے دیکھو کتنی بری حالت ہو گئی ہے اس کی۔" عینہ بھابی نے نہال کو ڈپٹتے ہوئے فوراً ہانیہ کی سائیڈ لی تھی' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"دیکھ رہا ہوں یہ آپ عورتیں جتنا چھپکلی سے ڈرتی ہیں اتنا آخرت اور قبر سے ڈریں تو قسم سے ساری کی ساری بنا ٹکٹ سیدھی جنت میں جائیں۔"

"بہت بدتمیز ہوگئے ہو تم' بھلا اتنا بھونڈا مذاق بھی کرتا ہے کوئی؟" ہانیہ اب رو رہی تھی جب کہ میکائل نرمی سے اپنا آپ چھڑاتا اوپر کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ تبھی مسز حسن نہال پر برہم ہوئی تھیں مگر وہ سنی ان سنی کرتا ہانیہ کے قریب چلا آیا۔

"ارے...... کیا ہوا؟" اسے شدت سے روتے دیکھ کر فوراً اس کے دل کو کچھ ہوا تھا' تبھی نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے تو ہانیہ نے آنسوؤں سے بھیگے سرخ چہرے کے ساتھ سر اٹھا کر درشتی سے اس کے ہاتھ پرے جھٹک دیئے۔

"شٹ اپ! خبردار اگر دوبارہ تم نے مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی تو......" اس کی آنکھوں سے غصے کی چنگاریاں نکل رہی تھیں' نہال کی جان پر بن گئی۔

"سوری ہانیہ! مجھ سے غلطی ہوگئی۔ دوبارہ ایسے تنگ نہیں کروں گا' وعدہ! پلیز معاف کردو پلیز۔"

"جسٹ شٹ اپ۔" تنک کر کہتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جب اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جان لے لوں گا تمہاری اگر مجھ پر ایسی کوئی پابندی لگائی یا سیریسلی ناراض ہوئی تو۔" اس کی آنکھوں میں نمی جھلک رہی تھی۔ ہانیہ خفگی سے اس کی طرف دیکھتی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

"ایک شرط پر معاف کروں گی اور وہ یہ کہ تم شام میں مجھے میری پسند کا ڈنر کراؤ گے وہ بھی میری پسند کے ریستوران میں۔"

"ٹھیک ہے منظور...... سو بار منظور......" پہلی بار وہ فوری مان گیا تھا' ہانیہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"پاگل!" مسز حسین اور عینہ بھابی مطمئن انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتیں اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

❁......❁......❁
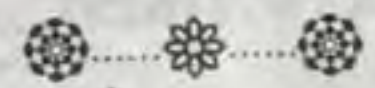
اب تیری یاد سے وحشت نہیں ہوتی مجھ کو
زخم کھلتے ہیں اذیت نہیں ہوتی مجھ کو
اب کوئی آئے چلا جائے میں خوش رہتا ہوں
اب کسی شخص کی عادت نہیں ہوتی مجھ کو
ایسا بدلا ہوں تیرے شہر کا پانی پی کر
جھوٹ بولوں تو ندامت نہیں ہوتی مجھ کو
ہے امانت میں خیانت سو کسی کی خاطر
کوئی مرتا ہے تو حیرت نہیں ہوتی مجھ کو
اتنا مصروف ہوں جینے کی ہوس میں اے دوست!
سانس لینے کی بھی فرصت نہیں ہوئی مجھ کو

موسم میں اچانک تبدیلی آئی تھی۔ آناً فاناً آسمان پر بادل چھائے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی۔ ثانیہ پچھلے کئی دنوں سے ایمن کی طرف رہ رہی تھی۔ وہیں اس نے فون کرکے اپنی مما کو زائر ملک والے واقعے قصے کے بارے میں بتادیا تھا۔ ثانیہ کی دوست ایمن کی طرح اس کی مما نے بھی اس سانحے پر غم و غصے کا اظہار کیا تھا۔ وہ بھی زائر سے اس کے نکاح کو کسی طور سچ ماننے کو تیار نہیں تھیں۔

ایمن کی طرح ان کا بھی یہی خیال تھا کہ زائر نے نکاح کے نام پر اسے بے وقوف بنایا ہے' اسی لیے انہوں نے اسے سختی سے تلقین کی تھی کہ جب تک وہ پاکستان نہیں آجاتیں' وہ اکیلی اپنے اپارٹمنٹ نہیں جائے گی۔

ایمن کو بھی انہوں نے اس کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ ان کی ہدایت کے پیش نظر ہی وہ ایمن کے ساتھ رہ رہی تھی مگر اس روز ایمن کو ایک ضروری سیمینار اٹینڈ کرنا تھا لہٰذا اپنی چند ضروری چیزوں کے لیے مجبوراً اسے اکیلے ہی مارکیٹ آنا پڑا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شاپنگ سے واپسی پر وہ زائر ملک کی نظروں کے حصار میں آجائے گی اور وہ شخص بے خوف و خطر اسے یوں ڈنکے کی چوٹ پر ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔

اس وقت وہ ثانیہ کو مارکیٹ سے سیدھا اس کے اپارٹمنٹ لے آیا تھا۔ رف چہرے اور سرد ہاتھوں کے ساتھ ثانیہ عباس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ عجیب صورت حال بن گئی تھی وہ فون کرکے ایمن کو زائر کے بارے میں مطلع بھی نہ کرسکی' جانے اب وہ اس کے

ساتھ کیا سلوک کرنے والا تھا۔ اپارٹمنٹ پر ملازمہ بھی نہ تھی کہ اسی کا حوصلہ ہوتا۔ وہ بہت کنفیوژ حالت میں اس کے ساتھ اندر آئی تھی' جب وہ بولا۔

"دیکھو میرا یقین کرو میری وجہ سے جو کچھ بھی تمہارے ساتھ ہوا میں اس کے لیے تم سے بہت شرمندہ ہوں مگر میں تمہیں نقصان پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ رہا نکاح نامہ دکھادو اپنی دوست کو اور بھی کسی کو دکھانا چاہتی ہو تو دکھادو۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے' ہاں اس روز میں شام کو نہیں آسکا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ نکاح نامہ میرے دوست کے پاس تھا اور وہ ملک سے باہر تھا۔ تم میری عزت ہو ثانیہ! میں تمہارے ساتھ کوئی فراڈ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر اپارٹمنٹ کے اندر لاتے ہوئے وہ اس کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔ ثانیہ کا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا محال ہوگیا۔

"تم بھروسا کرتی ہو ناں مجھ پر' ہے ناں؟" اب وہ اس کے ہاتھ کو دبا رہا تھا۔ ثانیہ نفی میں سر ہلانا چاہتی تھی مگر جانے کیسے اس کا سر اثبات میں ہل گیا۔

"شکریہ...... بہت بہت شکریہ۔" وہ مسرور ہوا پھر اگلے ہی پل اس نے اس کے دونوں ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیے۔

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا ثانیہ! حقیقت یہی ہے کہ مجھے تمہاری ذات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی' صرف ایک لمحے کے لیے نفس بہکا اور پھر تمہاری بات دل پر لگ گئی۔ میرا ارادہ یہی تھا کہ میں نکاح کے بعد تمہیں فوری طلاق دے کر یہ کہانی ختم کردوں گا مگر میں ایسا نہیں کرسکا۔ پچھلے دو ہفتوں سے میں روز یہاں کا چکر لگا رہا ہوں مگر تم مجھے نہیں ملیں میں کوئی پروفیشنل ڈکیت یا لٹیرا نہیں ہوں ثانیہ! میری کہانی صرف اتنی سی ہے کہ میں نے بچپن سے ہی ایک لڑکی کو چاہا اور اس کے خواب دیکھے صرف اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے غلط راستہ اپنایا مگر پھر بھی وہ مجھے نہیں ملی' اس نے صرف اس لیے مجھے ٹھکرادیا کہ میرے پاس دولت نہیں تھی۔ میں بہت اداس تھا' مجھے لگا شاید مجھے تمہاری بددعا لگ گئی ہے' اسی لیے میں ہر صورت تم سے مل کر تم سے معافی مانگنا چاہتا تھا مجھے معاف کردو ثانیہ! پلیز۔" شدت سے اس کے ہاتھ دباتے ہوئے وہ معافی مانگ رہا تھا۔ ثانیہ بوکھلا کر رہ گئی۔

"تم کہو گی تو میں تمہیں ابھی طلاق دے کر چلا جاؤں گا اگر ایسا نہیں چاہو گی تو میں وعدہ کرتا ہوں میری وجہ سے کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے' مجھے معاف کردو ثانیہ! پلیز۔" کتنا بے بس لگ رہا تھا وہ اس کے سامنے۔ ثانیہ نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیے۔

"آپ ایسا مت کہیں پلیز' میرے ساتھ جو ہوا شاید وہی تقدیر کا لکھا تھا بہرحال میں نے اپنی مما کو سب بتادیا ہے' وہ کل پاکستان آرہی ہیں وہی فیصلہ کریں گی کہ مجھے آپ کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے یا نہیں۔" اس کے لہجے میں ہلکی سی لرزش تھی' زائر گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

باہر شام رات میں تبدیل ہو رہی تھی' ہلکی ہلکی بوندا باندی نے ایک دم سے تیز بارش کا روپ دھار لیا تھا' زائر جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں کل ہی آؤں گا پھر اس بار کہیں مت جانا' مجھے زندگی میں دھوکا پسند نہیں ہے۔" ثانیہ کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا' عین اسی لمحے لائٹ چلی گئی۔

"دروازہ بند کرلو بلکہ ہوسکے تو اپنی فرینڈ کو فون کرکے بلالو' موسم کے تیور ٹھیک نہیں ہیں۔" وہ اسے تنبیہہ کررہا تھا' ثانیہ نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا پھر آہستہ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ابھی آپ رک جائیں پلیز' مجھے اندھیرے میں اس موسم سے بہت ڈر لگتا ہے۔" زائر نے اس کی التجا پر ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھا پھر ایک نظر باہر طوفان کی صورت اختیار کرتی بارش کو' اس وقت واقعی اس کا وہاں رکنا ضروری تھا۔

❁......❁......❁

ہم خوابوں کے بیوپاری تھے' پر اس میں بڑا نقصان ہوا

کچھ بخت میں ڈھیروں کالک تھی، کچھ اب کے غضب کا کال پڑا
ہم راکھ لیے ہیں جھولی میں اور سر پر ساہوکار کھڑا
جب دھرتی صحرا صحرا تھی، ہم دریا دریا روئے تھے
جب ہاتھ کی ریکھائیں چپ تھیں اور سرسنگیت میں کھوئے تھے
تب ہم نے جیون کھیتی میں کچھ خواب انوکھے بوئے تھے
کچھ خواب سجل مسکانوں کے، کچھ خواب کبت دیوانوں کے
کچھ لفظ جنہیں معانی نہ ملی، کچھ گیت شکستہ مانوں کے
کچھ مہر وفا کی شمعوں کے، کچھ پر پاگل پروانوں کے
کچھ اپنی گھائل ہستی سے خوش ہو کے لہو چھڑکایا تھا
مائی میں ماس کی کھاد بھری اور نس نس کو زخمایا تھا
ہم بھول گئے پچھلی رت میں، کیا کھویا تھا، کیا پایا تھا
ہر بار گگن نے وہم دیا
اب کے برکھا جب آئے گی
ہر بیج سے کونپل پھوٹے گی، ہر کونپل پھول کھلائے گی
سر پر چھایا چھتری ہوگی اور دھوپ گھٹا بن جائے گی
جب فصل کٹی تو کیا دیکھا
کچھ درد کے ٹوٹے گجرے تھے
کچھ زخمی خواب تھے کانٹوں پر، کچھ خاکستر سے گجرے تھے
اور دور افق کے ساغر میں
کچھ ڈوبتے، ڈولتے بجرے تھے
اب گھاٹ نہ گھر، دہلیز نہ درد
اب پاس رہا ہے کیا بابا
بس تن کی گٹھڑی باقی تھی، جا یہ بھی تُو لے جا بابا
ہم بستی چھوڑے جاتے ہیں تُو اپنا فرض نبھا بابا

موسم میں ایک دم سے تبدیلی آئی تھی۔ باہر کہیں بادل زور سے گرجا تھا۔ زائر کے ہاتھ پر ثانیہ عباس کے ہاتھ کی گرفت مزید مضبوط ہوگئی تھی۔

زائر اس کے خوف کو محسوس کرتا، اگلے ہی پل اس کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔

"کیا تمہیں بھی دوسری بہت سی لڑکیوں کی طرح چمکتی بجلی اور گرجتے بادلوں سے ڈر لگتا ہے؟"

"ہوں۔" وہ صرف سر ہلا سکتی تھی۔ زائر کی آنکھوں میں ایک دم سے سائرہ افضل کا سراپا لہرا گیا۔ وہ بہت نڈر تھی کسی چیز سے نہیں ڈرتی تھی، چھپکلی، کاکروچ، سانپ، چوہا ہر چیز کے پیچھے بھاگ کر جب تک اسے مار نہیں دیتی تھی اسے چین نہیں آتا تھا۔ اکثر شدید خطرناک موسم میں بنا آندھی طوفان کی پروا کیے وہ بڑی بے فکری سے اوپر چھت پر جا کر کپڑے وغیرہ اتار لاتی تھی۔ رات میں لائٹ نہ ہوتی تو سکون سے دیا جلا کر اپنی کڑھائی وغیرہ کا کام مکمل کرتی رہتی "ڈر" جیسا لفظ اس کے لیے قطعی ناآشنا تھا۔ شاید اسی لیے اسے اس سے محبت ہوئی تھی کہ اس میں عام لڑکیوں جیسی کوئی بات ہی نہیں تھی اور شاید اسی لیے اس نے بڑی جی داری سے اسے ٹھکرا کر نمبردار کے بیٹے کے ساتھ نکاح کرلیا تھا۔ کوئی پھانس تھی جو اس کے دل میں چبھی تھی، تبھی وہ آہستہ سے اپنا ہاتھ ثانیہ عباس کی گرفت سے نکالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تم بیٹھو میں لائٹ کا انتظام کرتا ہوں۔" ثانیہ کی اندھیرے میں جان جاتی تھی مگر پھر بھی اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی رہی جب وہ کچن سے کینڈل جلا کر لے آیا۔

"کیا اندھیرے سے بھی ڈر لگتا ہے؟" کینڈل ٹیبل پر سیٹ کرتے ہوئے بہت سرسری سے لہجے میں اس نے پوچھا تھا جب وہ بولی۔

"ہوں۔"

"اور مجھ سے؟" اچانک پلٹ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اسے کنفیوژ کردیا تھا۔ ثانیہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"پتا نہیں۔"

"یہ تو کوئی جواب نہ ہوا پلیز بتاؤ ناں مجھ سے بھی ڈر لگتا ہے کہ نہیں؟" اب وہ پھر سے اس کے مقابل آبیٹھا تھا۔ ثانیہ سے نظریں اٹھانا دشوار ہوگیا۔

"نہیں۔"

"کیوں؟" اس کی "نہیں" پر بے ساختہ وہ مسکرایا تھا۔

"پتا نہیں۔"

"یہ تو غلط بات ہے یار! اصولاً تو اس وقت سب سے زیادہ ڈر آپ کو مجھ سے ہی لگنا چاہیے کیونکہ اتنے خراب موسم میں جب کہ تنہائی بھی میسر ہو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔" اس کے خوب صورت لبوں کے گوشوں میں مسکراہٹ دبی تھی ثانیہ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

"میں جانتی ہوں آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے؟"

"کیوں؟" اب اس کی خوب صورت نگاہوں میں اشتیاق تھا۔ ثانیہ نے رخ پھیر لیا۔

"کیونکہ میں آپ کی منزل نہیں ہوں۔" زائر نے اس کے جواب پر بے ساختہ گہری سانس بھری تھی پھر اٹھ کر باہر روڈ کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں آ کھڑا ہوا۔

"یہاں منزلوں کی خبر کسے ہے ثانیہ جی! سالوں ساتھ چلنے والے ایک لمحے میں ہاتھ چھڑا کر ایک دم سے راستہ بدل لیتے ہیں یوں کہ پھر پیچھے پلٹ کر انہیں آپ کی طرف دیکھنا بھی یاد نہیں رہتا بہرحال مجھے کردار کے معاملے میں ہلکا مت سمجھیے گا کیونکہ عورت کا وجود میری کمزوری نہیں ہے۔ مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آرہا کہ اس روز مجھے کیا ہوگیا تھا۔ سوائے سائرہ کے آج تک میں نے کسی لڑکی کو غور سے نہیں دیکھا نہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی ہے، میں زندگی کی آخری سانس تک صرف سائرہ کا ہو کر رہنا چاہتا تھا مگر اس نے میرے پیار کو اس قابل نہیں سمجھا۔ محبت، عزت اور دولت میں سے اس نے دولت کو چن لیا اور تمہیں پتا ہے ناں دو محبت کرنے والے دلوں کے درمیان جب دولت آجاتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ تقدیر سالوں تک اس دل کی سرزمین پر صرف آنسو ہی آنسو کاشت کرتی ہے اور صدیوں تک آنسو ہی آنسو کاٹتی رہتی ہے۔" پل میں اس کی خوب صورت غلافی آنکھوں کے گوشے سرخ ہوگئے تھے۔ ثانیہ دل میں عجیب سی کسک محسوس کرتی خاموش بیٹھی رہی۔

"لیکن اسی دل کی سرزمین سے محبت کی بہار جب دستک دے کر بے مراد لوٹ جاتی ہے تو پھر کوئی لاکھ سر پٹختا رہے محبت اس کے لیے کبھی اپنا در وا نہیں کرتی۔ میرے دل میں بھی اب سائرہ کے لیے کوئی خواہش نہیں ہے، وہ محبت جو اس کی ذات سے وابستہ تھی اب میرے دل میں اس کا مقبرہ ہے اور مقبروں پر صرف یادوں کے دیے جلائے جاتے ہیں، ان کے ساتھ خوابوں کو پیوستہ نہیں کیا جاتا۔" جانے وہ اسے کیا باور کرانا چاہتا تھا ثانیہ یک ٹک اس کی طرف دیکھتی رہی۔ عین اسی لمحے موسم نے کروٹ بدلی ہلکی پھلکی بارش نے شدید طوفان کی صورت اختیار کرلی تھی، کھلی کھڑکی سے تیز ہوا کے جھکڑ اسے اچھا خاصا سہما گئے تھے اس کی صورت دیکھتے ہوئے زائر نے تیزی سے تمام کھلی ہوئی کھڑکیوں کے پٹ بند کردیے۔

"اتنے خراب موسم میں جب کہ ملازمہ بھی ساتھ نہ ہو آپ کو یہاں اکیلے نہیں رہنا چاہیے۔" وہ رخ پھیرے کھڑا تھا، ثانیہ اس کے "تم" اور "آپ" میں الجھتی سر جھکا گئی۔

"میں تنہا نہیں رہتی، ملازمہ گاؤں گئی ہوئی ہے اور میں ایمن کی طرف رہتی ہوں۔ ابھی مارکیٹ سے سیدھے وہیں جانا تھا مگر آپ زبردستی یہاں لے آئے۔"

"ایمن کی طرف کیوں رہتی ہیں آپ؟" اس کی وضاحت پر وہ حیرانی سے پلٹا تھا جب وہ بولی۔

"لاسٹ ٹائم جب آپ یہاں آئے تھے تو وہ بہت ڈر گئی تھی اس کا کہنا ہے کہ آپ نے مجھ سے نکاح کا محض ڈرامہ کیا تھا ورنہ فلموں، ڈراموں میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی چوری کی نیت سے آپ کے گھر میں گھسے اور پھر نیت خراب ہونے پر آپ کی منت کی لاج رکھتے ہوئے آپ سے نکاح کرلے اسی لیے وہ نہیں چاہتی کہ آپ دوبارہ میری تذلیل کرنے کے لیے یہاں آئیں اور میں آپ کو یہاں ملوں۔" ثانیہ کے الفاظ نے اسے بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کیا تھا۔ تبھی روشن نگاہیں اس کے خوب صورت سراپا پر جمائے وہ اس کے قریب آیا اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر دھر دیے۔

"کس چیز پر اعتراض ہے اسے میرے شرافت سے نکاح کرنے پر یا بقول اس کے دوبارہ تذلیل پر؟"

"دونوں پر۔" بنا سر اٹھائے اس نے جواب دیا تھا' زائر پھر ہنس دیا۔

"پگلی ہو تم دونوں اور کچھ نہیں۔" ایک ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگاتے ہوئے اس نے سر جھٹکا تھا تبھی ثانیہ کا صوفے پر دھرا سیل وائبریٹ کرنے لگا اس نے جلدی سے اٹھا کر کال پک کرلی۔

"ہیلو۔"

"کہاں مرگئی ہو' تمہیں پتا ہے میں پچھلے دو گھنٹوں سے پاگلوں کی طرح تمہارے سیل پر کالز کررہی ہوں' کیوں نہیں اٹھا رہیں تم۔" اس کی آواز سے اس کی پریشانی کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"سوری ایمن! میرا سیل سائلنٹ پر تھا تمہاری کالز کا پتا ہی نہیں چلا۔"

"کیوں؟ تم کیا انڈے سینکنے بیٹھ گئی تھیں جو سیل کو سائلنٹ پر لگا چھوڑا۔"

"نہیں یار! موسم اچانک بہت خراب ہوگیا تھا' میں مارکیٹ سے سیدھی ادھر اپارٹمنٹ میں ہی آگئی' ابھی تھوڑی دیر میں' میں بس تمہیں کال کرنے ہی والی تھی۔"

"جسٹ شٹ اپ! میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ تم۔" وہ اس سے شدید خفا تھی تبھی چنگھاڑتے ہوئے کال ڈراپ کرگئی تو ثانیہ نے بھی سیل آف کردیا۔ وہ اپنی اس دوست کے مزاج اور غصے سے بہت اچھی طرح واقف تھی۔ اس وقت اگر زائر وہاں نہ ہوتا تو یقیناً وہ اسے فوری کال بیک کرکے مناتی' پوری وضاحت دیتی مگر اس وقت وہ خود اس سے بچنا چاہتی تھی' تبھی سیل آف کرکے رکھ دیا۔ اس بات سے قطعی بے نیاز کہ ایمن اس کے لیے پوری رات کتنی پریشان رہے گی۔

"کیا کہہ رہی تھی ایمن؟" اس کے گہری سانس بھرنے پر زائر پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ ثانیہ نے ایک نظر اسے دیکھ کر رخ پھیر لیا۔

"کچھ نہیں' پریشان ہورہی تھی میں نے اسے مطلع نہیں کیا تھا ناں کہ میں ادھر آگئی ہوں اس لیے!"

"ہوں...... پھر؟"

"پھر کچھ نہیں' وہ اس وقت غصے میں ہے میں نے اپنا سیل آف کردیا۔"

"لیکن میرے خیال میں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ اسے بتانا چاہیے تھا کہ اس وقت میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

"نہیں اگر میں یہ بتا دیتی تو اس نے اپنی اور میری جان ایک کردینی تھی۔ میرے معاملے میں وہ بہت پوزیسو ہے' صبح مما کے آنے کے بعد میں اس سے بات کروں گی۔"

"چلیں ٹھیک ہے' جو آپ بہتر سمجھیں۔" گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے وہ اس کے پہلو میں ہی صوفے پر ٹک گیا تھا۔

"ایک بات پوچھوں ثانیہ؟" کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا تھا۔

"جی۔"

"صبح اگر آپ کی مما نے مجھ سے ملنے کے بعد ہمارے نکاح نامے کو ریجیکٹ کردیا اور مجھے پسند نہ کیا تو کیا آپ مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلیں گی؟"

"ہاں۔" ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے فوری فیصلہ سنا دیا تھا۔ زائر کے دل کو دھچکا سا لگا۔

"اور اگر میں ایسا نہ چاہوں تو؟"

"آپ ایسا نہ چاہیں تب بھی میں وہی کروں گی جو میری مما کہیں گی۔"

"کیوں؟ کیا میں اتنا برا ہوں؟"

"میں نے کب کہا؟" اب وہ سر اٹھائے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ زائر نے پلکیں موند کر سر صوفے کی پشت گاہ سے ٹکا دیا۔

"ہم کو حسرت ہی رہی ٹوٹ کے چاہے جاتے
دل میں بس جاتے تو ہرگز نہ بھلائے جاتے
میری بے دنیا میں کوئی ایک تو ایسا ہوتا
روح کے گھاؤ جسے رو کے دکھائے جاتے
آپ آئے ہیں تو ڈھارس سی بندھی ہے ورنہ
ہم سے یہ ہجر کے صدمے نہ اٹھائے جاتے"

آنکھیں بند کیے بہت جذب کے عالم میں وہ یہ غزل اسے سنا رہا تھا۔ ثانیہ یک ٹک اس کے چہرے کے خوب صورت نقوش کو دیکھتی بے چین سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا خیال ہے آپ نے شام سے کچھ نہیں کھایا ہوگا' میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" جانے کیوں اس لمحے زائر ملک کی قربت اسے کمزور کررہی تھی تبھی فرار چاہا تو زائر نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

"کیوں اب ڈر نہیں لگے گا؟"

"نہیں۔" اس کی پلکیں ہولے ہولے لرز رہی تھیں' وہ مسکرایا۔

"ٹھیک ہے جائیے' میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔" ٹیبل سے کینڈل اٹھا کر اسے تھماتے ہوئے وہ شرارتی ہوا تھا۔ ثانیہ بنا اس کی آنکھوں میں دیکھے خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ کیبنٹ میں کھانے پینے کی مختلف چیزوں کے ساتھ خشک دودھ کے ڈبے بھی رکھے تھے اس نے چولہا جلا کر پانی بوائل کیا پھر کیبنٹ سے بسکٹ نکال کر ٹرے میں کپ ترتیب دینے لگی۔

اگلے دس منٹ میں جس وقت اس نے زائر کے سامنے ٹیبل پر ٹرے رکھی' جانے اس کے منہ میں کیا آیا کہ اٹھ کر اسے چھیڑ بیٹھا۔

"ثانیہ...... تمہارے پاؤں میں چھپکلی۔" اس کا یہ کہنا تھا اور ثانیہ کا چیخ مار کر اس کی طرف لپکنا تھا۔ زائر ہنس رہا تھا جب کہ وہ زرد پتے کی طرح کانپتی اس کے بازو سے لگی تھی۔ اس لمحے ثانیہ عباس کے دل کی تیز دھڑکنوں کو وہ اپنے وجود میں اترتا محسوس کررہا تھا۔

"پاگل لڑکی ہو تم ثانیہ عباس اور کچھ نہیں۔" ثانیہ سمجھ گئی تھی کہ اس نے مذاق کیا ہے' شاید تبھی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھی۔ زائر اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر شرمندگی محسوس کررہا تھا مگر اس نے ثانیہ عباس سے کچھ نہیں کہا' چائے پینے کے دوران وہ بہت خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا تاہم تیز ہوا کے جھکڑ اب بھی بند کھڑکیوں کے کواڑوں پر دستک دے رہے تھے۔ ثانیہ چائے پینے کے بعد برتن کچن میں رکھ کر آئی تو وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے نیند آرہی ہے پلیز سلا دیں۔"

"مم...... میں؟" وہ اس کی عجیب و غریب فرمائش پر حیران ہی تو رہ گئی تھی۔

"جی ہاں آپ۔"

"لل...... لیکن میں آپ کو کیسے سلا سکتی ہوں؟"

"ادھر آئیں' میں بتا دیتا ہوں۔" اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا تھا' وہ ہکا بکا سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"آپ کو نہیں پتا' پچھلے تین ہفتوں سے میں بہت بے سکون ہوں۔" بیڈ پر لیٹ کر اسے اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے وہ بہت سنجیدگی سے اسے کہہ رہا تھا۔ ثانیہ کی جان مشکل میں پھنس گئی۔

"میں جانتا ہوں آپ کو میری ذات میں دلچسپی نہیں ہے' ہونی بھی نہیں چاہیے۔ ایک قطعی اجنبی شخص جس کے بارے میں آپ کچھ بھی نہ جانتے ہوں بھلا اس کی ذات سے آپ کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے مگر ہمارے بیچ ایک تعلق تو ہے ناں ثانیہ؟" اس کے لہجے میں عجیب سی آنچ تھی۔ ثانیہ کا دل اس کی سماعتوں میں دھڑکنے لگا۔ وہ ہرگز نہیں جانتی تھی کہ اس کا کیا ارادہ ہے؟ اگر جانتی ہوتی تو شاید کبھی اس کے قریب نہ بیٹھتی۔ اس کا ایک ہاتھ زائر کی گرفت میں تھا جب کہ دوسرے ہاتھ سے وہ اب اس کے بال سہلا رہی تھی۔ زائر نے دھیرے سے پلکیں موند لیں۔ بہت دنوں کے بعد اسے سکون محسوس ہورہا تھا اور اب وہ کبھی اس سکون کو کھونے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

چند لمحے پہلے ثانیہ نے اسے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا' صبح سورج کی پھوٹتی کرنوں کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ ثانیہ عباس کی ماں اسے ہمیشہ کے لیے اپنی بیٹی سے دور کرکے

پھر سے بے سکون کرسکتی تھی تبھی اپنے اوراس کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے اس نے اپنے دونوں ہاتھ ثانیہ عباس کے کندھوں پر جماتے ہوئے اسے اپنے اوپر گرالیا' وہ اس کی گرفت میں ذرا سی کسمسائی تھی مگر زائر نے پروا کیے بغیر حصار مزید مضبوط کردیا۔

''مجھے غلط مت سمجھنا ثانیہ! مگر اپنے رشتے کو بچانے کے لیے میں کچھ بھی کرسکتا ہوں۔''

''نہیں...... آپ نے وعدہ کیا تھا' آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔'' وہ گھبرائی تھی تبھی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''وہ وعدہ اس وقت کیا تھا' جب مقصد صرف اپنی خواہش کا حصول تھا مگر اب میرا ارادہ بدل گیا ہے اب میں ہمیشہ تمہیں اپنی زندگی میں شامل دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ تبھی ممکن ہے جب تمہارے پیروں میں میری محبت کی زنجیر ہو' ایسی زنجیر جس کی وجہ سے تم چاہتے ہوئے بھی مجھ سے الگ نہ رہ سکو۔'' وہ شخص ذہین بھی تھا اور شاطر بھی۔ ثانیہ اس کا ارادہ جان کر دنگ رہ گئی تھی۔

''میں ایسا نہیں کرسکتی' میں نے اپنی مما سے وعدہ کیا ہے میں ان کے اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔''

''مگر میں تمہارا شوہر ہوں' قانونی اور شرعی شوہر۔ تم میرے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتیں۔''

''کرسکتی ہوں کیونکہ یہ رشتہ صرف نفس کی خواہش پر قائم ہوا تھا' دل کی خواہش پر نہیں۔'' اس کی بانہوں میں مچلتے ہوئے اس نے اپنا آپ اسے چھڑالیا تھا۔

''مگر اب اس میں دل کی خواہش بھی شامل ہے۔'' پھر سے اس کے آنچل کو تھامتے ہوئے وہ بے خود ہوا تھا۔ ثانیہ سٹپٹا کر رہ گئی' وہ اٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی مگر زائر ملک نے اسے اتنا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ ٹھان چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے تبھی ثانیہ کی التجاؤں اور آنسوؤں کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ صبح میں ابھی چند ہی ساعتیں باقی تھیں جب وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

اگلے پچیس منٹ کے بعد فریش ہوکر وہ دوبارہ کمرے میں آیا تو ثانیہ کے آنسو سسکیوں میں ڈھل چکے تھے۔

''تم ایک بے ہودہ' جنگلی انسان ہو' میں لعنت بھیجتی ہوں تمہاری رفاقت پر' یاد رکھنا' تم میں وہ کبھی نہیں ہونے دوں گی جو تم چاہتے ہو سنا تم نے۔'' اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر ہی وہ چلائی تھی' زائر شرمندہ سا اس کے مقابل جا بیٹھا۔

''ایم سوری ثانیہ...... میں......''

''جسٹ شٹ اپ! میں اس وقت تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔'' وہ رو رہی تھی' زائر اس کے ابتر حال پر ایک نظر ڈالتا' خاموشی سے کمرے سے نکل آیا۔

اگلے دو گھنٹوں کے بعد وہ ثانیہ کے اپارٹمنٹ میں اس کی ماں اور دوست ایمن کے مقابل بیٹھا انہیں اپنے بارے میں بتارہا تھا۔

''میں مانتا ہوں میں نے ثانیہ کو پانے کے لیے جو طریقہ اپنایا وہ ٹھیک نہیں تھا مگر حقیقت یہی ہے کہ میں دل سے ان کی عزت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔''

''ہمیں تمہاری عزت سے کوئی لینا دینا نہیں' ثانیہ امیر باپ کی بیٹی ہے۔ پیدا ہونے سے لے کر اب تک محلوں میں رہی ہے' سونے کے چمچ سے کھایا ہے' شاندار گاڑیوں میں گھومی ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے اسے دینے کے لیے' ایک ٹوٹی پھوٹی چار دیواری' گھڑے کا ٹھنڈا پانی اور رات کی باسی روٹی؟'' وہ تلوار جو سائرہ افضل نے اس کے دل پر چلائی تھی۔ وہی تلوار ثانیہ کی مما کے ہاتھ میں تھی' زائر کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''آپ صحیح کہہ رہی ہیں میرے پاس واقعی وہ دولت نہیں ہے جس کا آپ ذکر کررہی ہیں مگر زندگی گزارنے کے لیے صرف یہی دولت کافی نہیں ہوتی۔

ایک دولت اور بھی ہوتی ہے' محبت کی دولت جو بہت کم ماؤں کی بیٹیوں کو نصیب ہوتی ہے مگر جس کے لیے ہر ماں دعائیں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا گو رہتی ہے۔''

''تم اپنی محبت اپنے پاس سنبھال کر رکھو کیونکہ جس محبت پر تم اتنا اترا رہے ہو وہ محبت میری بیٹی چند ٹکوں میں خرید سکتی ہے۔''

''میری محبت نہیں خرید سکتی آپ کی بیٹی! اپنا آپ بیچ دے تب بھی نہیں۔'' ایک لمحے میں وہ مشتعل ہوا تھا۔ ثانیہ کی مما ناگواری سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

''زیادہ جنگلی پن دکھانے کی ضرورت نہیں ہے' بہتر ہوگا تم میری بیٹی کو طلاق دو اور یہاں سے دفع ہوجاؤ۔'' ایمن ثانیہ کے ساتھ بیٹھی تھی' زائر کی آنکھیں لمحوں میں سرخ ہوگئیں۔

''سوری! میں ایسا نہیں کرسکتا۔''

''تو ٹھیک ہے ہم کورٹ سے رجوع کرلیں گے خلع کے لیے۔'' اب وہ اسے دھمکی دے رہی تھیں' وہ مضطرب سا اٹھ کھڑا ہوا۔

''کرلیں رجوع' میں دیکھتا ہوں دنیا کی کون سی عدالت مجھے آپ کی بیٹی سے الگ کرتی ہے۔'' اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تھا پھر کچھ یاد آنے پر پلٹا اور ثانیہ عباس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''ایک بات یاد رکھنا ثانیہ! جب میں نفس کا غلام ہوا تھا تو تم نے مجھے خدا یاد دلایا تھا' آج میں بھی وہی کررہا ہوں اگر میری وجہ سے تم نے کسی معصوم کی جان لی تو یاد رکھنا میں تمہیں تمہارے اس گناہ کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گا اور شاید میرا خدا بھی تمہیں معاف نہ کرے۔'' لہجے اور آنکھوں میں ڈھیروں اضطراب لیے اسے خبردار کرنے کے بعد وہ پھر وہاں ٹھہرا نہیں تھا۔

اگلے چند دنوں میں مسز عباس نے عدالت میں خلع کے لیے کیس دائر کروادیا مگر زائر ملک تو ایسا غائب ہوا کہ پھر پلٹ کر خبر ہی نہیں لی تبھی وہ کیس ختم کرکے ثانیہ کو اپنے ساتھ انگلینڈ لے آئیں' انہی دنوں ثانیہ کی طبیعت خراب رہنا شروع ہوگئی تھی۔

ثانیہ چیک اپ کروانے کے حق میں نہیں تھی' اسے خوف تھا کہ کہیں زائر ملک کی مراد پوری نہ ہوجائے مگر...... کب تک؟ اس روز طبیعت زیادہ خراب ہونے پر بالآخر اسے مسز عباس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا تھا اور پھر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا' وہ تین ہفتوں کی حاملہ تھی۔ مسز عباس نے اسے ابارشن کا مشورہ دیا تھا' وہ خود بھی یہی چاہتی تھی مگر پھر زائر کے الفاظ نے اسے روک دیا اگر زائر جیسا آزاد منش' پینڈو شخص اللہ کی قائم کردہ حدود کا خیال رکھ سکتا تھا تو پھر وہ تو اس سے زیادہ پرہیزگار' پڑھی لکھی تھی۔

اشعر علی کو بھی اس کے نکاح اور پھر حاملہ ہونے کا پتا چل چکا تھا تبھی وہ جیسے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا' اس کا بس نہ چلتا تھا کہ ثانیہ کو شوٹ کرڈالے۔ کتنی بڑی بے ایمانی کی تھی اس لڑکی نے اس کے ساتھ۔ وہ ہرگز اسے معاف کرنے والا نہیں تھا۔ مسز عباس کو اس کے ارادوں کی خبر ہوگئی تھی تبھی وہ بیٹی کو لے کر ایک رات چپکے سے پاکستان چلی آئیں یوں کہ ان کے سسرال کو کانوں کان خبر نہ ہوسکی۔ ثانیہ ابارشن کے حق میں نہیں تھی جب کہ وہ ہر صورت یہ ابارشن کروانا چاہتی تھیں مگر ایسا نہیں ہوسکا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

پیکرِ وفا

سلمیٰ غزل

ہمیشہ چاند تاروں سے تمہارا ذکر کرتا ہوں
میں اپنے غم گساروں سے تمہارا ذکر کرتا ہوں
جنہوں نے زندگی دے کر مری تعمیر کر دی ہے
انہی اپنے سہاروں سے تمہارا ذکر کرتا ہوں

سالن بھونتے ہوئے وہ چونک گئی رشتہ کرانے والی خالہ رحمت آج پھر آئی ہوئی تھیں اور خالہ کے ساتھ سر جوڑے نہ جانے کیا باتیں کررہی تھیں اس نے اپنا نام سنا تو تجسس بڑھا۔ اس نے جلدی سے سالن میں پانی ڈالا' چولہا آہستہ کیا اور کچن کے دروازے کے نزدیک آ گئی۔

"بی بی! میں کہتی ہوں سوچنے میں وقت مت لگاؤ سامیہ کا نصیب کھل جائے گا کون سی تمہاری اپنی بیٹی ہے پھر تمہاری دو جوان بیٹیاں اور بیٹا کل کلاں کو تمہاری بھانجی کا طلب گار بن گیا تو......"

"ارے اللہ نہ کرے۔" خالہ نے یوں تڑپ کر بات کاٹی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"کیا میرے پڑھے لکھے خوب صورت بیٹے کے لیے یہ کلموہی سامیہ ہی رہ گئی ہے' زمانے بھر کی منحوس ماں باپ کو کھا گئی اس کی خوب صورتی کو کیا چاٹنا ہے میں تو ایسی بہو لاؤں گی جو میرے دلدر دور کردے اور میرا گھر ہر آسائش سے بھر جائے۔"

"جب ہی تو کہتی ہوں فوراً ہامی بھر لو چوہدری بلاول سے رشتہ جوڑنا کوئی معمولی بات نہیں' سوچو ان کو رشتوں کی کیا کمی ہے وہ تو بس تمہارے حالات میری نظر میں تھے اس لیے سب سے پہلے تمہارے پاس آئی ہوں' تم جانو آج کل لوگوں میں لالچ کس قدر بڑھ گیا ہے بس نہیں ہے کہ بیٹی کے ساتھ ساتھ پورا گھر بھی بٹور کر لے جائیں مگر بیگم صاحبہ کہہ چکی ہیں انہیں سوائے لڑکی کے کچھ نہیں چاہیے۔ تمہارے لیے تو یہ سنہرا موقع ہے لڑکی بھی ٹھکانے لگ جائے گی اور ہلدی لگے نہ پھٹکری کے مصداق تم اپنے فرض سے سبکدوش بھی ہو جاؤ گی۔"

سامیہ نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی مگر اب بات سرگوشیوں میں ہو رہی تھی۔

"اے لو تو پھر میری کسی بیٹی کے لیے رشتہ کیوں نہیں لاتیں؟" خالہ تڑپ کر بولیں۔

"پاگل ہے وہ کسی صدمے کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا ہے۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا اور عورت کا وجود تو ناقابل برداشت ہے اس کے لیے۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ شادی کرنے سے دماغی حالت درست ہو جائے گی' تم کہتی ہو تو تمہاری بیٹی کے لیے رشتے کی بات کر لیتی ہوں۔"

"ارے دفع کرو......" خالہ نے بھڑک کر کہا۔ "اس نیم پاگل کے لیے کیا میری ہی بیٹیاں رہ گئی ہیں بس تم سامیہ کی بات پکی ہی سمجھو۔" سامیہ سوچوں میں گم تھی کہ خالہ کی آواز نے اسے حواسوں میں لوٹا دیا۔

"سامیہ کیا کر رہی ہو کچن میں' فوراً بوا کے لیے چائے بنا کر لاؤ۔" اس نے کچن سے باہر نکل کر رحمت بوا کو

چائے دی تو انہوں نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا۔ سفید کاٹن کے ملگجے کپڑے، بکھرے ہوئے بال اور سوگوار چہرہ۔ لیکن رحمت بوا بھی اس کے ملکوتی حسن کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں۔ حسن کے مروجہ قوانین پر پورا نہ اترنے کے باوجود اس میں بے پناہ کشش تھی۔ حزن و ملال میں ڈوبی ہوئی آہو چشم۔ سوگوار اور بھیگی ہوئی آنکھیں دنیا تسخیر کرنے کی طاقت رکھتی تھیں جیسے کیچڑ میں کھلتا ہوا کنول۔

خالہ اٹھ کر واش روم گئیں تو انہوں نے پیار سے سامیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے نزدیک بٹھالیا۔

''بیٹی! تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہی ہوگی لیکن میں تمہارے ساتھ نیکی کررہی ہوں۔ تم یتیم ہو اور میں کسی یتیم کے ساتھ زیادتی کرکے اپنے رب کے قہر کو آواز نہیں دے سکتی۔ مجھے یقین ہے چوہدری بلاول تم جیسی ہمدرد نیک اور خوب سیرت بیوی کو پاکر اپنے حواسوں میں لوٹ آئیں گے۔ بے شک وہ ایک نارمل انسان نہیں ان کا دماغی توازن بھی درست نہیں لیکن بیٹا یہ سوچو تمہاری خالہ تمہیں ایک نکھٹو عمر رسیدہ دو بچوں کے باپ سے بیاہنے پر تلی بیٹھی ہیں تمہارے خالو بے شک تمہارے ہمدرد سہی لیکن کب تک بیوی کی مخالفت کریں گے آخر ایک دن پسپا ہو ہی جائیں گے۔ اس سے بہتر نہیں کہ تم اس گھر میں چلی جاؤ جہاں تمہیں مالی تحفظ کے ساتھ بلاول کی ماں کا پیار تو حاصل ہوگا جو ایک بے حد نیک اور دردمند دل رکھنے والی خاتون ہیں۔'' بلاول کی حالت سن کر سامیہ کے چہرے پر جو بے یقینی، بے بسی اور سکتے جیسی کیفیت تھی اس نے رحمت بوا کا دل دکھایا وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے بولیں۔ ''مجھ پر نہیں تو اپنے رب پر تو بھروسہ کرو جو کسی کو اس کے حوصلہ سے زیادہ نہیں آزماتا۔''

خالہ کو آتا دیکھ کر وہ پھرتی سے برقع اوڑھ کر کھڑی ہوگئیں۔

''اچھا میں چلتی ہوں کل پھر آؤں گی اب اپنے میاں کو ہموار کرنا تمہارا کام ہے۔'' بوا تو چلی گئیں اور سامیہ کو سوچوں اور دکھوں کے گرداب میں بھٹکنے کے لیے تنہا چھوڑ گئیں۔

سامیہ بچپن میں ہی یتیم ہوگئی تھی۔ اسے تو اپنے ماں باپ کی شکل بھی یاد نہیں تھی جو اسپتال سے واپسی پر حادثے کا شکار ہوگئے تھے اور سامیہ خالہ خالو کے پاس ہونے کی وجہ سے بچ گئی تھی کبھی کبھی وہ سوچتی تھی۔

''کاش وہ بھی اماں ابا کے ساتھ ہی ہوتی۔''

شروع شروع میں تو خالہ نے بے حد خیال رکھا لیکن دو بیٹیاں اور ایک بیٹے کے ساتھ سامیہ کا خرچہ بھی بڑھنے لگا تو انہیں اس کا معصوم وجود کھلنے لگا۔ خالو مرنجان مرنج، شریف سیدھے سادے اور لگی بندھی تنخواہ۔ سامیہ کے حق میں زیادہ نہ بول پاتے اور یوں خالہ کی جھڑکیاں اور ظلم سہتے سہتے وہ جوان ہوگئی۔ دونوں بہنوں کا رویہ اس کے ساتھ نارمل تھا مگر اس کے ملکوتی حسن سے وہ بھی خائف تھیں اور جب ہر رشتہ بجائے دونوں بہنوں کے سامیہ کی طرف آنے لگا تو خود بخود ان کے رویہ میں تلخی آگئی۔

خالہ کی مخالفت کے باوجود سامیہ نے اچھے نمبروں سے میٹرک کرلیا تو خالہ نے مہنگائی کا رونا رو کر اسے مزید پڑھانے سے انکار کردیا۔ دونوں بہنوں کو تو ویسے ہی پڑھنے کا شوق نہیں تھا اور لڑکے کو زیادہ گھر کے معاملات سے دلچسپی نہیں تھی پھر بھی خالہ کو ہمیشہ ڈر لگا رہتا کہ کہیں ان کا بیٹا سامیہ کے حسن کے جال میں نہ پھنس جائے جو بقول ان کے ''خالی ہاتھ تھی۔''

لیکن اپنی دوست وردہ کی مدد سے جس کا تعلق ایک متمول گھرانے سے تھا وہ پرائیوٹ BA کرنے میں کامیاب ہوگئی اور جب اس نے B.ED کرنے کی کوشش کی تو خالہ نے زمین آسمان ایک کردیا۔

''اے لو بھلا پڑھ لکھ کر کیا نوکری کرے گی، سارا زمانہ تھوتھو کرے گا کہ خالہ خالو نے کمائی کھانے کے لیے اتنا پڑھایا ہے۔ بس بی بی اپنی خالہ پر رحم کرو اور اگلے گھر جانے کی فکر کرو۔'' سامیہ نے خالہ کے غصے اور طعنوں کی بوچھار سے تنگ آکر پڑھنے کا ارادہ ترک کردیا اور خالہ نے سکھ کا سانس لیا کہ ان کو مفت کی جو ایک نوکرانی ملی ہوئی تھی۔

رات جب وہ سارے کام سے فارغ ہوکر بستر پر لیٹی تو رحمت بوا کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی، اسے بوا کی محبت پر یقین نہیں تھا مگر اس نے سوچا۔

''پاگل میاں ہی سہی کم از کم وہاں ہر وقت خالہ کی جھڑکیوں اور خشمگیں نگاہوں کا سامنا تو کرنا نہیں پڑے گا۔'' اس کی عزیز ترین سہیلی وردہ بھی ان دنوں شہر سے باہر تھی ورنہ اس سے کہہ سن کر ہی دل کا بوجھ ہلکا کرلیتی۔

❁......☆......❁

دوسرے ہی دن ''ہاں'' کی نوید ملتے ہی بیگم نازش سامیہ کو انگوٹھی پہنانے آگئیں۔ بے حد پُر وقار، شریف اور سادہ سی پہلی ہی نظر میں سامیہ متاثر ہوگئی۔ انہیں بھی یہ ڈری ڈری اور سہمی سہمی سامیہ بے حد پسند آئی ان کی شخصیت سے مرعوب تو پورا گھرانا تھا چوہدری بلاول کے نہ آنے پر سب حیران تھے لیکن بیگم نوازش نے اس کی مصروفیت کا بہانہ بنا کر سب کو ٹال دیا، انہوں نے سامیہ کو انگوٹھی پہنانے کے بعد جب شفقت سے گلے لگایا اور سدا خوش رہنے کی دعائیں دیں تو ان کی محبت پر اس کا دل چاہا کہ سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

❁......☆......❁
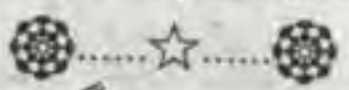
پھر ایک دن اچانک وردہ آگئی اور سامیہ پر برس پڑی۔

''کیا غضب کردیا، میرا انتظار تو کیا ہوتا۔''

''کیا میں اتنی بااختیار ہوں؟'' سامیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

''سامیہ تمہاری خالہ نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے، جانے کس جنم کا بدلہ لیا ہے جو تمہیں بیگم نازش کے نیم پاگل، خبطی اور بدحواس بیٹے سے بیاہنے چلی ہیں۔ یقین کرو سب جانتے ہیں یعنی ''گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے'' وہ بے شک دولت مند انسان ہے مگر نارمل نہیں، خار کھاتا ہے عورتوں سے، شکل دیکھتے ہی دورہ سا پڑجاتا ہے اس پر ماں کے علاوہ کسی عورت کو برداشت نہیں کرتا اپنے سامنے۔ ارے تم بیوی بن کر کیسے اس کے سامنے جاؤ گی۔ پتا نہیں کیوں اس کی ماں کو بھی ایک پاگل لڑکے کو ایک یتیم لڑکی پر مسلط کرتے ہوئے شرم نہیں آئی۔'' وردہ کا غصہ سے برا حال تھا۔

''ایسا مت کہو وردہ!'' سامیہ تڑپ کر بولی۔ ''وہ بہت اچھی خاتون ہیں۔''

''واہ بھئی واہ! ایک دن میں ہی تمہیں اچھے برے کی پہچان ہوگئی، ارے ان کی سب سے بڑی برائی یہ کیا کم ہے کہ ایک معصوم بچی کو اپنے پاگل بیٹے سے بیاہ کر اس کی زندگی تباہ کررہی ہیں۔'' وہ بگڑ کر بولی۔ ''تم انکار کردو سامیہ! میں اور میرے ابو امی تمہارا ساتھ دیں گے اور سب سنبھال لیں گے۔'' اس نے رسان سے سامیہ کو سمجھایا۔ سامیہ نے خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

''اس سے کیا فرق پڑے گا وردہ! تم جانتی ہو یہاں سارا دن کولہو کے بیل کی طرح جتی رہتی ہوں اور پھر بھی خالہ کی تیوریوں کے بل سیدھے نہیں ہوتے، وہاں کم از کم اپنا گھر ہونے کا احساس تو ہوگا۔ بیوی بن کر جاؤں گی تو حق بھی ہوگا، یہاں ہوش مندوں کے ساتھ مشکل سے گزارہ کررہی ہوں، وہاں ایک پاگل کے ساتھ رہنے میں یہ اطمینان تو ہوگا کہ وہ پاگل ہے۔''

اور پھر وہ دن بھی آپہنچا جب سادگی سے رخصت ہوکر سامیہ نازش منزل پہنچ گئی۔ خالہ نے جہیز کے نام پر ایک تنکا بھی نہیں دیا تھا البتہ بیگم نازش نے ان کا گھر ساز و سامان سے بھر دیا تھا۔ تمام مہمانوں کو ایک چیز مشکوک لگ رہی تھی کہ دولہا کھویا کھویا لگ رہا تھا اور نکاح کے فوراً بعد بیگم نازش نے طبیعت ٹھیک نہ ہونے کا بہانہ کرکے اسے ڈرائیور کے ساتھ گھر بھیج دیا مگر یہ حقیقت تھی کہ جتنی بھی دیر وہ رہا سب کی نگاہوں کا مرکز رہا۔ اپالو کے مجسمہ جیسا وجیہہ، شکیل اور قد آور اس کی شخصیت میں مقناطیسیت بھی تھی اور دل ربائی بھی، اس کا کھویا کھویا گم سم انداز اس کی

شخصیت میں چار چاند لگا رہا تھا اور خالہ اور ان کی بیٹیوں کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے مگر انہوں نے دل کو یہ کہہ کر بہلا لیا کہ "وہ پاگل ہے۔"

☆
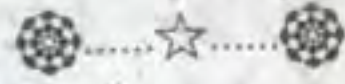
وہ خوب صورت سجے سجائے کمرے میں مدہوش سی بیٹھی تھی، تین کمروں کے کوارٹر سے محل جیسے گھر کا سفر۔ اس کے حواس کام نہیں کر رہے تھے اس کی تمنائیں، آرزوئیں اور خواہشیں محدود تھیں اور ایسے گھر کا تصور تو اس نے خواب میں بھی نہیں کیا تھا سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہوگئی تھیں، پورا کمرہ گلاب اور موگرے کے خوش رنگ پھولوں سے مہک رہا تھا اور خود سامیہ بھی اس کا ایک حصہ لگ رہی تھی، خوب صورت قیمتی لباس اور ہلکے پھلکے میک اپ نے اس کے حسن کو دوآتشہ بنا دیا تھا۔ اسی لمحے بیگم نازش دودھ کا گلاس لے کر کمرے میں آگئیں۔

"سامیہ میری بچی! تم مجھے ایک ظالم عورت سمجھ رہی ہوگی لیکن یقین کرو جب رحمت بوا نے مجھے تمہارے حالات کے بارے میں بتایا تو مجھے تم سے ہمدردی محسوس ہوئی۔ مجھے خود کسی ایسی ہی لڑکی کی تلاش تھی جو ایک دکھی اور دردمند دل رکھتی ہو جو میرے دکھ کو اپنا دکھ اور میرے غم کو اپنا غم سمجھے۔ تم سے مل کر مجھے لگا کہ میری تلاش ختم ہوگئی میں دعویٰ تو نہیں کرتی لیکن مجھے کچھ کچھ چہروں کی پہچان ضرور ہے۔ مجھے لگتا ہے تم میں برداشت بھی ہے، صبر بھی اور حوصلہ بھی۔ میری بچی! مجھ سے بدگمان مت ہونا بس میرے بھروسہ کی لاج رکھ لینا، مجھے یقین ہے تمہاری محبت، توجہ اور ہمدردی ایک دن بلاول کو اپنے حواسوں میں واپس لے آئے گی۔ وہ پاگل نہیں روح کے گھاؤ نے اسے زخمی شیر بنا دیا ہے کسی کی بے وفائی نے اسے عورت کے وجود سے متنفر کر دیا ہے۔ میرے علاوہ گھر میں کوئی عورت نہیں کیونکہ وہ عورت کا وجود برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ اس پر دورہ سا پڑ جاتا ہے، جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ شادی والے دن ڈاکٹر نے اسے ایسی دوا دی تھی جس سے وہ ایک گھنٹے کے لیے خوابیدہ حالت میں رہے اور کسی کو اس کی کیفیت کا پتا نہ چل سکے۔ بیٹی وہ قابل رحم ہے قابل نفرت نہیں۔" کہتے کہتے بیگم نازش کی آواز بھرا گئی اور انہوں نے اپنے گرم گرم ہونٹ اس کی سرد پیشانی پر رکھے تو وہ اندر تک موم کی طرح پگھل گئی اور ان سے بے اختیار لپٹ کر بولی۔

"میرے لیے تو آپ ماں ہیں اور کوئی بیٹی کبھی اپنی ماں کو مایوس نہیں کر سکتی۔ آپ یقین کریں میں زندگی کے آخری سانس تک آپ کا اور آپ کے بیٹے کا بھرم رکھوں گی، آپ کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

بیگم نازش بلاول کو بھیجنے کا کہہ کر دروازہ بھیڑتے ہوئے باہر نکل گئیں لیکن باہر جانے سے پہلے وہ سامیہ کو تسلی دے گئی تھیں کہ وہ ساتھ والے کمرے میں ہیں اور کسی بھی ممکنہ صورت حال میں فوراً آجائیں گی۔ تھوڑی دیر بعد کوریڈور قدموں کی چاپ سے گونج اٹھا، ساتھ ہی بیگم نازش کی بیٹے کو دعائیں دینے کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ سامیہ نے گھبرا کر چہرے پر آنچل ڈال لیا۔

اس کا نازک دل خوف و دہشت سے اس طرح دھڑک رہا تھا کہ لگتا تھا سینے کی آہنی دیواریں توڑتا ہوا باہر آجائے گا۔ بلاول نے کمرے میں گھستے ہی نوچنے کے انداز میں گلے سے ہار اور سر سے کلا اتار کر پھینکا پھر اس کا دوپٹہ گھسیٹتے ہوئے کرخت آواز میں بولا۔

"یہ کیا تماشا لگایا ہوا ہے، اٹھو میرے بستر سے۔ سارا بستر ناپاک کر دیا۔ دفع ہو جاؤ ورنہ تمہیں جان سے مار دوں گا۔" اس نے ایک جھٹکے سے سامیہ کو گھسیٹ کر کھڑا کر دیا پھر اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا اور سامیہ نے خوف زدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں، سہمی ہوئی ہرنی اور کانپتی ہوئی بے حال چڑیا کی طرح وہ اس کے رحم و کرم پر تھی۔ اس کا خوب صورت معصوم چہرہ اور کانپتا ہوا جسم بلاول کے اعصاب پر کوڑے کی طرح برس رہا تھا۔ اس نے بری طرح سامیہ کو دھکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچی۔ بمشکل بے ساختہ نکلنے والی چیخ کو روکتے ہوئے وہ بھاگتی ہوئی باتھ روم میں بند ہوگئی اور منہ پر دوپٹہ رکھ کر اپنی

چیخوں کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرنے لگی‘ خوف سے اس کا بُرا حال تھا۔ کافی دیر بعد کپڑے بدل کر اس نے وضو کیا اور چپکے سے جھانک کر دیکھا بلاول غالباً مسکن دواؤں کے زیر اثر بے خبر سو رہا تھا۔ وہ آہستہ سے باہر آئی اور بغور اسے دیکھنے لگی‘ وہ مردانہ وجاہت کا مکمل شاہکار تھا۔ پُروقار اور خوبرو اور اس کی معصومیت سے کہیں نہیں لگتا تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ وحشی درندہ بنا ہوا تھا۔ اس کے چہرے کی سختی نرمی میں ڈھل چکی تھی اور کہیں سے بھی وہ پاگل نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے اس پر کمبل ڈھکا اور خود اپنا تکیہ اور کمفرٹ لے کر صوفے پر آ گئی۔

نیند اس سے کوسوں دور تھی اور خوف نے اس کا احاطہ کیا ہوا تھا مگر نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے‘ پتا نہیں کب اس کی آنکھ لگ گئی مگر اذان کی آواز نے اسے ہوش کی دنیا میں لا کھڑا کیا اس نے گھبرا کر مسہری کی طرف دیکھا‘ بلاول بے خبر سو رہا تھا اس نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی تب بلاول کی آنکھ کھلی سفید کپڑوں میں سامیہ کا نازک وجود بے حد مقدس لگ رہا تھا۔ اس کے سراپا میں ایک انجانی کشش تھی‘ بلاول بے چینی سی محسوس کرنے لگا تو اٹھ کر باتھ روم چلا گیا‘ واپس آیا تو سامیہ چائے کی ٹرے لیے کھڑی تھی۔

”آپ کے لیے چائے بناؤں؟“ اس کے سوال نے بلاول کے تن بدن میں آگ لگا دی‘ اس نے ٹرے اٹھا کر دیوار پر دے ماری اور زور سے چیخا۔

”یہ کیا بدتمیزی ہے میرا کام کرنے کی تمہیں کس نے اجازت دی اور رمضان کہاں مر گیا...... کیوں آئی ہو میرے کمرے میں؟ دفع ہو جاؤ۔“ وہ غصے میں دھاڑا سامیہ ڈر کر بھاگی تو کمرے میں آتی بیگم نازش کی بانہوں میں سما کر سسک سسک کر رونے لگی۔

”بلاول! یہ کیا بدتمیزی ہے؟“ انہوں نے خفگی سے بلاول کو ڈانٹا۔

”بدتمیزی تو یہ ہے جو آپ میرے سر پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہی ہیں‘ خدا کے لیے آپ اسے میرے سامنے سے لے جایئے ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا۔“ اچانک اس کے چہرے پر وحشت برسنے لگی اور سامیہ خوف زدہ ہو کر بیگم نازش کے پیچھے چھپ گئی‘ وہ اسے لے کر اپنے کمرے میں آ گئیں پھر اسے پاس بٹھاتے ہوئے پیار سے بولیں۔

”میری بچی ہمت نہ ہارنا‘ مجھے یقین ہے میری اور تمہاری دعائیں عرش تک ضرور پہنچیں گی‘ مجھے سب سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ اس نے تمہیں کمرے سے نہیں نکالا۔“

”امی کیا یہ ہمیشہ سے ہی ایسے ہیں؟“ سامیہ نے ہمت کر کے پوچھا۔

”نہیں بیٹا! میرا بیٹا تو بے حد فرماں بردار‘ نیک اور شرمیلا تھا اور اس کے باپ کے مرنے کے بعد تو میری نگاہوں کا مرکز اور امیدوں کا واحد سہارا یہی بلاول تھا۔ اس نے تو کبھی نظر اٹھا کر کسی لڑکی کی طرف نہیں دیکھا لیکن پتا نہیں کیسے اسے یونیورسٹی میں ایک لڑکی سے محبت ہوگئی اور مجھے پتا ہی نہیں چلا اور جب معلوم ہوا اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی اور بلاول اس لڑکی کے عشق میں پاگل ہو چکا تھا۔ ایک جنونی قسم کی محبت تھی جس نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم کر دی تھیں۔ وہ اس کے نام کی مالا جپتا تھا اور سوتے جاگتے‘ اٹھتے بیٹھتے اس کے لبوں پر ”پروا“ کا نام تھا جب کہ مجھے ایک نظر میں وہ لڑکی اچھی نہیں لگی بے حد خود غرض‘ مطلبی اور ہوس پرست مگر بیٹے کی خاطر میں یہ کڑوا گھونٹ پینے پر مجبور تھی اور جب بلاول کے اصرار پر میں نے پروا سے شادی کرنے کا سوچا تو وہ ایک ارب پتی امریکی نژاد پاکستانی ڈاکٹر سے شادی کر کے امریکہ چلی گئی۔ بلاول صدمے سے پاگل ہو گیا اور اس نے جنونی حالت میں گاڑی ٹرک سے ٹکرا دی‘ اس کی جان کے لالے پڑ گئے‘ مہینوں علاج ہوا وہ بچ تو گیا مگر ہوش آنے پر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا۔ صحت یاب بھی ہو گیا تو نارمل نہیں رہا نہ وہ شوخی‘ نہ شرارت‘ نہ چلبلا پن بلکہ کسی لڑکی کو تو سامنے دیکھ ہی نہیں سکتا‘ اس لیے نہ میں

خود کہیں جاتی ہوں نہ اسے لے جاتی ہوں لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کبھی کبھی وہ اس طرح نارمل برتاؤ کرتا ہے کہ لگتا ہی نہیں کہ یہ عدم توازن کا شکار ہے۔“

جب سے سامیہ نے بلاول کی کہانی سنی تھی اس کے دل میں اس کے لیے بے پناہ ہمدردی امڈ آئی تھی اور پروا کے لیے حد سے زیادہ نفرت جو ایک ہوش مند کو اپنی بے وفائی سے پاگل بنا گئی تھی۔

❁......☆......❁

آج بلاول کا ولیمہ تھا سامیہ رشتہ داروں کے جھرمٹ میں بنی سنوری بے حد خوب صورت اور پُر اعتماد لگ رہی تھی‘ کچھ کی نگاہوں میں ہمدردی اور کچھ کے ستائش تھی۔ خالہ اپنی بیٹیوں کے ساتھ آئی تھیں اور سامیہ کے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر سلگ رہی تھیں۔

”لو بھلا اس کی اوقات ہے کس قدر شان سے بیٹھی ہے اس سے تو میں اپنی بیٹی کی شادی کر دیتی تو اچھا تھا۔ لگتا ہے رحمت بوا نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ سامیہ کے چہرے سے تو خوشی پھوٹی پڑ رہی ہے‘ چہرے پر کتنا نکھار ہے اور کس قدر قیمتی کپڑے اور زیور اور یہ محل جیسا گھر......“ آخر ان سے برداشت نہ ہو سکا تو سامیہ سے پوچھ بیٹھیں۔

”اے لو تم اکیلی بیٹھی ہو‘ تمہارا میاں کہاں ہے؟“ پھر رازداری سے پوچھنے لگیں۔ ”ہم نے تو سنا ہے وہ پاگل ہے؟“

”آپ نے غلط سنا ہے کسی دشمن کی اڑائی ہوئی خبر ہے۔“ سامیہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

”حد کرتی ہو بوا نے تو مجھے خود بتایا تھا وہ عورت ذات سے نفرت کرتا ہے۔“

”کرتا ہے مگر عورت ذات سے‘ بیوی سے نہیں۔ بلاول تو ایک ہی رات میں میرے دیوانے ہو گئے ہیں‘ یہ دیکھیے......“ اس نے ڈائمنڈ کے کڑے جو ساس نے پہنائے تھے ان کو دکھائے۔ ”بلاول نے منہ دکھائی میں دیئے ہیں۔“ اس نے جھوٹ بول کر خالہ کے ارمانوں پر پانی پھیر دیا پھر ان سے بیٹھا نہ گیا اور وہ بڑبڑ کرتی اٹھ گئیں۔

❁......☆......❁
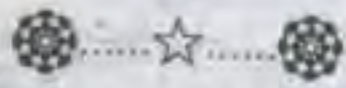
آج بلاول کو ایک دوست زبردستی اپنے ساتھ ڈنر پر لے گیا‘ رات گئے وہ واپس لوٹا اور بغیر کپڑے بدلے بستر میں گھس گیا‘ نماز پڑھ کر جب سامیہ بستر پر لیٹی تو بلاول کو بے چینی سے کروٹیں بدلتے دیکھا۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی مگر بلاول کے رویئے سے حوصلہ نہیں پڑتا تھا کتنی دیر تک وہ دیکھتی رہی اور جب صبر نہیں ہوا تو مسہری کے قریب آ کر پوچھ بیٹھی۔

”آپ کو نیند نہیں آ رہی‘ طبیعت تو ٹھیک ہے؟“

”سر میں درد ہے۔“ بلاول نے آنکھیں پھر موند لیں‘ اس کی نرمی نے اسے حوصلہ دیا اور ڈرتے ڈرتے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بولی۔

”سر دبا دوں؟“ اور پوچھنا غضب ہو گیا۔

”نہیں......“ اس نے بُری طرح سامیہ کا ہاتھ جھٹک دیا جو مسہری سے ٹکرایا اور تکلیف سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”اپنی حد میں رہو‘ میری زندگی میں جتنا دخل دے چکی ہو اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔“ وہ غصے میں غرایا۔ آنسو چھپانے کے لیے وہ باہر کی طرف لپکی۔

”کہاں جا رہی ہو؟“ اس نے سختی سے پوچھا۔

”لان میں جا رہی ہوں میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔“ اس نے آنسو ضبط کرتے ہوئے بے بسی سے جواب دیا۔

”یہ کیوں نہیں کہتیں کہ مجھ سے بے زار ہو گئی ہو‘ کسی دولت مند کو ڈھونڈ لیا ہے‘ کیا لان میں ملاقات کرنی ہے؟“ بلاول کا لہجہ ہتک آمیز اور تلخ تھا جب سے اس کے حواسوں نے کام کرنا شروع کیا تھا وہ قدم قدم پر اس کی تذلیل کرنے سے باز نہ آتا تھا۔ پروا کی بے وفائی کا بدلہ وہ اب سامیہ سے لے رہا تھا۔ سامیہ کے قدم دہلیز میں پیوست ہو کر رہ گئے‘ وہ خاموشی سے صوفے پر لیٹ گئی اور تکیہ میں منہ چھپا کر بے اختیار سسک پڑی۔

بلاول اس کے ہلکورے لیتے جسم کو سکون سے دیکھ رہا تھا' اسے ذرّہ برابر بھی ندامت نہ تھی۔

صبح حسب معمول سامیہ نے نماز پڑھی اور کچن میں آ گئی' اس کی سوجی ہوئی آنکھیں اور سوگوار صورت بیگم نازش سے چھپی نہ رہ سکی مگر انہیں کچھ پوچھنے سے اب ڈر سا لگنے لگا تھا کہ کہیں بلاول کی بے اعتنائی اور سختی سے تنگ آ کر وہ اسے چھوڑ کر نہ چلی جائے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ اب سامیہ جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی اس کا دنیا میں تھا ہی کون؟ کم از کم خالہ کی سختیوں سے تو یہ گھر بدرجہا بہتر تھا۔ جہاں ہر طرح کے عیش و آرام کے ساتھ تحفظ اور اپنائیت بھی اپنے گھر کا احساس تھا' بیگم نازش نے اسے "مختارِ کل" بنا دیا تھا اور خوش نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے گھر کا احساس اس کے پاؤں کی زنجیر بن گیا تھا اس نے دل کو سمجھا لیا کہ اب باقی عمر بھی اسی طرح گزارنی ہے ہر طرح کی روحانی اور جسمانی آرزوئیں' آشاؤں اور تمناؤں کو دل میں دبا کر۔ بے آب و گیاہ صحرا کی طرح۔ محبت اس کے نصیب ہی میں نہ تھی مگر وہ کیا کرتی' اس وحشی اجڈ اور نیم پاگل سے اسے محبت ہو گئی تھی وہ اس کے روم روم میں بس گیا تھا حالانکہ وہ تو اس پر ایک نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا مگر وہ اس پر بھی خوش تھی اگرچہ بلاول کے رویئے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا' وہی دل جلانے والا باتوں کا انداز' وہی بے رخی اور بے نیازی اور وہی طنزیہ باتیں۔

فرق صرف اتنا ہوا تھا کہ پہلے اسے سامیہ کا وجود کمرے میں برداشت نہیں ہوتا تھا اور وہ چیخنے چلاّنے کے ساتھ مارنے پیٹنے بھی لگتا تھا مگر اب اس نے سامیہ کو اس طرح برداشت کرنا شروع کر دیا تھا جس طرح کمرے میں پھیلی ہوئی چیزیں جیسے مسہری' صوفہ اور ڈوائیڈر وغیرہ جن کی موجودگی سے بلاول کو فرق نہیں پڑتا تھا سامیہ کا وجود بھی اب ایک بے جان مورتی کا سا تھا جو کارنس پر دھری رہتی ہے اور کوئی شکوہ نہیں کرتی۔

بیگم نازش کو بھی کبھی کبھی احساس ندامت ہونے لگتا اس معصوم اور بے ضرر لڑکی پر ظلم کرنے کا' پھر اپنے ضمیر کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتیں کہ کم از کم اسے خالہ کی چیرہ دستیوں سے تو نجات مل گئی اور وہ اس ندامت کا برملا سامیہ کے سامنے اظہار کرنے سے بھی نہ چوکتیں۔ تب سامیہ دل پر پتھر رکھ کر زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا لیتی۔

"امی میں بہت خوش ہوں۔"

اپنے کٹھور اور حقارت آمیز رویہ کے باوجود بلاول غیر شعوری طور پر سامیہ کی موجودگی کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کمرے میں موجود نہ ہوتی تو اسے بے چینی سی محسوس ہونے لگتی جس کی وجہ وہ سمجھنے سے قاصر تھا اور اکثر اپنی کیفیت سے تنگ آ کر وہ سامیہ پر تشدد کرنے لگتا۔ اس دن بھی رات گئے تک سامیہ کمرے میں نہ آئی تو اس نے بے قراری سے کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا اور جوں ہی وہ اندر داخل ہوئی اس نے شیشے کا گل دان کھینچ کر مار دیا جو اس کی پیشانی سے ٹکرا کر چُور چُور ہو گیا اور وہ چکرا کر گر پڑی۔ اسے ہوش آیا تو وہ بستر پر تھی اور پیشانی کی بینڈ یج ہو چکی تھی۔ بیگم نازش گھر میں نہیں تھیں جب انہوں نے سامیہ کے سر پر بینڈ یج دیکھی تو گھبرا اٹھیں۔

"یہ چوٹ کیسے لگ گئی؟"

اس نے نظر اٹھا کر دیکھا بلاول قریب کھڑا بُری طرح ہاتھ مل رہا تھا اس کے چہرے سے بے چینی اور بے بسی عیاں تھی۔

"میں پھسل گئی تھی۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میز کا کونا لگ گیا تھا۔"

"تم نے جھوٹ کیوں بولا؟" بیگم نازش کے باہر جاتے ہی وہ سامیہ پر برس پڑا۔

"کیونکہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور آپ کو دکھ نہیں پہنچانا چاہتی اور نہ میں آپ کو شرمندہ دیکھ سکتی ہوں۔" سامیہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے خوفی اور خود اعتمادی سے جواب دیا اور یہ بے خوفی اس پر قہر بن کر ٹوٹ پڑی' بلاول پر دورہ سا پڑ گیا اور اس نے بُری طرح سامیہ کو مارنا شروع کر دیا اگر بیگم نازش اور نوکر آ کر اسے نہ بچاتے تو شاید آج وہ اس کا قصہ ہی تمام کر دیتا۔ وہ بُری طرح کراہ رہی تھی اور بیگم نازش آنسوؤں سے رو رہی تھیں۔

"خدا تجھے سمجھے بلاول! تیری محبت میں میں نے ایک معصوم لڑکی کی زندگی داؤ پر لگا دی۔ اس کے ارمانوں کا خون کر دیا' پروا کی بے وفائی نے تجھے پاگل کر دیا مگر اس کی وفا تجھے ہوش میں نہ لا سکی۔ میں نے سوچا تھا شاید اس معصوم لڑکی کی وفائیں' ہمدردی اور محبت تیرے دماغ کی بند گرہیں کھول دے اور تو اپنے حواسوں میں لوٹ آئے۔ ارے ناشکرے' کم بخت! تُو اس لڑکی کی بے وفائی کو دل سے لگا کر بیٹھا ہے جو تجھے دغا دے گئی اور جو ایک جیتی جاگتی حقیقت تیرے سامنے ہے اس وفا کی دیوی سے تو صرفِ نظر کر رہا ہے' کتنا بدنصیب ہے تُو...... میں آج ہی سامیہ کو اس کے گھر بھیج دوں گی۔"

"سامیہ یہاں سے کہیں نہیں جائے گی وہ میری بیوی ہے۔" بلاول غصے سے چلاّیا۔

"تیری بیوی ہے' لونڈی یا زر خرید کنیز؟" انہوں نے غصے سے ایک دھپ اس کی کمر پر رسید کیا۔ "میں ہی اسے بڑے ارمانوں سے بیاہ کر لائی تھی اب میں ہی اسے چھوڑ کر آؤں گی' اب تُو اس لڑکی کی بے وفائی کو دل سے لگا کر ان دیواروں سے سر پھوڑ' میں اب تجھے بچانے نہیں آؤں گی۔" وہ سامیہ کو سہارا دے کر اپنے کمرے میں لے آئیں۔

"امی میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" اس نے ہلدی ملا دودھ پیتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"بیٹی میں کب تمہیں خود سے جدا کرنا چاہتی ہوں' یہ ایک ٹیسٹ ہے بلاول کا۔ میں چاہتی ہوں تم کچھ عرصہ اس سے الگ رہو تا کہ اسے تمہاری کمی کا احساس ہو' جس کا وہ عادی ہوتا جا رہا ہے۔ تمہارے جاگتے وجود کی مہک اسے "پروا" کے سحر سے آزاد کر سکے' اسے احساس ہو کہ "پروا" ایک سراب تھا اور تم ایک جیتی جاگتی حقیقت۔ مجھے یقین ہے آج نہیں تو کل اسے تمہاری کمی محسوس ہو گی' وہ روئے گا' تڑپے گا اور تمہیں یاد کرے گا۔ مجھے یقین ہے

مہتاب شاہ

کیسی ہیں آپ سب آنچل پڑھنے والیاں؟ مہتاب شاہ کی طرف سے بھرپور سلام قبول ہو۔ جی تو میں ہوں مہتاب شاہ' بہار کے دنوں میں اس دنیا کو رونق بخشی' 15 اپریل 1993ء کو ایک گاؤں میں پیدا ہوئی لیکن اس کے بعد ہم ہر شہر گھوم آئے۔ چھ بہن بھائی ہیں۔ میں سب سے چھوٹی ہوں اور اپنے بابا کی بے حد لاڈلی۔ سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں اور وکالت کا شوق ہے۔ یوں تو دوست بہت ساری ہیں مگر بشریٰ شاہ از مائی بیسٹ فرینڈ۔ جہاں تک خوبیوں اور خامیوں کی بات ہے خوبیاں تو دوسرے لوگ زیادہ بتا سکتے ہیں لیکن کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ خامیوں میں سب سے بری خامی ہے وہ ہے اعتبار کی جو بہت جلدی کر لیتی ہوں۔ لباس میں مجھے چوڑی دار پاجاما اور ساڑھی بہت پسند ہے جو اکثر شادیوں پر پہن لیتی ہوں۔ ورنہ عام روٹین میں ٹراؤزر' لونگ شرٹ پسند ہیں۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کھانے میں مجھے برگر' پالک گوشت' بریانی اور رس ملائی بہت پسند ہیں۔ بابا بہت پیار کرتے ہیں خدا کرے میرے ماں باپ کا سایہ ہمیشہ قائم رہے آمین۔ سنگرز میں مجھے وارث بیگ' راحت' ندیم' شبنم اور سجاد حیدر بہت پسند ہیں۔ پلیز اگر آپ میں سے کوئی سجاد حیدر کو جانتی ہوں تو پلیز انہیں کہیے کہ ٹی وی پر جلوہ دکھا دو۔ رائٹرز میں مجھے نازی' سمیرا' نبیلہ' عزیز راحت' فرحت آنی بہت پسند ہیں۔ تعارف لمبا ہو گیا ہے اور آخر میں اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

جن کی سانسوں میں دعائیں ہیں
ایسی ہستیاں صرف مائیں ہیں

تمہاری تپسیا، صبر اور برداشت ضرور رنگ لائے گا۔ بس تم خوشی خوشی اپنی خالہ کے گھر جاؤ، اس یقین کے ساتھ کہ اب تم جب یہاں قدم رکھو گی تو بلاول راہوں میں پلکیں بچھائے تمہارا منتظر ہوگا، یوں سمجھ لو کہ تمہارے امتحان کا رزلٹ آنے ہی والا ہے۔"

❀......☆......❀
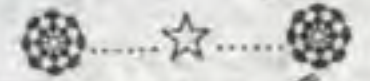
سامیہ کو خالہ کے گھر آئے ایک ہفتہ ہوگیا تھا اور وہاں اسے وی آئی پی پروٹوکول مل رہا تھا آخر وہ ایک بڑے گھر کی بہو تھی، باوجود کوشش کے خالہ سامیہ کا رکھ رکھاؤ، تمکنت اور خود اعتمادی دیکھ کر بلاول کے بارے میں سوال کرنے سے قاصر تھیں بظاہر وہ بہت خوش نظر آرہی تھی اور خالہ اور بہنوں کے لیے اس کے پرس کا منہ ہر وقت کھلا رہتا تھا لیکن اندر سے وہ خوش نہیں تھی وہ بلاول کی تلخ کلامی، بیگانگی اور پاگل پن کی عادی سی ہوگئی تھی۔ ادھر بیگم نازش اسے پل پل کی خبر دے رہی تھیں کہ کس طرح بلاول کو ایک چپ سی لگ گئی ہے اور اب تو وہ نارمل طریقے سے آفس بھی جا رہا ہے۔ بیگم نازش کا تجزیہ غلط بھی نہیں تھا بلاول اس فیز سے نکل آیا تھا اسے سامیہ کے نہ ہونے سے روح میں ایک خلاء سا محسوس ہونے لگا تھا۔ کمرے میں ہر چیز موجود تھی مگر ایک شخص کے نہ ہونے سے ہر چیز ادھوری لگ رہی تھی، ہر وہ کام جو سامیہ کرتی تھی اور وہ چیختا، چلاتا اور کرنے سے منع کرتا تھا نوکروں سے کروا کر اسے جھنجلاہٹ سی آنے لگتی، نظریں اسے تلاشتی رہتیں، دل کا ایک کونا سونا اور ویران لگتا، جیسے کچھ کھو گیا ہو۔

وہ گھنٹوں سوچوں میں ڈوبا رہتا اور سامیہ کو دیکھنے کی خواہش دل میں ہل چل مچانے لگتی۔ اس کی بے رخی اور شدت پسندی نے اس لڑکی کی روح میں ہزاروں گھاؤ ڈال دیئے تھے مگر اس نے کبھی اف نہیں کیا تھا۔

آخر وہ تھک گیا، ہار گیا اور بیگم نازش کی گود میں سر رکھ کر آنسوؤں سے رونے لگا۔

"امی بلا لیجیے سامیہ کو اب میں اسے تنگ نہیں کروں گا، غصہ نہیں کروں گا، ستاؤں گا بھی نہیں۔ میرا اس کے بغیر دل نہیں لگ رہا۔"

بیگم نازش کی آنکھوں میں خوشی سے ڈھیروں پانی آگیا، انہوں نے اس کی پیشانی فرط مسرت سے چوم لی۔

"میرے لعل! میں آج ہی اسے فون کرکے بلاتی ہوں بلکہ ڈرائیور بھیج دیتی ہوں۔"

❀......☆......❀
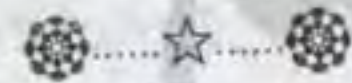
بیگم نازش اور بلاول بے چینی سے اس کے انتظار میں ٹہل رہے تھے جب کال بیل کی آواز سے گھر گونج اٹھا بلاول کی بے تابی دیکھ کر بیگم نازش مسکرانے لگیں وہ خود ہی گیٹ کھولنے چلا گیا اور بڑی بے قراری سے دروازہ کھول دیا، سامنے ہی وہ دشمن جاں اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی ان کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔

"تم......"

"اندر آنے کو نہیں کہو گے؟" وہ شگفتگی سے مسکرائی۔

"آؤ...... آؤ!" اس کی بے تابی پروا کے لیے آج بھی ویسی ہی تھی وہ سیدھے اسے لے کر امی کے کمرے میں آگیا۔

"دیکھیے امی! کون آیا ہے؟" خوشی اس کے انگ انگ سے ٹپک رہی تھی۔

بیگم نازش سکتے کے عالم میں رہ گئیں اور پروا دوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔

"آنٹی! مجھے معاف کردیں بلاول کو چھوڑ کر میں بہت پچھتائی اور جب مجھے پتا چلا کہ میری جدائی میں بلاول پاگل ہوگیا ہے تو میں خود کو روک نہ پائی اور ڈاکٹر امجد سے طلاق لے کر فوراً پاکستان آگئی۔ مجھے یقین ہے بلاول مجھے معاف کردے گا اور میں ساتھ رہوں گی تو یہ ٹھیک بھی ہوجائے گا، اب میں بلاول کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔" بیگم نازش گم صم بیٹھی ایک عجیب صدمے کی کیفیت سے گزر رہی تھیں۔

"کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ منزل پر پہنچ کر بے گانہ منزل رہنا پڑتا ہے۔"

یہ کھونے اور پانے کا زندگی کا کون سا فلسفہ ہے، پھول اور شہزادے کی کہانی کس موڑ پر ختم ہو رہی ہے۔ سامیہ جیسی معصوم لڑکی کو کس ناکردہ گناہ کی سزا ملنے والی ہے۔ وہ اس زہریلی ناگن کے سامنے اپنی بے لوث خدمت اور محبت کا کیسے یقین دلا سکے گی۔ ان کو لگا شوہر کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر اجڑ گئی ہیں۔ ان کی آنکھیں کھلی تھیں مگر کان بند ہو چکے تھے، بلاول کی خوشی اور آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ اس نے ماضی کے اندھیروں سے روشنی کا سفر پل بھر میں طے کرلیا ہے۔ بے بسی کے اس سفر کو اس نے لمحوں میں بھلا دیا ہے۔

کیا میرا اور میری بہو کا دل ویران ہوجائے گا، بہاریں لٹ جائیں گی؟ خزاں راج رچا لے گی۔ ان کی آنکھوں میں سنگ ریزے سے چبھنے لگے، سامیہ کی آواز باہر سے آرہی تھی وہ کسی بھی لمحے اندر آنے والی تھی۔ انہوں نے گھبرا کر خود کو واش روم میں بند کرلیا، ان میں سامیہ کی نگاہوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"السلام علیکم!" سامیہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی باآواز بلند سلام کیا۔ پنک چوڑی دار پاجامے اور ڈھیر ساری کلیوں والے لونگ شرٹ اور دوپٹے میں وہ خود بھی ایک کھلتا گلاب لگ رہی تھی، معصوم اور شگفتہ جب کہ پروا نے جینز کے ساتھ سلیولیس اونچی سی شرٹ پہن رکھی تھی، سنہری بالوں میں اس کی سنہری رنگت سونے کی طرح چمک رہی تھی۔

یوں لگتا تھا جیسے بلاول ایک ٹرانس سے نکل آیا ہوا ایک خواب دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل گئی ہو، سامیہ کو سامنے دیکھ کر وہ کھل اٹھا۔

"یہ کون ہے بلاول ڈارلنگ؟" پروا نے پورے استحقاق کے ساتھ بڑے ناز و انداز سے سوال کیا۔ بلاول نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، سامیہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ وہ مسکرایا پھر اعتماد کے ساتھ سامیہ کی طرف قدم بڑھا دیئے اور بے حد احترام اور محبت سے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتا ہوا مخمور لہجے میں بولا۔

"میری زندگی، میری جان، میری کائنات، میری رفیق، میرے دکھ درد کی شریک حیات، میرے ہر موسم کی ساتھی یعنی میری بیوی! یہ تعارف تو بہت کم ہے میرے پاس وہ ذخیرہ الفاظ ہی نہیں جس سے میں اپنی بیوی کا تعارف کرا سکوں۔ یوں سمجھو کہ ایک لڑکی کی بے وفائی نے مجھے عقل و شعور سے بیگانہ کردیا تھا تو دوسری لڑکی کی وفا، ایثار، قربانی، محبت اور ہمدردی نے مجھے ہوش و حواس کی دنیا میں لوٹا دیا۔ کہتے ہیں نا کہ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ مجھے واپس پلٹنے میں وقت ضرور لگا مگر مسافر تھک جائے تو پڑاؤ تو کہیں بھی ڈال لیتا ہے مگر منزل پر پہنچنا تو پھر بھی ہوتا ہے اور میری منزل تو میری بیوی سامیہ ہے، جس کے بغیر میں ادھورا اور نامکمل ہوں بلکہ یوں سمجھو کہ اللہ کے بعد یہ آتی جاتی سانس میری بیوی کی مرہون منت ہے۔"

پروا کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا اور دوسری طرف سامیہ سکتے کی سی کیفیت میں تھی۔

"سامیہ میری جان! یہ ہماری مہمان امریکہ سے آئی ہیں، ان کے شایان شان ضیافت کا انتظام کرو ورنہ یہ ناراض بھی ہوسکتی ہیں اور ذرا اپنی ساس کو بھی دیکھ لو جو کسی خطرناک چیز کو دیکھ کر باتھ روم میں چھپ گئی ہیں۔"

بلاول کے لہجے میں شرارت تھی، پروا نے بغیر کچھ کہے تھکے تھکے انداز میں باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے اور بیگم نازش نے باہر نکل کر دونوں کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

❀

قسط نمبر 18

بھیگی پلکوں پر
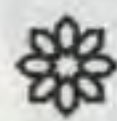
اقراء صغیر احمد

یہ جنوں ہے، محبت ہے، یا میرا پاگل پن
دل میں تیرے خود کو بسانا چاہتی ہوں
رتجگے بہت ہوچکے میرا مقدر
اب راتوں کو تجھے بھی جگانا چاہتی ہوں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

عابدی کے بیٹے کی حرکت جب دادی جان کو معلوم ہوئی تو ان بھی غصہ آ گیا اور انہوں نے پری کو تسلی دی کہ وہ خود مسز عابدی کے بات کریں گی اتنے میں طغرل بھی ان کی باتیں سن لیتا ہے تو اس کو بھی شدید غصہ آتا مگر پری اس کو روک دیتا ہے کہ وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا جس سے اس کی بدنامی ہو۔ ماہ رخ کو نکاح کے بعد گلفام کو عجیب عجیب خواب آنے لگتے ہیں جس وہ خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ عشرت جہاں اور مثنیٰ پرانی یادیں تازہ کر رہی ہوتی ہے جس مثنیٰ افسردہ ہو جاتی ہے اور عشرت جہاں کو اپنی غلطیوں کا ملال ہوتا ہے۔ شیری مسز عابدی کو ایک سیٹ فوٹو گراف کا دیتا ہے اور ایک اپنے پاس خفیہ طور پر رکھ لیتا ہے مسز عابدی وہ فوٹوز لے کر دادی جان کے ہاتھ میں رکھ کر معذرت کر لیتی ہیں۔ مذنہ طغرل کو دادی جان سے ہونے والی اس کے اور پری کے رشتے کی بات بتاتی ہیں جس پر طغرل برہم ہوتا ہے اور اپنی ماں سے کہتا ہے کہ آپ نے دادی جان کو کیوں انکار کیا۔ ساحر اور ماہ رخ گھر سے بھاگنے کا منصوبہ بنا لیتے ہیں۔ طغرل دادی جان سے اپنی ماں کے انکار پر معذرت کرنے آتا ہے اور اصرار کرتا ہے کہ وہ اس کا اور پری کا رشتہ طے کر دیں وہ اپنی ماں کو سمجھا لے گا مگر دادی جان صاف انکار کر دیتی ہیں جس سے طغرل افسردہ ہو جاتا ہے اسی دوران طغرل ہو اس کے والد کی ایکسیڈنٹ کی خبر ملتی ہے جس سے وہ پریشان ہو اٹھتا ہے اور گھر میں سب کو بے خبر رکھ کر کہیں جا رہا ہوتا ہے کہ اچانک ایک گاڑی اس کی گاڑی سے ٹکرا جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁……☆……❁

طغرل نے برق رفتاری سے کار کو ٹرن دیا تھا جس کے باعث وہ کسی بڑے حادثے سے بچ گیا تھا اور سامنے آنے والی گاڑی بونٹ سے ٹکرا کر رہ گئی تھی۔ طغرل کار سے باہر نکلا تو دوسری کار سے وہ شخص بھی باہر نکلا تھا اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

"آئم سوری برادر!" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر معذرت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔ طغرل نے اس کی حالت سے اندازہ لگایا کہ وہ ڈرنک کیے ہوئے ہے۔

"ڈرنک کرکے ڈرائیونگ نہیں کرنی چاہیے مسٹر! اس طرح آپ کے ساتھ دوسروں کی زندگی بھی خطرے میں پڑسکتی ہے۔"

"جانتا ہوں لیکن مجھے اپنے غصے پر کنٹرول نہیں رہتا۔"

"کیا میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں؟" اس نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نو تھینکس......" وہ اس سے مصافحہ کرکے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے بری طرح لڑکھڑایا تھا' اس دوران اس کی جیب سے ایک لفافہ نکل کر گرا تھا جس سے وہ بے خبر ہی رہا تھا۔

طغرل نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے غیر ارادی نگاہ اس طرف ڈالی تھی جہاں سے وہ کار گزری تھی اس جگہ ایک لفافہ پڑا تھا اس نے چونک کر دوسری جانب دیکھا تو وہ کار ہواؤں کے دوش پر اڑتی ہوئی جارہی تھی پہلے تو اس نے سوچا اس لفافے کو نہ اٹھائے' نامعلوم کیا تھا اس میں اور وہ کہاں اس اجنبی کو ڈھونڈتا پھرے گا مگر پھر اس کو کچھ اچھا محسوس نہیں ہوا اپنا اس طرح گزر جانا اس نے آگے بڑھ کر وہ لفافہ اٹھایا اور جیب میں بنا دیکھے ڈال کر کار کی طرف بڑھ آیا۔

❁......☆......❁
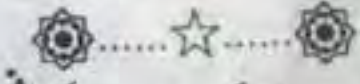
مسز عابدی دانشمند اور جہاندیدہ خاتون تھیں۔ فیاض صاحب کی فیملی سے پرانے مراسم کے باعث وہ گھر کے ماحول اور خصوصاً اماں جان کے رکھ رکھاؤ' بارعب اور پرجلال شخصیت سے وہ بخوبی واقف تھیں۔ شیری اگر ان سے پرمیشن لیتا تو وہ کبھی بھی اسے پارس کی تصویریں بنانے کی اجازت نہیں دیتیں کہ وہ واقف تھیں شیری کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت کو فیاض کی فیملی میں پسند نہیں کیا جائے گا اور ان کا اندیشہ درست ثابت ہوا جب اماں جان نے فون کرکے بغیر لحاظ کیے کھری کھری سنائیں اور حکم بھی صادر کیا کہ وہ پری کی تمام تصویریں لے کر گھر آئیں اور آج تصویریں ملتے ہی وہ فوراً ان کے گھر جانے کے لیے روانہ ہوگئی تھیں۔ شیری کے شدید اصرار کے باوجود اس کو ساتھ اس لیے نہیں لیا کہ کہیں اماں جان مزید طیش کا شکار نہ ہوجائیں مگر وہ جتنی خوفزدہ ہوکر گئی تھی اماں جان نے بہت نرم و محبت بھرے انداز میں اس کا استقبال کیا' بڑے روایتی انداز میں ان کی آؤ بھگت کی تھی۔

"رئیلی آنٹی! میں بڑی خوفزدہ تھی۔" وہ کافی کا سپ لیتی ہوئیں اماں جان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئیں۔

"ارے کس سے خوفزدہ ہوکر آئی تھیں بیٹا؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"آپ سے آنٹی! یقین جانیے۔" شیری نے میری بنا اجازت ہی پری کی فوٹو کھینچ لی تھیں اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں کبھی ایسا نہ ہونے دیتی' میں جانتی ہوں آپ کو یہ سب ناپسند ہے۔"

"تمہارے بیٹے نے کی تو بہت ہی نامعقول حرکت لیکن تم نے اور عابدی نے جس انداز میں معذرت کی اور اب تمہارا اس طرح یہاں ان تصویروں کا لاکر دینا مجھے مطمئن کرگیا ہے۔"

"بہت شکریہ آنٹی! مجھے اور عابدی کو آپ نے اپنا سمجھا۔ شیری کی اس حرکت کو درگزر کرکے اپنے بڑے پن کا ثبوت دیا ہے۔ دراصل شیری پڑھائی کے سلسلے میں ہم سے دور رہا ہے غیر ملک' غیر لوگوں میں رہ کر وہ اپنی اقدار و روایات کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ اب یہاں آگیا ہے میں اس کی تربیت کرنے کی کوشش کروں گی۔" وہ کافی پیتے ہوئے آہستگی سے کہہ رہی تھیں۔

"نیک ماں باپ کی اولاد ہے وہ اس بچے کو سمجھاؤں گی اپنے ماحول سے روشناس کرواؤں گی تو سب سمجھ جائے گا۔" اماں جان کو ان کی عاجزی و تابعداری نے خاص متاثر کیا تھا۔ مستزاد ان کا وعدے کے مطابق تصویریں لانا ان کا غصہ زائل کرچکا تھا۔

"آنٹی! آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہوں گی تو میں ہر مشکل مرحلے سے باآسانی گزر جاؤں گی پری کہاں ہیں؟ وہ سلام کرکے گئی ہیں تو پھر نہیں آئی ہیں۔" وہ وہاں خاموش بیٹھی صباحت سے گویا ہوئیں۔

"وہ کہاں جائے گی ہوگی اپنے روم میں۔" اماں کی موجودگی نے ان کو کوئی سخت جملہ کہنے سے باز رکھا۔

"کچن میں ہے پری میرے لیے پرہیزی کھانا بنارہی ہے۔"

"امیزنگ' پری کوکنگ کرلیتی ہیں۔ وگرنہ آج کل تو لڑکیاں کچن کے نام سے ہی گھبراتی ہیں۔" ان کے لہجے میں ستائش تھی۔

"میری پری ہر وہ کام کرتی ہے جس کام سے آج کل کی ہڈ حرام لڑکیاں جان چھڑاتی ہیں بے حد سگھڑ اور سلیقہ مند ہے میری پری۔" ان کے تعریفی انداز پر صباحت کے چہرے کے نقوش میں بے زاری و غصہ جھلکنے لگا تھا مسز عابدی کی آمد غیر متوقع ہوئی تھی۔

عادلہ اور عائزہ اپنی خالہ کے ہاں گئی تھیں ان کو پہلے ہی یہ ان کی آمد اور عادلہ کی غیر موجودگی سے دھچکا لگا تھا دوئم ان کو پری کی طرف ملتفف دیکھ کر ان کے اندر غم و غصے کا ہیجان سا برپا ہورہا تھا۔

"ماشاء اللہ اس میں کوئی شک نہیں صورت و سیرت میں یکتا ہے پارس' آپ انہیں یہاں بلوائیں تو میں ان سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

❁......☆......❁
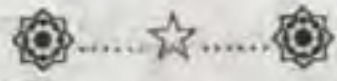
رات ابھی زیادہ گہری نہیں ہوئی تھی مگر اس گھر کے در و دیواروں پر کچھ زیادہ ہی اندھیرا چھا گیا تھا صحن تلے کھڑا نیم کا درخت ساکت کھڑا تھا اس کی لاتعداد ٹہنیوں میں سجے بے شمار پتوں کو بھی گویا سکتہ سا ہوگیا تھا جو ذرا بھی جنبش نہیں کر رہے تھے ہر سو عجیب اداسی و خاموشی طاری ہوگئی تھی۔

ماہ رخ چند لمحے صحن میں کھڑی رہی بے حس و حرکت' اس کی دھڑکنوں کی صدا کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی' آنکھوں میں فتح مندی کی چمک وہ کھڑی اپنے دل کی دھڑکنوں کی خوشگواریت کو محسوس کرتی رہی اس کا رواں رواں مسرت کی لے پر جھوم رہا تھا۔

کچھ دیر تک کھڑی وہ اپنے گھر کی ہر شے کو حقارت سے دیکھتی رہی پھر ان چھوٹی دیواروں اور کچے پکے صحن والے گھر میں اسے بچپن سے کوئی انسیت نہ تھی وہ حسین تھی اور بچپن سے اسے اس حسن کا احساس دلایا گیا تھا اور یہ بھی احساس پختہ کیا گیا تھا کہ وہ اس گھر کے قابل نہیں ہے اس جیسی حسین لڑکی کو کسی بادشاہ کے ہاں پیدا ہونا چاہیے تھا وہ جھونپڑی میں نہیں محل میں رہنے کے قابل ہے۔ حسن وہ پردہ ہے جو اگر عورت کی عقل پر پڑجائے تو اس سے پھر اچھائی و برائی' نیکی و بدی کی تمیز چھین لیتا ہے وہ یہ پردہ ماہ رخ کی عقل پر بچپن سے پڑا ہوا تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور طویل ہوتا چلا گیا تھا وہ خود غرض و خود پرستی کی انتہاؤں کو پہنچ گئی تھی۔ اپنے سوائے اس کو کسی کی کوئی پروا تھی نہ محبت کسی کی بھی زندگی سے بڑھ کر محبت کرنے والے والدین' خود سے بڑھ کر چاہنے والے چچا' چچی' چاہتوں کی حدوں سے بڑھ کر پیار کرنے والا گلفام کسی کی بھی چاہت اس کا راستہ نہ روک سکی تھی۔ اس نے ہمیشہ سے صرف "وصول" کیا تھا۔ کچھ دینے کی عادت نہیں تھی اس کی اور پھر بھی وہ زندگی سے خفا رہتی تھی اپنوں سے نالاں رہتی تھی' سب کچھ پاکر بھی تہی داماں کی شکایت تھی۔ خواہشوں کے گھوڑے اس کے بے لگام ہوچکے تھے اور وہ آرزوؤں کی کھائی میں گرتی چلی گئی تھی۔

"اوہ! یہ کیا کررہی ہوں میں؟ اتنی مشکل سے یہ گولڈن چانس آیا ہے اور میں یہاں فضول میں بیٹھ گئی ہوں' مجھے اس گھر میں پیدا ہی نہیں ہونا چاہیے تھا میں اس گھر کے لیے نہیں بنی ہوں میں تو محلوں میں رہنے والی شہزادیوں سے زیادہ

خوب صورت ہوں۔ ساحر ایک شہزادہ ہی تو ہے۔ جو مجھے پہچان گیا ہے اور لے جا رہا ہے مجھے اپنے دل کی شہزادی بنا کر اپنے محل کی ملکہ بنانے جہاں ہر جگہ میری ہی حکمرانی ہوگی۔" اس کو ایک دم ہی خیال آیا تھا اور وہ مسرور انداز میں سوچتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔ گھر والوں کی نظروں سے چھپ کر وہ پہلے ہی تمام زیورات اور عروسی ملبوسات (جو اس کی شادی کے لیے تیار کیے گئے تھے) تمام سامان رکھ کر وہ سوٹ کیس چھپا چکی تھی اس نے بیڈ کے نیچے سے سوٹ کیس نکال کر احتیاطاً سامان چیک کیا جو اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ پھر اس نے ساحر کو فون کیا اور بتایا کہ وہ تمام سامان لے کر تیار ہے۔

"یہ کیا حماقت ہے تم نے گھر سے کچھ لے کر نہیں آنا ہے سمجھیں۔"

دوسری طرف سے وہ اس کی بات سن کر حیران رہ گئی تھی۔

❁......☆......❁
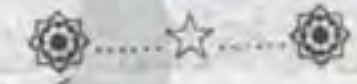
مثنیٰ نے صفدر جمال کی طرف دیکھا ڈیڑھ ماہ کا عرصہ وہ لندن میں گزار کر آئے تھے اور پہلی بار وہ بے حد اپ سیٹ اور رنجیدہ تھے۔ سعود نے آنے سے نا صرف انکار کیا بلکہ وہ ان کے اصرار سے تنگ آ کر بغیر بتائے کہیں چلا گیا تھا اور کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کو ڈھونڈنے کی کوشش نہ کریں۔ ان کی واپسی کے بعد وہ خود واپس اپنے اپارٹمنٹ آ جائے گا۔

ان کو لندن سے واپس آئے کئی دن ہو گئے تھے مگر ان گزرے دنوں میں بھی ان کی سنجیدگی و رنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"آپ کب تک سوگ منائیں گے صفدر! سعود کے آپ کے ساتھ پاکستان نہ آنے کا؟ ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔" وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"مثنیٰ! مجھے سعود کے یہاں نہ آنے کا افسوس نہیں ہے۔"

"پھر کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" انہوں نے ان کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے محبت سے پوچھا تھا۔

"یہی اس دور کی اولاد کتنی ہٹ دھرم و خود غرض ہے۔ والدین بچوں کی طرف کیا کچھ نہیں کرتے ہیں۔ ان کی خوشیوں کی خاطر ان کی آرزوؤں کی خاطر خود کو قربان کر دیتے ہیں۔ ہم نے بھی سعود کی خاطر اس کی ہر خواہش سے سمجھوتا کیا اپنی مسرتوں پر اس کی خواہشوں کو ترجیح دی۔" وہ بکھرے بکھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"اس نے جواباً کیا دیا؟ ایک ہرجائی لڑکی کی بے وفائی نے اس کی نگاہوں میں سب کو بے وفا اور دھوکے باز بنا ڈالا ہے۔"

"بچہ ہے وہ ابھی باشعور ہوگا تو سمجھ جائے گا۔"

"بچہ ہے بے وقوف مت بنو یار! کیوں مذاق اڑاتی ہو؟" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوئے تھے۔

"آپ آرام کریں صفدر! پریشان مت ہوں پلیز' جب کہیں ہم ناکام ہو رہے ہوں تو وہ معاملہ اللہ پر چھوڑ کر صبر کر لینا چاہیے بے شک پروردگار ہی ہر معاملے کو سلجھانے والا ہے اور مجھے امید ہے یہ معاملہ بھی وہی حل کرے گا۔"

❁......☆......❁
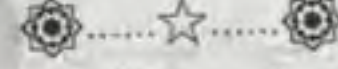
طغرل اور مزنہ کی جانے کی تیاریاں ہو چکی تھیں انہوں نے فراز صاحب کی طبیعت کا مصلحتاً کسی کو نہیں بتایا تھا طغرل نے فیاض صاحب سے یہ سب شیئر کرنا بھی چاہا تو ان کو کسی وجہ سے بے حد خاموش اور پریشان دیکھ کر بتا نا سکا تھا اور اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

اس نے کوٹ اتار کر وارڈ روب میں لٹکایا۔ اس کوٹ کی جیب میں وہی سفید لفافہ تھا جو اس کو بالکل بھی یاد نہ تھا۔

وہ باتھ روم سے نائٹ ڈریس میں باہر آیا تو مزنہ وہاں موجود تھیں۔

"بیٹا! میں سوچ رہی ہوں اماں جان کو بتا دوں فراز کے بارے میں؟" وہ آہستگی سے استفسار کرنے لگی تھیں۔

"نہیں مما! دادی جان برداشت نہیں کر پائیں گی' پریشان ہو جائیں گی معمولی سی بھی ٹینشن ان کے لیے صحیح نہیں ہے۔"

"ہوں' یہی فکر مجھے بھی لاحق ہے۔"

"کسی کو بھی مت بتائیں آپ' بلاوجہ سب یہاں پریشان ہوں گے۔"

"لیکن کل کو شکوہ بھی ہوگا کہ ہمیں غیر سمجھا گیا یہاں لوگوں کی عادت بھی بے حد عجیب ہے۔" مزنہ منہ بنا کر گویا ہوئی تھیں۔ ان کے لہجے میں بے زاری تھی۔

"مما! یہ عادت نہیں محبت ہوتی ہے جو رشتوں کو جوڑتی ہے۔" وہ نوٹ کر رہا تھا دادی جان نے جب سے پری کے پرپوزل کی بات کی تھی تب سے وہ سب سے ہی بدظن و متنفر ہو گئی تھیں۔

"محبت سب جانتی ہوں میں' یہاں کی محبتوں اور رشتوں داریوں کو ہم جیسے لوگوں کو یہاں کے لوگ قربانی کا بکرا سمجھتے ہیں۔"

"پلیز مما' آپ دکھی نہ ہوں۔"

"یہاں تو لوگ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے چکر میں لگے رہتے ہیں۔ میں واپس آ کر تو یہاں رہنے والی نہیں ہوں۔"

"او کے مما ہمارا گھر تیار ہو جائے گا کنسٹرکشن بہت ہی تیز ہو رہی ہے آپ کی یہ خواہش ہے تو میں اور بھی جلدی کام کرنے کا آرڈر دے دوں گا۔"

"ہاں کہہ دو۔" وہ اطمینان سے گویا ہوئیں۔

"جی او کے' دادی کا روم میں نے اپنے پورشن میں بنوا دیا ہے دادی جان کو میں اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔"

❁......☆......❁

عادلہ اور عائزہ خالہ کے ہاں جانے کے بجائے راحیل کے گھر آ گئی تھی۔ عائزہ پہلے ہی اس کو بتا چکی تھی تو وہ آج بہت بہتر حلیے میں ان کو ملا تھا اور دل سے ویلکم کیا تھا وہ اس نیم تاریک ڈرائنگ روم میں موجود تھیں۔ جہاں دن کی روشنی میں بھی گھٹن و تاریکی تھی۔

عائزہ اس سے اپنے مخصوص بے تکلف انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ جس میں کال نہ کرنے' نہ ملنے کے گلے شکوے سرفہرست تھے۔

"تم خود ہی تو کہتی ہو یار! میں کال نہ کیا کروں۔ موقع دیکھ کر تم خود کال کرو گی۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

"یہی بات تم ملنے پر کہتی ہو' خود موقع دیکھ کر ملنے آؤ گی۔ اب بتاؤ تم اس میں میری غلطی کہاں ہے؟"

"تمہارے پاس تو بہانے ہوتے ہیں تم مجھ سے خود ملنا نہیں چاہتے ہو' اگر ٹرائی کرو تو کوئی سبیل نکل سکتی ہے مگر......!"

"اب ناراض مت ہو کہ بیٹھ جانا' پھر میں نے منایا تو مائنڈ کرو گی۔" وہ بات عائزہ سے کر رہا تھا اور اس کی نگاہیں گاہے بگاہے عادلہ کے چہرے پر ٹھہر ٹھہر جاتی تھیں۔ اب بھی وہ اسی انداز میں اس کو دیکھتے ہوئے گویا ہوا تھا اس کی اس عامیانہ حرکت سے عادلہ کو کوفت ہو رہی تھی۔

"اچھا' کسی شرارت کی ضرورت نہیں ہے انڈراسٹینڈ۔" عائزہ جھینپ کر مسکراتی ہوئی گویا ہوئی۔

"چلو اب' ہمیں خالہ کے ہاں بھی جانا ہے اگر دیر ہوئی تو......!"

"کچھ نہیں ہوگا' ڈونٹ وری میں سنبھال لوں گی سب۔" وہ اس کی بات قطع کر کے بے فکری سے گویا ہوئی تھی۔

"تمہاری سسٹر کو اتنی جلدی کیوں ہوتی ہے؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔
"یہ بے چاری کبھی کسی کے ساتھ ڈیٹ پر نہیں گئی ہے نا اس لیے۔" عائزہ نے عادلہ کی طرف دیکھ کر کہا پھر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بے باکی سے ہنس پڑے تھے۔
"میں یہاں تم لوگوں کی بکواس سننے نہیں آئی ہوں۔ بہتر یہی ہے اب یہاں سے چلنے کی کرو۔"
عادلہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولی اور ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔
"آپ مائنڈ کر گئیں سوری' غصہ مت ہوں میں کولڈرنک لاتا ہوں۔" راحیل کھڑا ہوتا ہوا گویا ہوا اس کے انداز میں حد درجہ بے تکلفی تھی۔
"صرف کولڈرنک نہیں ساتھ کچھ اسنیکس بھی لے آنا ورنہ گھر جا کر عادلہ مجھے تمہاری کنجوسی کے طعنے دے گی۔"
"تم نے بتایا نہیں میں تو بڑا دل والا ہوں۔" اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔
"صرف دل ہی نہیں "جیب" بھی بڑی ہونی چاہیے۔"
وہ طنزیہ انداز میں بولی تو عائزہ نے خفگی سے اسے دیکھا تھا اور راحیل کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکل گئی۔

......☆☆☆......

"گیٹ بند کر کے آ رہی ہوں۔" اس نے عادلہ کی طرف دیکھے بغیر کہا۔
"تم میں طاقت نہیں رہی طغرل سے مقابلہ کرنے کی؟" وہ تنہائی پاتے ہی اس سے سخت شکایتی انداز میں گویا ہوئی۔
"بزدلی کا طعنہ مت دو' بہت طاقت ہے میرے بازوؤں میں ابھی۔" وہ غرا کر گویا ہوا۔
"پھر کیوں وہ ابھی تک زندہ پھر رہا ہے؟"
"چند دن انتظار کرو' ابھی ایک دوست کے سلسلے میں پولیس سے مجھے دور رہنا پڑ رہا ہے یہ معاملہ حل ہوتے ہی میں سب سے پہلے اپنے راستے میں آنے والی اس دیوار کو گرا دوں گا۔"
گیلری میں وہ اس کو تسلیاں دینے میں لگا ہوا تھا اور اندر کمرے میں بیٹھی عادلہ کو وہ عجیب و غریب دبی دبی سی سرگوشیاں پھر سنائی دینے لگی تھیں جو پہلے بھی اسے سنائی دی تھیں اور وہ خوفزدہ ہو کر وہاں سے عادلہ کے ساتھ چلی گئی تھیں۔ اب بھی وہی گھٹی گھٹی آوازیں تھیں۔ اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا خشک موسم میں بھی وہ پسینہ پسینہ ہو گئی تھی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے در و دیوار کو دیکھا جہاں ہر چیز اجڑی و بے ترتیب تھی اور نیم تاریک کمرے میں سب کچھ آسیب زدہ' وحشت زدہ لگ رہا تھا۔ ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کو لگ رہا تھا وہ سرگوشیاں تیز ہو رہی ہیں۔ اس نے بھاگنا چاہا نہیں بھاگ سکی عائزہ کو پکارنا چاہا۔
حلق خشک ہو گیا زبان تالو سے چپک کر رہ گئی۔
وہ گھٹی گھٹی سرگوشیاں اتنی بلند ہونے لگیں گویا ہر سمت سے وہ آوازیں آنے لگی تھیں اس کی نگاہوں میں دادی جان کا چہرہ آیا ان کی قرأت کرتی نرم آواز سماعتوں میں گونجنے لگی گویا برق سی لہرائی اور وہ ایک دم اٹھ کر آوازوں کی سمت چل پڑی۔

......☆......

"یہ...... کیا کہہ رہے ہیں آپ ساحر۔"
"جو تم نے سنا وہی کہہ رہا ہوں' مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"
"مگر کیوں؟ میرے پاس جو زیورات ہیں ان کی قیمت لاکھوں......!"

"اوہ' تم کیا مجھ کو اتنا گیا گزرا گرا ہوا آدمی سمجھتی ہو؟ میں ان معمولی سی جیولری کا کیا کروں گا ڈیئر؟" اس کے نرم لہجے میں یک دم ہی محبت کی خوش بو مہک اٹھی تھی۔
"میرے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔"
"ساحر' پلیز میں خالی ہاتھ نہیں آنا چاہتی۔ پھر اس جیولری پر میرا حق ہے یہ میرے لیے ہی بنوائی گئی ہے میں کس طرح اپنے حق کو چھوڑ دوں؟ پھر کل کو ہمارے درمیان کبھی لڑائی ہوئی تو آپ یہی طعنہ دیں گے میں خالی ہاتھ آئی تھی آپ کے پاس۔" وہ روانی سے بولتی چلی گئی دوسری طرف سے ابھرنے والے بے ساختہ قہقہے نے اس کو خاصا کنفیوز کر دیا اور وہ چپ ہو گئی۔
"مائی گاڈ! تم مجھ سے لڑنے کی پلاننگ بھی کر چکی ہو"
"پلاننگ تو نہیں۔" وہ مسکرا اٹھی تھی۔
"پھر محبت سے پہلے جھگڑا؟ یہ کیسی محبت ہے بھئی؟"
"جھگڑا وہیں ہوتا ہے جہاں پیار ہوتا ہے آپ خود سوچیں۔ کتنی محبت کرتی ہوں میں آپ سے۔"
آج وہ اس قدر خوش تھی کہ بات بے بات مسکرائے جا رہی تھی۔
"دور بیٹھ کر ایسی باتیں کرنا شدید ظلم ہے بندے پر۔"
"آ کر لے جائیں مجھے میں خود آپ سے دور رہنا نہیں چاہتی ساحر۔"
"راستا کلیئر ہے؟" از خود ان کے لہجوں میں احتیاط در آئی تھی۔
"کلیئر ہے میں نے دوا بڑی مقدار میں دودھ میں مکس کر دی تھی۔ یہ لوگ آج تو کیا کل بھی مشکل سے ہی اٹھیں گے۔" وہ اس وقت بیٹی نہیں تھی۔ خواہشوں کی ہوس میں لپٹی کوئی بدروح لگ رہی تھی۔
"ویل ڈن' ویل ڈن میری جان' بس فٹافٹ سڑک تک آ جاؤ میں آ رہا ہوں' او کے بائے۔" وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے تیار ہونے لگی تھی تیار ہو کر جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ دروازہ ایک دھماکے سے کھلا تھا۔

......☆......

نشے کی زیادتی کے باعث شیری کو ارد گرد کا خیال ہی نہ تھا وہ گھر آ کر اسی حالت میں سو گیا تھا۔ مسز عابدی جب گھر آئیں تو ملازم سے معلوم ہوا وہ نشے میں گھر سے گیا تھا اور چند گھنٹوں بعد اس حالت میں لوٹ آیا تھا وہ گہرا سانس لے کر اس کے روم میں گئی تھیں۔ وہ بیڈ پر مدہوش پڑا تھا پاؤں سے جوتے تک نہیں اتارے تھے اس نے۔
"شیری! میرے بچے۔" اس کی طرف بڑھی تھیں اور سیدھا کرنا چاہا تھا مگر وہ تیس سال کا صحت مند جوان تھا ان کے کمزور بازو اس کے بے ترتیب پڑے بدن کو کروٹ دلانے میں ناکام رہے تھے صرف اس کے پاؤں سے شوز اتارنے میں کامیاب رہی تھیں۔ پھر ملازم کی مدد سے وہ اس کی ٹائی اور کوٹ علیحدہ کر کے اسے آرام دہ طریقہ سے لیٹا کر کمبل اوڑھا کر نائٹ بلب آن کر کے باہر نکل آئی تھیں۔
صبح ناشتے کی ٹیبل پر وہ ان کے درمیان موجود تھا نکھرا نکھرا ہشاش بشاش اس کو دیکھ کر کہیں سے بھی محسوس نہ ہوتا تھا کہ وہ مضبوط و تر و تازہ دکھائی دینے والا مرد جب نشے کی زیادتی کا شکار ہوتا ہے تو کسی شکستہ دیوار کی مانند بکھر جاتا ہے اور اس کی یہ حالت ماں کے دل کو ضربیں لگاتی تھی ان کی مسکراتی نگاہوں میں اس کے لیے پیار و ملال تھا۔
"کیا دیکھ رہی ہیں بیگم! ہمارے بیٹے کو نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا؟" عابدی نے پورج کھاتے ہوئے شوخی سے پوچھا۔
"میری نظر تو رات و دن بابا کی "نظر" اتارتی ہیں پھر بھلا میری نظر کیوں لگنے لگی بابا کو۔" وہ مسکرا کر بیٹے کی طرف

دیکھنے لگی تھیں جو خاموشی سے جوس پی رہا تھا اس کے آگے نیوز پیپرز تھے۔
"او! اس کا مطلب ہے آپ نے انہیں کسی اور کی نگاہوں کا مرکز بننے کے لیے کھلی چھٹی دے دی ہے؟" وہ سنجیدہ ہوئے۔
"آپ کا مطلب کیا ہے؟"
وہ سخت متعجب تھیں۔ وہ ان کے انداز کو نا سمجھ سکی تھیں۔ جب کہ شیری نے اخبار سے نگاہ اٹھا کر باپ کی طرف ایک لمحے کو شوخی سے دیکھا تھا۔ وہ ان کی بات سمجھ گیا تھا مگر ماں کے خیال سے مسکرایا نہ تھا۔
"مطلب بالکل صاف ہے تم ہر وقت اپنے بیٹے پر نگاہ رکھتی ہو۔ تم کو میری پروا نہیں ہے۔" وہ ہنوز سنجیدہ تھے۔
"میری بالکل سمجھ نہیں آ رہی ہیں آپ کی باتیں نا معلوم کیا بات کر رہے ہیں۔" وہ سر جھٹک کر سلائس پر جیم لگانے لگیں۔
"پاپا! کیوں ماما کو پریشان کر رہے ہیں۔ ڈائریکٹ کہہ دیں جو آپ کہنا چاہتے ہیں۔" وہ سیدھا بیٹھتا ہوا گویا ہوا۔
"جو مزہ ان ڈائریکٹ بات کہنے میں ہے وہ ڈائریکٹ کہنے میں کہاں ہے اور آپ کی ماما تو اتنی کوڑھ مغز ہیں کہ......!"
"سب سمجھتی ہوں میں اب ایسی بھی آدھے دماغ کی عورت نہیں ہوں جو آپ کی بات سمجھ نہ سکوں۔ سمجھ نہیں آتا مردوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہوتا ہے؟ جیسے جیسے یہ لوگ بوڑھاپے کی سرحدیں عبور کرنے لگتے ہیں تو بوڑھاپا ان کو جوانی کے سبز باغ دکھا کر کیوں ورغلانے کی کوشش میں محو رہتا ہے؟" ان کی بات کے جواب میں وہ خاصے جلے کٹے انداز میں گویا ہوئی تھیں۔ شیری تو خاموش رہا جب کہ عابدی بے ساختہ قہقہہ لگا بیٹھے تھے۔
"زیادتی کر رہی ہیں بیگم آپ، تم نے وہ مثل نہیں سنی کہ گھوڑا اور مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔"
"ایکسکیوزمی ابھی آتا ہوں۔" ان کی نوک جھونک جاری تھی معاً شیری کی نگاہوں میں ایک برق لہرائی کوئی خیال آیا تھا پھر وہ معذرت کرتا ہوا ہوا کے کسی تیز و تند بگولے کی مانند لمحے بھر میں ڈائننگ روم سے بنا ناشتہ کیے نکل گیا تھا۔
"یہ بابا کو کیا ہوا ہے؟" مسز عابدی حیرت سے گویا ہوئی۔
"پتا نہیں، تم پریشان مت ہو آ جائے گا ابھی، ناشتہ کرو۔" عابدی صاحب کے پروقار لہجے میں قدرے بے پروائی تھی۔
"نا معلوم اس لڑکے کو ہر کام کی جلد بازی کیوں ہوتی ہے گھر سے دور رہ کر ہماری پروا ہی نہیں ہے۔ جو دل میں آتا ہے وہ کر گزرتے ہیں۔" ان کے لہجے میں دکھ بھری شکایت ابھر آئی تھی۔
"خیریت تو ہے نا؟ آپ کو شیری سے کیا شکایتیں ہو گئی ہیں؟" ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے استفسار کرنے لگے۔
"آپ کو معلوم نہیں ہے شیری نے فیاض بھائی کی بیٹی کی تصویریں بنائی تھیں۔ وہ ان کو تفصیل سے ہر بات بتانے لگیں۔

......☆......
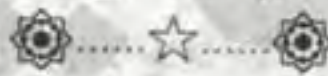
ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ملازمہ کو ٹیبل صاف کرنے کا کہہ کر صباحت عادلہ اور عائزہ کے مشترکہ روم میں آ گئی تھیں۔ عائزہ صوفے میں دھنسی بیٹھی سیل فون پر میسج ٹائپ کرنے میں مگن تھی۔ صباحت کو اس نے ایک پل کو اچٹتی نگاہوں سے دیکھ کر پھر مصروف ہو گئی تھی۔ اس کے انداز میں اعتماد و بے خوفی تھی۔
صباحت نے حسب عادت اس کی اس بے پروا اور بے نیازی کو نظر انداز کر دیا تھا اور بیڈ پر لیٹی عادلہ کی طرف بڑھ آئی۔ جس کی کل رات سے طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس نے ناشتہ بھی روم میں ہی کیا تھا۔
"کیسی طبیعت ہے بیٹا!" انہوں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔
"بخار تو اب نہیں ہے شاید کمزوری کے باعث اٹھ نہیں پا رہی ہو۔"
"جی، ممی! میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔" عادلہ کی کراری آواز میں لاغر پن جھلک آیا تھا۔

"ایک ہی دن میں برسوں کی بیمار دکھائی دے رہی ہو فکر مت کرو میں پری کو کہہ آئی ہوں وہ تمہارے لیے چکن سوپ تیار کر رہی ہے۔" پھر انہوں نے ایک نگاہ عائزہ پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"عائزہ! ملازمہ سے کہو وہ فریج سے سیب نکال کر جوس بنائے۔"

"سوری ممی! میں اس ٹائم بے حد بزی ہوں۔"

"فالتو بات مت کرو ملازمہ سے جا کر کہہ دو وہ خود لے آئے گی۔"

"ممی میں نے کھانا ٹائم نہیں ہے میرے پاس اور یہ عادلہ تو سدا کی کھاؤ پیر ہے بہانے بنا کر اس کو کھانا آتا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ تم سے اچھی تو وہ پری ہے سگی بہن نہ ہوتے ہوئے بھی اس کو اتنا خیال ہے عادلہ کا۔ میں اس سے کہنے گئی تو وہ پہلے ہی اس کے لیے چکن سوپ تیار کرنے میں مصروف تھی اور ایک تم ہو جو ملازمہ کو کہنے پر بھی راضی نہیں ہو خود تو کیا کرو گی۔" اس کی بدتمیزی و بے حسی پر وہ چل کر گویا ہوئیں۔

"پری کی مثال نہ دیں آپ اس کی تو عادت ہے اسی طرح سب کی غلامی کر کے اپنی تعریف کرانے کی اور مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا تھا اور اسی دوران اس کی نگاہیں اسکرین پر اور انگلیاں ٹائپ کر رہی تھیں۔

"میں پوچھتی ہوں آخر تم کس سے راز و نیاز میں مصروف ہو جو میری طرف دیکھ کر بات کرنے کی بھی فرصت نہیں ہے کتنی بار سمجھایا ہے یہ ہر وقت موبائل تمہارے ہاتھ میں اچھا نہیں لگتا ہے۔" ماں کے بدلتے تیوروں نے اس کو الرٹ کر دیا وہ مسکرا کر بولی۔

"اپنی فرینڈ سے بات کر رہی ہوں اور کس سے کروں گی ممی۔"

"کون سی فرینڈ ہے تمہاری ایسی جو ہر وقت فری رہتی ہے۔"

"آپ کو میری بات پر یقین نہیں ہے۔" وہ منہ بسور کر گویا ہوئی اس دوران عادلہ آنکھیں بند کر کے لیٹی رہی۔

"میں تو تمہاری ہر بات پر یقین کرتی ہوں کل بھی تم دونوں سارا دن اپنی فرینڈ کے ساتھ گزار کر آئیں اور میں نے پوچھا وہ کون سی فرینڈ ہے جو تم کو بلاتی ہے اور خود یہاں نہیں آتی۔"

"پوچھا کریں نا ممی! آپ پوچھتی کیوں نہیں ہیں تب ہی......!"

"میری جان تم چپ لیٹی رہو طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری اور ممی کو ہم پر اعتماد ہے تو کیوں پوچھیں گی؟" عادلہ کو بولتے دیکھ کر عائزہ برق رفتاری سے اس کی طرف آئی تھی اور لہجے کو نرم کر کے بڑی محبت سے دونوں سے مخاطب ہوئی تھی۔

"ممی! آپ کو ہم پر بھروسا نہیں ہے......؟"

"مجھے ہے میں اپنی بچیوں پر بھروسا نہیں کروں گی تو کس پر کروں گی۔ مگر بات میری نہیں تمہارے پاپا اور دادی کی ہے ان کو یقین کون دلائے گا اور اسپیشلی تمہاری دادی اس بڑھیا کو تو بال کی کھال نکالنے کی عادت ہے اس عمر میں بھی ان کا حافظہ غضب کا ہے۔ مجال ہے جو کوئی بات بھول جائیں میں بھول جاتی ہوں مگر وہ نہیں بھولتی ہیں۔" عائزہ کی توجہ نے ان کے موڈ کو بدل ڈالا تھا۔

"ہمیں دادی کی پروا نہیں ہے ممی! آپ کا اعتماد ہمارے لیے کافی ہے۔" عادلہ لیٹی ہوئی بہن کے پل پل بدلتے موڈ کو دیکھ کر سوچ رہی تھی وہ کس قدر بے ضمیر اور خود غرض لڑکی ہے چند لمحوں قبل کس قدر اس کی آنکھوں میں اجنبیت و سرد مہری تھی۔

وہ میسج کے ذریعے راحیل سے گفتگو میں مصروف تھی اور اس دوران اس کو صباحت کی مداخلت ذرا نہ بھائی تھی اور وہ ان کو نظر انداز کیے اپنے کام میں مصروف تھی اور جب اس کو عادلہ کی طرف سے راز فاش کرنے کا خطرہ ہوا تو اس کے منہ

سے پھول جھڑنے لگے تھے۔

❁......☆......❁
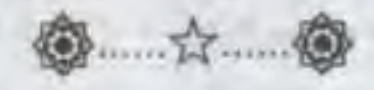
رات کا نا معلوم کون سا پہر تھا۔

بے خبر سوئی ہوئی پری کی کچھ عجیب کھٹر پٹر کی آوازوں سے آنکھ کھلی تھی۔ اس نے چہرے سے معمولی سا کمبل ہٹا کر دیکھا کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی میں دادی اسے کارپٹ پر بیٹھی دکھائی دی تھیں۔ ابھی وہ کمبل سے نکلنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ دادی نے ایک نظر اس کو اس طرح دیکھا گویا یہ تصدیق کرنا چاہ رہی ہوں کہ وہ بے دار تو نہیں ہوگئی اور اس لمحے جو بے بسی و بے کسی ان کی بوڑھی آنکھوں میں تھی اس کا بھرم رکھنے والے انداز نے پری جیسی بے حد حساس و گداز دل لڑکی کو پتھر کا بنا دیا تھا وہ کوئی جنبش نہ کر سکی کسی مجسمے کی مانند لیٹی رہ گئی۔

دادی چند لمحے محتاط نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے کے بعد مطمئن ہو کر اپنے کام میں لگ گئی تھیں۔ ان کے سامنے ایک چھوٹی سی خوب صورت جڑاؤ صندوقچی رکھی ہوئی تھی وہ چاندی بنی صندوقچی تھی جس پر سرخ، ہرے، جامنی اور زرد رنگوں اور کندن کا دیدہ زیب کام تھا۔ یہ صندوقچی ان کے بہترین حالات کی نشانی تھی جس کو وہ بڑی حفاظت نفاست سے رکھتی تھیں۔ اس میں ان کی تمام قیمتی چیزیں تھیں۔ یہ کسی وقت میں قیمتی زیورات، تحفوں اور رقوم سے بھری رہتی تھی اور جب آزمائشوں کا دور شروع ہوا تو اچھے دنوں کے ساتھ ساتھ یہ چیزیں بھی ضرورتوں کے تحت ان سے دور ہوتی چلی گئیں اور اب ان کے پاس ماسوائے ایک طلائی نیکلس سیٹ کے اور کچھ دیگر معمولی سی چھوٹی موٹی چیزوں کے باقی نہ بچا تھا جو وہ کسی کو تحائف کی صورت میں نہیں دی سکتی تھیں۔ صندوقچی میں موجود ہر چیز کا انہوں نے کئی بار بغور جائزہ لیا اور پھر مایوس ہو کر انہوں نے اس میں سے نکالا ہوا سامان واپس منتقل کرنا شروع کر دیا تھا اور اس عمل کے ساتھ ہی ان کے چہرے پر آنسو لکیروں کی صورت میں بہنے لگے تھے۔

"میرے مالک! یہ دن بھی تیری اس گناہ گار بندی کو دیکھنا تھا۔ کسی زمانے میں یہ ہاتھ صدقات و خیرات اور تحفے تحائف بانٹتے نہ تھکتے تھے اور آج......!" وہ اس وقت اتنی جذباتی اور شکستہ دل ہو رہی تھیں کہ اپنی بڑبڑاہٹ کے تیز ہونے کا ان کو احساس بھی نہ ہوا تھا۔ جو پری دم سادھے سن رہی تھی۔ دادی کی طرح اس کے آنسو بھی بے آواز بہہ رہے تھے وہ دھندلائی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ کڑا وقت آن پڑا ہے میں خالی ہاتھ بیٹھی ہوں۔ مذنہ اور طغرل جا رہے ہیں اور میں ان کے ساتھ اپنے بیٹا، بہو، پوتے، پوتی کو کوئی تحفہ بھی بھیجنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ کیا سوچیں گے وہ لوگ ان کی ماں، ان کی دادی ان سے پیار نہیں کرتی ہے۔ تحائف تو محبت کی نشانی ہوتے ہیں مذنہ اور طغرل کیا کچھ نہ لائے تھے ہر چیز قیمتی اور خوب صورت تھی اور میں تو ان کو معمولی سی چیز بھی دینے کے قابل نہیں رہی ہوں کیا کروں؟ کس سے کہوں؟ فیاض نے تو اپنا فرض ادا کر دیا ہے وہ سب کے لیے تحفے لے آیا ہے مگر میں کہاں سے رقم لاؤں؟ فیاض سے کیا کہوں وہ تو پہلے ہی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے اور اب بھی تحفے لانے کے لیے اس نے قرض ہی لیا ہوگا۔" دادی کو بڑھاپے نے کمزوری عطا کی تھی۔

وہ صندوقچی کو ٹھکانے پر رکھ کر آہستگی سے بیڈ پر دراز ہوگئی تھیں۔ ان سے زیادہ رویا تو نہیں گیا ملال و حسرتوں کے تمام رنگ اپنے چہرے پر سجا کر وہ جلد ہی نیند سے ہم آغوش ہوگئی تھیں۔ مگر کمبل میں منہ چھپائے پری کے آنسو بہتے رہے تھے۔

گہری اداسیاں اس کی روح تک میں اترتی چلی گئی تھیں۔ دبیز افسردگی کے سمندر میں وہ ڈوبتی جا رہی تھی وہ کسی بھی صورت دادی جان کی آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

وہ ساری رات اس کی آنکھوں میں کٹی تھی۔ بڑی اذیت بھری رات تھی دادی کی آنکھوں سے گرنے والے آنسو گویا

اس کے دل پر برستے رہے تھے اس رات کی صبح بڑی اداسیوں کے سنگ نمودار ہوئی تھی۔ فجر کی نماز اس نے دادی کے ساتھ ہی ادا کی تھی۔

پریشانیوں اور تنگ دستی کے احساس نے دادی کی ساری توانائی حوصلے چکنا چور کر دیے تھے خواہشیں اگر پوری نہ ہوں تو انسان کو بے بسی کا احساس دلاتی ہیں۔ زندگی کا حسن چھین لیتی ہیں۔ خوشیوں کے رنگ پھیکے پڑنے لگتے ہیں وہ تو بچپن سے اس درد کا شکار تھی۔ دادی کے اس درد کو اس سے زیادہ کون محسوس کر سکتا تھا؟ انہوں نے بہ مشکل اشراق کی نماز ادا کی تھی اور لیٹ گئی تھیں۔ پری نے انہیں بیڈ ٹی کے ہمراہ ایک خواب آور گولی دی تھی کہ کچھ دیر بعد ہی وہ گہری نیند سو گئی تھیں۔ ان کو گہری نیند میں محو دیکھ کر پری آہستگی سے بیڈ سے اٹھی اور شال اوڑھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ اس کے قدم اسٹور روم کی جانب بڑھ رہے تھے جہاں ٹرنک میں وہ تمام گفٹس محفوظ تھے جو شمّی اور عشرت جہاں کی طرف سے اس کو وقتاً فوقتاً ملتے رہتے تھے۔ وہ کبھی ان کو استعمال نہیں کرتی تھی۔ اس کا دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ گفٹس اس کو خوش کرنے کے لیے اپنائیت کا اظہار کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں مگر وہ جانتی تھی وہ مہنگے ترین امپورٹڈ چیزیں کبھی بھی ان خوشیوں کا نعم البدل ثابت نہیں ہو سکتیں جو ماں باپ نے علیحدہ ہو کر اس سے چھین لی تھیں۔

اس کے احساسات کے برعکس عادلہ اور عائزہ بہت بے تکلفی سے اس کی چیزیں استعمال کرنے لگی تھیں۔ جس پر اس کو کوئی اعتراض نہ تھا مگر دادی جان نے اس کے گفٹس اپنے ہاتھوں میں ٹرنک میں رکھ کر تالا لگایا اور چابی اپنے پاس رکھنے لگی تھیں۔

وہ چابی ساتھ لے آئی تھی اور دادی کے بے دار ہونے سے قبل وہ اپنی رات بھر کی سوچوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتی تھی۔

۞ ...... ☆ ...... ۞

"یہ بہت اچھی ہے، تم خوامخواہ پریشان رہیں۔" ان سے تفصیلی بات سن کر عابدی چائے پیتے ہوئے اطمینان سے گویا ہوئے۔

"پریشان، میں تو سخت خوفزدہ ہو گئی تھی۔ فون پر بات کرتے وقت ان کا انداز اتنا جارحانہ تھا مجھے فیل ہو رہا تھا ابھی فون سے نکل کر ہی وہ مجھ پر جوتے برسانا شروع کر دیں گی۔"

ان کے لہجے میں سخت مرعوبیت تھی عابدی مسکرا اٹھے تھے۔

"میں جانتا ہوں ان کے مزاج کو وہ بے حد اصول پسند اور روایت پرست ہیں مگر ان میں خوبی بھی ہے کہ وہ مہمان نواز ہونے کے علاوہ درگزر سے کام لیتی ہیں بے حد شفیق و پرخلوص نیچر ہے ان کی۔"

"جی بالکل ان سے مل کر مجھے احساس ہوا تھا کہ وہ بے حد سوئیٹ ہیں۔"

"شیری کو سمجھاؤ، اگلی دفعہ وہ ایسی اسٹوپڈ حرکت نہ کرے، آفس جا کر میں شیری کی حرکت پر ایکسکیوز کر لوں گا فیاض سے۔" وہ اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوئے تھے۔

"جی بہتر۔" حسب عادت وہ عابدی کو کار تک چھوڑنے آئی تھیں اور جب وہ اندر آئیں تو ملازم حیران پریشان اپنی جانب آتا ہوا ملا۔

"ارے کیا ہوا خیرو؟ تم اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

"بیگم صاحبہ، بابا صاحب بے حد غصہ میں ہیں۔"

"کیوں...... کیا ہوا؟"

"وہ کسی کی تصویریں تلاش کر رہے ہیں جو مل نہیں رہی ہیں۔" ملازم بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ سرد موسم میں بھی اس کو

پسینہ آ رہا تھا۔

"تصویریں...... آؤ میرے ساتھ۔"

وہ گرم شال لپیٹتی ہوئی تیز تیز قدموں سے آگے بڑھی تھیں اور شیری کے روم میں داخل ہو کر وہ سکتے کی کیفیت کا شکار ہو گئی تھیں۔

"اوہ کم ان ماما۔ پلیز پری کی فوٹو گراف ڈھونڈنے میں میری مدد کریں وہ کہیں گم ہو گئی ہیں۔"

بہت پریشان لہجے میں وہ ان سے مخاطب ہوا تھا۔ اس کے کمرے کی کوئی بھی شے ٹھکانے پر نہیں تھی۔ ایک ہفتے قبل ہی کتنے چاؤ سے اس کے آنے سے قبل اس کا روم ڈیکوریٹ کروایا تھا جسے اجاڑنے میں اس نے گھنٹہ بھی نہیں لگایا تھا۔ وارڈ روب سے تمام کپڑے، کتابیں، کشنز، ڈیکوریشن پیسز، حتیٰ کہ بیڈ سے تکیے اور میٹرس کو بھی دور پھینک دیا گیا تھا۔ کارپٹ پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی اور اس تمام بکھیڑے کے درمیان وہ کسی مسافر کی طرح لٹا پٹا کھڑا تھا اس کے چہرے پر پریشانی ہی پریشانی رقصاں تھی۔

"شیری، یہ کیا حال کر دیا ہے آپ نے روم کا؟ ایسا محسوس ہوتا ہے خدانخواستہ یہاں کوئی بہت بڑی ڈکیتی ہوئی ہے۔"

"ڈکیتی ہی تو ہوئی ہے ماما۔" وہ مضطربانہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"پری کی فوٹو گرافی کی ڈکیتی ہوئی ہے۔ ان سے بڑھ کر اور قیمتی شے کیا ہو گی یہاں۔"

اس کا لہجہ عجیب تھا ملازم کی موجودگی میں مزید بات کرنا انہیں اچھا نہیں لگا وہ اسے جانے کا کہہ کر گیٹ بند ہونے کے بعد اس سے مخاطب ہوئیں۔

"پری کی فوٹو گرافس تو میں اس کی گرینڈ مدر کو دے آئی تھی پھر وہ آپ کو یہاں کیسے ملیں گی؟"

"ایک کاپی میں نے آپ کو دی تھی اور ایک اپنے پاس رکھی تھی۔"

"کیا، ایک آپ نے اپنے پاس رکھی تھی مگر کیوں؟ میں تو سمجھی تھی آپ نے دونوں دے دی ہیں۔"

وہ سخت متعجب تھیں انہوں نے خاموشی سے بنا دیکھے وہ تصویروں والا لفافہ دادی جان کے ہاتھ میں دے دیا تھا انہیں چیک نہ کیا تھا۔

"ماما پلیز، اس وقت بہت ٹینشن میں ہوں میں، مجھ سے کوئی سوال جواب مت کریں آپ۔ اس خیرو کے بچے کو بلاؤ وہی یہاں کی ڈسٹنگ کرواتا ہے اس نے ہی مس کیے ہیں۔"

اس کے انداز میں غصہ بڑھنے لگا تھا۔

"بابا پہلے ناشتا تو کر لیں پھر میں خیرو سے......!"

"مجھے بھوک نہیں ماما، مجھے فوٹو گرافس چاہیے۔"

"یہ غلط ہے بابا، یہ چیٹنگ کی ہے آپ نے میں نہیں جانتی تھی آپ نے ایک سیریل رکھ لی ہے یہ اچھا نہیں ہے آپ کے ڈیڈی کو معلوم ہوا تو وہ بھی ناراض ہوں گے اور پری کی فیملی بھی۔"

"مجھے پروا نہیں، مجھے صرف وہ فوٹو گرافس چاہیے اور بس۔" اس نے بے پروائی سے کہا اور تیز تیز آواز میں ملازم کو پکارنے لگا۔

"جی صاحب!" سہما سہما خیرو اندر آ کر گویا ہوا۔

"خیرو، تم نے یہاں کوئی تصویروں کا لفافہ دیکھا ہے کیا؟" شیری کے بگڑے تیور دیکھ کر وہ خود استفسار کرنے لگی تھیں۔

"تصویروں والا لفافہ بیگم صاحبہ، جو آپ کے ہاتھ میں تھا کل۔"

"ہاں ہاں وہی۔" شہری نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کرتے چاہے تو ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کا کہہ کر اس سے مخاطب ہوئیں۔
"جی وہی دیکھا تھا آپ نے؟"
"جی ہاں بیگم صاحبہ! کل آپ کے جانے کے بعد بابا صاحب باہر گئے تھے تو ان کے ہاتھ میں تھا۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔
"میرے ہاتھ میں تھا تم نے دیکھا تھا میرے ہاتھ میں۔" وہ اس کے قریب آ کر پوچھنے لگا۔
"جی...... جی صاحب وہ لفافہ آپ نے کوٹ کی جیب میں ڈالا تھا اور چلے گئے تھے میں اس وقت کار کے قریب ہی تھا۔"
"اچھا ٹھیک ہے جا کر بابا کے لیے ناشتا لگاؤ۔"
"جی اچھا۔" وہ کہہ کر چلا گیا۔ مسز عابدی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا۔
"خیرو یہاں کا بہت پرانا اور وفادار ملازم ہے وہ کبھی بھی غلط بیانی نہیں کرسکتا ہے آپ اچھی طرح یاد کریں اور میرے خیال میں ایک بار جا کر گاڑی میں بھی چیک کرلیں شاید......!"
"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔" وہ ایک جوش کے عالم میں آگے بڑھا۔
"پہلے ناشتا کرلیں بابا ایسا بھی کیا ہے؟"
"سوری ماما۔ میں ابھی آتا ہوں۔"
وہ ہوا کی تیزی سے آگے بڑھا تھا مسز عابدی اس کی حرکتوں پر دنگ تھیں۔ اس نے کار کا کونا کونا چھان مارا مگر نتیجہ وہی صفر رہا تھا۔ ناکامی پر اس نے غصے سے دروازہ بند کیا تھا اور اسی لمحے دروازے کے باہر پڑے گہرے اسکریچ پر اس کی نگاہ گئی تھی جو آگے بونٹ تک چلا گیا تھا اور وہ چند لمحے کھڑا حیرانی سے سوچتا رہا پھر کسی بھولے خواب کی طرح اس کو یاد آیا۔ ذہن میں دھندلے دھندلے سے کچھ عکس واضح ہوتے چلے گئے۔ اسے یاد آیا کل جب وہ ماما کے جانے کے بعد مدہوشی کی حالت میں باہر نکلا تھا تو تصویریں اس نے جیب میں رکھ لی تھیں پھر وہ خود پر کنٹرول نہ رکھ پایا تھا اور کار ایک دوسری کار سے ٹکرا گئی تھی۔ وہ باہر نکلا تھا اس نے نوجوان سے معذرت کی تھی اس کی صورت یاد نہیں تھی لیکن دل نے کہا۔
"اوہ شٹ، فوٹو گرافس اسی دوران ہی کہیں گر گئے ہیں۔"

۞......☆......۞
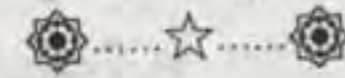
وہ دروازہ تھا......
اس کے لیے وہ دروازہ ایک دھماکے سے کھلنا گویا صور اسرافیل پھونکنے کے مترادف تھا۔ وہ بے ساختہ چیختی ہوئی بیڈ پر چڑھ گئی تھی۔ کیونکہ دو بلیاں خونخوار انداز میں لڑتی ہوئی عین اس کے دروازے پر گری تھی اور ان کے بوجھ سے دروازہ زوردار آواز میں وا ہوا تھا۔ بلیاں اٹھ کر بھاگ چکی تھیں اور وہ بری طرح دھڑکتے ہوئے دل کو پکڑے کئی لمحوں تک کھلے دروازے کو دیکھتی رہی تھی۔
خاصی دیر وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی، چند لمحوں قبل جو کچھ بھی ہوا وہ اسے خوف سے ادھ موا کرچکا تھا۔ خوف نے اس کی قوت ہی سلب کرلی تھی۔ وہ سمجھی تھی گلفام آ گیا ہے۔
گلفام آتا تو پھر کچھ نہیں بچتا اس کے چہرے کی سیاہی کالک بن کر اس کے مقدر پر چھا جاتی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ رانی سے نوکرانی بن کر رہ جاتی اپنی ماں اور چچی کی طرح اسی بوسیدہ گھر میں قید ہو جاتی اور خواب صرف خواب ہی بن جاتے کبھی تعبیر نا پانے کے لیے۔

"افوہ کیا مصیبت ہے یہ آج سوچیں مجھے کیوں اتنا جکڑ رہی ہیں۔ مجھے ان کے قریب میں نہیں آنا ہے ان ساری زنجیروں کو توڑ کر جانا ہے۔" وہ سر جھٹک کر اٹھی تھی۔
سینڈل پہن کر چندری دوپٹے کو رسی کی طرح شانے پر ڈالا اور بہت پرسکون انداز میں وہ قدم بہ قدم اس گھر سے دور ہوتی چلی گئی پھر بھی اس کا دل نہ تڑپا تھا۔
جس گھر میں اس کو بے تحاشا پیار ملا تھا...... جہاں وہ اپنی اپنی من مانی کرتی تھی، اس کو کچھ بھی ملال نہ تھا۔ کوئی رشتہ کوئی محبت لمحے بھر کو بھی اس کے پاؤں نہ ڈگمگا سکی تھی وہ زمین پر نہیں گویا اس کے دلوں پر پاؤں رکھ کر آگے بڑھتی چلی گئی، بڑھتی چلی گئی۔ سڑک پر ساحر کار لیے کھڑا تھا اسے دیکھ کر قریب آ کر گویا ہوا۔
"تم آ گئیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر چاہت سے گویا ہوا۔
"ہاں، ہمیشہ کے لیے آ گئی ہوں سب کو چھوڑ کر۔"

۞......☆......۞
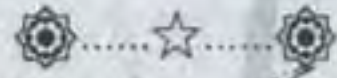
"ڈیڈی کی طبیعت کیسی ہے بھائی؟" پری تمام گفٹس لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب لاؤنج سے آتی طغرل کی پریشان کن آواز سن کر ٹھٹک کر کھڑکی سے قریب ہی رک گئی تھی۔
"ڈونٹ وری آپ پریشان مت ہوں۔ مما اور میں آ رہے ہیں ڈاکٹرز سے میں خود بات کرلوں گا آپ پریشان نہ ہوں میں آ رہا ہوں۔" چند لمحوں تک وہ بھائی کو تسلی و دلاسہ دیتا رہا تھا۔
"یا اللہ تاؤ جان کو کیا ہوا ہے؟" طغرل کی آواز سے لگ رہا تھا وہ بے حد پریشان ہے اس کے دل میں عجیب عجیب وسوسے جنم لینے لگے اس نے ہاتھوں میں پکڑے گفٹس، قریبی ایک کارنر پر رکھے تھے اور اندر گئی تھی۔
"طغرل بھائی تاؤ کو کیا ہوا ہے؟" وہ اس کی لرزتی ہوئی آواز سن کر دیکھنے لگا تھا۔ اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ نامعلوم ضبط سے تھیں یا نیند کی کمی کے باعث سرخ و اداس آنکھیں جن میں کچھ کچھ نمی سی چمک رہی تھی۔ اس کے خوب صورت بال بے ترتیب تھے۔ شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔ وائٹ کرتا سوٹ میں اس کی حالت بہت رنجیدہ و بکھری بکھری سی تھی۔
"طغرل بھائی! بتائیں نا پلیز تاؤ کو کیا ہوا ہے؟" وہ پہلی دفعہ اس کے قریب بیٹھی تھی اور شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔
"ہاں، آں...... کچھ نہیں...... کچھ بھی تو نہیں ہوا ڈیڈی کو۔" وہ جو سب کو سوتا ہوا سمجھ کر بھائی کو کال کرنے بیٹھ گیا تھا اب سامنے پری کو دیکھ کر اس کو دھچکا لگا تھا بڑی مشکل سے خود کو سنبھال پایا تھا۔
"جھوٹ مت بولیں طغرل بھائی میں نے سب سن لیا ہے۔" وہ کسی بھی لمحے رونے والی تھی۔
"پلیز بتائیں نا، خاموش کیوں ہیں کیا ہوا ہے تاؤ کو؟"
"میں تم پر اعتماد کرسکتا ہوں پارس! اس حادثے کی خبر میں نے یہاں کسی کو بھی نہیں دی ہے ڈیڈی بے حد دور ہیں اور اس کی خبر سب کو ہوگئی تو یہ فاصلے دلوں پر بہت گراں گزریں گے۔" وہ بے حد بدلا ہوا تھا۔
لہجہ بہت دھیما تھا گہری سنجیدگی تھی اس کے انداز میں اس کی یہی سنجیدگی اور دگرگوں حالت اس کو متوحش کر رہی تھی۔
"تاؤ ٹھیک ہیں کیا ہوا ہے انہیں، کہاں ہیں وہ؟" آنسو تیزی سے اس کے رخساروں پر بہنے لگے تھے۔ طغرل کے شانے پر رکھے اس کے ہاتھ میں لرزش بڑھ گئی تھی۔
"ریلیکس پارس! ڈیڈی ٹھیک ہیں ان کا معمولی نوعیت کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا ہے چند دن قبل وہ اب بہتر ہیں۔"
پری کو بتاتے وقت اس نے اپنے لہجے کو نارمل رکھنے کی سعی کی تھی تاکہ وہ پریشان نہ ہو لیکن وہ اچھا بھلا سہانت سے بنی

لڑکی تھی دوسروں کا دکھ محسوس کرنے والی تھی‘ پھر یہ تو اس کے تایا تھے جنہوں نے دل و جان سے اس سے محبت کی تھی۔ فیاض نے اب کچھ اس کے سر پر دست شفقت رکھا تھا اور تاؤ نے بچپن سے اس کو باپ کی طرح محبت دی تھی ان کی تکلیف وہ اپنے دل میں محسوس کرنے لگی تھی۔

''وہ بہتر نہیں ہیں طغرل بھائی‘ میرا دل کہتا ہے وہ بہتر نہیں ہیں۔'' اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونا شروع کر دیا تھا۔

''خود کو سنبھالو پارس! تم اس طرح روتی رہیں تو باہر آواز جائے گی اور سب کو معلوم ہو جائے گا جو میں نہیں چاہتا۔'' وہ اس کو اس طرح سے روتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گیا تھا مگر وہ تو گویا سماعت سے عاری ہو گئی تھی کچھ سنائی دے رہا تھا نہ دکھائی اس کی نگاہیں ان مناظر پر دوڑ رہی تھیں۔ جن میں تاؤ اپنی پروقار و شفیق شخصیت کے ساتھ موجود تھے۔ بے شمار مناظر تھے جن میں وہ اسے پیار کر رہے تھے۔ ٹافیاں دے رہے تھے وہ ان کی گود میں تھی تو کہیں شانوں پر‘ کہیں آئسکریم کھاتے ہوئے تو کہیں فٹ بال کھیلتے ہوئے تیزی سے مناظر بدل رہے تھے۔ وہ گاہے بگاہے آتے رہتے تھے اور ہر بار ہی ان کی محبت اس کے لیے بڑھی ہوئی ہوتی تھی پچھلے سال وہ آئے تھے۔ ہمیشہ کی طرح وہ ان کی آمد پر خوش اور جانے پر رنجیدہ تھی۔

''پارس پلیز‘ مت روؤ تم نے یہ سب کو بتا دیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔ فیملی میں ٹینشن پھیل جائے گی۔''

وہ چہرے سے اس کا ہاتھ ہٹاتا ہوا نرمی سے گویا ہوا تھا۔

''تم یہاں سب کو پریشان ہوتا ہوا دیکھ سکتی ہو؟''

''پریشان بھی تو اپنوں کے لیے ہوا جاتا ہے جو پریشان ہوتے ہیں وہ دعائیں بھی تو کرتے ہیں۔ دوا کے ساتھ دعا کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے طغرل بھائی۔'' وہ بھیگے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو میں مانتا ہوں ان باتوں کو دعا پر دوا سے زیادہ یقین بھی ہے مجھ کو لیکن کچھ لوگ ہمیں اتنے عزیز ہوتے ہیں کہ ہم ان کو رتی بھر بھی دکھ دینا نہیں چاہتے۔ دادی کی حالت دیکھی ہے تم نے؟ وہ کس طرح یہ دکھ برداشت کر سکیں گی‘ فیاض انکل کو نا معلوم دن بہ دن کیا ہوتا جا رہا ہے۔ وہ کمزور سے کمزور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ میں ان سے بھی یہ شیئر نہیں کر سکتا وہاں جا کر ڈیڈی کی حالت بہتر ہوتے ہی انکل کو انفارم کر دوں گا۔''

خوشیاں شاید کبھی ایک دوسرے کو قریب کرنے کا باعث نہیں بنتی ہوں۔ دکھ ہمیشہ ایک دوسرے کے قریب کر دیتا ہے۔ کل تک وہ اس شخص کی پرچھائیں سے بھی نالاں تھی اور آج وہ اس کے قریب بیٹھی تھی۔ رو رہی تھی۔

اس کا دکھ اسے اپنا دکھ محسوس ہو رہا تھا۔

اس کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے اور طغرل کے آنسوؤں سے دل جل تھل ہو رہا تھا۔ مرد اور عورت کے آنسوؤں میں یہی فرق ہوتا ہے وہ رونا بھی چاہے تو آنسو آنکھوں میں جم جاتے ہیں۔

''وعدہ کرو مجھ سے میرے جانے کے بعد کسی کو نہیں بتاؤ گی‘ کسی کو ذرا بھی محسوس نہیں ہونے دو گی ڈیڈی کے ایکسیڈنٹ کے بارے میں۔''

''یہ کس طرح ممکن ہے؟'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے گویا ہوئی۔

''ممکن ہے پارس! تم اسے ممکن بنا سکتی ہو تم ڈیڈی کے لیے دعا کر سکتی ہو تمہاری دعائیں ان کو زندگی کی طرف سے آئیں گی۔ وہ خود یہاں آئیں گے تمہارے پاس سب کے پاس بس تم ہمت سے کام لینا۔''

اس کا لہجہ نرم نرم گرتی پھوار کی مانند تھا وہ اس کے قریب بیٹھا تھا اور اس کے ملبوس سے پھوٹتی پرفیوم کی مہک اس کا

احاطہ کیے ہوئے تھی اور اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔
اگر احساس تھا تو اس دکھ کا جو ان دونوں کا مشترکہ تھا فراز کو ان دونوں سے یکساں محبت تھی۔

٭٭٭
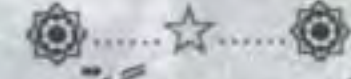
صباحت نے عادلہ کی طرف دیکھا تھا وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی اس نے ان کی موجودگی کو گویا محسوس ہی نہیں کیا تو اور صباحت فکر مندی سے اس سے گویا ہوئی تھیں۔
"عادلہ میں نوٹ کر رہی ہوں کچھ دنوں سے تم بہت بجھی بجھی سی رہتی ہو کوئی پرابلم ہے کیا میری جان؟"
"پرابلم۔" اس نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔
"مما! آپ عائزہ کی شادی جتنی جلد ہو سکے کر دیں۔"
"عائزہ کی شادی، تمہیں کیوں بیٹھے بٹھائے عائزہ کی شادی کی فکر ستانے لگی؟ کیوں پھر تم دونوں کا جھگڑا ہوا ہے کیا؟"
"میں چاہتی ہوں اس کی جلد از جلد شادی ہو جائے۔"
"تمہارے چاہنے سے کیا ہوگا بیٹا؟ شادی باتوں سے نہیں ہوتی ہے نوٹوں سے ہوتی ہے جو تمہارے پاپا کے پاس نہیں ہیں۔"
وہ حسب عادت بے پروائی سے گویا ہوئی تھیں ہمیشہ کی طرح انہوں نے بات کی گہرائی کو سمجھنے کی سعی نہ کی تھی کہ عادلہ اچانک کیوں عائزہ کی شادی کا ذکر کر رہی ہے اس کا اتنا سنجیدہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے اس کی اس بے پروا و غیر محتاط طبیعت کے باعث عائزہ ان کی ناک کے نیچے عشق کا کھیل کھیل رہی تھی اور وہ ایک بار اتنا بڑا دھوکا کھا کر بھی حواسوں میں نہ لوٹی تھی۔
"آپ کوشش تو کریں مما!"
"خاک کوشش کروں؟ مجھے معلوم ہے فیاض کسی طور نہ مانیں گے۔ انہوں نے تو ابھی تک فاخر کو منگنی کی انگوٹھی نہیں پہنائی ہے تو وہ شادی کے لیے خاک پیسہ دیں گے۔ عجیب کنجوس آدمی سے واسطہ پڑا ہے میرا۔" وہ حسب عادت اپنے دکھڑے رونے بیٹھ گئی تھیں۔
"ساری محبت اور ساری دولت وہ اس منحوس غنیٰ پر ہی لٹا چکے ہیں میرے نصیب میں تو کچھ بھی نہیں ہے ماسوائے ان کی نفرت و بے زاری کے جو بے حساب ہے میرے لیے۔"
"پاپا آپ سے اتنی محبت کرتے ہیں پھر بھی آپ کو ان سے شکایت رہتی ہے ان کی محبت کو سمجھنے کی کوشش تو کریں آپ۔"
"ارے طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری کس قسم کی باتیں کر رہی ہو چلو آرام کرو مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔"

٭٭٭
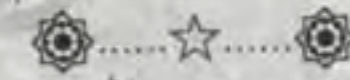
اماں جان نے اپنے آگے رکھے ان گفٹس کو دیکھا پھر قریب بیٹھی پری پر گہری نگاہ ڈالی جو دھیرے سے مسکرا رہی تھی۔
"اچھا میں سمجھی تم رات میں سو رہی تھیں۔ مگر...... تم جاگ رہی تھیں یہ تمام تحفے تمہاری بے داری کا ثبوت ہیں۔"
"دادی جان! آپ نے مجھ سے کیوں چھپایا وہ سب؟ میں تو آپ سے کچھ نہیں چھپاتی ہر دکھ، ہر خوشی آپ سے شیئر کرتی ہوں۔" اس نے ان کے شانے پر سر رکھ کر اداسی سے کہا تھا۔
"کیا بتاؤں بیٹا! چھپانے کے لیے بھلا رکھا ہی کیا ہے میرے پاس۔ مگر...... میری بچی! یہ تحفے واپس ٹرنک میں رکھ دو ان کو نہیں لے سکتی۔ یہ وہ تحفے ہیں جو تمہاری ماں اور نانی نے تمہیں دیے ہیں اور کسی کے خلوص سے دیے گئے تحفے بانٹے نہیں ہیں۔"

"دادی جان اگر آپ نے یہ تحفے واپس کیے تو میں ناراض ہو جاؤں گی۔ یہ میری چیزیں ہیں میں کسی کو بھی دوں اس پر مما اور نانو کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا؟ پھر ان کو کیا معلوم میں ان کے دیے گئے تحفوں کا کیا کر رہی ہوں۔"
"میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا پری! میں کچھ نہ کچھ بندوبست کر لوں گی یہ انگوٹھی دیکھ رہی ہو نا تم یہ بھی اس وقت ایک ڈیڑھ لاکھ سے کم نہیں ہے اصلی ہیرا جڑا ہے اس میں اور دو تولے کی ہے یہ۔" انہوں نے پاندان سے ایک انگوٹھی نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔
"یہ انگوٹھی فروخت کریں گی آپ؟ کتنی عزیز ہے یہ انگوٹھی آپ کو آپ ہی بتاتی ہیں تاؤ کی پیدائش پر دادا جان نے آپ کو یہ گفٹ کی تھی۔" اس کی بات پر ان کے لبوں پر ایک دکھ بھری مسکراہٹ دوڑ گئی۔ آنکھیں بھی جھلملا سی گئی تھیں۔
"اللہ میرے فراز کو سلامت رکھے وہ موجود ہے مجھے اس انگوٹھی کا کیا کرنا ہے یونہی پڑی ہے اب تو مدت ہوئی میں نے اسے پہننا چھوڑ دیا ہے۔ اچھا ہے فروخت ہو کر کسی کام تو آئے گی۔"
"تاؤ کے ذکر پر اس کا چہرہ تاریک سا ہوا تھا صبح سے وہ ان کی صحت یابی کے لیے دعائیں کر رہی تھی، طغرل بھی بے حد اپ سیٹ تھا وہ اور مزنہ رات کو آسٹریلیا کے لیے روانہ ہونے والے تھے۔
"کتنا اچھا لگ رہا ہے آپ جب تاؤ کو دعائیں دے رہی ہیں دادی جان! آپ ان کے لیے دعا کرتی رہا کریں۔ ماں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے۔"
"پگلی! میں تو سب کے لیے دعا کرتی ہوں، عامرہ، آصفہ، فیاض اور تم سب لوگ میری دعاؤں میں شامل رہتے ہو، مگر فراز کے لیے میں خصوصی دعا کرتی ہوں، وہ ہم سب سے دور ہے سات سمندر پار۔"
"جی دادی جان! آپ کی دعائیں انمول خزانے کی مانند ہیں۔" اس نے مشکل سے آنکھوں میں آنے والی نمی ضبط کی اور پھر دادی کو وہ تمام تحائف لینے پر راضی کر ہی لیا۔
"بہت دماغ کھا چکی ہو میرا اب جا کر مزے دار سی چائے لے کر آؤ اور فیاض کو میرے پاس بھیجتے ہوئے جاؤ۔"
"پاپا آج جلدی آ گئے ہیں؟"
"ہاں! وہ رات کا کھانا طغرل اور مزنہ کی وجہ سے گھر میں کھانا چاہتا ہے۔" وہ وہاں سے نکل کر پاپا کو بلانے لیونگ روم میں آئی تھی اور صوفے پر بڑے طمطراق سے بیٹھے شخص کو دیکھ کر دم بخود رہ گئی تھی۔

تم جب بھی ملو تو نظریں اٹھا کر ملا کرو
مجھے پسند ہے تمہاری آنکھوں میں اپنا آپ دیکھنا

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

کنواری بیچاری

انعم خان

نہ رنگ ہمارے رہے، نہ خواب ہمارے رہے
نہ ہم اپنے رہے، نہ تم ہمارے رہے
میرے ویران دریچوں میں ٹھہر گیا دکھ ہجر کا
چاندراتیں، نہ نیل صمیں گنگناتے لمحے ساتھ تمہارے رہے

مرحومہ محترمہ فرحت آراء کے نام

میری ادبی زندگی کا اہم ستون، جنہوں نے مجھ حقیر سے پتھر کو تراش کر لکھنے کا حوصلہ دیا۔ میری رہنما، قابل عزت فرحت آراء صاحبہ! آنچل میں میری پہلی کہانی "کنوارے بے چارے" کے بعد انہوں نے بارہا مجھے "کنواری بے چاری" بھیجنے کو کہا مگر میری نااہلی کہ میں ان کی زندگی میں بھیج نہ سکی۔ اس کا افسوس رہے گا لیکن ان کے انتقال کے بعد میں نے خاص ان کے لیے اس تحریر کو مکمل کیا۔ ان کی محبت میں لکھا اس تحریر میں میرے قلم سے نکلا حرف حرف ان کے نام کرنا چاہوں گی۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرحت پھوپی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، آمین۔

❀……❀……❀

شہلا بھابی نے کانوں کو ہاتھ لگایا، ساتھ ہی چہرے پر بڑی مہارت سے حیرانی کے آثار لاکر شوہر سے آنکھ بچا کر مجھلی دیورانی فوزیہ کی طرف تمسخرانہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بھی کوئی لمحہ ضائع کیے بنا زہریلا تیر زبان کی کمان سے نکال گئیں۔

"کچھ شرم کرو فروا! بہت بے لگام ہوتی جارہی ہو کسی کا تو لحاظ کرلیا کرو اور یہ کہ کس سے بات کررہی ہو۔" فوزیہ زہر اگلتے لہجے میں بولی۔ عمران بھی غصے میں تھا۔ ہاتھ میں پکڑا تولیہ چارپائی پر پھینکا البتہ منہ سے کچھ نہ بولا۔ قریب بیٹھے سب سے بڑے یاسر بھائی کا دماغ بھی گرم تھا جب کہ فروا کو بھابی کی بات گویا پتنگے لگا گئی۔

"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے بھابی! آپ کچھ نہ بولو تو ہی بہتر ہے۔"

"بکواس بند کرواپنی۔" عمران مزید چپ نہ رہ سکا۔ بیوی کے لیے بہن کا یہ انداز ایک آنکھ نہ بھایا۔ "سمجھتی کیا ہو تم ہمیں، ہم چپ ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کچھ کر نہیں سکتے۔ بہت سن لی تمہاری اب تم وہی کرو گی جو ہم چاہیں گے۔ میں ایک لفظ مزید انکار کا نہ سنوں گا اب، بٹھالو ذہن میں یہ بات اور زبان بھی سنبھال کر رکھو۔" عمران چلایا۔ نند کی عزت افزائی پر بھابیوں کی آنکھیں چمکیں مگر اس کو کوئی حیرانی نہیں ہوئی بھابیاں تو اپنی جگہ اسے بھائیوں سے بھی یہی توقع تھی۔

"زبان تو سنبھال کر ہی رکھی ہوئی تھی مگر اب مزید نہیں، جہاں اب تک ہزاروں قابل رشتے ٹھکرائے وہاں اس بڈھے کے لیے بھی انکار کردوں گی۔ اپنا کماتی ہوں کسی کے سامنے کبھی دستِ سوال دراز نہیں کیا پھر کیوں آپ کی زیادتی برداشت کروں۔" وہ قطعیت سے بولی۔ انداز بے پرواہ، زبان بے باک تھی۔ اندر کمرے میں ربیعہ دکھ و یاسیت

سے سب نے جارہی تھی۔ برآمدے میں تخت پر بیٹھی خالدہ بانو جوڑوں کے درد میں مبتلا تھیں، سنگین ہوتے ہوئے معاملے میں زبان تک ہلانے سے قاصر تھیں کہ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں، اس گھر میں کوئی کسی کی سنتا ہی کب ہے۔ سب میں اکڑ اور غصہ انتہا کا تھا۔ لڑائی تو روز کا معمول تھی، سب اپنی من مانی کرتے۔ یاسر کو اس کی بات سے مزید تپ چڑھی، غرا کے چارپائی سے اٹھا۔

"دیکھ لو سر چڑھانے کا نتیجہ۔" شہلا نے جلتی پر تیل ڈالا۔

"انکار کی وجہ بھی بے تکی۔" فوزیہ بھلا کیوں پیچھے رہتی، فوراً ٹکڑا جوڑا۔ درخت سے ٹیک لگائے عدیل نے بے فکری سے سر جھٹکا اور نظریں موبائل اسکرین پر جمائیں۔ اسے نہ گھر کے معاملات میں دلچسپی تھی نہ بہن کے فیصلے اور لڑائی کی پروا۔

"آپ لوگوں کو میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پڑھی لکھی ہوں اٹل فیصلہ کر چکی ہوں پھر روز روز کے تماشے سے کیا فائدہ؟ گلی محلے والے سب سنتے ہیں، خدارا بخش دیں مجھے۔ نہیں کرنی مجھے شادی......" اُم فروا کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے، لہجہ اگرچہ مضبوط تھا مگر جانے انجانے میں اس نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑا تھا۔

"کہا تھا میں نے مت پڑھاؤ مہارانی کو مگر ناجی، کامل سائیں پہلے خود پڑھے تو سوچ بدلی، عورت کی آزادی کے حق میں بولے اور اسے پڑھایا، اب نتائج دیکھ لو پہلے سہیل سے شادی کو انکار کیا، بدزبانی الگ، نہ باپ کو دیکھتی ہے نہ بھائی کو۔ بڑھاپا شروع ہونے کو ہے مگر اب تک کنواری۔ اب بڑی مشکلوں سے توشیر کو راضی کیا مگر یہاں تو محترمہ کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔ چار پیسے کیا کما لیے خود ہر فیصلہ کرنے لگی۔" یاسر پھٹ پڑا۔ بھائی کا غصیلا استہزائیہ انداز، فروا کا دل بھر آیا پر ظاہر نہ کیا۔ اماں کی آنکھوں کے گوشے بھی نم ہوئے تھے۔ عمر اور بن بیاہی کا طعنہ کیا کوئی بھائی اس حد تک بھی جا سکتا ہے۔

"ایسے فیصلے کو ہم کب تک مانیں گے؟ لوگوں کی باتیں تو ہمیں سننی پڑتی ہیں۔ سو طرح کے سوال اٹھتے ہیں، سہیل سے رشتہ کیوں ٹوٹا؟ یہ ابھی تک کنواری کیوں ہے؟ اسے گھر بٹھا کر ہم اس کی کمائی تو نہیں لوٹ رہے؟ کہیں اس کا کردار......؟" عمران نے شدید طیش کے عالم میں بھی بات ادھوری چھوڑی۔ مگر یہ ادھوری بات واضح تھی۔ وہ کلس کے رہ گئی، اب کے الفاظ و زبان نے بھی ساتھ چھوڑا۔ عمران کی اس نامکمل بات سے فوزیہ کو بڑی تقویت ملی۔

"اور نہیں تو کیا، ہم کب تک کانوں میں روئی ٹھونسیں؟ خاندان والے بھلے چپ سادھے رہیں پر لوگ تو پوچھتے ہیں۔ ایسے میں انہیں اس کا فیصلہ نہیں بلکہ کردار و سیرت مشکوک لگتی ہے۔ جوان تھی خوب صورت تھی کئی رشتے بھی آئے پر بات کہیں نہ چلی۔ خود تو محترمہ آئیں صاف انکار کیا اور چلی گئیں۔ کڑوے کسیلے سوالوں کے جوابات تو ہم بے چاری بھابیوں کو دینے پڑتے ہیں۔" اُم فروا کا دل چاہا آگے بڑھ کر فوزیہ کا منہ نوچ لے۔ کھری کھری سنائے مگر بات پہلے سے بہت آگے نکل چکی تھی، وہیں آفس سے تھکا ہارا وجود لیے کامل دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا ماتھے پر ناگواری سلوٹیں ابھر چکی تھیں۔ یاسر کی آواز پھر سے ابھری۔

"اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ کیسے انکار کرتی ہے، بہت سر چڑھا لیا اسے۔ بہت من مانی کر لی تم نے مگر سن لو میرا فیصلہ توشیر کے معاملے میں اگر تم بولیں تو تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا پھر پڑی رہنا ایک کمرے میں بند، شادی نہ کرنے کا شوق پورا کرنے کے لیے، کرنا پھر اپنی کمائی کی باتیں۔" ہاتھ اٹھانے کی کسر باقی تھی، باقی سب باتیں تو وہ جانے کب سے سنتی آ رہی تھی۔ یاسر تحکم سے کہتا چلا گیا۔ عمران بھی ہٹ گیا، دروازے کے قریب کھڑے کامل نے بغور سب کو دیکھا۔ شہلا بھابی کے چہرے پر مکارانہ مسکراہٹ تھی۔ فوزیہ کی استہزائیہ نظریں ہنس رہی تھیں۔ خالدہ بانو معمول کی تُو تُو میں میں کے بعد بے آواز رو رہی تھیں جب کہ اُم فروا...... خاموش، اداس، بے یقین سی، ہر روز کی طرح دل میں سوگواریت لیے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کچھ ہی پل میں منظر سے اوجھل ہوئی، وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ ربیعہ نے آگے بڑھ کر اس سے بیگ لیا، سلام کیا، کوٹ اتار کر ہینگ کرنے لگی۔ وہ بیڈ پر جیسے ڈھے سا گیا۔

"کیا ہوا؟ بہت تھک گئے ہیں آج۔" فکر مندی سے استفسار کیا۔

"اوں...... نہیں۔" نفی میں سر ہلایا پھر پوچھا۔ "یہ توشیر کا معاملہ کیا ہے، لڑائی کیوں ہو رہی تھی؟"

"توشیر یاسر بھائی کے کولیگ ہیں، فروا کا رشتہ مانگا ہے، عمر پینتالیس سال مگر غیر شادی شدہ۔" مختصراً بتایا۔

"لڑائی کی وجہ؟"

"فروا کا صاف انکار۔" ٹکا سا جواب دے دیا۔

"اب انکار کی وجہ کیا ہے؟"

"کچھ خاص نہیں بس وہی مرد ذات سے نفرت، سب کی نظر میں فروا کا انکار قابل ملامت ہے اور یہ کہ اس کی ہٹ دھرمی میں کہیں نہ کہیں قصوروار آپ بھی ہیں۔ سب کا خیال ہے اگر آپ اسے پڑھانے کی ضد نہ کرتے تو بہت پہلے اس کی شادی ہو گئی ہوتی۔ وہ یوں بھائی باپ کے سامنے زبان نہ چلاتی۔" کامل بیوی کی بات پر خاموش رہا۔ "لیکن میں نے محسوس کیا ہے وہ بظاہر جتنی بدزبان سہی پر اندر سے ٹوٹتی جا رہی ہے اس کا مضبوط لہجہ بہت بے بس ہوتا جا رہا ہے۔ شہلا اور فوزیہ بھابی کی کاٹ دار باتیں، یاسر بھائی کا جابرانہ انداز، عمران بھائی کی غصیلی باتیں، مجھے تو ڈر ہے کامل کہ کہیں وہ بکھر نہ جائے۔" ربیعہ کو فکر لاحق ہوئی۔

"ہم کر بھی کیا سکتے ہیں، وہ شروع سے بہت ضدی ہے۔ اسے قائل کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن۔" ایک عمیق مایوسی اس کے لہجے میں تھی۔

"ناممکن سہی پر آپ خود سوچیں کامل! بھائی بھابیوں کے آگ برساتے لہجے، مرنے مارنے کی دھمکی...... کیا یوں اس کے دل میں موجود کثافت کا خاتمہ ممکنات میں شامل ہے؟" کچھ دیر پہلے والی لڑائی سے ربیعہ خاصی مایوس تھی۔ دل سے فروا کے لیے فکر مند تھی۔ کامل لاجواب سا ہو کر رہ گیا۔

"اس گھر کے ماحول نے اس کے اندر ڈر بٹھا دیا ہے سب کی اپنی سوچ ہے کوئی یہاں کسی کی پروا نہیں کرتا۔ ایسے میں وہ بالکل اکیلی ہو کر رہ گئی ہے، ہمیں اس کی سوچ بدل کر اس کے دل کو تمام ڈر، خوف اور تنفر سے پاک کرنا ہوگا۔ کم از کم اب آپ کو یا مجھے مثبت انداز میں فروا کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"مگر کیسے؟" اس نے پُرسوچ انداز میں پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کامل! کہ میں اب فروا کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ اس کی ضد اور بدزبانی محض ظاہری ہے۔ میں اس کی سوچ کو نیا رخ دے کر اسے شادی کے لیے آمادہ کروں گی لیکن اس کے لیے مجھے آپ کا ساتھ چاہیے، دیں گے آپ؟" وہ پُرعزم سی اس سے پوچھ رہی تھی۔ وہ دھیرے سے مسکرایا۔ اپنی پسند پر اسے ہمیشہ سے فخر تھا۔

"یس مائی لولی وائف!" اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر پیار سے اسے دیکھا، آنکھوں سے دل میں اتارا اور خود سے قریب کر لیا۔

"تھینک یو سو مچ۔" وہ تشکر سے مسکرا دی۔

❀......❀......❀

اُم فروا نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر لیا، کھڑکی کے پاس چلی آئی۔ دل عجیب کیفیت کا شکار تھا۔ سوچوں میں انتشار برپا تھا۔

کیا اپنے کیا پرائے، گھر بھر کے مکین تک اس کی سوچ کے مخالف تھے۔ ایسے میں وہ کس سے اپنے خیالات، اپنے جذبات شیئر کرتی؟ ہر روز کی لڑائی وہ اندر سے کمزور ہونے لگی۔ اس کا فیصلہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اسے پامال کرنے لگا تھا۔ وہ رنجور دل، متورم آنکھیں لیے مسہری پر جا بیٹھی۔ آنکھیں موندے اور ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ دیا۔

"کیا عورت اپنی مرضی سے جی بھی نہیں سکتی......؟" کلس کر سوچا۔ دل میں کرب کی لہر سی اٹھی۔ "کیا فیصلے کا اختیار صرف مرد کو حاصل ہوتا ہے۔ عورت اپنی زندگی کا فیصلہ نہیں کر سکتی؟" ایک سوال سوچ بن کر ابھرا۔ اسی اذیت

کشمکش میں تمام رات گزاری مگر نتیجہ اخذ نہ کرسکی۔ سر درد سے بوجھل تھا۔ رات کھانا بھی نہ کھایا، کمرے میں ہی بند رہی۔ اب چائے کی طلب کے ساتھ بھوک بھی جاگی، منہ ہاتھ دھویا، فریش ہوئی، ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا آنکھیں معمول سے ہٹ کر سوجی ہوئی تھیں۔ باہر نکلی، کچن کی طرف آئی جہاں ربیعہ موجود تھی، وہ خاموشی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"گڈ مارننگ!" ربیعہ پڑھی لکھی تھی، ملنسار طبع، خوش دلی سے اسے مخاطب کیا۔ جواباً اس نے بھی زبردستی ہونٹ پھیلائے، کل سے جیسے دل کا زور ختم ہوچکا تھا۔

"گڈ مارننگ!" دھیرے سے سر کو جنبش دی۔

شہلا اور فوزیہ کے برعکس ربیعہ خوش اخلاق تھی۔ زبان کو اختیار میں رکھتی، سب کی ہمدرد، اپنے پرایوں کی خیر خواہ تھی۔ کبھی کبھار اگر فروا کا دل چاہتا تو اس سے ڈھیروں باتیں کرتی۔

"ناشتہ ٹھیک سے کرنا، رات کھانا بھی تم نے نہیں کھایا۔" ربیعہ نے ناشتے کے ساتھ دیگر لوازمات اس کے سامنے رکھے۔ اس نے محض اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"اماں نے ناشتا کیا؟" کچھ دیر میں یاد آیا تو فوراً استفسار کیا۔ ہمیشہ سے وہی ماں کے لیے ناشتا تیار کرتی، صبح سویرے ہلکی پھلکی گفتگو بھی کرلیتی۔ آج خود دیر سے باہر آئی، فکر سے پوچھا۔

"سنو! آج اسکول سے چھٹی کرلو۔" ربیعہ بغور اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوئی۔

"تم بہت پریشان لگ رہی ہو، آنکھیں بھی سوجی ہوئی ہیں۔ اسکول میں سب وجہ پوچھیں گے، کیا جواب دوگی؟"

اسے اندازہ تھا کہ فروا ساری رات روتی رہی ہوگی۔

"کیا اپنا آپ سب کے سامنے ہمدردی کے لیے لانا ہے؟"

"نہیں پر جتنے منہ اتنی باتیں۔ کوئی کسی کی تکلیف یا مجبوری نہیں دیکھتا۔ ہر ایک کو تفریح چاہیے۔ چاہے اس سے کسی کو اذیت ہی کیوں ملے۔" ربیعہ صاف گو تھی۔

"لیکن اس گھٹن زدہ ماحول میں جو اذیت مجھے ہے اس کے سامنے لوگوں کی باتیں، سوال، طنز میرے لیے کچھ بھی نہیں۔ اسکول میں پانچ چھ گھنٹے کم از کم گھر کے جھمیلوں سے دور تو رکھتے ہیں۔" کہتے ہی چائے کا کپ منہ سے لگایا۔

ابھی بات تازہ تھی ربیعہ نے قصداً بات بڑھانے سے دریغ کیا کہ ابھی وہ خود فروا کے لیے سوچنا چاہتی تھی۔ فروا کا فیصلہ دس سال پرانا تھا۔ جسے بہت سے منفی رویوں نے پائیداری بخشی۔ اسے اپنے فیصلے پر ڈٹے رہنے کی طاقت دی۔ سب کی نظر میں وہ بدزبان، بے لگام، بدلحاظ ٹھہرائی گئی۔ یاسر اور عمران اسے اکثر و بیشتر مارنے کی دھمکی دیتے مگر وہ جیسے خود کو ان سب ڈراؤں دھمکاؤں سے بے پروا ہو گئی تھی۔

ربیعہ پڑھی لکھی تھی چھ سال قبل کامل سے بیاہ کر اس گھر میں آئی تو دھیرے دھیرے جاننے لگی، اس گھر کا ماحول الگ تھا کامل کو چھوڑ کر کسی کی زبان میں ادب احترام کا نام نشان تک نہ تھا۔ غصہ سب کی ناک پر دھرا رہتا۔ شہلا کے یاسر چھوٹی چھوٹی بات پر مارتا یا لتاڑتا رہتا، نہ ڈر نہ خوف برابر شوہر کو جواب دیتی۔ فوزیہ عمران سے کبھی کھانے کو لے کر کبھی بچوں کی وجہ سے تو کبھی بلاوجہ دن میں دو چار تھپڑ تو ضرور رکھاتی مگر ایسی ڈھیٹ ہڈی تھی کہ اس کے باوجود بھی ہر وقت فساد پھیلائے رکھتی۔ عمران کو ماں بہن کے خلاف بھڑکاتی جب کہ ربیعہ خود ایک مہذب گھرانے سے تھی، ہر بات میں سلجھاؤ، ہر کام میں سلیقہ مند۔ شوہر سمیت سب کی عزت کرتی، گھر بھر کی خدمت کرتی۔ من پسند بیوی، قابل رشک بہو تھی۔ بات کرتی تو نرم لہجے میں، دھیمی آواز سے۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔" فروا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"او کے، اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" وہ الوداعی کلمات کہتی اسکول کے لیے نکل آئی۔ دماغ عجیب الجھنوں میں پھنسا تھا، ربیعہ کی بات درست نکلی۔ اسکول میں سبھی نے اترے چہرے، سوجی آنکھوں کی وجہ پوچھی۔ سب کو ٹال گئی، جواب کیا دیتی۔

آج کا دن بھی بے کیف گزرا۔

نہ کوئی تبدیلی محسوس ہوئی نہ طبیعت میں خوش گواری۔ گھر واپسی کا سفر تھکان سے بھرپور تھا۔ بوجھل قدموں سے چوکھٹ پار کی، صحن میں بھتیجے بھتیجیاں کھیل رہے تھے، کبھی اسے پیارے تھے پر اس وقت وہ بنا ان پر توجہ دیے آگے بڑھی، چارپائی پر لیٹی خالدہ بانو کو سلام کیا تو قریب سے گزرتی شہلا کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

"لو آگئیں مہارانی! جانے کب چھٹکارا ملے گا اس سے؟" آتے جاتے ایسی باتیں اکثر اسے تپانے کے لیے سنائی جاتیں مگر وہ عادی ہوچکی تھی، کوئی جوابی حملہ نہ کیا۔ اٹھ کر کمرے میں گئی، لباس بدلا، منہ ہاتھ دھویا کچن کا رخ کیا، اپنے اور اماں کے لیے کھانا نکالا اور ان کے پاس آ گئی۔ خالدہ بانو کو سہارا دے کر بٹھایا اور بسم اللہ پڑھ کے کھانا شروع کیا۔ ساتھ ہی سارا سارا دن چپ لیٹی اماں سے ہلکی پھلکی گفتگو کرتی رہی، کھانے سے فراغت کے بعد برتن سمیٹنے لگی، تبھی آہنی دروازہ زور سے کھلا۔ یاسر عجلت میں اندر داخل ہوا، ہاتھ میں بہت ساری چیزیں، مختلف پھل، کیک وغیرہ وہ حیران ہوئی اندر خطرے کی گھنٹی بجی، یاسر نے تمام چیزیں شہلا کو تھمائیں ساتھ ہی تاکید کی۔

"کوئی کمی، کوئی کوتاہی نہ ہو سب کو بتا دو شام کو تو شیر کی ماں بہنیں آرہی ہیں، میں کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کروں گا۔" آواز بلند تھی، مقصداً اسے سنانا تھا، کہتے ہی واپس پلٹ گیا۔ اس کو شدید غصہ آیا، شہلا طنزیہ و استہزائیہ مسکرائی پھر آگے بڑھی۔ چھت سے کپڑے اتار کر سیڑھیوں سے نیچے آتی فوزیہ نے بغور اسے دیکھا۔ قوی امید تھی شام تک پھر تماشا شروع ہو جانا تھا، پھر لڑائی ہوتی شاید پہلے سے شدید۔ اُم فروا کے چہرے پر غصے، بے یقینی، ناگواری کے ملے جلے تاثرات تھے۔ ماں کی طرف دیکھا جو پہلے سے بے بس بیٹوں کی سخت خو سے خائف تھیں مگر بیٹی کے حق میں بولنے سے قاصر، اس کی حمایت کے قابل ہی نہ تھیں۔ وہ پیر پٹختی اندر کو بڑھی۔ اپنی سوچ، جذبات، فیصلے کے بے مول کیے جانے پر اس کی دماغی رگ گویا پھٹنے کو تھی۔ سوچیں الگ روش اختیار کر بیٹھیں۔ بھائی......! ایک رشتہ پیار کا، جسے ہر بہن اپنا مان سمجھتی ہے، اپنا محافظ مگر یہاں سب الٹا تھا۔ تحکم بھرا رویہ، سپاٹ انداز، کڑوی باتیں، نہ مذاق نہ شرارت، بات بے بات لڑائی، ہر فیصلے کی مخالفت، بے جا سختی...... کیا بھائی ایسے ہوتے ہیں؟

"کیا میرا وجود اس گھر میں بہت ناگوار ہے۔ میں بوجھ ہوں ان سب پر، میری سوچ میرا فیصلہ کوئی معنی، اہمیت نہیں رکھتا آخر کیوں؟ نہیں کرنی جب مجھے شادی تو کیوں پھر مجھے مجبور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" وہ خود سے پوچھنے لگی۔

عورت مرد کی محتاج، اس کی رعایا بن کے رہے، سب مرد ہی چاہتے ہیں۔ اپنی حکومت اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سب باتوں سے قطع نظر محض اپنے نکتہ نظر سے سوچنے لگی۔ اسے اختلاف عورت و مرد کے بیچ حائل تضاد پر تھا۔ اسی لیے برسوں پہلے اپنے ذہنی و قلبی سکون کے لیے فیصلہ کیا، جو اس گھر میں موجود مردوں نے بے مول سمجھا اور اب تک مخالف تھے۔

"مگر نہیں......" اس کے اندر سے آواز ابھری۔ بے بسی کا تاثر پرے دھکیلا۔ "میں اپنی زندگی خود جیوں گی، کسی بھی حکم پر سر تسلیم خم کیے بغیر۔" ساتھ ہی شام کے لیے بندوبست بھی سوچ لیا۔ "جس کو جو کرنا ہے کرے۔" وہ یک دم بے فکر و بے نیاز ہوئی۔ دل مطمئن سا ہوگیا۔ مسہری پر لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔

❁......❁......❁

ایک بار...... دو بار...... پھر بار بار......! دروازے پر ہوتی دستک میں شدت آ گئی، پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی، البتہ لب آپ ہی آپ مسکرائے جارہے تھے جب کہ باہر سب کا خون کھول رہا تھا۔

"دروازہ کھولو فروا...... ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔" یاسر غرا کے بولا۔ دھمکی دی، ساتھ ہی شدت سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مگر اسے نہ غصے کی فکر تھی نہ دھمکی کا خوف۔ اپنا کرنا وہ کر چکی تھی، تو شیر کی ماں بہنیں آئیں اور مایوس سی واپس

پلٹ گئیں۔ فروا ٹھیک ان کے آنے سے قبل اپنے کمرے میں گئی اور اندر سے کنڈی لگادی۔ توشیر کی بہنوں نے اسے دیکھنے کی فرمائش کی‘ اس کا انتظار کیا۔ شہلا نے کئی چکر اس کے کمرے کے کاٹے‘ باہر سے آوازیں دیں بعد میں ہونے والے بُرے نتائج کا ڈراوا دیا مگر اس نے اندر ہی سے صاف انکار کیا اور بآواز بلند اچھے بُرے الفاظ کا استعمال بڑے دھڑلے سے کیا۔ جسے ان لوگوں نے بآسانی غور سے سنا اور پہلی آمد کو آخری آمد کہہ کر اجازت چاہی۔

''ہمیں یہ امید ہرگز نہ تھی‘ خود بلاکر جو عزت آپ لوگوں نے کی ہے وہ ہم نہ بھولیں گے اور نہ ہی ہمیں اپنے بھائی کے لیے ایسی بدلحاظ بداخلاق‘ بدزبان لڑکی چاہیے۔ خوامخواہ آپ لوگوں نے ہمارا وقت برباد کیا‘ ایسے چھن اب ہیں تو جانے شادی کے بعد یہ لڑکی کہاں تک جائے گی؟'' توشیر کی بہن جاتے جاتے نہایت کروفر سے بولی۔ ربیعہ لب بھینچے کھڑی سن رہی تھی۔

جب کہ دروازے سے کان لگائے وہ کافی حد تک شاد تھی۔ توشیر نامی بلا توقع کے عین مطابق سر سے ٹل چکی تھی۔ آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

عمران جب رات کو گھر آئے تو فوزیہ نے تمام واقعہ مرچ مسالا لگا کر ان کے گوش گزار کیا پھر کہا تھا۔ ہر وقت ناک پر رہنے والا غصہ عرش کو چھونے لگا‘ وہ متواتر دروازہ کھٹکھٹانے کے ساتھ تیز لب ولہجے میں بولے جارہا تھا۔

''تم ایسے نہیں مانو گی تو ٹھیک ہے‘ عمران آؤ تو ذرا دروازہ توڑ کے آج میں اس کی ساری اکڑ نکال دوں گا۔'' اس سے پہلے کہ یاسر فروا کی خاموشی پر لال پیلا خطرناک ارادہ ظاہر کرتا عمران کے سنگ آگے بڑھتا‘ کامل ان کی راہ میں حائل ہوا۔

''کیا ہے یہ سب...... کیوں تماشا لگا رکھا ہے؟'' لہجہ تیز مگر انداز دھیما تھا۔ اندر مسہری پر بیٹھی اُم فروا اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی۔ ربیعہ ایک کونے میں خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی۔ شہلا اور فوزیہ نے ایک دوسرے کو مزہ لیتی نگاہوں سے دیکھا‘ ایک لڑائی شروع ہونے کو تھی۔

''ہٹ جاؤ میرے سامنے سے کامل! بہت برداشت کرلیا ہم نے پر اب اور نہیں۔ آج اس نے ہمیں بے عزت کروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کیا منہ دکھاؤں گا میں توشیر کو اور کب تک ہم اس کی ضد اور فیصلے کو مانیں گے؟ آج دو باتیں ضرور ہوں گی‘ پہلی اسے شادی کرنی ہوگی توشیر سے یا دوسری صورت میں‘ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ واقعی بہت غصے میں تھا۔

''غصہ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے یاسر! ہوش میں آؤ‘ اس لہجے میں بھی کوئی بہن سے بات کرتا ہے۔ مرنے مارنے کی باتیں کہاں کی عقل مندی ہے؟ اس کی بھی سنو‘ سمجھو پھر کوئی بھی فیصلہ مشاورت سے کرو یوں اگر جوان کنواری بہن کو ہر وقت لتاڑتے رہو گے یا مارنے پر تل جاؤ گے تو لوگ کیا کہیں گے؟'' کامل اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے انداز میں اسے سمجھانے لگا۔

''تو چپ رہیں اب بھی؟ ساری زندگی تو اسے اپنے سروں پر سوار نہیں رکھ سکتے۔ لوگ تو اب بھی باتیں کرتے ہیں منہ پر نہ سہی پیٹھ پیچھے سہی‘ اس کی عمر کی ساری لڑکیاں بیاہی جاچکی ہیں مگر اس مہارانی سے......'' یاسر کو مزید تپ چڑھی۔

''یہی بات ہم آرام سے بھی کرسکتے ہیں اور توشیر کے معاملے میں ہم اتنی جلدی یا قبل از وقت رضامندی ظاہر کرکے خود اپنے آپ کو بے بس یا فروا کے وجود کو بوجھ کیوں ظاہر کریں؟ تم نے خود سے توشیر کو اپنے گھر آنے کے لیے مجبور کیا‘ جس کا ذکر اس کی بہن نے کیا۔ کل کو وہ فروا کو بھی طعنہ دیتا پھر کیا وقعت رہ جاتی فروا کی؟ بے شک تم اس کی خاطر‘ اس کے بھلے کے لیے ہی یہ سب کررہے ہو مگر اس سب میں کم از کم اسے نظر انداز تو مت کرو اور قسمت کا لکھا مقررہ وقت سے پہلے تو نہیں ہوتا‘ مناسب وقت مناسب رشتہ تو آنے دو۔''

''ہا...... مناسب وقت...... مناسب رشتہ؟'' عمران کے غصے میں بھی استہزا واضح تھا۔ سب کی نظریں ایک ساتھ عمران پر اٹھیں۔

''بہت خوب...... جب عمر تھی تب ہزاروں رشتے آئے پر ہر بار اس نے انکار کیا اور ہم کچھ نہ بولے۔ تم اس کے حق میں بولتے رہے‘ اسے شہ ملتی رہی‘ اس کی زبان اس کے فیصلے ہمارے اختیار سے نکلتے رہے اور اب جب اس کی عمر نکل چکی ہے‘ تم ہنوز مناسب رشتے کے انتظار میں ہو؟ او بھی رشتے آرہے ہیں یہی بڑی بات ہے‘ نکل آؤ اس مناسبت کے چکر سے......'' فروا کے ساتھ کامل بھی لپیٹ میں آیا۔

''اور نہیں تو کیا......'' فوزیہ بھی شروع ہوئی۔

کامل نے ہونٹ سکیڑے اور انہیں پیچھے کیا پھر نہایت سنجیدگی سے بولا۔

''تو کیا اسے کسی بھی ایرے غیرے کے سر منڈھ دیں یا اس کی آنکھوں پر کالی پٹی باندھ کر کنوئیں میں دھکیل دیں؟''

''نوبت تو اسی کی آگئی ہے۔'' شہلا نے دوبدو کاٹ دار لہجے میں کہا۔ کامل نے اسے محض ایک سرسری نظر دیکھا۔ اندر کھڑی فروا کب سے ہوتی تکرار سے عاجز آئی‘ اسی اکتاہٹ کے پیش نظر غصے سے آگے بڑھی اور کھٹاک سے کمرے کا دروازہ کھولتی باہر آئی۔ اسی وقت صدر دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا جس کی طرف فی الوقت کسی کی خاص وعام توجہ نہ گئی‘ سب کی نظروں وتوجہ کا محور فروا تھی۔

''نوبت آگئی ہے یا آپ لوگ لے آئے ہیں؟'' وہ آتے ہی پھٹ پڑی۔

''لو جی محترمہ کی سنو۔'' شہلا بولی۔

یاسر اور عمران نے اس کی بات پر شدت ضبط سے مٹھیاں بھینچیں جبھی دروازے سے اندر آجانے کے بعد موقع سے بے خبری اور معاملے کی سنگینی ونزاکت اسے شرمندہ کرگئی۔ بنا اطلاع کیے اپنی آمد پر خود کو ملامت کی کہ اس وقت نہیں آنا چاہیے تھا مگر اب آجانے کے بعد قدم واپسی کی راہ پر پڑنے کے بجائے ایک ہی جگہ پر جم گئے تھے۔ صحن میں تمام بہن بھائیوں اور بھابیوں کے درمیان یک دم لفظی جنگ عروج پر پہنچی۔ یاسر نے جو منہ میں آیا اسے سنایا۔ کامل بے بس بن چکا تھا‘ آج کی یہ لڑائی باقی دنوں کے برعکس زیادہ سنگین تھی۔ ایسے میں اپنے فیصلے اور اپنے موقف پر خود کو مضبوط ظاہر کرنے اور ان کے بڑھتے غصے کو روکنے کے لیے وہ یک دم چلائی تھی۔

''بس بہت ہوگیا...... اب اگر کسی نے میری شادی کا نام لیا تو میں ماردوں گی خود کو۔ زندگی عذاب بن گئی ہے میری‘ روز روز کے طعنے اور لڑائی۔ دنیا والے کیا کہتے ہیں اس کی سب کو فکر ہے لیکن میری کسی کو پروا نہیں تو ٹھیک ہے جس کو جو کہنا ہے‘ جتنی باتیں کرنی ہیں میرے مرنے کے بعد کرے۔ سن لیں بھائی آپ‘ میں خودکشی تو خوشی سے کرلوں گی پر شادی ہرگز نہیں۔'' کہتے ہی وہ پل بھر میں سب کی نظروں سے اوجھل ہوئی۔ سب کے سب دنگ رہ گئے تھے‘ بات جو توقع کے برعکس ہوئی تھی۔ شہلا اور فوزیہ کی آنکھیں حیرت سے باہر کو نکلیں۔ عمران ضبط نہ کرسکا‘ غصے سے آگے بڑھا۔ جبھی کامل نے اسے بمشکل روکا عین اسی وقت نظر دروازے کی طرف گئی تو قدرے ٹھٹکا۔

''احسان تم......؟'' عمران کی آواز پر سب کی نظریں اس کی سمت اٹھیں۔

''سوری کامل بھائی! مم...... میں پھر آجاؤں گا۔ ابھی چلتا ہوں۔'' وہ خجل سا فوراً ہی معذرت کرگیا۔ ربیعہ اس کی طرف لپکی۔ جب تک کامل کو چھوڑ کر سب وہاں سے ہٹ چکے تھے۔ کامل کچھ دیر پہلے ہونے والی لڑائی اور وہ بھی احسان کی موجودگی میں ہونے سے اپنی جگہ شرمندہ سا ہوکر رہ گیا البتہ فوراً ہی اپنی اور اس کی خفت مٹانے کی غرض سے بولا۔

''نہیں یار...... تم اندر چلو‘ ربیعہ احسان کو کمرے میں لے جاؤ۔'' وہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر ربیعہ اسے گھسیٹ لائی۔

''سوری یار احسان! ابھی جو ہوا۔'' کامل ابھی تک نادم تھا۔

''نہیں کامل بھائی! میں شرمندہ ہوں مجھے یوں بنا اطلاع دیئے نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں واقعی غلط وقت پر آمد سے شرمندہ ہوں۔''

''خیر یار یہ تو ہماری گھریلو لڑائی تھی' اچھا ہوا تم آ گئے ورنہ شاید رات گئے تک جاری رہتی۔ تم سناؤ تمہاری طرف سب ٹھیک ہے ناں' سعد کیسا ہے؟'' اپنی طبع کے باعث کامل نے سلیقے سے بات بدلی۔

''بس اللہ کا کرم ہے اور سعد بھی ٹھیک ہے۔ پرسوں اس کی سالگرہ ہے سوچا آپ کو مدعو کرلوں اور آپی کو لے جا کر اسی سلسلے میں کچھ شاپنگ وغیرہ بھی کرلوں' اگر آپ کی اجازت ہو تو......'' اس نے اصل مدعے کی طرف آتے ہوئے اجازت طلب نظروں سے کامل کو دیکھا۔

''ارے کیسی بات کر رہے ہو احسان! تم جب چاہو ربیعہ کو لے جاسکتے ہو آخر کو یہ سعد کی اکلوتی پھوپی ہے۔'' وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولا۔ ربیعہ بھی مسکرادی۔

''تھینک یو سو مچ کامل بھائی!'' احسان تشکر سے مسکراتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اب میں چلتا ہوں سعد میرا انتظار کر رہا ہوگا اور ربیعہ آپی! آپ تیار رہیے گا کل صبح میں آپ کو لینے آؤں گا۔''

''ہاں مگر تم کچھ دیر رکو' میں چائے لاتی ہوں' پی کر جانا۔'' ربیعہ نے اسے روکنا چاہا۔

''نہیں آپی! پھر کبھی...... سعد کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر آیا ہوں' اللہ حافظ۔'' ربیعہ نے مزید بحث مناسب نہ جانی۔

''اللہ حافظ! اور سعد کو اکیلا مت چھوڑا کرو' بچہ ہے کہیں ڈر نہ جائے۔ گورنس کا کیا ہے' ادھر اُدھر ہو جائے تو......؟'' اسے جانے سے قبل خاص تاکید کی۔

''جی بہتر!'' وہ کہہ کر چلا گیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
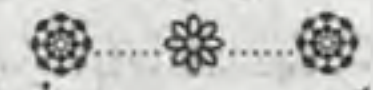
رات احسان کی آمد سے معاملہ تو رفع دفع ہو گیا تھا مگر اس کے اثرات گھر کے سبھی مکینوں کے دل و دماغ پر ابھی تازہ تھے خصوصاً فروا کے الفاظ' خودکشی کی دھمکی...... اور شاید اسی دھمکی نے یاسر اور عمران کے دل و دماغ پر بدنامی اور جگ ہنسائی کا جو سوالیہ نشان بنایا ان کے سامنے تصویر کا دوسرا رخ کھڑا کر دیا تھا۔ یہ بات ان کی ذات اور عزت و انا کے لیے بھی تازیانہ تھا' اسی لیے رات انہوں نے بیویوں کی بہن کے خلاف باتوں پر سخت ردعمل کا اظہار کرنے کے بجائے چپ سادھ لی کہ وقتی طور پر ذرا سی بھی سختی فروا کو یہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر سکتی تھی۔

آج اتوار تھا۔ گھر کا چھوٹا سا صحن' بچوں کی چیخ و پکار سے میدان کارزار سا منظر پیش کر رہا تھا۔ ہر طرف بے ترتیبی تھی۔ اس کی آنکھ کل کی تکرار کے بعد رات گئے جاگنے کی وجہ سے دیر سے کھلی تھی۔ ربیعہ نے اماں کو ناشتا کروا دیا تھا اس کا ناشتے میں کچھ بھی کھانے کو جی نہ تھا۔ چائے پینے کی غرض سے کپ اٹھا کر کیتلی میں سے اپنے لیے چائے نکالنے لگی' جو غالباً فوزیہ نے عمران کے لیے رکھی ہوئی تھی اسی لیے فوراً بولی۔

''ارے یہ کیا' رکھو واپس...... یہ چائے میں نے عمران کے لیے بنائی ہے۔'' محض زبانی بولی تھی بس نہ چلا کہ اس کے ہاتھ سے کپ لے سکے۔ فروا نے عجب نگاہوں سے اسے دیکھا پھر زیرلب مسکرائی اور بنا کچھ بولے ہی کپ ہونٹوں سے لگا کر اسے سر تا پیر سلگا گئی۔ فوزیہ کو غصہ تو بہت آیا مگر......

''جانے کب ٹلے گی یہ بلا ہمارے سروں سے۔'' رخ پھیر کر محض اتنا ہی کہہ سکی۔ شہلا بھی متعجب سی کھڑی تھی۔

''خودکشی ہی کرلے جبھی ہمیں چین ملے گا۔'' شہلا بھابی کی آواز قدرے اونچی تھی۔ وہ ضبط کی شدت سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے باہر چلی آئی اگر کچھ بھی کہہ دیتی تو صبح صبح لڑائی پکی تھی پھر سارا دن ٹینشن میں گزرتا البتہ ایسی طنزیہ باتیں اکثر و بیشتر اسے بھابیوں سے سننے کو ملتی رہتیں۔ سو خاموشی سے بیٹھ کر چائے پینے لگی۔ اس کے بعد ارادہ گھر میں بکھرے الجھاؤ کو سلجھانا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔ احسان اندر داخل ہوا کل بنا دستک دیئے اپنی بے وقت آمد پر اسے شرمندگی ہوئی تھی آج اسی کے پیش نظر آنے سے قبل فون کر کے آیا۔ ربیعہ' کامل اور اماں سے اجازت لے چکی تھی۔ تیار ہو کر باہر آئی فروا نے ربیعہ کی طرف دیکھا تو ساتھ ہی نظر احسان پر بھی پڑی جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔ فروا نے سپاٹ سا تاثر ظاہر کیا تو وہ

جھنجھلاتا باہر نکل گیا۔ دونوں کے بیچ راستہ بھر ہلکی پھلکی گفتگو جاری تھی ضروری شاپنگ بھی کرلی پھر واپسی کا سفر۔

''سعد کو بھی لے آتے۔''

''لے تو آتا مگر اسے تھوڑا بخار تھا۔ رات آپ کی طرف سے واپسی پر ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تھا۔ زبردستی گورنس کے حوالے کر کے آیا ہوں۔'' ربیعہ فکرمند ہوئی۔

''کیوں...... کیا ہوا ہے اسے' بخار کیسے آ گیا؟''

''کچھ نہیں بس بے آرامی کی وجہ سے' ہر وقت اپنے کاموں میں لگا رہتا ہے۔ شرارتی بھی ہے' کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھاتا۔ ضد بھی کرنے لگا ہے۔'' وہ لاچار سا بولا۔

''اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہے احسان!'' ربیعہ کو گویا راہ سیدھی دکھائی دی تو لہجے میں سختی لائی وہ حیران ہوا۔ ''تمہاری وجہ سے اسے مکمل توجہ نہیں ملتی۔ وہ پیار نہیں ملتا جو اس کی ضد کو ختم کرے۔''

''میرا سارا پیار اسی کے لیے ہی تو ہے آپی! میری توجہ میری زندگی ہے وہ اور فل ٹائم گورنس اس کے لیے رکھی ہوئی ہے۔ صبح شام وہ سعد کے آگے پیچھے ہوتی ہے۔ پورا پورا کا خیال رکھتی ہے اور ضد تو سبھی بچے کرتے ہیں پھر اس میں بھلا میرا کیا قصور؟''

''ضد سبھی بچے کرتے ہیں پر تم اس کے حق میں قصوروار ہو محض ایک گورنس رکھ کر تم بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ گل پیسے کے لیے اس کا خیال رکھ سکتی ہے مگر وہ پیار ہرگز نہیں دے سکتی جو ماں کی ممتا سے بچے کو ملتا ہے۔ میں پہلے بھی تم سے کہہ چکی ہوں مگر تمہارے نزدیک میری بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔''

''آپی پلیز! میں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ یکدم چڑ کر بولا۔

''احسان! یہ تم کیسی وفا نبھا رہے ہو اسماء سے؟ اسے گزرے ہوئے چار سال ہو گئے ہیں۔ بے شک تم اس سے محبت کرتے تھے مگر پلیز' سعد کے متعلق بھی کچھ سوچو' اسے ماں کی ضرورت ہے۔'' وہ قدرے سخت لہجے میں بولی۔

''قسمت نے سعد سے اس کی ماں کو چھینا ہے پھر اب کیسی ماں؟'' احسان نے جان چھڑانے کے لیے قسمت کو قصوروار ٹھہرایا۔

''مگر قسمت اتنی بے رحم نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔''

''میں سعد پر سوتیلی ماں کا سایہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔'' وہ دو ٹوک ہوا۔

''ہاہ! سوتیلی سگی میں فرق ہم خود لاتے ہیں حالانکہ ماں تو صرف ماں ہوتی ہے۔'' ربیعہ نے اسے لتاڑا۔

''لفظی باتوں اور حقیقت میں بہت فرق ہوتا ہے آپی! یہ ایک لاحاصل گفتگو ہے' فی الحال آپ سعد کو سنبھالیں' آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔'' احسان نے گاڑی گھر کے سامنے روکی۔

''تم سعد کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو احسان! مگر یاد رکھنا میں بھی پیچھے ہٹنے والی نہیں ہوں۔'' وہ اسے کہتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

''سعد کی فکر مجھے بھی ہے آپی! اور میں نہیں چاہتا کہ ممتا کے نام پر کوئی عورت میرے بیٹے کے ساتھ زیادتی کرے۔ آپ جو چاہتی ہیں میں وہ نہیں کر سکتا سوری!'' وہ جواباً دل ہی دل میں کہتا گاڑی لاک کرنے لگا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ربیعہ' اُم فروا کے لیے بہتر سوچ چکی تھی' اس کی بھلائی چاہتی تھی سو ذہن و دل میں کوندتے خیال کو عملی جامہ پہنانے کا سوچنے لگی۔ جس کے لیے اسے کامل کا ساتھ چاہیے تھا۔ احسان کی طرف سے واپسی پر کامل کو تمام بات بتائی' اپنی خواہش کا اظہار کر ڈالا' کامل نے بغور اسے سنا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ کوئی ہماری بات مانے گا۔''

''ہمیں اوروں سے کیا لینا دینا' بس کسی طرح فروا مان جائے۔''

''مشکل ہے۔'' کامل کو امید نہ تھی۔

''پر اللہ کرے ناممکن نہ ہو۔'' وہ دعائیہ بولی۔ ''اچھا کل سعد کی برتھ ڈے ہے میں فروا کو بھی ساتھ لے جاؤں گی' یہاں گھر میں مسلسل ایک ٹینشن زدہ ماحول ہے وہ بھی تھوڑا ریلیکس فیل کرے گی اور کتنا اچھا ہو اگر سعد سے اس

کی بن جائے۔"

"ایسا ہوجائے تو اچھا ہی ہے مگر کیا احسان......؟"

کامل نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

آپ اس کی فکر نہ کریں اور سب مجھ پر چھوڑ دیں' اب آگے جو بھی ہوگا یقیناً اچھے کے لیے ہوگا۔" وہ پُرامید تھی اور فیصلہ بھی پکا کرچکی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی اُم فروا کے پاس آگئی۔ سعد کی سالگرہ پر جانے کو کہا اولاً تو وہ انکار کرگئی مگر ربیعہ کے پُرزور اصرار پر اسے ماننا ہی پڑا۔

ہمیشہ کی طرح نفیس سا سوٹ پہنا' میک اپ نام کا کیا۔ کامل ان دونوں کو چھوڑنے گیا' راستے میں اُم فروا نے اپنی طرف سے سعد کے لیے گفٹ لیا کہ یوں خالی ہاتھ جانا اسے مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ ربیعہ اپنی طرف سے گفٹ کل ہی لے چکی تھی۔ تینوں وہاں پہنچے تو احسان نے مسکراتے چہرے کے ساتھ استقبال کیا۔ البتہ ایک سرسری نظر چپ چاپ سی کھڑی فروا پر ڈالی تو ذہن میں اس دن والی اس کی تمام باتیں گردش کرنے لگیں۔ اگلے ہی لمحے سر جھٹک کر بہن کی طرف متوجہ ہوا۔

"سعد کہاں ہے؟" ربیعہ نے پوچھا۔

"اندر لاؤنج میں' کب سے چھری ہاتھ میں لیے کیک کاٹنے کو بے چین آپ کا منتظر ہے آئیں اندر چلیں۔"

"ہاں چلو۔" سبھی اندر آگئے۔

سعد ربیعہ کو دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا۔ اپنی اکلوتی پھوپو سے بے حد مانوس تھا۔ کامل سے بھی ہر ملاقات میں خوب باتیں کرتا' کھلونوں اور چاکلیٹس کی فرمائش کرتا جسے وہ اگلی ملاقات میں پوری کرتا تو اس کے چہرے پر خوشی کے ہزاروں رنگ اترتے۔ باپ کے بعد دونوں ہی اسے بہت اچھے لگتے تھے مگر آج ان کے ساتھ فروا کا وجود اسے نیا لگا۔

"یہ کون ہیں؟" ربیعہ نے اسے اٹھایا ہوا تھا۔ بڑی معصومیت سے اس نے پوچھا۔

"یہ میری دوست ہیں اور پتا ہے سعد بیٹا! یہ آپ سے بھی دوستی کرنا چاہتی ہیں' کیا آپ ان سے دوستی کرو گے؟"

ربیعہ نے نہایت ہوشیاری کا مظاہرہ کیا جس پر احسان ساتھ ساتھ فروا نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔

البتہ کامل بیوی کی بات کا مقصد جانتا تھا سو نارمل رہا۔

"پھوپو آپ کی دوست اچھی ہیں۔" چار سالہ سعد اپنی دماغی بساط کے مطابق پوچھا۔

"جی بیٹا! میری دوست بہت اچھی ہیں بالکل آپ طرح۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے پھر یہ میری بھی دوست ہوئیں۔" وہ تمام تر معصومیت سمیت چہک کر بولا۔ سب اس کے اند بلکہ سمجھداری پر مسکرائے وہ اب فروا کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ میرے ساتھ کھیلیں گی؟" اس نے امید بھر لہجے میں استفسار کیا۔

فروا کے لیے صورت حال غیر متوقع تھی۔ وہ یہاں خیال کے تحت آئی تھی کہ چلو کچھ دیر کے لیے ذہن سوچ سے دور پُرسکون رہے گا۔ پچھلے کئی سالوں سے وہ خود سنجیدگی کا خول چڑھائے جیسے مسکراہٹ سے انجان بن تھی۔ خوشیوں سے ناآشنا ہوگئی تھی مگر اس وقت سعد معصومانہ باتوں پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی تھی جسے سعد سمیت سب نے دیکھا تھا۔

"جی بیٹا! میں آپ کے ساتھ کھیلوں گی۔" ا ہی لمحے وہ سعد کا دل رکھنے کے لیے بولی تو وہ خو سے کھل اٹھا۔

ربیعہ اور کامل کی نگاہیں بڑی مطمئن سی ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ ربیعہ اپنی سوچ کے پہلے قدم جیسے کامیاب رہی تھی جب کہ احسان حیرت سے ا دیکھ رہا تھا جواب ہامی بھرنے کے بعد سعد کو اٹھا رہی تھی۔ سعد کے چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ تھی جو کیک کاٹنے' گفٹ لینے' گفٹ کھولنے تک نئے دوست سنگت میں گہرائی لیے جارہی تھی اور اتفاق کی بات تھی آج سے پہلے وہ اتنا خوش کبھی دکھائی نہیں دیا تھا۔ یہ اور پھوپو سے ہمیشہ لاڈ اٹھواتا' خوش رہتا' شرارتیں مگر آج کی نسبت بالکل کم......!

"سعد کتنا خوش ہے فروا کے ساتھ۔" موقع ملتے ہی ربیعہ نے احسان کو گھیرتے ہوئے اپنے منصوبے کے مطابق کہا۔ جب کہ اس نے صرف دھیرے سے سر ہلادیا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد انہوں نے اجازت چاہی۔

"سعد کیسا لگا تمہیں؟" ربیعہ نے اس سے بھی سرسری پوچھا۔

"بہت اچھا...... بہت پیارا ہے سعد! شرارتی مگر سلجھا ہوا۔ میں حیران ہوں کوئی بچہ ماں کے بغیر بھی ایسا ہوسکتا ہے۔" اپنے بھتیجے بھتیجیوں کی شرارتوں اور بگڑے ہوئے رویئے کے ساتھ سمٹا ہوا سعد اسے بہت معصوم لگا تھا جو واپسی تک اس سے خاصی حد تک مانوس بھی ہوچکا تھا۔

"یہ سب احسان کی وجہ سے ہے' بہت پیار کرتا ہے وہ سعد سے بلکہ جب سے اسماء بھابی کا انتقال ہوا ہے احسان نے اسے ماں باپ دونوں بن کر سنبھالا ہے۔" ربیعہ نے فوراً احسان کا ذکر چھیڑا۔ اس کی تعریف کی جس پر وہ کچھ نہ بولی تھی محض اثبات میں سر ہلایا۔

البتہ آج کا دن پچھلے کئی دنوں' مہینوں کے برعکس بہت پُرسکون گزرا۔ گھر کے ماحول میں البتہ جمود سا طاری تھا۔

اس کی خودکشی والی دھمکی کا اثر ضرور ہوا تھا کہ اگلے چند دنوں تک گھر کی فضا لڑائی وشور کی آلودگی سے پاک رہی۔ یاسر اور عمران اپنے غصے کو دبائے ہوئے تھا مگر شہلا اور فوزیہ اپنی خصلت سے باز نہ آئیں۔ قریب سے گزرتے' آتے جاتے آگ برساتے لہجے میں کچھ نہ کچھ اس کے گوش گزار کردیتیں جسے وہ نا چاہتے ہوئے بھی برداشت کرجاتی۔ انہی دنوں خالدہ بانو کو بخار نے جکڑا' گھٹنے کے درد کا شکار لاغر وجود کمزور سا ہونے لگا۔ اسے ساری زندگی باپ کے ہاتھوں ماں کی بے قدری ہونے پر ملال تھا۔ ماں عاجز مسکین تھی' اس نے اسکول سے چھٹی لی' کامل کے علاوہ باقی کسی بیٹے نے دو گھڑی ان کے پاس بیٹھ کر فکر کے دو لفظ بھی نہ کہے جسے لے کر اسے خاصی تپ چڑھی تھی۔

"ایسے بھائیوں سے خاک شکایت ہو جو اچھے بیٹے بھی نہ بن سکے۔" حزن وافسردگی سے سوچ کر وہ سر جھٹک گئی۔

زندگی نے اپنی مخصوص رفتار جاری رکھی۔

دن ایک ایک کرکے گزرتے جارہے تھے۔ اچانک احسان کو آفس کے کام سے ڈیڑھ ہفتے کے لیے شہر سے باہر جانا پڑا تو ربیعہ' سعد کو اپنے پاس لے آئی۔ سعد جو باپ کی جدائی سے ملول تھا یہاں فروا کو پاکر خوش ہوگیا۔ دونوں دوست جو بن گئے تھے ربیعہ اندر سے خاصی مطمئن تھی' اُم فروا اسکول سے واپس آتی تو سعد بھاگ کر اس کی گود میں چڑھ جاتا۔ اپنے خوب لاڈ اٹھواتا' وہ بھی ماں کی دیکھ بھال کے ساتھ اسے بھرپور توجہ دیتی۔ اس سوچ کے ساتھ کہ معصوم بچہ ہے' کچھ ہمدردی بھی ہوتی اس کی ماں بھی نہ تھی البتہ فروا کا سعد سے اتنا اٹیچ ہونا شہلا اور فوزیہ کو ٹھٹکا۔ دونوں ہی شاطر' بدلحاظ تھیں' سر جوڑ کر خوب کن سوئیاں لیں۔

"اپنے بھتیجے بھتیجیوں کو کبھی نظر بھر کے دیکھا تک نہیں اور یہاں محترمہ کے لاڈ ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آرہے۔" اور جب شہلا سے برداشت نہ ہوا تو عادتاً مجبور ہوکر بآواز بلند کہا جسے ربیعہ نے بھی سنا۔

فروا نے البتہ لب بھینچے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا اور پاس سے گزرتی اس کی بیٹی کو بلاوجہ جھڑک کر سعد سے مسکرا کر لاڈ کرنے لگی نتیجتاً شہلا کے اندر تک آگ کی لہر دوڑ گئی۔

"مجھے تو دال کالی نظر آرہی ہے' سوچا سمجھا منصوبہ لگتا ہے پہلے وہاں سالگرہ پر ربیعہ کے بھائی کے گھر گئی اور اب اس کے بیٹے کو گھر لاکر ناز نخرہ اٹھا رہی ہے۔" فوزیہ کو قیاس لگانے کی بیماری تھی۔ شکی انداز میں سوچتی شہلا سے محو گفتگو' نند کے خلاف دونوں کا اتفاق مثالی تھا۔ اتفاقاً وہاں سے گزرتی ربیعہ نے ان کی بات سن لی تو گہری سوچ میں پڑ گئی۔

"فروا پر شک' مطلب...... اس بات پر دونوں ہنگامہ کرسکتی ہیں اگر میں نے احسان کا رشتہ سب کے سامنے پیش کیا تو اس بات کو لے کر یہ فروا کو اس میں ملوث سمجھیں گے' اس کے اب تک کے انکار کو ڈرامہ قرار دے کر اس کے

کردار پر واضح انگلی اٹھائیں گے جو فروا ہرگز بھی برداشت نہیں کرے گی۔ مطلب اس صورت میں بات بننے کا کوئی چانس نہیں ہوگا' مجھے کامل کو اس کے متعلق ابھی سے بتانا ہوگا۔" وہ پریشان سی سوچنے لگی جبھی کامل سے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور سعد کو سلانے کے بہانے فروا سے لے آئی۔

شام تک کامل کا بے صبری سے انتظار کیا وہ آیا تو پہلے اسے چائے بنا کر دی پھر سلیقے سے تمام بات اس کے گوش گزار کی' سن کر وہ مطمئن سے انداز میں اسے تسلی دینے لگا۔

"تم فکر نہ کرو اگر تم نے دونوں کو شادی کے لیے رضا مند کرلیا تو میں شہلا اور فوزیہ بھابی تک بات پہنچنے سے پہلے یاسر اور عمران کو قائل کرلوں گا پھر تب کی تب دیکھی جائے گی۔"

ہفتے بعد احسان واپس آیا تو ربیعہ سعد کو چھوڑ آئی۔ سعد اسے بہت یاد کرتا تھا' باپ سے کافی دیر تک لپٹا رہا پھر اپنے لیے لائی چیزیں اور کھلونے دیکھنے میں مصروف ہوگیا۔

"اس نے تنگ تو نہیں کیا آپ کو؟" وہ پوچھنے لگا۔

"بالکل بھی نہیں بلکہ یہ تو میرے پاس بہت کم رہا ہے۔" موقع اچھا تھا' ربیعہ نے سمجھ داری سے کام لینا چاہا' ساتھ ہی ذہن میں الفاظ کے تانے بانے بنے۔

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوا استفہامی نگاہوں سے بہن کو دیکھا۔

"اپنی دوست فروا کو دیکھ کر مجھے بالکل لفٹ نہیں کروائی' اسی کے ساتھ مصروف رہا ہے۔ بہت خوش ہوتا ہے اس کے ساتھ۔" اس نے پہلا پتا پھینکا۔ جواباً وہ کچھ خاص نہ بولا۔

"احسان......" اس نے بات کا آغاز کیا۔ "پھر کیا سوچا تم نے؟"

"کس بارے میں؟"

"شادی کے بارے میں......" وہ دوٹوک بولی۔

"سوچنے کی ضرورت ہی نہیں ہے میں پہلے ہی آپ سے کہہ چکا ہوں' آپ جو چاہتی ہیں وہ نہیں ہوسکتا۔" احسان کے انداز میں بھی قطعیت تھی۔

"نہیں احسان! کم از کم اب میں تمہاری بات نہیں مانوں گی اب وقت آ گیا ہے کہ تم اپنی سوچ سے ہٹ کر سعد کے لیے فیصلہ کرلو۔ اسماء سے تمہاری محبت اپنی جگہ مگر باپ ہونے کے ناتے اپنی اولاد کی بہتر پرورش اور اسے ماں کی آغوش مہیا کرنا بھی تمہارا فرض ہے۔ تمہارے آفس جانے کے بعد گورنس بے شک سعد کو سنبھال سکتی ہے مگر ماں جیسی اس کی بہتر نگہداشت و اعلیٰ تربیت نہیں کرسکتی۔ تمہیں سوچ کی تنگی کے تضاد کو ذہن سے نکال کر فیصلہ کرنا ہوگا بعد کے نتائج کی ابھی سے فکر کے بجائے توکل سے کام لینا ہوگا۔" ربیعہ ازحد سنجیدہ تھی۔

"آپی! میں نہیں چاہتا کہ جس مقصد کے لیے میں فیصلہ کرلوں وہ میرے بیٹے کی زندگی و ذہنی سکون تباہ کرکے اسے مجھ سے دور کردے۔" اس نے اپنا موقف بیان کیا۔

"تم ایسا کیوں سوچتے ہو' اچھے کی امید رکھو سب بہتر ہوگا۔"

"نہیں آپی! ایک باپ ہونے کے ناتے یہ سوچنا بے حد ضروری ہے۔ اسماء کے بعد میں سعد کو نہیں کھونا چاہتا۔" وہ جذباتی ہوا۔

"تو اب تمہارے پاس کیا گارنٹی ہے کہ سعد ساری عمر تمہارے گلے لگا رہے گا۔ دیکھو احسان! یہ سب کہنے میں میرا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں تم دونوں کا بھلا چاہتی ہوں ابھی سعد چھوٹا ہے مگر جیسے جیسے وہ بڑا ہوگا وہ وہی سب سیکھے گا جو اسے دیکھنے کو ملے گا۔ وہی لہجہ وہی انداز اپنائے گا جو اسے گورنس سے سننے کو ملے گا۔ تم اسے فل ٹائم نہیں دے سکتے لیکن کم از کم اس کو ایک پڑھی لکھی سمجھ دار ماں ہی لادو جو اسے بہتر مستقبل کی بنیاد فراہم کرسکے۔" ربیعہ اسے ہر صورت میں قائل کرنا چاہتی تھی' وہ چپ رہا۔

"میں نے تمہارے لیے لڑکی بھی پسند کرلی ہے۔" ساتھ ہی اسے مطلع کیا۔ وہ چونک کر بہن کو سوالیہ نگاہوں سے تکنے لگا۔

"فروا میری نند! اور سن لو تم انکار نہیں کرو گے۔" نام بتاتے ہوئے وہ قطعیت بھرے لہجے میں بولی جب کہ احسان کی آنکھیں حیرت سے باہر نکلیں۔

"کیا...... آپ کی نند......؟" بے یقین الفاظ زبان سے ادا ہوئے۔

"ہاں!"

"آپی! آپ یقیناً کامل بھائی کے فورس کرنے پر یہ کہہ رہی ہیں؟" احسان کے ذہن میں جو پہلی بات آئی فوراً اسے زبان دے گیا۔

"نہیں یہ سراسر میرا ذاتی فیصلہ ہے۔"

"اوہ کم آن آپی! مجھے آپ سے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ سعد کا مستقبل سنوارنے سے متعلق یہ آپ کا انتخاب ہے' رئیلی آئی ایم شاکڈ۔" وہ بے یقین' متعجب سا تھا۔

"کیوں' کیا برائی ہے فروا میں؟ اتنی اچھی تو ہے۔" ربیعہ متوقع ردعمل دیکھنے کے بعد تحمل سے بولی۔

"گورنس کے لب و لہجے کو تو آپ نے نوٹ کرلیا مگر اپنی نند سے بے خبر بن رہی ہیں۔ مجھے تو اب بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ نے چنا بھی تو کسے؟ جو تمام خاندان بھر میں بدزبان' بدلحاظ مشہور ہے۔"

"بظاہر وہ بدزبان' بدتمیز نظر آئے مگر میں اسے قریب سے جانتی ہوں احسان! وہ اندر سے بالکل مختلف ہے بس کوئی اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بھائی بھابیوں کے اعتراضات' ہر وقت کی لڑائی اسے اندر سے کھائے جارہی ہے اور اگر ایسے میں وہ چپ کر جائے تو شاید پاگل ہوجائے۔ اپنے فیصلے کے دفاع کے لیے وہ بدزبان بن کر بدنام ہورہی ہے اور اس گھر میں بدزبانی کے بغیر شاید اس کی جگہ بھی نہ ہو۔ میرا فیصلہ محض اوپری نہیں ہے۔ تمہیں اپنی بہن پر یقین ہونا چاہیے' کیا میں تمہارا برا چاہ سکتی ہوں؟" طریقے سے بات کرتی آخر میں وہ پوچھنے لگی۔

"نہیں پر...... پر کسی کا اچھا یا برا ہونا اس کے غصے سے ظاہر ہوتا ہے اور معذرت کے ساتھ مگر میں آپ کی نند کو اس کی اصل حالت غصے میں دیکھ چکا ہوں نہ اس کے لہجے میں عزت احترام ہے نہ لحاظ۔ جس طرح وہ بھائیوں کے سامنے بول کر اپنی اخلاقیات کا مظاہرہ کررہی تھی مجھے نہیں لگتا ایسے میں وہ گھر بسا سکتی ہے یا شوہر کی عزت کرسکتی ہے اور یہاں تو بات شوہر کی نہیں اس کی پہلی بیوی کے بیٹے کی زندگی کی ہے' جسے میں آپ کی نند کے ہاتھوں داؤ پر لگانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" احسان صاف بولا۔ ربیعہ نے تاسف سے سر ہلایا۔

"احسان پلیز...... پلیز میرے بھائی! صرف ایک بار مجھ پر یقین کر کے میری بات مان لو' اگر فروا اس دن سے مختلف نہ ہوئی تو میں تمہاری اور سعد کی عدالت میں مجرم بن کر ہر سزا بھگتنے کو تیار ہوں گی۔ میری خاطر' سعد کی خاطر پلیز مان جاؤ اور سب فیصلہ اور نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر توکل کرلو' تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔" پھر یک دم اس کے سامنے بیٹھ کر وہ ہاتھ جوڑے التجائیہ بولی۔

"فروا سے آپ نے بات کی؟"

"نہیں' پہلے تم رضا مندی ظاہر کرو پھر میں اسے قائل کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"ابھی فیصلہ کرنا مشکل ہے مگر میں آپ کو سوچ کر جواب دوں گا۔" وہ دھیرے سے بولا۔

"میں امید رکھوں گی کہ تم مجھے ناامید نہیں کرو گے۔" ربیعہ مسکرائی کہ ان گزرے چار سالوں میں پہلی بار ہی سہی مگر اس نے سوچنے کی ہامی بھری تھی اور اس بار اسے پورا یقین تھا کہ احسان مان جائے گا۔

❀......❀......❀

خالدہ بانو کے بخار میں ذرّہ برابر بھی افاقہ نہیں ہوا تھا کچھ دیر پہلے ہی کامل انہیں ڈاکٹر کے پاس سے دکھا کر لایا تھا۔ اُم فروا نے انہیں برآمدے میں لٹا کر آدھے جسم پر چادر ڈال دی تھی' ساتھ ہی صحن میں کھیلتے شور مچاتے بھتیجے بھتیجیوں کو وہاں سے بھگا دیا تھا کہ اماں بے آرام ہیں ابھی ان کی آنکھ لگی ہے وہ کچن میں چلی آئی اور خالدہ بانو کے لیے دلیہ تیار کرنے لگی۔ ربیعہ بھی وہیں کھڑی تھیں۔ وہ خاموشی سے اپنے کام میں لگی ہوئی تھی کہ اماں کے لیے فکرمند بھی بہت تھی کہ معاً باہر سے اماں کی درد میں ڈوبی آواز ابھری جسے سنتے ہی وہ باہر لپکی۔ خالدہ بانو دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھے بچوں کی طرح مچل رہی تھیں۔ کھیلتے ہوئے رومان کے

ہاتھوں والی بال بڑی شدت سے ان کے پیٹ پرآ کر لگی تھی اور وہ جو پہلے ہی بخار میں نڈھال تھیں سوتے میں اچانک خود پر ٹوٹتی افتاد سہہ نہ سکیں۔کاری ضرب لگی تھی۔ اُم فروا حواس باختہ سی ماں کے قریب آ گئی۔ایک نظر باہر صحن میں دیکھا' جہاں رومان کو چھوڑ کر سب دادی کی کراہوں سے لطف اندوز ہوتے قہقہے بکھیر رہے تھے۔رومان' پھوپو کی خونخوار نظروں سے اندر تک خوف زدہ ہوا۔رنگ بھی ڈر کے مارے زرد پڑ گیا تھا اور ایسے میں جب دو چار کڑا کے دار تھپڑ فروا سے اگلے ہی لمحے پڑے تو وہ دیکھنے لائق تھا۔ایسا رویا کہ باقی سب بچوں کی ہنسی کو بھی بریک لگی تھی' شہلا جو چھت پر الگنی سے کپڑے اتار رہی تھی بیٹے کی آہ و پکار پر سرپٹ دوڑی آئی۔فوزیہ اور ربیعہ بھی آواز پر باہر آ چکی تھیں۔

''منع بھی کیا تھا مگر مار کھائے بغیر مجال ہے جو باز آئیں۔'' فروا اس پر غصہ نکالنے کے بعد ماں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

شہلا نے تڑپ کر اپنے جگر گوشے کو خود سے بھینچا۔باقی بچوں نے فوراً رومان کے رونے کی وجہ اس کے گوش گزار کردی۔اسے پتنگے لگے' بے حد غصے سے فروا کو دیکھا۔ دل تو بہت چاہا کہ آگے بڑھ کر حساب برابر کرے مگر اس لمحے نا چاہتے ہوئے بھی مشکلوں سے ضبط کر گئی۔ساتھ ہی شوہر کے ہاتھ اس کی ٹھکائی کا مسموم ارادہ باندھا اور رومان کو چپ کروانے لگی۔ربیعہ بھی ساس کی طرف بڑھ چکی تھی جب کہ فوزیہ اپنے بچوں کو سمیٹ کر کمرے میں لے جانے لگی۔اُم فروا اور ربیعہ نے بڑی مشکلوں سے اماں کو سنبھالا۔

آسمان بھی بادلوں سے ڈھکا تھا' کچھ ہی دیر میں بارش کا امکان تھا۔ماں کو لٹا کر وہ پھر سے کچن میں چلی آئی۔ربیعہ تمام بچوں کے جانے کے بعد اب صحن میں بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھی۔فروا کام سے فارغ ہو کر کمرے میں چلی آئی۔

یاسر کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔شہلا نے خود کو تیار کیا ان پڑھ جاہل' بدلحاظ' بدزبان ہونے کے ساتھ دماغ بھی فسادی پایا تھا۔

شہلا بنیاد تھی اور رومان وہ دیوار جس نے پہلے روز سے ہی اثر لیا' بچپن سے لڑکپن تک ماں کا لب و لہجہ' انداز اور دماغ پایا اور ابھی کچھ ماں نے بھی ایسا پڑھایا کہ جیسے ہی یاسر تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا مگر مچھ کے آنسو آنکھوں میں لائے۔ایک کے ساتھ چار لگا کر پھوپو کی شکایت کردی' اپنی حرکت کا ذکر تک نہ کیا۔تھوڑی بہت جو کسر رہ گئی تھی وہ شہلا نے پوری کرتے ہوئے گویا جلتی پر تیل چھڑکا۔تمام کتھا سننے کے بعد یاسر کی تھکاوٹ میں غصے کی آمیزش اس کا پارہ ہائی کر گئی۔پہلوٹھی کا سپوت تھا فوراً بہن کے سر پر جا پہنچا' پل میں تو تو میں میں شروع ہوئی۔

فوزیہ تاک میں تھی' کمرے سے باہر نکل آئی۔بہن بھائی میں لفظی جنگ عروج پر پہنچنے لگی۔خالدہ بانو سر تھام کر بیٹھ گئیں اور ربیعہ ہمیشہ کی طرح پُرملال تاسف میں ڈوبی ان کے بیچ میں بولنے سے قاصر فروا کے لیے افسوس کا اظہار کر رہی تھی کہ معاً زنانے دار آواز پر حیران سی رہ گئی' اپنی لڑائی کا اختتام یاسر نے کر دیا تھا۔

اُم فروا کو تھپڑ مار کر......

سب کے سب حیران رہ گئے۔ایسا آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا' ہزاروں سنگین لڑائیاں اس گھر کی چار دیواری میں ہر دوسرے دن ہوتی تھیں مگر صرف زبانی کلامی لیکن آج یاسر ضبط کی حد پار کر گیا' ہاتھ اٹھانے کی کسر پوری کرتا وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

اور وہ...... بے یقین سی...... حیرت میں ڈوبی' ضبط کی حدوں سے گرنے لگی۔رونا تو اس نے بالکل نہیں سیکھا تھا مگر دل آج اندر سے بڑی شدت کے ساتھ دکھا تھا' تھپڑ منہ پر پڑا تھا مگر اثر روح پر ہوا تھا۔باہر بادل بھی زور سے گرج کر برسے تھے۔اس نے اپنے جسم کو بے سدھ انداز میں مسہری پر گرایا' غیر متوقع طور پر اسے غصہ نہیں آیا تھا۔ البتہ دل میں تنفر کی لہر سر سری مچا گئی۔

مرد کا ایک اور خود غرض روپ اس کی نفرت میں اضافہ کرتا اسے یاسر سے پل میں متنفر کر گیا۔یاسر نے آج بیٹا نہیں باپ بن کر سوچا......

ماں کی بیماری' اس کے دکھ کی اسے فکر نہ تھی مگر بیٹے کے رونے پر وہ ضبط کھو بیٹھا تھا۔ماں کے روپ میں اسے مرد کے ہاتھوں عورت کی پھر سے تذلیل نظر آئی۔فروا کی سوچ اس کا انگ انگ مرد ذات سے مزید متنفر ہوا۔دل کی کیفیت غیر ہونے لگی۔اُم فروا فوراً سے آنکھیں میچ گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
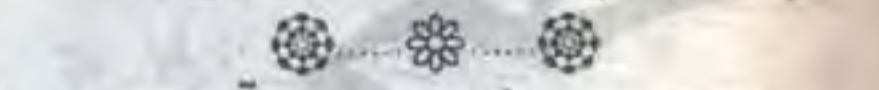
احمد نواز اور خالدہ بانو کی سات اولادیں تھیں' سب سے بڑا یاسر' دوسرے نمبر پر عمران' پھر بیٹی اُم حبیبہ' چوتھے نمبر پر کامل' پانچویں پہ اُم مریم' چھٹا نمبر اُم فروا اور آخری نمبر عدیل کا تھا۔یاسر کی شادی چچا کے گھر ان کی بیٹی شہلا سے ہوئی جو بہت تیز طرار تھی۔عمران کی شادی دور کے رشتے داروں میں طے پائی۔فوزیہ بھی اپنے نام کی ایک تھی' اُم حبیبہ نے دوست کے کزن سے پسند کی شادی رچائی۔کامل کو اپنی کلاس فیلو ربیعہ سے محبت تھی' وہ بھی کامل کے لیے دل میں کومل جذبات رکھتی تھی یوں تھوڑی دقت کے بعد کامل کا جیون سنوار نے اس کی زندگی میں شامل ہوئی۔دونوں ایک دوسرے کے سنگ بہت خوش و مطمئن تھے' اولاد نہ ہونے کے باوجود بھی۔کامل سے چھوٹی اُم مریم بیاہ کر خالہ کے گھر گئی' ابتداء میں اس کی خوشی دیدنی تھی مگر وقت سرکا اور شادی کے پانچ سال بیتے لیکن وہ اولاد کی نعمت سے محروم رہی تو بے اولادی کا سارا الزام سسرال والوں نے اس کے سر کیا۔ شوہر بھی ساتھ دینے سے انکاری' اولاد چاہیے' اولاد چاہیے کی گردان ہر وقت الاپتا رہتا۔ایسے میں وہ بے قصور' گناہ گار بنی کچھ بھی کرنے سے عاری تھی جب کہ سب سے چھوٹا عدیل ابھی یونیورسٹی میں تھا اور اُم فروا...... تینتیس سال کی ہونے کو آئی تھی مگر دس سال پہلے اس نے اپنی زندگی کا ایک انتہائی اہم فیصلہ کیا تھا اور وہ شادی نہ کرنے کا ایک سنجیدہ اور اٹل فیصلہ تھا جو بہت سی وجوہات لیے سرزد ہوا۔ایسی وجوہات جس نے ابتداء بچپن سے لی۔شعور کی دنیا میں قدم رکھا اور جوانی دیکھی اور تمام وجوہات کی ایک خاص وجہ مرد ذات تھی۔مرد ذات بچپن میں اس کے کچے ذہن پر اس وقت ناگوار گزری جب اس نے اپنے باپ احمد نواز سے پیار چاہا تو دھتکار ملی۔احمد نواز نشے کا عادی ایک جواری تھا جس کے ہاتھوں اس نے شروع سے اپنی ماں کو مار کھاتے دیکھا۔جس کی زبان نے ہر ہر لمحہ خالدہ بانو کی تذلیل کی۔اس کے لاابالی ذہن میں معصوم حسرت بھری سوچ ابھری۔کیا باپ ایسے بھی ہوتے ہیں...... جو گھر کا خرچہ چلانے کے بجائے عورت' بیوی کی محنت کا ایک ایک روپیہ اسے طلاق کی دھمکی دے کر لیتا ہے اور اپنا شوق پورا کرتا ہے۔بچپن سے اسے باپ سے پیار کے دو لفظ نہ ملے تو ارادتاً یا لاشعوری طور پر ان سے فاصلے پر آ گئی۔تھوڑی بڑی ہوئی تو باپ کے دیکھا دیکھی یاسر اور عمران بھی اپنی آواز میں رعب لے آئے۔چھوٹی چھوٹی باتوں پر تینوں بہنوں پر بے پناہ غصہ کرتے۔انہیں روکتے ٹوکتے' بے جا پابندیاں لگاتے کہ عورتیں رعب میں دبی اچھی لگتی ہیں۔کھیلنا' ہنسنا مسکرانا انہیں زیب نہیں دیتا۔لڑکیوں کی پڑھائی کے بھی خلاف تھے مگر کامل پڑھا لکھا تھا۔اُم حبیبہ اور اُم مریم کی مرتبہ تو نہ بول سکا مگر اُم فروا کے معاملے میں دخل اندازی کی اور اسے زبردستی پڑھایا۔وہ اسکول گئی' کالج یونیورسٹی دیکھی' کچھ اپنا شوق بھی تھا البتہ وہ دونوں چونکہ سب سے بڑے تھے خوب رعب جماتے' گھر میں کبھی کوئی چیز اچھی بنتی تو بہنوں کے سامنے سے تھالی سرکا لیتے اور خود ڈٹ کر کھاتے۔وہ کلس کر سوچتی رہتی کہ کیا بہنیں اتنی بے وقعت ہوتی ہیں مگر جب ان دونوں کی شادی ہوئی تو فروا کا ذہن الجھ سا گیا۔بہنیں تو بہنیں دونوں کا بیویوں کے ساتھ بھی بے حد ناروا سلوک تھا' بات بات پر لڑتے' انہیں مارتے' بلاوجہ الجھتے البتہ وہ تینوں بہنیں تو کبھی ان کے سامنے نہ بولیں لیکن ان کی بیویاں ان کے ساتھ برابر اترتیں۔جس سے انہیں مزید غصہ آتا اور اس غصے کی بھینٹ چڑھتیں بیوی کے روپ میں مرد کے ہاتھوں عورتیں......

انہی دنوں اُم حبیبہ کی شادی ہوئی پسند سے' جس کا جلد ہی اس نے خمیازہ بھگتنا شروع کیا۔شوہر کی ابتداء کی محبت' لاڈ پیار' توجہ جلد ہی جھاگ کی مانند بیٹھ گیا اور دل میں شک نے جگہ لے لی تھی۔سخت نظروں کا پہرہ بیوی پر بٹھایا کہ کہیں

وہ اب کسی اور کو پسند نہ کرلے۔ ساتھ ہی ساتھ غلیظ زبان استعمال کرنے لگا۔ بات بے بات مار کٹائی اختیار کرلی اور اگر وہ کچھ کہتی تو طلاق کی دھمکی ہونٹوں پر چپ کی مہر ثبت کردیتی۔ جلد ہی اُم حبیبہ پر سسرال کی زندگی عذاب ہوئی تو ایسے میں پہلی بار...... پہلی بار اس کا ذہن ایک نکتے پر اٹکا۔ وہ سنجیدگی سے سوچنے بیٹھی تو ذہن میں پہلی بار مردوں کے خلاف واضح تنفر پیدا ہوا۔

اسے باپ' بھائی' شوہر کے روپ میں مرد کا اصل چہرہ نظر آیا۔ اول تو بے حد خوف زدہ ہوئی پھر اپنے اردگرد کے پھیلاؤ اور معاشرے میں عورت مرد کے بیچ حائل تضاد پر غور شروع کیا۔

کامل اور ربیعہ کے تعلق کو لے کر اس نے زیادہ نہ سوچا مگر اُم مریم کی شادی کے بعد وہ یک دم غیر معمولی طور پر سنجیدہ ہوگئی' کوکھ مریم کی سونی تھی اور الزام بھی بے اولادی کا اس پر تھوپا گیا۔ وہ سوچنے لگی اولاد تو مرد کے نصیب میں ہوتی ہے پھر قصوروار عورت کیوں ٹھہرائی جاتی ہے۔ وہ الجھتی بکھرتی سر تھام کر بیٹھ گئی۔ جبھی مرد کا ایک اور روپ اسے دیکھنے کو ملا' اس کا چھوٹا بھائی بارہا اس کی نظروں میں آیا جو دل میں بیس لڑکیوں سے محبت کا اظہار کرتا' بیس لڑکیوں سے عمر بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کرتا۔ جس نے موبائل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر خود کو باقی کسی بھی معاملے سے لاتعلق کرلیا تھا ہر دوسری لڑکی سے فراڈ میں اس کی دلچسپی تھی۔ فروا کے دل میں عدیل جیسے مردوں کے لیے ناپسندیدگی پیدا ہوئی۔ اس دوران باپ بھائیوں نے اس کا رشتہ پھوپی زاد سہیل سے طے کیا' سہیل کی اصلیت بھی چند ہی دنوں میں اس پر کھلی۔ وہ ایک نہایت بدتمیز' جاہل' لوفر' لفنگا سا تھا۔ فروا یونیورسٹی جاتی تو اس کا راستہ روک لیتا' معنی خیز' بے باک باتیں کرتا' کبھی اس کا ہاتھ پکڑتا تو کبھی چہرہ چھونے کی کوشش کرتا۔ فروا کو اس کی آنکھوں میں غلاظت اور ہوس صاف نظر آتی۔ رشتہ طے ہونے کے بعد وہ گویا خود کو فروا کا مالک تصور کرنے لگا۔ سوچ سمجھ کر تنگ کرتا' بے باک ہنسی ہنستا اور یوں وہ آخری حدوں تک مرد ذات سے متنفر ہوگئی تھی۔

شدید ذہنی انتشار کے بعد اسے مردوں کے ہر روپ سے نفرت ہوگئی تھی۔

مردوں کا ہر ہر روپ اسے باور کروا گیا کہ یہ معاشرہ مردوں کا ہے اور مردوں کی نظر میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ کوئی عزت کوئی رشتہ اہمیت کا حامل نہیں۔ اس نے کھلے لفظوں میں اعتراف کیا کہ سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ظالم' جابر' بے وفا' مطلب پرست' بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھنے والے' بے پروا' شکی' دغاباز' عورت سے متعلق غلیظ سوچ کے حامل پھر کیوں عورت ان کے سامنے جھکے' ان کے ظلم سہے' لعنت ملامت برداشت کرے۔

اس نے مردوں کے خلاف عورت کی طرف سے اعلان جنگ کیا۔ اپنی بھرپور نفرت کا اظہار کیا اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ پہلا قدم اٹھاتے ہوئے سہیل سے شادی کو انکار کردیا۔ بہت سی لڑائیاں اس انکار سے پیدا ہوئیں مگر وہ اندھی بہری بن گئی۔ سہیل نے اسے دھمکیاں دیں مگر اس نے مطلق پروا نہ کی۔ پھوپی ناراض ہوکر بھائی کے گھر سے تعلق ختم کر گئیں' چند سال یونہی گزرے تو سہیل بھی کام کے سلسلے میں دوسرے شہر چلا گیا۔ اس کے بعد بھی فروا کے کئی رشتے آئے مگر فروا کے سخت ردعمل سے کہیں بھی بات نہ بنی۔

اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے میں اسے سالوں لگے۔ سب نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانی' اب بھی اٹل تھی اور کل یاسر نے اسے تھپڑ مار کر اس کے دل کو مزید تنفر سے بھرا تھا۔ یاسر کی خود غرضی پر وہ پُرملال سی سوچے جارہی تھی کہ ماں کو نظر انداز کرنے اور بہن پر ہاتھ اٹھا کر یاسر نے عورت کو حقیر ظاہر کیا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁
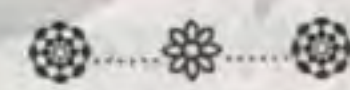
گھر کی چار دیواری میں دو دنوں سے سوگواریت پھیلی تھی۔

مگر کسی کو کوئی فکر نہیں تھی۔

اس دن کی لڑائی اور یاسر کے ہاتھ اٹھانے کے بعد سے وہ مسلسل کمرے میں بند تھی۔ اسکول بھی نہیں گئی اب کہ دل پر گہرا اثر پڑا تھا۔ زبان نے البتہ کوئی شور نہیں کیا بس خاموشی سے ماتم منا رہی تھی مردوں کے معاشرے میں عورت کی بے بسی پر......

ربیعہ اس کی دماغی کیفیت' خیالات' قلبی ملال سے واقف اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کرنے لگی۔ لوہا گرم تھا' موقع بھی اچھا تھا وہ آسانی اس کے فیصلے پر ضرب لگا سکتی تھی۔ شام کے پہر آہستگی سے اس کے کمرے میں چلی آئی۔ اس نے خود کو سنبھالا' ربیعہ وہ واحد ہستی تھی جس سے کبھی کبھار دل کی بات کہہ دیتی اور خود تحمل سے ربیعہ کی بات سن بھی لیتی تھی۔

''جو ہوا اچھا نہیں ہوا۔''

''مجھے اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ بھائی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا بلکہ اس بات کا ہے کہ بیٹے کے دو آنسوؤں کے سامنے انہیں ماں کی تکلیف کا احساس نہیں' کب سے اماں بیمار بستر پر پڑی ہیں مگر انہیں فکر نہیں ہے۔ اس سے زیادہ عورت کی تضحیک کس صورت میں ممکن ہے؟'' فروا نے تلخی سے پوچھا۔

''میرا دل سکت سے عاری ہوتا جارہا ہے بھابی! مجھے لگتا ہے اب میں ہار جاؤں گی۔''

''نہیں فروا! تم بہت باہمت ہو مگر ایک بات کہوں بُرا تو نہیں مانو گی۔'' ربیعہ اصل مدعے کی طرف آئی۔

''کہیں!''

''میں نہیں چاہتی کہ اس دن والی نوبت پھر سے آئے یا کوئی ناچاقی پیدا ہو اور تم پر بھائیوں کی جارحیت کھلے۔ مرد کا ہاتھ ایک بار اٹھ جائے تو بار بار اٹھتا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

فروا نے خاموشی سے اسے سنا۔ اس کی بات پر اعتراض یا اختلاف نہ اٹھایا کہ اس حقیقت کو اس سے زیادہ قریب سے کس نے دیکھا ہوگا۔

''یاسر بھائی کی جھجک ختم ہونے سے پہلے تم ان کے اٹھتے ہاتھوں کو روک سکتی ہو۔'' جب کہ ربیعہ دھیان سے کہہ رہی تھی۔

''کیسے......؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''اپنا فیصلہ بدل کر۔''

''ہرگز نہیں۔'' سنتے ہی وہ صاف بولی۔

''کیوں نہیں؟''

''میرا فیصلہ بہت پرانا اور پائیدار ہے۔ باپ' بھائی اور بہنوئی کے بعد شوہر کی صورت میں مرد ذات سے نفرت مجھے پاگل کردے گی' دل پھٹ جائے گا میرا۔ مرد کا ایک اور بھیانک روپ میں برداشت نہیں کرسکتی۔'' وہ عجب الم میں ڈوبی تھی۔

''تمہارا فیصلہ تمہارے بھائیوں کو تم سے دور کردے گا فروا!''

''سچ بتاؤں تو میں ان کے قریب رہنا بھی نہیں چاہتی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے فروا! بالکل اسی طرح جس طرح ہاتھ کی پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔'' ربیعہ اسے ہر طریقے سے سمجھانا چاہتی تھی۔

''میں کیسے مان لوں' میں نے خود دیکھا ہے سب ایک جیسے ہیں۔ یہ معاشرہ مردوں کا معاشرہ کہلاتا ہے جہاں مرد عورت پر اپنی حاکمیت قائم رکھنے کے لیے عورت کو خاک سے بھی کم تر سمجھتے ہیں۔ انہیں اذیت دے کر سکون میں رہتے ہیں' عورت کی کوئی اہمیت کوئی عزت نہیں ہے مردوں کی نظر میں۔'' فروا نہایت کروفر سے بولی۔

''نہیں فروا! بے شک معاشرے میں ایسے بہت سے مرد ہیں مگر سب نہیں۔ تم دس میں سے سات کو ایسا کہہ سکتی لیکن باقی تین پر تم نے غور نہیں کیا اور نہ کبھی ان کے مقابلے میں کامل جیسے مردوں کو لائیں۔ کامل بھی تو اسی معاشرے کا ایک مرد ہے مگر بہت سوں سے مختلف۔ تم بتاؤ فروا تم نے کبھی کامل کو غصے میں دیکھا ہے؟ کبھی ان کے منہ سے کوئی گالی سنی ہے؟ کبھی انہیں مجھ سے لڑتا دیکھا ہے؟ کبھی کامل کو اماں کی فکر سے بے نیاز دیکھا؟ میں تمہیں باقی کسی کی مثال نہیں دوں گی تم صرف کامل کو

دیکھو جنہیں تم بچپن سے جانتی ہو۔'' ربیعہ نے کامل کو اس کے سامنے تصویر کے دوسرے رخ کے طور پر پیش کیا۔ کچھ پل وہ خاموش رہی پھر توقف کے بعد بولی۔

''ٹھیک ہے کامل بھائی' یاسر اور عمران بھائی جیسے نہیں ہیں مگر حبیبہ آپی نے پسند کی شادی کی تو ظفر بھائی نے ان کی زندگی عذاب کردی' انہیں طعنے دیئے' شکی نگاہوں سے دیکھا ہر وقت وہ آپی پر لعنت ملامت کرتے ہیں مگر شادی میں ان کی بھی تو پسند شامل تھی یہ کیوں نہیں سوچتے وہ۔ خود پر انہوں نے شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی' عورت کو بدکردار کہنے یا سمجھنے والا مرد بھی تو کریکٹر لیس ہوسکتا ہے پھر بدنام عورت ہی کیوں ہوتی ہے اور اُم مریم! اس کا کیا قصور ہے جو وقاص بھائی نے اولاد نہ ہونے پر سارا الزام ان کے سر ڈالا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اولاد مرد کے نصیب میں ہوتی ہے پھر بھی سزا عورت کو دی جاتی ہے۔ کبھی طلاق کی صورت میں تو کبھی اس پر سوتن لاکر...... !ضروری نہیں کہ نقص بیوی میں ہو' خرابی شوہر میں بھی ہوسکتی ہے' مرد آخر سمجھتے کیا ہیں عورت کو؟'' فروا کا پارہ یک دم ہائی ہوا تھا البتہ آواز تنفر میں ڈوبی' دھیمی تھی۔

ربیعہ نے بغور اسے سنا کہ آج وہ محض اسے سننے نہیں آئی تھی بلکہ اس کے فیصلے کو بدلنے کی پہلی کوشش کرنے آئی تھی' اس کے ہر سوال کا ممکنہ جواب دینے آئی تھی۔

''تم اپنی جگہ ٹھیک بھی ہو اور نہیں بھی۔'' وہ سہولت سے بولی۔ اُم فروا لب بھینچے اپنا غصہ ضبط کرتی اسے سننے لگی۔

''یہاں بھی میں تمہیں اپنی اور کامل کی مثال دوں گی۔ ہماری بھی تو لو میرج ہے اور یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ اسلام میں بھی اس کی اجازت ہے مگر ہر ایک کی اپنی سوچ اپنی خصلت ہوتی ہے' ظفر بھائی' اُم حبیبہ کو من میں بسا کر بیاہ کر تو لے گئے مگر اپنے ہاتھوں خود اپنا سکون تباہ کررہے ہیں پر کیا کبھی تم نے کامل کی نگاہ میں میرے لیے شک دیکھا ہے' ان کی زبان سے گالی سنی ہے' مجھے بدکردار کہتے سنا ہے اور شادی کے چھ سال گزرنے کے باوجود بھی اولاد کی نعمت سے ہم محروم ہیں لیکن کامل نے کبھی مجھے اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا دوسری شادی کی خواہش ظاہر کی کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ اللہ کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں اور صرف کامل ہی نہیں ایسے اور بھی بہت سے مرد ہیں جو عورت کو حقیر نہیں سمجھتے۔ عزت کرتے ہیں' انہیں محبت دیتے ہیں' تم کامل کی ذات' سامنے رکھ کر ایک مرتبہ سوچو تو سہی۔'' ربیعہ نے اسے ہر حال میں قائل کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی۔

''محض کامل بھائی کی ذات سے کمپیئر کرکے میں ان تمام حقائق سے نظریں نہیں چرا سکتی جنہیں میں نے اپنے بچپن سے آج تک ہر لمحہ دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ میں اپنا فیصلہ کیونکر بدلوں' میرے دل میں مرد ذات کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔'' ربیعہ کی تمام باتیں سننے اور سمجھنے کے باوجود بھی اس نے اپنے فیصلے اور لہجے میں رتی برابر بھی لچک نہ لائی۔

''گنجائش پیدا بھی تو کی جاسکتی ہے' تم سوچ کے تو دیکھو۔''

''سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بھابی!'' وہ دوٹوک بولی۔

''تم پڑھی لکھی اور سمجھ دار لڑکی ہو۔ خود کو بے وقعت کیوں کرنا چاہتی ہو' میں درخواست کرتی ہوں تم سے فروا! پلیز سوچو۔ ہم دوبارہ بات کریں گے۔ میں اماں کی طرف جارہی ہوں' انہیں کھانا دینے' تم بھی فریش ہوکر آجاؤ' مل کر کھائیں گے۔'' ربیعہ آہستگی و اطمینان سے بولتی باہر آگئی۔

رات کا کھانا اس نے ان کے ساتھ کھایا اور پھر سے کمرے میں چلی آئی البتہ اب کہ بالکل غیر ارادی طور پر وہ ربیعہ کی باتوں کو سوچ رہی تھی۔ لاشعوری طور پر اس کے کہنے کے مطابق کامل اور ان تمام مردوں کا موازنہ کررہی تھی جو اس کے دس سالہ فیصلے کی وجہ تھے۔ ذہن و دل اس دوران عجیب کیفیت سے دوچار رہے۔

اپنے فیصلے سے ہٹنا پھر بھی بہت مشکل تھا۔

کامل نے بعد میں اس دن والے معاملے پر یاسر سے باز پرس کی تھی۔ وہ اپنی جگہ بے حد شرمندہ تھا۔ وہ فروا پر ہاتھ اٹھانے کا ہرگز بھی ارادہ نہیں رکھتا تھا مگر بیٹے اور بیوی نے اس کا پارہ ہائی کردیا تھا۔ جسے فروا کے بعد اس نے ڈاؤن کرنے کے لیے ان دونوں کی بھی زبردست ٹھکائی کی مگر بہن سے شرمندہ معذرت کے چار لفظ بولنے پر تیار نہ تھا۔ مردانہ انا اور عزت نفس کے خول میں قید وہ اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار نہیں کرسکتا تھا۔

اُدھر دوسری طرف ربیعہ نے کامل سے پوچھ کر احسان کو فون ملایا تاکہ اسے اس دن والے واقعے سے متعلق بتائے' فروا کی کنڈیشن سے آگاہ کرے اور اسے شادی کے لیے تیار کرسکے مگر فون پر چھوٹتے ہی احسان بولا تھا۔

''آج کل سعد اپنی دوست کو بڑا یاد کررہا ہے' آپ کی نند سے ملنے کا خواہش مند ہے اور میں بہت حیران ہوں اس نے اتنی ضد کبھی نہیں کی تھی۔'' ربیعہ بھی سن کر حیران ہوئی تھی مگر پھر کچھ یاد آتے ہی بولی۔

''اسے کہنا کہ وہ بہت جلد ہمیشہ کے لیے اس کے پاس آجائے گی۔ ابھی ضد نہ کرے۔'' ساتھ ہی احسان کو گھر میں ہونے والی تمام روداد سنائی۔

''اسی وجہ سے فروا بظاہر سخت اور بدزبان بن گئی ہے مگر وہ اندر سے ختم ہوجائے گی اگر مزید یہی سب اس کے ساتھ ہوتا رہا تو...... پھر تم نے کیا سوچا؟''

''ابھی تک تو کچھ نہیں مگر آپی! اگر آپ کو یقین ہے کہ وہ سعد کو ماں بن کر سنبھال سکتی ہے' اسے پیار دے سکتی ہے تو میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ اس کو اپنی ذات سے اعتبار دے کر اسے سمیٹ سکوں۔'' وہ ساری بات ربیعہ کے وثوق پر چھوڑتے ہوئے بولا۔

''مجھے تمہاری فکر ہے احسان اور جہاں میں سعد کو ماں کی آغوش میں کھیلتا دیکھنا چاہتی ہوں وہیں فروا کو زندگی کی طرف واپس لانا چاہتی ہوں۔ اسے ہنستا مسکراتا آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔'' وہ سچے دل سے بولی' سب کے لیے اس کے دل میں جگہ و فکر تھی۔

''تو ٹھیک ہے آپی! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آج میں اسماء کے کہے پر عمل کرنے کو تیار ہوں اگر فروا مان گئی تو میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔'' احسان نے آہستگی سے اسے یقین دلایا۔ ربیعہ کے چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تھینک یو سو مچ احسان! بس دعا کرنا کہ فروا مان جائے۔'' تشکر سے کہتی وہ فون بند کرگئی۔

احسان نے موبائل جیب میں رکھتے ہوئے گہرا سانس خارج کیا' آنکھیں موندیں۔

اسما اس کی من چاہی بیوی تھی۔ دونوں میں بہت محبت تھی دونوں ہی ایک دوسرے کا خیال خود سے بڑھ کر رکھتے تھے مگر شومئی قسمت کہ ان کی رفاقت کی گھڑیاں محض ایک سال پر محیط تھیں۔ شادی کے ایک سال بعد سعد کی پیدائش پر وہ خالقِ حقیقی سے جاملی مگر شاید اسے اپنی موت کا اشارہ مل گیا تھا جو آخری وقت تک اسے کہتی رہی۔

''میں نہ رہی تو میری اولاد کو ماں کی ممتا سے محروم مت رکھنا' خود کو تنہائی کے عذاب میں مت ڈالنا ورنہ بہت جلد بوڑھے ہوجاؤ گے۔ میری خواہش ہے احسان کہ میرے مرنے کے بعد بھی تم خوش رہو' ہمیشہ آباد رہو۔ تم کسی بہت اچھی سی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا جو تمہارا اور میری اولاد دونوں کا خیال رکھ سکے۔ تمہیں اپنی محبت سے نہال رکھے جبھی میری روح کو سکون ملے گا میرے مرنے کے بعد بھی تم اور میری اولاد خوش رہو گے اور میں ابھی سے کہہ رہی ہوں مجھے یاد کرکے اداس مت ہونا' مجھے بے سکونی ہوگی......''

اسے اسماء کے الفاظ آج بھی یاد تھے۔

اس نے بہت سے وہموں وسوچوں کے ساتھ سب باری تعالیٰ کی مہربان ذات پر چھوڑ دیا کہ بے شک اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔

❁......❁......❁

چند دن مزید یونہی بے کیف گزرے تھے کہ ایک اور واقعہ اس کو اپنے فیصلے پر جائز اور مضبوط ہونے کی مہر لگانے پر مجبور کرگیا۔

اُم مریم جسم و منہ پر بہت سے نیل سجائے روتی دھوتی گھر آبیٹھی۔ وقاص نے اسے اس کے ناکردہ گناہ کی

باقاعدہ سزا دے دی تھی' اسے اولاد چاہیے تھی وہ دوسری شادی کررہا تھا۔ ایسے میں اسے مریم کی کوئی ضرورت نہیں تھی' وہ کلس کررہ گئی۔

بہن کے صبر وبرداشت اور بہنوئی کے ظالمانہ' خود غرضانہ عمل سے بھائیوں کا غصہ عروج پر تھا یہ تو خاندان والے بھی جانتے تھے کہ بڑے دونوں یاسر اور عمران غصہ میں کچھ بھی کرگزر سکتے ہیں۔ دونوں کا خاصا رعب تھا' اول تو وقاص ان کی گرفت میں نہیں آرہا تھا مگر جب آیا تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خوب ڈرایا دھمکایا' تھا بھی وہ اکلوتا۔ ماں باپ کو بھی اس کی زندگی عزیز تھی' جبھی ہفتے کے اندر ہی آکر اُم مریم کو لے گیا البتہ فروا کو سمجھانے کا یہ ایک اور نادر موقع تھا۔

''کتنی ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے انہوں نے مریم کی زندگی تباہ ہونے سے بچائی ہے۔'' ربیعہ بولی۔

''ہاں مگر ڈرا دھمکا کے...... مریم واپس تو چلی گئی ہے مگر کیا گارنٹی ہے کہ وہ دوبارہ سے خوش رہے گی۔ اسے وہاں دوبارہ تنگ نہیں کیا جائے گا۔'' وہ صاف گو تھی' حقیقت پسندی سے بولی۔

''تم جانتی ہو فروا! عورت کی معاشرہ تب تک عزت کرتا ہے جب تک وہ شوہر کے ساتھ اس کے گھر میں رہے' جیسے بھی رہے پر مرتے دم تک رہے۔ یہ ہی دستور دنیا ہے اور اگر کوئی عورت ناراض ہوکر یا طلاق لے کر میکے آبیٹھے تو اس کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔'' اس نے سنجیدگی سے اسے سمجھانا چاہا۔

''روز کا عذاب جھیلنا بھی تو موت سے بدتر ہے۔'' اس نے نئی دلیل دی۔

''اس سے کئی حد تک کم جو وہ گھر بیٹھ کر لوگوں کی باتیں سنتی ہے۔'' آہستگی سے کہتی لمحہ بھر کے لیے رکی پھر اضافہ کیا۔ ''مریم شادی شدہ تھی سو بھی نے اس سے لڑائی کے بجائے اس کی فکر کی۔ اس کا گھر بسانا چاہا تاکہ وہ خوش رہے۔ جیسے بھی ہوں وہ بھائی ہیں' بہنوں کو برباد' بے سکون نہیں دیکھ سکتے اور تم سے ان کا اختلاف بھی اسی لیے ہے۔''

وہ اصل مدعے کی طرف آئی۔

''مطلب؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے ربیعہ کو دیکھا۔

''وہ جانتے ہیں عورت کتنی ہی خود کفیل کیوں نہ ہو' کبھی نہ کبھی تھک جاتی ہے۔ وقت اور حالات کروٹ بدلتے رہتے ہیں۔ تم آج جوان ہو' باہمت ہو' جاب کرتی ہو' ابھی سب تمہارے اردگرد ہیں مگر آئندہ کی کس کو کیا خبر...... تم خوشی' بیماری کا کچھ پتا نہیں۔ تم سمجھ دار ہو ساری زندگی یوں لڑائی میں گزارنا ممکن نہیں۔ تمہیں اپنا وقار قائم رکھنا ہے تو پلیز اپنا فیصلہ بدلو۔'' وہ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔

''میں نے فیصلہ بدلنے کے لیے نہیں کیا تھا۔'' اب کے اس کی آواز میں پہلی سی مضبوطی نہیں تھی مگر لہجے میں دانستہ قطعیت لانے کی کوشش کی۔

''ساری زندگی کے لیے یہ مشکل ہے فروا! ابھی تم صرف بہنوئی اور بھائیوں کے رویے دیکھ رہی ہو مگر کل کو تمہارے بھتیجے بڑے ہوں گے اور اپنے ماں باپ کی نظروں میں تمہاری تحقیر دیکھ کر وہ بھی تمہاری عزت نہیں کریں گے تب تم انہیں برداشت نہیں کرسکو گی۔ عزت عورت کا حق ہے بے شک اس معاشرے میں عورت کو اس کے جائز حقوق دینا بہت سے مرد پسند نہیں کرتے مگر پھر بھی عورت کی عزت مرد سے منسوب ہے۔ مرد کے بغیر ایک اکیلی عورت کے لیے آگے بڑھنا' خود کو مضبوط رکھنا بہت مشکل ہے۔ عورت اولاد اور شوہر کے بنا نامکمل ہے۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے جسے اب تمہیں قبول کرنا ہوگا۔'' ربیعہ نے اسے ٹھوس لفظوں میں سمجھانے کی آخری کوشش کی۔

''عورت کی عزت سسرال میں کی جاتی ہے گھر میں بیٹھی بہن کو اس کی ذمہ داریوں سے مبرا ہونے کے باوجود باپ اور بھائی وہ توجہ پیار عزت نہیں دے سکتے جو ایک بیاہی بہن یا بیٹی کو دی جاتی ہے بھلے وہ بہن بیٹی سسرال میں خوش ہو نہ ہو۔ بھائی اپنی سپورٹ سے اس کی عزت کرواتے ہیں' اپنی اور مریم کی مثال لے لو۔'' فروا نے بغور اسے سنا مگر بولی کچھ نہیں۔

البتہ اس کی سوچ میں انتشار برپا ہوچکا تھا۔ اس کا فیصلہ

ہنوز برقرار تھا مگر وہ خود تذبذب کا شکار تھی۔ غور کیا تو ربیعہ کی ہر بات صحیح لگی۔ دل کی کیفیت وخیالات بھی ارتعاش کی زد میں تھے۔ اس کا فیصلہ ایک جگہ بھائیوں کی اس سے لڑائی اسی کی فکر میں تھی اس نے خاموشی اختیار کرلی۔

کچھ دن بعد کامل اس کے سامنے تھا پہلی مرتبہ اس سے باقاعدہ بات کرنے کے لیے۔ تھوڑی دیر تک اسے سمجھاتا رہا ربیعہ بھی اس کے ساتھ تھی۔

''تمہارے انکار کی وجہ بھی صرف تمہارے لیے اہم ہے اور یہی بات یاسر اور عمران کو تم پر غصہ دلاتی ہے۔'' کامل کا لب ولہجہ سنجیدہ تھا۔

''یہی تو دکھ ہے۔'' وہ آرزدہ تھی۔

''میں چاہتا ہوں تم اپنا فیصلہ بدلو' آج پہلی بار میں تم سے درخواست کرتا ہوں فروا کہ پلیز تم شادی کے لیے راضی ہوجاؤ۔ مجھے تمہاری سب کی نظروں میں عزت عزیز ہے۔'' کامل کی آواز دھیمی اور لہجہ التجائیہ تھا۔

''احسان کو تم جانتی ہو' اس کی زندگی سے بھی واقف ہو' ہم تمہارا اس سے رشتہ طے کرنا چاہتے ہیں اگر مجھ پر یقین کرسکو تو ہاں کہہ دو۔'' کامل نے آہستگی سے اسے احسان سے رشتے کا کہا البتہ زور دینے کی ہلکی سی بھی سعی نہ کی۔

اپنے اس بھائی پر تو اسے اندھا یقین تھا۔ جس نے ہمیشہ اس کی فیور کی' جو باقیوں کی طرح کبھی اس سے نہ الجھا تھا اور آج پہلی بار شادی کی بات کی بھی تو فیصلے کا سارا اختیار اسی کو دیا' وہ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔

''جہاں تم نے مردوں کے اتنے روپ دیکھے وہاں ہمارے کہنے پر مرد کا ایک اور روپ آزمالو۔ احسان کو تم نے مختلف نہ پایا تو میں تمہاری قصوروار ہوں گی۔'' ربیعہ کی بات نے بھی اس کے باقاعدہ حتمی فیصلے میں معاونت کی۔

''ابھی فیصلہ کرسکو تو بہتر ہوگا مزید لڑائی کا کیا فائدہ۔ ہم سب کو تمہاری خوشی مقصود ہے۔'' کامل نے پھر سے بولا اور وہ جو پچھلے کئی دنوں سے ذہنی کشمکش سے الجھاؤ کا شکار تھی' سلجھاؤ کی طرف آنے لگی۔ ایک فیصلہ اس نے دس سال پہلے کیا تھا اور ایک فیصلہ وہ اب کرنے جارہی تھی۔ دونوں میں سے بہتر کون سا ہوگا یہ جاننے کا فیصلہ اس نے اگلے ہی لمحے آئندہ کے لیے رکھ چھوڑا۔

''ٹھیک ہے بھائی! اگر آپ سب کو لگتا ہے شادی ضروری ہے اور سب مسائل کا حل ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ جہاں چاہیں رشتہ اپنی مرضی سے طے کرسکتے ہیں' میں اپنا سارا اختیار آپ کے سپرد کرتی ہوں۔'' وہ مان گئی تھی۔

ان دونوں نے کچھ بے یقین وسرشار نظروں سے فروا کو دیکھا' کامل مطمئن سا اٹھ کر چلا گیا۔

''تھینک یو سوچ فروا! ان شاء اللہ اب آگے سب ٹھیک ہوگا۔'' ربیعہ نے اسے گلے لگایا' تشکر ویقین سے کہا پھر خوشی خوشی احسان کو بتانے چل دی۔

احسان نے سن کر زیادہ کچھ نہ کہا' سب ذمہ داری بہن پر ڈالی۔ اس نے بھائی کو کہہ دیا کہ مشکل مرحلہ گزر چکا ہے اب شادی بہت جلد طے ہوگی۔ ہاں احسان نے سادگی سے شادی کرنے کی شرط رکھی۔ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ مطمئن سی فون رکھ کر پلٹ آئی' سب کے سامنے باقاعدہ رشتہ لانے سے پہلے کامل نے یاسر اور عمران کو موقع ملتے ہی بتایا تاکہ شہلا اور فوزیہ کو بات بگاڑنے یا فروا کو تاؤ دلانے کا موقع نہ ملے۔ ویسے بھی فوزیہ اپنے آوارہ بھائی کے لیے فروا کو بیاہنا چاہتی تھی۔ کامل نے دونوں بھائیوں کو رشتے اور فروا کی رضامندی کے متعلق مطلع کیا' انہیں تحمل سے سمجھایا۔

''عمران' فوزیہ بھابی کے بھائی کو تم اچھی طرح جانتے ہو' نشے کا عادی ہونے کے علاوہ بدقماش ہے۔ فروا اس کے ساتھ ایک دن بھی نہیں گزار سکتی اور یاسر' توقیر کے یہاں گزشتہ حالات کے پیش نظر بات نہ بن سکی اور ویسے بھی ہم سب کی ڈیمانڈ فروا کی شادی تھی۔ جیسے بھی سہی پر وہ مان گئی ہے' ہمیں اس کے فیصلے سے متعلق حقائق کو مدنظر رکھ کر ایک ایسے شخص کا انتخاب کرنا ہے جو اس کی سوچ بدل سکے اور احسان کو تم دونوں جانتے ہو' وہ بے شک شادی شدہ ایک بچے کا باپ ہے مگر توقیر اور ناصر سے لاکھ درجے اچھا ہے' فروا اس کے ساتھ خوش رہے گی۔''

"ہاں مگر تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔" یاسر نے پوچھا۔

"معذرت کے ساتھ مگر تم دونوں اس معاملے میں بیویوں کی مت سننا۔ آج تک اس سلسلے میں جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں ان میں ان کی دخل اندازی سے ہمیشہ معاملہ بگڑا ہی ہے۔ وہ شاید تم دونوں کو الٹا سیدھا' کہیں کہ ربیعہ کے بھائی سے رشتہ انہیں ہماری چال لگے۔ ہم بھائیوں کو تو صرف فروا کی زندگی اس کی خوشی مقصود ہے؟" وہ اصل مدعا بیان کرتا اخیر میں سوالیہ ہوا۔

"اب فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ فروا مان گئی ہے ہمارے لیے تو یہی کافی ہے۔ احسان کے رشتے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے باقی تم ہم پر چھوڑ دو' سب کام بخیر و عافیت سرانجام پائے گا۔" ان دونوں نے کامل کو یقین دلایا' کامل پُرسکون سا ہو گیا۔

رشتے سے متعلق جلد ہی سب کو معلوم ہوا۔ خالدہ بانو کے چہرے پر برسوں بعد مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ وہ ربّ کے حضور شکر گزاری خوشی کے آنسو بہا رہی تھیں۔ فروا کے مان جانے پر جہاں حیرت کا اظہار تھا وہیں حسب توقع شہلا اور فوزیہ کا سازشی دماغ چال بُننے سے باز نہ آیا۔

"چار جماعتیں پڑھنے سے دیکھو کیسی عقل چلائی مہارانی نے۔" شہلا متعجب سی خلافِ توقع اتنے اچھے رشتے پر حسد کا شکار تھی۔ پکا طے کر لیا تھا شوہر کو اس بنے بنائے منصوبے سے متعلق بتا کر اب تک کے انکار کو ڈراما کہے گی۔ رشتے کی مخالفت کو کہے گی مگر کامل انہیں سمجھا چکا تھا جبھی یاسر نے بیوی سے ایک بھی لفظ سننے سے قبل سختی سے جھڑک دیا۔ شہلا کلس کے رہ گئی۔ عمران کے تو غصے کا جواب نہ تھا۔

فوزیہ جھوٹ سچ چار اضافی باتوں کے ساتھ کہتی ناصر کے لیے انکار اور احسان کے لیے ہامی پر حیرت ظاہر کرتی زہر اگل ہی رہی تھی کہ عمران نے معمول کی طرح اپنے بھاری ہاتھ سے اس کا گال سرخ کیا۔

"بکواس بند کرو اپنی' جب وہ شادی نہیں کر رہی تھی تب بھی چین نہیں تھا تمہیں اب وہ راضی ہوئی تو چلی آئی ہو رنگ میں بھنگ ڈالنے۔ خوب واقف ہوں میں تم سے اور تمہارے بھائی سے' چپ چاپ شکل گم کرو اپنی۔" غصے سے چلاتا اسے اچھی خاصی سنا گیا۔ وہ اپنا سا منہ لیے ناکام پلٹ گئی۔

پہلی بار دونوں بھائی بیویوں کی باتوں میں نہیں آئے تھے۔ سب کچھ شانت دیکھ کر اسی ہفتے شادی کی تیاری شروع کر دی گئی۔ مشاورت کے بعد ایک ماہ بعد کی تاریخ رکھی گئی تھی۔ تیاری کے لحاظ سے یہ عرصہ کم تھا سو رفتار میں اضافہ ہوا۔ دونوں بہنوں کو بھی سندیسہ مل چکا تھا۔ ربیعہ' فروا' احسان اور سعد تینوں کے لیے بے حد خوش تھی۔ گھر کے ماحول میں آسودہ سی ہل چل مچ گئی تھی۔

❁......❁......❁
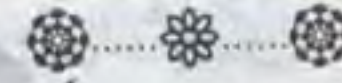
شادی تک کا وقت بہت تیزی سے گزرا۔ تمام رسومات کی ادائیگی سادگی سے کی گئی۔ اس دوران ماحول پُرامن رہا۔ اُم فروا بالآخر ماں' بھائیوں اور بہنوں کی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہو کر احسان کے آنگن میں چلی آئی۔

ربیعہ نے اسے حجلۂ عروسی میں بٹھایا اور باہر آ گئی۔

شادی کا یہ فیصلہ...... اس نے آزمائش کے روپ میں قبول کیا۔ وہ مرد کو ایک اور روپ میں پرکھنے آئی تھی۔ گھر میں تینتیس سال لڑائی جھگڑا' مار پیٹ' عورت کی تذلیل دیکھی۔ اب ذہن نئے محاذ کے لیے تیار تھا۔ جیسے بھی حالات میں آ کر ربیعہ اور کامل کی باتوں کے زیر اثر ایک طرف سے اس نے اپنی زندگی داؤ پر لگانے کے لیے یہ آزمائش قبول کی تھی۔

"کیا واقعی سارے مرد ایک جیسے نہیں ہوتے؟"

اسے اس کا جواب چاہیے تھا' وہ اپنی ذات کو پہلی و آخری بار تجربے کی بھینٹ چڑھائے اپنی خوب صورت آنکھیں جھکائے آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگی۔

"تم ابھی تک کمرے میں نہیں گئے۔"

ربیعہ آج رات وہیں رک گئی تھی۔ سعد کو سلانے کے بعد باہر نکل کر آئی تو لاؤنج میں صوفے پر احسان کو بیٹھے دیکھ کر چونکی' قریب آ کر استفسار کیا۔

"بس جا رہا ہوں ابھی...... سعد سو گیا ہے؟"

"ہاں وہ سو گیا ہے۔ احسان تم تمام حالات سے واقف ہو پلیز فروا کو اس کے کسی بھی حق سے محروم مت رکھنا' اسے اس انتہائی فیصلے پر پہنچنے کے بعد اپنی ذات سے مایوس مت کرنا۔ یہ اس کی زندگی کا سوال ہے۔" ربیعہ نے لجاجت سے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں' میری ذات سے اسے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" بہن کو تسلی دیتا وہ کمرے کی جانب بڑھا۔

ربیعہ پھر سعد کے پاس چلی آئی۔

اگر فروا ذہنی و قلبی کشمکش سے دوچار اپنی زندگی کے عجب دوراہے پر کھڑی تھی تو وہ بھی خدشات میں گھرا تھا۔ اپنی نئی نویلی دلہن کے بارے میں اس کی چرب زبانی سے متعلق وہ بہت کچھ سن اور دیکھ چکا تھا۔ مگر اب نکاح کے بندھن میں بندھنے کے بعد اس نے ایک بار ہی سہی پر بہت سے نکات کو لے کر سوچا۔ فروا اس کی بیوی' سعد کی ماں بن کر اس کی ہم سفری میں آ چکی تھی۔

سر جھٹک کر وہ دھیرے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سانسوں میں اترتی محسوس ہوئی۔ دروازہ لاک کر کے وہ بیڈ کی طرف بڑھا جہاں گھونگھٹ سے بے نیاز چہرے کو جھکائے وہ سنبھل چکی تھی اور اب سر اثبات میں ہلا کر احسان کے سلام کا جواب دے رہی تھی۔ احسان اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

کچھ پل بغور اسے دیکھا اپنی پہلی شادی کا ذکر ہرگز نہیں کیا کہ وہ سب جانتی تھی البتہ فروا جو اس کی زبانی پہلی بیوی کے قصیدے سننے کی سوچ کے بعد نارمل سی بیٹھی تھی' اسماء کا نام تک نہ لینے پر چونکی مگر ظاہر نہ کیا۔ احسان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بیٹے سے متعلق چند باتیں کیں البتہ یہ جتانے یا کہنے کی کوشش نہ کی کہ وہ صرف اس کی اولاد کی ماں بن کر یہاں آئی ہے۔ وہ عورت کے لیے اس رات کی اہمیت سے واقف تھا۔

"یہ تمہاری رونمائی کا گفٹ!" احسان نے جڑاؤ کنگن اس کی کلائی میں سجاتے ہوئے اخیر میں اس کا ہاتھ تھام لیا جو بالکل ساکت تھا لیکن کے جذبات کی طرح' لمس محسوس کرنے کے باوجود بھی لرزش سے عاری۔

احسان اپنی جگہ ہچکچاہٹ کا شکار تھا مگر بہت سی وجوہات کے پیش نظر وہ یہ جانتے ہوئے بھی اپنی تمام اپنائیت اس پر نثار کرنے کو تیار تھا کہ فروا یقیناً اتنی جلدی اپنے سابقہ فیصلے کے اثر سے نہیں نکل سکے گی اور اگر آج اس کا انداز بھی سرسری ہوا تو شاید کبھی نکل بھی نہ سکے۔

"نکاح جیسے مقدس و مضبوط رشتے میں بندھنے کے بعد میرا فرض ہے تمہیں اپنی بساط کے مطابق تمام خوشیاں دوں۔ تمام حقوق کا خیال رکھتے ہوئے انہیں پورا کروں۔ تمہیں عزت دوں' محبت سے رکھوں' بدلے میں تم صرف میرے گھر کو جنت بناؤ۔" احسان کی نگاہیں اس کے مخروطی ہاتھ پر جمی ہوئی تھیں۔

فروا نے دھیرے سے گھنگھور پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے اس کے دیکھنے پر پلکیں جھکا گئی' خاموش زبان اور خالی ذہن کے ساتھ۔ احسان کی کسی بات پر فی الحال وہ غور کر کے کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہتی تھی۔ ابتدائی توجہ اس کے نزدیک کوئی معنی نہ رکھتی تھی' ہر لحاظ کی پرکھ کے بعد شاید وہ اپنے فیصلے کے صحیح غلط ہونے کی یقین چاہ رہی تھی۔ عورت کی قربت کے فسوں خیز لمحے میں کیے مرد کے عہد و پیمان پر اسے اعتبار نہیں تھا۔

"تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔" بغور اس کے سجے سنورے چہرے کو دیکھتا وہ آہستگی سے بولا کہ بلاشبہ ہار سنگھار نے اس کی خوب صورتی میں اضافہ کر دیا تھا۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور ان کے ملن پر خاموشی سے بیت رہی تھی۔

اگلی صبح کا سورج طلوع ہوا ہر طرف اجالا پھیلا۔

ربیعہ مسکراتے چہرے کے ساتھ اسے ناشتے کے لیے بلانے آئی۔ اس کا چہرہ معمول سے ہٹ کر کھلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا یہ یقیناً کل کے دن کا عکس تھا۔ فطری عکس ورنہ اس نے تو بس نکاح نامے پر سائن کیے تھے۔ کل کے دن اور رات کو لے کر ایسا کچھ خاص محسوس نہیں کیا تھا کہ دھڑکنوں کی بے تابی' بے ترتیب روش کو روح سرشاری میں ڈوب کر

سنبھالتی۔

ناشتہ چاروں نے اکٹھا کیا اور لاؤنج میں چلے آئے۔ ہاں احسان کی موجودگی کے سبب فروا کوئی بات نہیں کررہی تھی البتہ سعد اسے سجے سنورے روپ میں اپنے گھر دیکھ کر خاصا مسرور تھا۔ نہ ختم ہونے والی مسکراہٹ سے مسلسل دور سے اسے دیکھے جارہا تھا۔ اس کے قریب جانا چاہ رہا تھا اس سے بات کرنے کو مگر تھوڑی سی جھجک کا شکار تھا اور احسان جو کب سے بیٹے کی حرکات کو نوٹ کررہا تھا جھجک کی ایک ہی وجہ اخذ کرسکا کہ اسے فروا کو مخاطب کرنے کے لیے کسی نام کے سہارے کی ضرورت ہے اصل نام تو لے نہیں سکتا تھا۔ ذہن بھی ابھی اس قابل نہ تھا کہ فوراً اسے نئے استوار ہونے والے رشتے کی نوعیت کے سبب اسے ماں کہتا۔

وہ اپنی جگہ ارادہ باندھ رہا تھا کہ رات کے وقت اس سلسلے میں فروا سے بات کرے گا جبھی فروا نے خود سے آگے بڑھ کر سعد کو اپنی گود میں بھرلیا۔ جس پر سعد کی خوشی دیدنی تھی۔ احسان نے ایک دلچسپ نظر بیٹے اور پھر فروا پر ڈالی جو مکمل طور پر اس میں محو احسان کی آنکھوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے بھی نظر انداز کررہی تھی۔

شام کو کامل آیا تو وہ سلام دعا کرکے سامنے سے ہٹ گئی۔ بے تکلفی تھی نہیں کہ بات زیادہ کرتی اور شادی کے دوسرے ہی دن بھائی کے سامنے شرم مانع تھی۔ ربیعہ نے ایک دن مزید رکنے کا پوچھا کہ جب تک فروا بھی نئے گھر کے ماحول سے مانوس ہوجائے اس لیے کامل نے اجازت دے دی۔ ڈنر کے بعد ربیعہ سعد کو سلانے لے آئی کہ سارا دن اس نے فروا کے ساتھ گزارا تھا اب رات تک حالت ایسی ہورہی تھی کہ بیٹھے بیٹھے نیند کی وادیوں میں جارہا تھا۔

وہ دونوں بھی کمرے میں آگئے تھے۔ مگر خاموش اور اپنی اپنی جگہ پُرسوچ سے۔ فروا کے پاس کہنے کو کچھ خاص نہ تھا جب کہ احسان صبح کیے گئے ارادے کو اس سے شیئر کرنا چاہ رہا تھا۔

اس کے برابر بیٹھتے ہوئے آہستگی سے اسے مخاطب کیا۔

"سعد پیدائش کے بعد سے ماں کی آغوش سے محروم رہا ہے وہ صرف باپ کی شفقت میں پلا ہے۔ وہ نہیں جانتا ماں کیا ہوتی ہے ماں کی ممتا کا احساس کیا ہوتا ہے؟ نا آج تک اس نے کسی کو ماں کہا ہے اس کی شخصیت کے نکھار اور کردار کی تکمیل کے لیے ماں کا پیار بہت ضروری ہے۔ فروا! کیا تم سعد کو ماں کا پیار دے سکتی ہو؟ کیا وہ تمہیں مما کہہ سکتا ہے؟" احسان کے لب و لہجے میں نہ رعب تھا نہ دبدبا۔

وہ چند ثانیے کے لیے حیران ہوئی کہ احسان نہایت التجائیہ و آس بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا اس پر حکم صادر کرنے کے بجائے جواب طلب کررہا تھا۔

"کیوں نہیں...... ویسے بھی میں اس گھر میں اس کی ماں کی حیثیت سے ہی تو لائی گئی ہوں۔" وہ حقیقت پسند تھی۔

"نہیں......! پہلے تم میری بیوی اور پھر اس کی ماں بنی ہو۔ اس میں زبردستی کی بات ہرگز نہیں ہے نا میں تمہیں فورس کروں گا کہ جبراً کام کیے تو جاتے ہیں مگر احسن طریقے سے نبھائے نہیں جاتے۔" سنجیدگی سے جواب دیتا وہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس میں میرے نزدیک جبر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میں حقیقت پسند لڑکی ہوں جانتی ہوں سعد کی معصومیت ماں کی محبت کی طالب ہے۔ آپ نہ بھی کہتے تو میں اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اس کی تشنگی مٹادیتی۔ وہ مجھے اس رشتے سے پہلے ہی بہت عزیز تھا۔" وہ حرف حرف خلوص و سچائی سے بولی۔

احسان جو غیر ارادی طور پر اس کے لب و لہجے پر غور کررہا تھا۔ سرعت سے یقین کرتا ہولے سے مسکرایا کہ باوجود کوشش کے وہ اس کے سابقہ انداز کی رمق بھی گرفت میں نہ لے سکا۔

"ہاں شاید مجھے کہنا بھی نہیں چاہیے تھا خیر شکریہ!" وہ تشکر سے کہتا بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام گیا۔ اُم فروا نے البتہ ہاتھ چھڑانے کی سعی نہیں کی۔

❀......❀......❀

تیسرے ہی دن اس نے گھر کی مکمل ذمہ داری سنبھال لی۔

ربیعہ واپس چلی گئی تھی۔ احسان مزید ایک ہفتے کے لیے گھر میں ہی تھا۔ آفس سے اس نے شادی کے لیے چھٹیاں لی ہوئی تھیں۔ گھر میں رہ رہ کر وہ وقتاً فوقتاً فروا سے ادھر اُدھر کی باتیں کرتا اس کی سوچ جاننے کی سعی میں اس کے لب و لہجے پر باریک بینی سے توجہ دیتا۔ ساتھ بہن کی بات بھی ذہن میں تھی کہ بیوی سے لاتعلق مت رہنا۔ لاتعلق چھوڑ دینے سے وہ منفی تاثر لے سکتی ہے۔

دوسری طرف اُم فروا اس کی باتوں کو سرسری لیتی زیادہ توجہ و اہمیت نہ دیتی کہ ہوسکتا ہے نئی نویلی بیوی کو توجہ دے کر توجہ حاصل کرنے کے چونچلے ہوں۔ اپنے تئیں وہ مرد ذات سے بخوبی واقف ہونے کی دعوے دار تھی۔ فوراً رائے بدلنا مشکل تو تھا ہی مگر اس کے نزدیک بے وقوفی بھی تھی کسی کا اصلی روپ پہلی ملاقات میں ظاہر نہیں ہوتا۔

وہ احسان کے ظاہر کے بجائے اس کا باطن ٹٹولنا چاہتی تھی جس کے لیے اسے کافی وقت درکار تھا۔

اگلی صبح ملازمہ کے آنے سے پہلے اس نے ناشتا بنایا اور سب نے مل کر خاموشی سے ناشتا کیا۔ ناشتے سے فراغت کے بعد برتن سمیٹے دھوئے اور کچن کو اپنے حساب سے ترتیب دیا۔ احسان اسے یہ سب کرتا دیکھتا رہا اور وہ تمام کام نمٹا کر باہر نکلی اور اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں موبائل لیے اس کے سامنے تھا۔

"فروا! تمہارے گھر سے کال آئی ہے۔" کہتے ہی موبائل اسے تھمایا اور کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

موبائل فون کان سے لگائے وہ آہستگی سے بات کرتی دوسری طرف سے کی گئی باتوں کے مختصراً جواب دے رہی تھی لب و لہجہ عام سا تھا مگر احسان کی موجودگی میں آواز دھیمی تھی۔ الوداعی کلمات ادا کرتی وہ موبائل واپس اسے دینے لگی۔

"یاسر بھائی اور اماں نے بات کی ہے کل ہم سب کو دعوت پر بلایا ہے۔" ساتھ اسے مطلع کیا۔

"ٹھیک ہے چلے جائیں گے کل۔" وہ بولا۔ جانتا تھا شادی کے بعد لڑکی والوں کا دعوت پر بلانا رسم ہے جس کا لڑکی کو خصوصی انتظار ہوتا ہے۔

"میں ایک بار سارا گھر دیکھنا چاہتی ہوں۔" فروا نے فرمائش کی ابھی تک وہ اپنے کمرے لاؤنج اور کچن کو ہی دیکھ سکی تھی۔

"شیور! اب تو یہ گھر تمہارا ہی ہے تم نے ہی سنبھالنا ہے آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" وہ عادتاً و فطرتاً خوش اخلاق تھا۔ فوراً اٹھتے ہوئے مسکرا کر بولا جب کہ فروا کو اس کی بات بہت عجیب لگی تھی جیسے وہ بنا کر بولا ہو۔ خاموش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے سنگ ہولی۔

احسان نے اسے گھر کا ایک ایک حصہ دکھایا سب کے متعلق بتایا۔ چاروں کمروں اور چھت کے بعد اسے لان میں لے آیا۔ جسے دیکھتے ہی نفاست و خوب صورتی مکمل دیکھ بھال کا منہ بولتا ثبوت پیش کررہی تھی۔ اس سے قبل جب وہ سعد کی برتھ ڈے پر آئی تھی تب محض سرسری نظر ہی ڈالی تھی۔ پھل دار درختوں کے علاوہ دیوار کے ساتھ لمبائی میں بنی کیاری میں مختلف قسم کے پھولوں اور گلاب کے پودے تھے۔ وہ خود گارڈننگ کی شوقین تھی دلچسپی سے ان کا جائزہ لیتی رہتی جب کہ احسان اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

اگلی صبح دس بجے کے قریب سعد کو تیار کرنے کے بعد احسان کا ڈریس بیڈ پر رکھے وہ اپنا ڈریس سلیکٹ کرتی خود تیار ہونے چل دی۔ شادی سے پہلے میک اپ بالکل نہیں کرتی تھی مگر ابھی شادی کو ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا سو سب کی جانچتی نگاہوں کے تصور میں آتے ہی ان سے بچنے کی غرض سے تیاری کی۔

تیار ہوکر آئی تو احسان بالوں میں کنگھی پھیر رہا تھا۔ طائرانہ نگاہ اس پر ڈالی اور مسکرادیا وہ باہر چلی آئی۔

میکے میں اس کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ بھابیاں جن کا دل شروع سے اس کے لیے کھٹا تھا اپنے شوہر حضرات کی

سخت نظروں اور بعد کی مار سے بچنے کے لیے خوش دلی سے اس سے ملیں۔ اماں کی تو آنکھیں بھر آئیں' گلے لگا کر پیار کیا' دعائیں دیں۔ اپنی لاڈلی بیٹی کے بیٹے اور شوہر کو بھی پیار دیا مگر جو بات وہ محسوس کر کے شاکڈ سی رہ گئی تھیں وہ یاسر اور عمران کے رویوں اور لہجے میں واضح تبدیلی تھی۔ دونوں نے بڑی اپنائیت و محبت سے اسے ساتھ لگالیا۔ سر پر برادرانہ دست شفقت رکھ کر حال احوال پوچھا۔ دونوں میں پہلی سی اکڑ' غصہ' تیز لب ولہجہ' کوئی سابقہ بات نہ تھی۔ اس کے ذہن میں ربیعہ کی بات گونجنے لگی۔

تو واقعی یہ حقیقت ہے' عورت کی عزت شوہر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کنواری اور بیاہی بہن سے برتاؤ میں فرق ہوتا ہے۔ وہ سوچنے لگی کیا آج تک وہ دونوں اس کے شادی نہ کرنے کے فیصلے کی وجہ سے سیدھے منہ اس سے بات نہیں کرتے تھے۔

تو کیا شادی ہی بہن بھائی کے درمیان بگاڑ سے فرار کی راہ ہے۔ کوئی واضح فیصلہ وہ نہ کرسکی البتہ مریم بھی وہاں آئی ہوئی تھی۔ جس کے چہرے پر پہلے کی نسبت سکون تھا۔ فروا نے اس پر دھیان دیا اگر بھائی' بہنوئی پر سختی نہ کرتے' ڈراتے دھمکاتے نہ تو یقیناً آج وہ یوں مطمئن سی نہ بیٹھی ہوتی۔ مطلب بھائی بہن کی فکر کرتے ہیں۔

رات گھر واپسی تک غیر محسوس طور پر اس کا ذہن ہلکا اور دل پُرسکون ہو چکا تھا۔

اگلے ایک ہفتے تک اس نے صرف گھر پر توجہ دی۔ احسان کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں' ناشتے کے بعد وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ جب اُم فروا کمرے میں داخل ہوئی' احسان کی نظر فوراً اس پر پڑی تو پچھلے کئی دنوں سے ذہن میں گردش کرتی بات کے لیے اس نے اسے مخاطب کیا۔

''سنو فروا......''

''جی۔'' وہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

''شادی سے پہلے تم ٹیچنگ کرتی رہی ہو؟''

''جی! مگر ابھی دوبارہ جوائن کرنے میں پندرہ دن باقی ہیں۔'' اثبات میں سر ہلاتی وہ بتانے لگی۔ ذہن میں فوراً خیال آیا تھا کہ شاید وہ اس سے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ پھر تم کب سے جارہی ہو' فطری سچ نے بھی ہلکورہ لیا' بعض مرد عورت کی کمائی میں بھی دلچسپی لیتے ہیں۔

''دوبار جوائن کرنے کی ضرورت نہیں ہے' تم ریزائن کردو۔'' وہ سر جھکائے بیٹھی تھی جب غیر متوقع بات سننے پر سرعت سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''جی......؟'' اس نے استعجاب سے پوچھا۔

''میری خواہش ہے کہ تم میرا' ہمارے بیٹے اور اس گھر کا خیال پورے دھیان سے رکھو۔ میری جتنی سیلری ہے وہ ہم تینوں کے لیے بہت ہے۔ تم دونوں کو اس گھر میں ہر آسائش مہیا کرنا میرا فرض ہے۔'' احسان نے نہایت شائستگی سے اپنی بات اس تک پہنچائی اور جواب طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''جی...... جیسے آپ کی مرضی۔'' فروا نے اس کی خواہش کا احترام کیا۔

احسان ہولے سے مسکرا دیا کہ اس نے چہرے پر کوئی بھی ناگواری شکن لائے بغیر اس کی بات مان کر اس کے سارے خدشات کو دور کر دیا تھا۔

''تھینک یو فروا!'' احسان مطمئن سا آفس کے لیے نکل گیا۔

فروا بھی باہر چلی آئی۔ جہاں کھانا بنانے اور صفائی کے لیے رکھی ملازمہ آچکی تھی اور اب اپنے کام میں مصروف تھی۔ فروا سے پہلے گھر میں کوئی عورت نہ تھی جو گھر کا خیال رکھتی' کھانا بناتی' کپڑے دھوتی' استری کرتی' کچن سنبھالتی' صفائی وغیرہ کرتی سو اس کا ہونا لازم تھا۔ دوسری طرف سعد کو سنبھالنے کے لیے گورنس گل بھی آچکی تھی۔ جس کا کام سعد کو سنبھالنا' اس سے باتیں کرنا' اس کے ساتھ کھیلنا اور اس کے کھانے پینے کے علاوہ تمام ضروریات کا خیال رکھنا تھا۔ گل نے آتے ہی سعد کو اپنی تحویل میں لے کر اپنی ڈیوٹی سر انجام دینی چاہی مگر آج وہ اس کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ پچھلے ڈیڑھ ہفتے سے فروا کے ساتھ حد سے زیادہ مانوس ہو چکا تھا۔

مما مما کہتا اس کی آغوش میں آچھپا۔

''اسے میرے پاس ہی رہنے دو۔'' جب سعد گورنس گل کے لاکھ کہنے پر بھی اس کے پاس نہ گیا تو فروا نے کہا۔ وہ آہستگی سے چپ چاپ وہاں سے ہٹ گئی۔ پھر یہ روز کا معمول بن گیا۔

گل کے آتے ہی سعد فروا کے پاس آجاتا اور گل آتی' بیٹھتی اور سارا وقت فارغ بیٹھ کر یا فروا سے تھوڑی بہت باتیں کر کے چلی جاتی۔ فروا اس کی باقاعدگی سے آمد اور فراغت کو کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی۔ چند دنوں بعد مہینہ پورا ہوا تو اس نے احسان سے تنخواہ لی' ملازمہ بھی تنخواہ لینے حاضر تھی۔ ساتھ ہی اجازت بھی کہ اب وہ مزید کام نہیں کرسکتی وہ گاؤں واپس جارہی ہے۔ جس پر احسان نے پریشانی ظاہر کی مگر فروا نے اسی لمحے احسان سے بات کرنے کا سوچا۔ دیکھ بھی چکی تھی کہ گورنس اور ملازمہ دونوں کی تنخواہ ٹوٹل چھ ہزار بنتی تھی' مطلب اچھی خاصی رقم جو باہر جارہی تھی اسے بچایا جاسکتا ہے۔

رات اس کو کھانا سرو کر کے اپنے مخصوص خاموش و قدرے تفتیشی انداز میں اس کے سامنے بیٹھ کر اس کی فراغت کا انتظار کرنے لگی۔

''کوئی کام ہے فروا تو کہو؟'' کھانے کے دوران وہ خود ہی مخاطب ہوا۔

''جی! آپ سے ملازمہ اور گورنس کے متعلق بات کرنی تھی۔'' وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

''ملازمہ کی تم فکر نہ کرو' ایک دو دن میں' میں نئی ملازمہ کا بندوبست کر دوں گا۔'' وہ رسان سے بولا۔

''نہیں! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے کی بات اور تھی' کام کا مسئلہ تھا مگر مجھے گھر کے سب کام آتے ہیں اور اب گورنس کی بھی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ سعد کو میں خود سنبھال لوں گی' پچھلے ایک مہینے سے وہ میرے ساتھ بہت اٹیچ ہوگیا ہے' گل کے پاس نہیں جاتا۔ وہ آتی ہے اور فارغ بیٹھ کر وقت گزار کر چلی جاتی ہے۔ ہر ماہ دونوں کو اتنی رقم دینے کے بجائے سیو کی جاسکتی ہے اگر آپ کو مجھ پر یقین ہو تو میں یہ دونوں ذمہ داریاں نبھا سکتی ہوں۔'' وہ اپنی بات کر کے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

''اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی کہ تم خود یہ ذمہ داریاں اٹھاؤ۔ مجھے خود ملازمہ اور گورنس کو گھر اور سعد کی ذمہ داری سونپ کر اطمینان نہیں تھا مگر مجبوری کے تحت انہیں رکھنا پڑا اور جہاں تک بات تم پر یقین کی ہے تو تم میری بیوی' میرے بچے کی ماں ہو۔ تم سے بہتر ہمیں کون سنبھال سکتا ہے۔'' وہ اسے بھرپور یقین دلاتا مگر یہ جاننے میں ناکام رہا کہ اسے شوہر کی محنت اور حلال کمائی کی قدر کے ساتھ اس کے بیٹے سے محبت ہے یا......؟

❁......❁......❁

''پاپا! جب سے مما آئی ہیں میں دودھ کا پورا گلاس پیتا ہوں۔'' سعد احسان کی گود میں بیٹھا اسے بتا رہا تھا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' اس نے مسکرا کر بیٹے کو پیار کیا۔

''پتا ہے پاپا! جب گل آنی یہاں ہوتی تھیں تو وہ مجھے آدھا گلاس دیتی تھیں اور آدھا خود پیتی تھیں اور مجھے کہتی تھیں اگر تم نے پاپا کو بتایا تو میں ماروں گی۔ وہ مجھے مارتی بھی تھیں اور ہر وقت ڈانٹتی بھی تھیں۔'' سعد بڑی معصومیت سے پہلی بار اسے حقیقت بتا رہا تھا کہ اب گل کے جانے کے بعد اسے مار کا خوف نہیں تھا۔

احسان نے سنجیدگی سے اسے دیکھا پھر ساتھ بھینچ لیا۔ ذہن حیران تھا وہ تو یہی سمجھتا رہا کہ سعد گل کے ساتھ خوش ہے' جبھی کبھی شکایت نہیں کی مگر ربیعہ کی تمام باتیں اس کے کانوں میں گونجنے لگی تھیں۔

''میرے بیٹے کو اپنی مما کیسی لگتی ہیں؟'' احسان نے کسی خیال کے تحت اس سے پوچھا۔

''بہت اچھی...... پتا ہے مما مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں' اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتی ہیں اور میرے ساتھ کھیلتی بھی ہیں۔'' وہ خوشی خوشی بتانے لگا۔

احسان نے ذرا پیچھے مڑ کر فروا کو دیکھا جو بڑے انہماک سے اس کے کپڑے پریس کر رہی تھی وہ تشکر سے مطمئن سا

مسکرادیا۔

شادی کو دو ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔

اُم فروا شادی سے پہلے والی کیفیت کا ایک بار بھی شکار نہیں ہوئی تھی۔ گھر بدلتے ہی ماحول کے بدلاؤ نے اس کے مزاج میں ٹھہراؤ پیدا کردیا تھا۔ سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہتی۔ سعد کے ساتھ وقت گزارتی۔ احسان آفس سے واپس آتا تو اس کا خیال کرتی۔ وہ باتیں کرتا تو بنا اکتاہٹ کے جواب دیتی' ساتھ ہی دانستہ اپنی سوچ کے تحت اس کے لب و لہجے پر غور کرتی۔ ابھی تک واضح طور پر اپنے فیصلے کے صحیح غلط ہونے کا اندازہ نہیں لگا پائی تھی۔ اپنے زندگی کے سب سے اہم فیصلے کو اس نے جوا سمجھ کر کیا تھا۔ جس میں اسے ہار جیت سے زیادہ صحیح یا غلط معلوم کرنے میں دلچسپی تھی۔

اگلے دو مہینے بعد سعد بھی اسکول میں داخل ہوگیا۔ احسان نے محسوس کیا تھا کہ فروا کے آنے کے بعد سعد میں کافی حد تک خود اعتمادی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے ضد کرنی بھی چھوڑ دی تھی مگر وہ ابھی تک فروا کو ٹھیک سے سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ بہت عمدہ طریقے سے سب ذمہ داریوں کو ہینڈل کررہی تھی۔ بنا کسی ناگوار شکن کو ماتھے پر سجائے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے کا اصل روپ سامنے آنے کے منتظر تھے۔

انہی دنوں اُم فروا کی طبیعت کچھ بوجھل بوجھل سی رہنے لگی۔ جی بھی بُری طرح متلانے لگا' جسم پر سستی چھانے لگی مگر احسان کو مطلع کیے بنا معمول کے مطابق کام سرانجام دیئے جارہی تھی اپنی حالت پر غور کرنے کا خیال آیا ہی نہیں تھا۔

دو تین دن بعد ربیعہ آئی تو اسے نظر بھر کر دیکھا مگر منہ سے کچھ نہ بولی لیکن سعد کو کھانا کھلانے کے بعد جب وہ خود کھانا کھانے بیٹھی تو پہلے ہی نوالے پر الٹی ہوئی تو ربیعہ اسے دیکھ کر مطمئن سی مسکرادی کہ گویا تصدیق ہوگئی تھی۔

''پتا نہیں کیا ہوتا جارہا ہے مجھے پچھلے دو ہفتوں سے یہی کیفیت ہے۔ طبیعت ناساز رہتی ہے' جسم ایک دم تھکاوٹ کا شکار ہونے لگتا ہے حالانکہ کام بھی اتنا نہیں ہوتا۔'' واپس اپنی نشست سنبھالتی وہ اسے عام سے لہجے میں بتانے لگی۔

''تو اس میں پریشان ہونے کی تو کوئی بات نہیں تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔'' ربیعہ خوش گوار مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''کیوں؟'' وہ حیران ہوئی۔

''تم ماں بننے والی ہو فروا!'' خوشی سے اس کے کوک گزارا۔

''نہیں تو...... کیا سچ میں ایسا ہے؟'' اسے یقین نہ آیا۔

''ہاں جہاں تک مجھے لگتا ہے۔ بہرحال احسان آئے تو اس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا تاکہ میں جاتے ہی کامل اور اماں کو یہ خوش خبری سناسکوں۔'' ربیعہ نے اسے کہا۔ بے ساختہ فروا کے چہرے پر شرمگیں سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

شام کو احسان گھر آیا تو ربیعہ نے اس کے چائے ختم کرتے ہی گھما پھرا کر اسے بتایا اور کہا کہ ابھی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ وہ سنتے ہی خوش گوار حیرت و خوشی کے ملے جلے تاثرات میں مبتلا ہوا۔ سعد کو ربیعہ کے حوالے کیا اور اُم فروا کو لیے لیڈی ڈاکٹر کے پاس گیا' چیک اپ ہوا کچھ ہی دیر میں رپورٹ آئی' اندازہ بالکل سچ ثابت ہوا۔ وہ امید سے تھی' تصدیق ہوتے ہی اس کے اندر سرشاری سی پھیل گئی تھی۔ مریم کی بے اولادی کے بعد عذاب ہوتی زندگی نے کہیں نہ کہیں اس کے اندر خوف ضرور بٹھادیا تھا مگر ساتھ ہی ایک اور سوچ ذہن میں ہلکورالے کر جاگی' جس کا جاتے ہی اس نے ربیعہ کے سامنے اظہار کیا۔

''جہاں اس شادی کے پیچھے میری زندگی کا فیصلہ بہت سی وجوہ لیے تھا' وہیں احسان نے بھی اپنے لیے شادی نہیں کی۔ مجھے اس بات کا احساس شروع دن سے تھا کہ میری ذمہ داری سعد ہے اس کی بہتر تربیت ہے میرے دل میں بار بار یہ سوال آرہا ہے کہ کیا احسان یہ خبر سن کر خوش ہیں؟ ابھی وہ یہ سب چاہتے ہیں اگر نہیں تو میں خودغرض بالکل بھی نہیں ہوں۔ صرف سعد کو اپنی اولاد سمجھتے ہوئے میں ان کی خواہش کا احترام کروں گی۔''

''ارے پگلی' مت سوچو ایسا' وہ بہت خوش ہے میں نے دیکھی ہے اس کی آنکھوں میں خوشی۔'' ربیعہ نے اسے یقین دلایا۔

جبھی وہاں سے اتفاقاً گزرتے احسان کے قدم رکے' وہ سب سن چکا تھا۔ فروا کی بات پر چونکا اور فوراً اس کی طرف چلا آیا' وہ اسے سامنے دیکھ کر حیران سی ہوگئی۔

''سعد کی ماں ہونے کے علاوہ تم میری بیوی بھی ہو اور اگر خدا مجھے تم سے مزید اولاد کی نعمت سے نوازنا چاہتا ہے تو میں بھلا کیوں اس کی نعمت سے انکاری ہوسکتا ہوں۔ میری بیوی ہونے کی حیثیت سے میری اولاد کو جنم دینا' ماں کا رتبہ حاصل کرنا تمہارا حق ہے۔ میں تم سے تمہارا حق چھین کر اللہ کے یہاں تمہارے حق میں گناہ گار نہیں بننا چاہتا۔ سعد میرا نہیں ہمارا بیٹا ہے اور میں بہت خوش ہوں' تم آئندہ پلیز ایسا مت سوچنا۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتا فروا کے دل کو انجانے میں مطمئن کرگیا۔ وہ اپنی سوچ پر اسی لمحے پچھتائی۔

آج کافی عرصے بعد یہ بات اس نے تسلیم کی' احسان ہر معاملے میں سب مردوں سے الگ تھا' کامل کو بھی سوچا جو گھر آتے ہی ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ ماں اور بیوی کے ساتھ باتیں کرتا۔

وہ مزید وسعت سے سوچنے لگی۔

کامل کے علاوہ دونوں بھائی دن میں ایک بار تو ضرور بنا کسی بات اور وجہ کے بیوی' بہن اور ماں کسی سے بھی الجھ جاتے' بچوں پر اپنا غصہ نکالتے۔

مگر احسان...... اس نے کبھی سعد کو گھور کر بھی نہ دیکھا۔ ربیعہ جب بھی آتی اسے عزت و محبت سے مخاطب کرتا۔ فروا سے بھی کبھی کوئی بات غلط نہ کی۔ جب بھی اسے پکارتا ایک خاص حد کے اندر رہ کر' اس کے تمام حقوق کا خیال رکھتا۔

اس کے دونوں بہنوئی اپنے سسرال کے ہر فرد خصوصاً بیویوں کے بھائیوں پر یوں چڑھ دوڑتے جیسے ان کی بہن بیاہ کر احسانِ عظیم کیا ہو مگر کامل نے ربیعہ سے جڑے اس کے رشتہ دار سے ملتے وقت خوش اخلاقی کا مظاہر کیا۔ نہ کبھی کامل نے احسان کو اور نہ احسان نے فروا کے بھائیوں سے بدزبانی کی۔

فروا نے کروٹ بدل کر احسان کو دیکھا جو نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔ وہ پھر سے خیالات میں ڈوبی۔

کہیں بھی یاد نہ پڑا کہ کبھی اس نے احسان سے کہا ہو فلاں فلاں چیز ختم ہوگئی ہے' چینی یا پتی کم ہے' آٹا ختم ہوگیا ہے۔ وہ اس معاملے میں بھی نہایت ذمہ دار تھا۔ فروا کے کہنے سے پہلے تمام چیزیں لاکر رکھ دیتا اور سب سے اہم بات اس نے آج تک احسان کی آنکھوں میں عورت کی تذلیل تضحیک کو محسوس نہیں کیا تھا۔ فروا نے سونے سے قبل نہایت سچائی سے اعتراف کیا۔

احسان اسے خصوصاً عورت کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس رات کے بعد فروا کی زندگی میں آنے والی ہر نئی صبح خوش گوار تھی۔

گزرے چھ ماہ میں اسے کوئی ذہنی پریشانی نہ ہوئی تھی نہ دل سکون سے خالی تھا۔ کوئی ایک دن بھی اس کے میکے کی زندگی سے مشابہ نہیں تھا۔ وہ لڑائی پسند ہرگز نہ تھی' بس شروع سے اپنے حق اپنے دفاع کے لیے بولتی' جسے بدزبانی اور بے حیائی سمجھ کر بھائی بھابیاں اس سے الجھتے اور ہر روز ایک ہی وجہ پر لڑائی ہوتی جس کے بعد سوچ سوچ کر تنفر سے وہ اندر ہی اندر مٹنے لگتی۔

ایسے میں احسان کی آمد...... ربیعہ اور کامل کا اسے قائل کرنا...... اور اس کی شادی کے لیے آزمائشی رضامندی۔

اس نے شادی کو جوئے کا کھیل سمجھ کر کھیلا۔

تو کیا وہ کھیل جیت جانے کے قریب تھی......؟

آزمائش میں اترنا اس کے لیے سودمند تھا؟

ابھی ابتدائی مراحل میں تھی۔ احسان اسے غیر معمولی توجہ دینے لگا۔ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھتا' بھاری کاموں سے روکتا کہ ابتداء میں احتیاط ضروری ہے۔ وہ کپڑے دھوتی تو خود چھت پر لے کر جاتا' تار پر ڈالتا اور فروا اسے منع کرنے کی ناکام کوشش کے بعد چپ ہوجاتی مگر اپنی بدلتی کیفیت کو وہ محسوس کرتی جو ہر فکر سے ماورا' ذہنی خلفشار سے آزاد ہوتی۔ احسان کی توجہ سے اس کی شخصیت نکھرنے

لگی تھی۔ احسان ہر ماہ باقاعدگی سے اسے چیک اپ کے لیے لے کر جاتا۔ کئی دفعہ سعد سمیت وہ میکے رہنے گئی تو بھی رابطہ منقطع نہ کیا‘ فون پر اس کی خیریت دریافت کرتا‘ ادھر اُدھر کی باتیں کرتا۔

فروا احسان کے بارے میں سوچنے لگی‘ اس کو بیٹا چاہیے یا بیٹی مگر احسان نے اس کی فکر دور کردی۔

”بیٹا ہو یا بیٹی میری اوقات کہاں کہ اللہ کے کاموں میں مداخلت کروں‘ بلاجواز اعتراض اٹھاؤں‘ بس میرے ساتھ تم بھی دعا کرنا‘ جو بھی ہو صحیح سلامت ہو۔“ فروا اس کی بات پر مطمئن سی ہوگئی۔

وہ کہیں نہ کہیں اب رب کے حضور اپنے نصیب پر شکر گزار تھی‘ اتنے کڑے ذہنی حالات پر مشتمل دس سال جس فیصلے پر قائم رہی‘ اسے بدلا بھی تو بدلے میں ایسا ہم سفر ملا جو دھیرے دھیرے اس کے دل پر چھائی کثافت مٹا رہا تھا۔ بس اعتراف باقی رہ گیا تھا۔ وہ آخری مراحل میں داخل ہوچکی تھی اور گزرتے ایک دن کے ساتھ اپنے اندر رونما ہوتے بدلاؤ کو محسوس کررہی تھی بالآخر اس کی سوچ نے نیا رخ اختیار کرلیا۔

آخر کار احسان کے روپ کا بہروپ اس کے سامنے آ گیا۔ وہ اندر باہر سے ایک جیسا تھا‘ نرم طبع‘ گداز دل کا مالک۔ فروا کے دل میں نئے جذبے کا احساس پیدا ہوا‘ جو بے حد خوب صورت تھا‘ سکون بخش تھا‘ جسے محسوس کرنے کے بعد وہ اعتراف کرگئی‘ احسان کا اس کی زندگی میں آنے والے مردوں سے مختلف ہونا اس کی خوش نصیبی تھی۔ سہیل سے شادی سے انکار دس سالہ فیصلے میں بے شمار رشتے ٹھکرانا اور احسان کا اس کی زندگی میں آنا بے شک اس میں اللہ کی مصلحت پوشیدہ تھی۔ شاید اسی طرح اس کا دل صاف ہونا تھا۔

❀……❀……❀
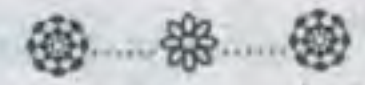
احسان نے ایک نظر اپنے پہلو میں ڈالی جہاں فروا نیند کی پُرسکون وادیوں میں اتری ہوئی تھی۔ وہ کروٹ بدل کر اسے دیکھنے لگا‘ اُن کے بھرے ہوئے سراپا پر نظر ڈال کر اپنے اندر جھانکنے لگا۔

شادی کے وقت جو خدشات جو فکر اسے ستا رہی تھی اپنے اندر اسے تلاش کرنے لگا۔ شادی سے پہلے گھریلو لڑائی میں اس نے فروا کو غصے میں دیکھا تھا۔ عورتوں کو اونچی آواز زیب نہیں دیتی‘ شائستہ زبان‘ نرم لہجہ‘ خوش اخلاق رویہ‘ عورت کی نسوانیت کو نازک اور معصوم ظاہر کرتا ہے‘ عورت کو زیب دیتا ہے۔ مگر جب ربیعہ نے اسے فروا سے شادی کے لیے کہا تب اس کا شاکڈ ہونا لازمی تھا۔ اول تو وہ اپنے بیٹے کے لیے سوتیلی ماں لانا نہیں چاہتا تھا‘ اس نے ربیعہ کو فروا کی تیز مزاجی‘ بدزبانی کی جھلک دیکھنے کے بعد فوراً انکار کرنا چاہا مگر وہ بضد ہوگئی‘ اسے سمجھاتی رہی تھی۔ جیسے بھی کرکے ربیعہ نے احسان کو منالیا تھا۔

بہت سے خدشات کے ساتھ سعد کا مستقبل بھی داؤ پر لگا کر اس نے شادی کی‘ فروا گھر آئی ربیعہ کے کہنے کے مطابق احسان نے اسے اس کا ہر حق دیا اور بدلے میں انتظار کیا‘ اس کی محبت‘ پیار اور توجہ کے بجائے اس کے غصے کا۔ ہاں وہ فروا کو اس کے اصل روپ میں دیکھنا چاہتا تھا‘ شادی کے بعد فروا کا خاموش‘ سلجھا ہوا لہجہ اسے وقتی اثر لگتا‘ مگر اس نے بہت کوشش کی وہ نہ غصے میں آئی نہ چیخی چلائی‘ نہ زبان کو بے لگام ہونے دیا بلکہ شادی کے تیسرے ہی دن گھر داری سنبھالی۔ اس کے کہنے پر جاب چھوڑی‘ ملازمہ کے جانے کے بعد کچن سنبھالا باقی امور بھی بہ خوبی سرانجام دیئے۔

گورنس کو ہٹا کر سعد کو سنبھالا‘ اس کی ضروریات کا بااحسن خیال رکھا اور پہلا خوش گوار احساس اس کے دل میں تب محسوس ہوا جب سعد نے فروا کے خود سے لگاؤ اور گورنس کے برتاؤ کو سامنے لایا‘ وہ ضد چھوڑنے لگا‘ دن بہ دن صحت مند ہوتا جارہا تھا۔ ایک دو بار وہ آفس سے جلدی واپس آیا یہ دیکھنے کہ سعد سے اس کے سامنے اپنائیت کا ڈھونگ تو نہیں رچا رہی مگر اسے بہت جلد ماننا پڑا کہ فروا واقعی اس کے بیٹے کو اپنا ہی بیٹا سمجھتی ہے۔ پیار دیتی ہے‘ لاڈ دیتی ہے جبھی وہ اس کے سامنے سعد کو ہمارا بیٹا کہنے لگا۔

پھر جب وہ امید سے ہوئی تو وہ بالکل غیر ارادی طور پر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ تمام خدشات بھی مٹ چکے تھے‘ بُری تو وہ پہلے بھی نہ لگتی تھی بس اس کی تیز مزاجی سے خائف تھا لیکن اتنا عرصہ ایک چھت کے نیچے ایک گھر میں رہ کر تمام حقیقت واضح ہوگئی‘ وہ دل کی بُری نہیں تھی۔

احسان نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ فروا کی طرف تمام تر جذبات سمیت بڑھ کر اسے اعتماد دلانا اور اس کا دل صاف کرنا اب ضروری تھا۔ تنفر کو ختم کرکے محبت کا بیج بونا تھا۔ اسے نئی آنے والی روح کا انتظار تھا‘ نکاح جیسے مضبوط مقدس رشتے نے اپنا اثر دکھانا شروع کردیا تھا۔ محبت ایک فطری عمل ہے جسے سوچ سمجھ کر نہیں کیا جاتا۔ احسان کے ساتھ بھی یہی ہوا‘ اس پر انکشاف ہوچکا تھا۔

اسے فروا سے محبت ہوگئی تھی اور یہ کوئی شرم کی بات نہ تھی‘ فروا اس کی بیوی تھی۔ جس نے اپنی ذات سے اس کے دل میں جگہ بنائی۔ اسماء سے بھی اسے محبت تھی مگر اب وہ یہاں نہیں تھی اور اس کی بھی مرنے سے پہلے یہ خواہش تھی جسے دانستہ، نادانستہ وہ پوری کرچکا تھا۔

وہ خود بخود فروا کے قریب ہونے لگا۔ اس کا خیال رکھتا لیکن دل میں ایک خوف جگہ بنا چکا تھا‘ عجب بے چینی اسے گھیرے رکھتی‘ کسی انہونی کا احساس اسے بے سکون کرگیا تھا۔ ہر لمحہ مضطرب‘ بے قرار سا اس کے اردگرد گھومتا رہتا۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے ہر پل دیکھنے کی خواہش کرتا کہ گویا یہ وقت اس کے لیے بہت اہم تھا مگر دل تھا کہ مضطرب‘ بے چین ہر پل تڑپ کا شکار……!

اور اس تڑپ کی وجہ اسے نہیں معلوم تھی۔ وہ سوچوں کے بھنور سے باہر نکلا‘ ہاتھ بڑھا کر اُم فروا کے چہرے پر آئی لٹوں کو پیچھے کیا۔

”تم میرے لیے بہت خاص بن گئی ہو‘ اسماء کے بعد اگر میں نے کسی عورت سے محبت کی ہے تو وہ صرف تم ہو۔“ احسان نے چاہت سے بھرپور سرگوشی کی۔

❀……❀……❀

اندر باہر کے موسم بدل گئے تھے۔ بس اقرار‘ اظہار باقی تھا۔ فروا خود سے آگے بڑھنے میں ہچکچا رہی تھی اور احسان اضطرابی کیفیت میں الجھا فوری پیش رفت میں دیر کررہا تھا۔

اس نے سعد کو ناشتہ کروایا کچھ ہی دیر میں اسکول کی وین آئی تو وہ چلا گیا۔ احسان آفس کے لیے تیار ہوکر جانے لگا تو اُم فروا نے اسے روک لیا۔ احسان نے وہیں فائل رکھ کر ضروری چیزیں لیں اور اسے گاڑی تک لایا۔ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ بار بار فروا کو بے چینی سے دیکھ رہا تھا جو ضبط کے مراحل سے گزر رہی تھی مگر آنکھیں درد کی شدت سے سرخ ہوئے جارہی تھیں۔ وہ اسے تسلی دیتا اسپتال کے سامنے گاڑی روک کر نیچے اترنے لگا مگر جانے کیوں خود کو اس وقت تسلی نہ دے پایا تھا۔

پچھلے کئی دنوں سے جو خوف اس کے اندر سرائیت کرچکا تھا یک دم ہی شدت اختیار کرگیا۔ وہ بمشکل اس کے ساتھ خود کو سنبھالتا اندر لے گیا۔ احسان نے فون کرکے ربیعہ کو مطلع کردیا تھا۔ کاریڈور میں لب بھینچے چکر کاٹتے وہ اپنا آپ ایک بار پھر ٹٹولنے لگا۔ اپنی مضطرب کیفیت کی وجہ جاننے لگا اور اس دوران جس راز و خوف کی جھلک اس پر منکشف ہوئی تھی وہ اس کی روح تک کو تڑپا گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ اچانک سے فق ہوا تھا۔ آنکھیں بند کرکے لرزتی دھڑکنوں کو سنبھالنے لگا۔

”یا اللہ! میری فروا کی حفاظت کرنا‘ اس کی سانسوں کی ڈور میرے لیے‘ اس کے دونوں بچوں کے لیے سلامت رکھنا۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔“ اس کے لب دعا کے لیے ہلتے رہے۔

جس انہونی کا احساس اسے بے سکون کیے ہوئے تھا اس ایک لمحے میں وہ اسے جان گیا۔ وہ جانے انجانے میں فروا کو کھونے سے ڈر رہا تھا۔ اسی حالت میں اس کی پہلی محبت اس کی بیوی اسے اکیلا چھوڑ کر دوسرے جہاں چل بسی تھی۔ جہاں سے واپسی کا کوئی امکان ممکن نہ تھا اور اب فروا بھی اسی حالت میں احسان کو اس موڑ پر لے آئی تھی۔ جہاں اسماء کے بعد وہ اسے ہرگز بھی نہیں کھونا چاہتا تھا‘ جدائی کا

تصور اس کے لیے موت سے زیادہ اذیت ناک ثابت ہو رہا تھا۔ فروا کی محبت نے اسے ایک لمحے میں نڈھال کر دیا۔

اس کی ہر سانس فروا کی زندگی کے لیے دعا گو تھی۔

لیبر روم کا دروازہ کھلا اس کی دھڑکن تھمی' جسم کا ہر عضو کان بن کر اچھا سننے کے لیے بے تاب ہوا' وہ آگے بڑھا۔

"مبارک ہو مسٹر احسان! آپ کی مسز نے بہت پیاری سی بیٹی کو جنم دیا ہے۔ ماں اور بچی دونوں ٹھیک ہیں۔" لیڈی ڈاکٹر نے ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ گویا اسے زندگی کی نوید سنائی۔

احسان کے اندر ڈھیروں سکون اترا۔ دعائیں مستجاب ہو چکی تھیں۔

"شکر الحمدللہ!" تشکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے اس نے شکرانے کے نوافل ماننے پھر فوراً پوچھنے لگا۔ "کیا میں ان سے مل سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں لیکن دس پندرہ منٹ بعد' تھوڑی دیر میں وہ روم میں شفٹ ہو جائیں تو آپ ان سے مل سکتے ہیں۔" لیڈی ڈاکٹر کہہ کر چلی گئی۔

احسان نے فروا کے گھر فون کر کے بچی کی پیدائش اور دونوں کی خیریت سے متعلق آگاہ کیا' سبھی بہت خوش ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر میں اُم فروا کو روم میں شفٹ کیا گیا۔ احسان سرشار اندر داخل ہوا۔ پہلی نظر فروا پر پڑی تو چہرے پر مسکراہٹ سمٹ آئی۔ فروا کے چہرے پر بھی ڈھیروں اطمینان تھا۔ احسان نے بچی کو اٹھا کر بہت سارا پیار کیا اور دوبارہ سے کاٹ میں ڈال کر اس کی جانب بڑھا البتہ ننھی منی پیاری سی گول مٹول بیٹی کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں انبساط کی چمک تیرنے لگی تھی۔

"تھینک یو سو مچ فروا! تم نہیں جانتیں آج تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔ آج ہماری فیملی ہماری جنت مکمل ہو گئی ہے۔" احسان نے سنگل بیڈ پر اس کے قریب ہی بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر جذب کے عالم میں کہا۔

فروا اس کی آنکھوں میں سچائی پڑھ کر شاد ہو گئی تھی۔

"آج میں اپنی قسمت پر نازاں ہوں' تقدیر نے تمہیں میرے نصیب میں لکھا یہ میری خوش بختی ہے۔" وہ آج سب کچھ کہہ دینا چاہتا تھا۔ سب کچھ سننا چاہتا تھا' انتظار و خوف مٹا دینا چاہتا تھا۔

"میں آج تم سے اپنے دل کی ہر بات شیئر کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بول رہا تھا۔

"مجھے بھی آپ سے کچھ کہنا ہے۔" فروا بھی آہستگی سے بولی۔

"میں سننا چاہتا ہوں کہہ دو سب......!"

"آپ میری پچھلی زندگی اور فیصلے کو جانتے ہیں میں اس کا ذکر نہیں کروں گی مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ جس فیصلے کو بدل کر میں آزمائش میں اتری' آپ کی ذات نے مجھے اس آزمائش میں سرخرو کر دیا ہے۔ شادی کے بعد مرد کا بالکل مختلف روپ باقی مردوں کے لیے میری سوچ بدل گیا' آپ میری زندگی میں آنے والے وہ واحد مرد ہیں جس سے مجھے کوئی شکایت نہیں' میں یہ ماننے پر مجبور ہو گئی ہوں کہ بہت سے مرد عورت کی عزت کرتے ہیں' انہیں معاشرے میں ان کا جائز حق دیتے ہیں۔" وہ اعتراف کر گئی۔

"فروا! میں آج تمہیں معاشرے میں اس بگاڑ اور عورت مرد کے تضاد کی ایک وجہ بتاتا ہوں۔ اگر سب ایک جیسے بھی ہوں تو ان کے رویوں میں تضاد میں جہاں مرد کی فطری اکڑ اور انا ہوتی ہے وہیں کہیں نہ کہیں مرد کے بگاڑ میں عورت بھی شامل عمل ہوتی ہے۔ معاشرہ بھی مرد کی سوچ بدلتا ہے اور تعلیم بھی' اس کی ایک خاص وجہ ہے تعلیم سے آدمی خصوصاً مرد انسان بن سکتا ہے' عورت کی عزت' اس کا مقام جان سکتا ہے۔ مرد کو جنم عورت دیتی ہے اور پڑھے لکھے مرد اس بات کو سمجھتے ہوئے معاشرے میں عورت اور مرد کے تضاد کو ختم کرتے ہیں لیکن ان پڑھ جاہل مرد شعور کی کمی کی وجہ سے حیوان بن جاتے ہیں۔" احسان نے تفصیلی انداز میں ٹھہراؤ سے کہا۔ فروا خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

"ماں کے روپ میں عورت سب سے پہلے چاہے تو بیٹے کو سدھار لیتی ہے اور چاہے بگاڑ دیتی ہے' بیٹے اور بیٹی میں فرق لاتی ہے۔ بیٹے کے رویے میں مرد کو شروع سے عورت پر فوقیت دیتی ہے اور ایک مرد سارا دن کام میں غرق جب تھکا ہارا گھر آتا ہے تو بیوی کی توجہ اور پیار کی طلب اس کے دل میں ہوتی ہے اور بیوی جو ایک عورت بھی ہوتی ہے اس کی تھکن اتارنے کے بجائے گلے شکوے لے کر بیٹھ جائے' اس کی ماں بہن کے خلاف باتیں کرے تو وہ فطری طور پر غصہ ہی کرے گا۔ مرد کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے جسے بعض اوقات وہ خود نہیں بلکہ معاشرہ اور عورت پتھر بنا دیتی ہے۔" احسان صاف گوئی مگر سنجیدگی سے بولا۔

"بے شک...... مگر میں ان عورتوں میں سے نہیں تھی بلکہ مجھے ان مردوں نے ہی خود سے نفرت پر اکسایا مگر شادی کے بعد ہر گزرتا دن میری سوچ بدل گیا اور یہ صرف آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔" فروا نے سارا کریڈٹ اسے دیا۔

"شادی سے پہلے میں نے بھی تمہارے متعلق کافی باتیں سن رکھی تھیں' بہت سے لوگ تمہارے فیصلے پر اعتراض کرتے تھے اور میں خود بھی تمہیں اپنے فیصلے کے دفاع میں بولتے دیکھ کر تمہاری تیز مزاجی سے خائف تھا' میرے دل میں بہت سے خدشات تھے مگر اب میرا دل صاف ہے' میں پہلے کی نہیں اب کی بات کروں تو تم واقعی بہت اچھی ہو۔" وہ اگلی پچھلی باتیں دہرا تار یلیکس تھا۔ فروا نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"میں نے اپنی پوری سی کوشش کی تھی کہ تمہیں خوش رکھ سکوں' تمہاری سوچ بدل سکوں' تمہیں ہر جائز حق دے سکوں۔ میری خواہش ہے کہ تم سعد کو ایک ایسا مرد بناؤ جس سے آئندہ کوئی عورت متنفر نہ ہو۔" اس کے لہجے میں مان تھا۔

"میں آپ کی ہر خواہش کو ضرور پورا کروں گی۔ میں سعد کو اس قابل بناؤں گی کہ کوئی لڑکی اس کے روپ کو دیکھ کر مرد ذات سے متنفر نہ ہو کیونکہ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی کہ عورت بے شک ماں باپ کے گھر بوجھ نہ سہی پر وہ اپنے شوہر اور بچوں کے بغیر نامکمل رہتی ہے۔ وہ سکون بھائی بھابیوں سے نہیں مل سکتا جو اسے شوہر کی ذات سے اس کے گھر میں ملتا ہے اور میں کوشش کروں گی کہ ہماری بیٹی ایسی عورت' ماں اور بیوی نہ بنے جو مرد کے بگاڑ کا سبب بنے۔" فروا پُر وثوق سے بولی' وہ مطمئن ہوا۔

دونوں ایک دوسرے کو پرکھ چکے تھے' تھوڑی بہت جو سوچ میں کثافت تھی دل جذبات سمیت اسے مٹا چکے تھے اب بس صرف جھجک کو مٹانا تھا' محبت کو باقاعدہ سے جگہ دے کر زندگی کو اس کے تمام رنگوں سے جینا تھا۔

"جس طرح تم نے سعد کو پیار دیا' گھر کو سنبھالا میں چاہتا ہوں اسی اپنائیت سے تم میرا ہاتھ تھام لو' محبت کو گواہ بنا کر میں تم سنگ جینا چاہتا ہوں۔ ساتھ دو گی میرا؟" ہاتھ اس کے سامنے پھیلا کر چاہت سے لبریز لہجے میں کہا۔

وہ کیونکر انکار کرتی

محبت تو اس کے دل میں بھی تھی

"جنہیں دل میں جگہ دی جائے مسافت انہی کے سنگ طے کی جاتی ہے اور زندگی کے سفر میں آپ مجھے اپنے ساتھ پائیں گے۔" انبساط کے جگنو سمیٹ کر فروا نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

احسان کو اس کے اقرار سے ہر احساس خوب صورت لگنے لگا۔

اور اب کم از کم اس کے دل میں تمام مردوں کے لیے نفرت نہیں تھی اور جن کے لیے تھی وہ ان سے مزید کرنے کا کوئی ارادہ ہرگز بھی نہیں رکھتی تھی کہ احسان اپنی تمام تر محبتوں سے اس کے ذہن و دل پر قابض ہو چکا تھا۔

آئندہ زندگی حسین ہو گی۔ اُم فروا آسودگی سے مسکراتی اس کے شانے پر سر ٹیک کر آنکھیں موند گئی۔

مائی نی میں کنوں آکھاں

زینب اصغر مغل

کل شب تیرا خیال بڑی دیر تک رہا
دل درد سے نڈھال بڑی دیر تک رہا
جاگا تو میرے سامنے تھی ہجر کی خبر
ہاں خواب میں وصال بڑی دیر تک رہا

یہ رات اپنے سیاہ پنجوں کو جس قدر بھی دراز کرلے
میں تیرگی کا غبار بن کے نہیں جیوں گا
مجھے پتا ہے کہ ایک جگنو کے جاگنے سے
یہ تیرگی کی دبیز چادر نہیں کٹے گی
مجھے خبر ہے کہ میری بے زور ٹکروں سے
فصیلِ دشت نہیں مٹے گی
میں جانتا ہوں میرا شعلہ چمک کے رزقِ غبار ہوگا
تو بے خبر یہ دیار ہوگا
میں روشنی کی لکیر بن کر
کسی ستارے کی مثل بکھروں گا
تو بستیوں کو خبر نہ ہوگی
میں جانتا ہوں کہ میری کم تاب روشنی سے سحر نہ ہوگی
مگر میں پھر بھی سیاہ شب کا غبار بن کر نہیں جیوں گا
کرن ہو کتنی نحیف لیکن کرن ہے پھر بھی
وہ ترجماں کہ روشنی کا وجود زندہ ہے
اور جب تک......!
یہ روشنی کا وجود زندہ ہے
رات اپنے سیاہ پنجوں کو جس قدر بھی دراز کرلے
کہیں سے سورج نکل پڑے گا
کہیں سے سورج نکل پڑے گا

وہ وہاں سے یہ عزم لے کر ہی نکلا تھا کہ اسے تیرگی کا غبار نہیں بننا اور تمام رات طویل سڑک پہ چلتے گزری تھی لیکن منزل کی خبر نہیں تھی۔ فجر کی اذان سنی تو بے اختیار مسجد کی طرف قدم بڑھے کہ بہرحال ٹھکانا میسر تھا اور پھر خانہ خدا کی تو بات ہی کیا ہے؟ مگر یکدم اس کے قدم تھم گئے۔

''نہیں، مجھے مسجد میں نہیں جانا چاہیے، ہم جیسوں کا کوئی خدا نہیں ہوتا۔'' اس کی خود اذیتی انتہا پہ تھی، اس کی نظر مسجد کے باہر بیٹھے ایک مفلوک الحال بوڑھے آدمی پر پڑی، عجیب مقناطیسی کشش تھی جو اسے کھینچ کر اس بوڑھے آدمی تک لے گئی جو سر جھکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا، اس کی زبان کسی بات کی تکرار کررہی تھی۔ اس نے قریب بیٹھ کر اس کے لفظوں پہ غور کیا۔

''ہرگز میرا وحشی نہ ہوا دام کسی کا
صبح کو ہے وہ یار میرا شام کسی کا

اس بوڑھے آدمی کی آواز بہت خوب صورت تھی، بلا کا سوز اور گہرے زخموں کا درد اس کے لب و لہجے سے عیاں تھا، اسے یہ شخص اپنی طرح کا لگا تھا۔ عورت کا ڈسا ہوا......!

''بابا!'' اس کی پکار پہ بابا نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا چلا گیا۔

......☆☆☆......

''اللہ! امنگ! دیکھیں کتنا ہینڈسم لڑکا ہے۔'' لیلیٰ نے امنگ کو متوجہ کیا۔ وہ دونوں تفریح پہ نکلے تھے، چلتے چلتے

بستی غریب آباد کی طرف نکل آئے' یہ بستی اپنے نام کی زندہ تفسیر تھی۔

"ہاں' خوب صورت تو ہے لیکن مجھے ویسے بھی اچھا لگتا ہے۔"

"لیکن امنگ! اتنا خوب صورت ہونے کے باوجود اس میں غرور نام کو نہیں۔" لیلیٰ نے متاثر ہو کر کہا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ اس میں غرور نام کو نہیں؟" وہ حیران ہوا۔

"دیکھیں نا! اس گندے محلے کے اس سیلن زدہ ٹوٹے پھوٹے گھر میں رہتا ہے تو پھر یہی مطلب ہوا نا......" اس نے وضاحت کی۔

"یہ تو نصیب کی بات ہے پگلی!" وہ یاسیت سے بولا۔

"ایسے شہزادوں جیسی آن بان والے لڑکے کو تو کسی نواب کے گھر میں پیدا ہونا چاہیے۔" لیلیٰ کو اس کی کم مائیگی پہ افسوس تھا۔

"زیادہ پسند آ گیا ہے کیا...... کہو تو بات چلاؤں؟" امنگ نے اس کی طرف جھکتے ہوئے رازداری سے پوچھا۔

"امنگ! آپ بھی نا بس......" وہ ہنس پڑی۔

"سچ کہہ رہا ہوں لیلیٰ! اگر میں مر جاؤں تو تم بے شک اس سے شادی کر لینا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" امنگ نے فراخ دلی سے کہا۔

"امنگ!" وہ احتجاجاً چلائی' اس کی ستارہ سی روشن آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ "مجھ سے بات مت کریں۔" امنگ نے کچھ کہنا چاہا تو وہ خفگی سے بولی۔

"ماسٹر قربان حسین کا بیٹا ہے۔" امنگ نے کہا۔

"تو میں کیا کروں؟" وہ کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"میرا تو کالج فیلو رہ چکا ہے۔" امنگ نے کہا۔ لیلیٰ نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

"ماسٹر صاحب بیوی کے عشق میں جوگی ہو گئے ہیں۔" وہ اس کے کان کے قریب زور سے بولا۔ لیلیٰ کو یہ بات دلچسپ لگی' وہ غور سے اسے سننے لگی۔

"ان کی بیوی مر گئی ہے کیا؟" اس نے تاسف سے پوچھا۔

"نہیں' علیحدگی ہو گئی ہے۔"

"اب ماسٹر صاحب اسکول پڑھانے تو نہیں جاتے ہوں گے۔" لیلیٰ نے معصومیت سے پوچھا تو امنگ نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ "کیوں...... کیا وہ جوگی بننے سے پہلے ہی ریٹائر ہو گئے تھے؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔

"محترمہ! یہ ایک دونی' دونی' دو دونی چار والے ماسٹر نہیں ہیں۔ بلکہ سا...... رے...... گا...... ما والے ماسٹر ہیں۔" اس نے باقاعدہ ہارمونیم بجانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"واہ یعنی کلاسیکل گائیک!" وہ اشتیاق سے بولی۔

"جو مرضی سمجھو لیکن......" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ "اور ان کی بیگم بھی......" وہ پھر کچھ کہتے کہتے رکا۔

"پوری بات بتائیے نا۔" وہ بے قراری سے بولی۔

"تم نہیں سمجھو گی۔ چھوڑو' فضول کی باتیں ہیں۔" وہ اکتا کر بولا۔

"آپ سمجھائیں گے تو سمجھ جاؤں گی۔" اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"قسم سے...... میں جیلس ہونے لگا ہوں۔" وہ رونی شکل بنا کر بولا۔

"کیا ماسٹر کے اس خوب صورت بیٹے سے......؟" لیلیٰ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"جی نہیں' ماسٹر صاحب سے......" اس نے جل کر کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اس طرح مت ہنسا کرو......" امنگ نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"کیوں' میری ہنسی اتنی خوفناک ہے کیا؟" وہ خفا سی ہو گئی۔

"نہیں' بہت خوب صورت ہے' ڈرتا ہوں کہیں میری ہی نظر نہ لگ جائے۔"

○❖○❖○

"اونہہ! اماں طوائف اور غیرت مند بیٹا!" یہ الفاظ

نہیں تھے بلکہ پگھلا ہوا سیسہ تھا جو کرن نے اس کے کانوں میں انڈیلا تھا۔ کرن کے کاٹ دار الفاظ برچھی کی طرح اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اسے کم از کم کرن سے ایسے الفاظ کی امید نہیں تھی اس کا جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے' مگر اب یہ معجزات کہاں...... ضبط سے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ پیشانی عرق ندامت سے شرابور ہو گئی اور بھنچی ہوئی مٹھیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔ کرن نے اس کی تاسف بھری آنکھوں کی بے بسی کو بے تاثر نظروں سے دیکھا' اس وقت اس نے خود کو بہت بے بس اور ہیچ محسوس کیا تھا۔ اس کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی لیکن وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا تھا' اس کی حالت قابل دید تھی' کرن نے ترس کھانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا اور شاید منتظر تھی کہ وہ جواباً کچھ کہے لیکن...... اس کا رواں رواں اس کا ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ کرن نے اسے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے قابل ہی نہ چھوڑا تھا یہ بات تھی ہی اتنی شرمناک......!

کرن سر جھٹک کر پیر پٹختی آگے بڑھ گئی اور وہ جہاں تھا وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا' اس کی ٹانگوں نے اس کا وزن سہارنا جو چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس زعم میں تھا کہ دنیا کچھ بھی کہے' کرن پھر بھی اس سے محبت کرتی ہے لیکن آج کرن کے ایک جملے نے اس کے زعم کی دیوار ریت کی طرح ڈھا دی تھی۔ اس نے اپنی پیشانی کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ لیا' اس کے اردگرد ایک ہی گردان گونج رہی تھی۔

"اونہہ! اماں طوائف اور غیرت مند بیٹا!"

"کاش! اے خدا میں بہرہ ہوتا تو شاید آج اس اذیت سے دوچار نہ ہوتا۔" وہ اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے چلایا۔

○❖○❖○

"امنگ! آ گئے آپ؟" مانوس سی آہٹ اور مخصوص خوشبو پہ لیلیٰ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں!" اس نے ایک تھکی تھکی سی سانس خارج کی۔

"کیا بات ہے' کیا آج آپ بہت تھک گئے ہیں؟" لیلیٰ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"نہیں' بس یونہی......" وہ بے دلی سے بولا۔

"ادھر بیڈ پہ لیٹ جائیے' میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"نہیں' میں ٹھیک ہوں۔" وہ بیزاری سے بولا۔

"اچھا! پھر میں کھانا لگواتی ہوں' آپ فریش ہو کر آ جائیے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ اور ٹٹول ٹٹول کر رستہ تلاش کرتی بیڈ سے اترنے لگی۔ وہ کچھ دیر اس کے ہاتھ پاؤں کی حرکت کو دیکھتا رہا۔

"سنو دھیان سے......" ناچاہتے ہوئے بھی وہ خود کو کہنے سے روک نہ پایا۔

"امنگ! پانچ سال ہو گئے ہیں اب تو میں ان اندھیروں میں رستے تلاش کرنے کی عادی ہو گئی ہوں۔" وہ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے واش روم میں گھس گیا۔

○❖○❖○

اس کا تعلق وہاں سے تھا جہاں آنکھ کھلتے ہی طبلے کی مخصوص تھاپ اور گھنگھروؤں کی چھم چھم سے ملاقات ہوتی ہے اس حبس زدہ اور مکروہ ماحول میں اس کا بچپن گزرا تھا' جہاں رشتوں کی نہیں بلکہ وجود کی قیمت ہوتی ہے' جہاں خلوص نہیں صرف مال چلتا ہے' جہاں ہر کوئی اپنے لیے جیتا ہے۔

انجام ہے جن کا تاریکی کچھ لمحوں کی تسکین کے لیے
وہ ایسی ضیائیں بیچتے ہیں' رنگین فضائیں بیچتے ہیں

اسے ہمیشہ یہ شدید حسرت رہی کہ وہ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر اس کے ساتھ اپنے اور اس کے دکھ سکھ بانٹے' چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے ضد کرے' وہ ماں سے روٹھ جائے تو ماں اسے منائے۔ ذرا سی چوٹ لگے تو وہ تڑپ اٹھے' بیمار پڑ جائے تو ماں رات آنکھوں میں کاٹ دے' ماں حکم دے اور وہ تابعداری کرے اور جب وہ تھک

جائے تو اسے اپنی ممتا کے آنچل میں ڈھانپ لے اور اس کی ساری تھکن دور ہو جائے۔ جب من بھاری ہو تو اس کے کندھے پہ سر رکھ کر رو لے تاکہ دل کا غبار ہلکا ہو سکے۔ کبھی اس کی مانے اور کبھی اپنی منوائے۔ کبھی اس کے لاڈ اٹھائے، کبھی اپنے لاڈ اٹھوائے لیکن......! یہ سب باتیں اس کی دلی حسرت میں شامل تھیں اور حسرت تو پھر حسرت ہوتی ہے۔ جس کی اس کے پاس کوئی تسکین نہیں تھی۔ اور اس کی ماں کے پاس اتنی فرصت کہاں بھلا...... وہ بھی اس کے لیے؟ اس کی ماں کے پاس تو اس کے باپ کے لیے بھی فرصت نہیں تھی وہ تو پھر بیٹا تھا یعنی بعد کی بات......! لیکن اس کی ماں اور کر بھی کیا سکتی تھی کہ یہ اس کا پیشہ تھا، لیکن وہ چاہتی تو اس پیشے کو چھوڑ کر عزت بھری زندگی گزار سکتی تھی، پڑھی لکھی ذہین تھی، ہوشیار تھی لیکن یہ سب اس کی اپنی سوچیں تھیں۔

"کاش ماں تم نے مجھے جنم نہ دیا ہوتا، تم مجھے قتل کر ڈالتیں بے شک زندہ زمین میں گاڑ دیتیں میں اف تک نہ کرتا۔ بس یہ ذلت مجھ سے نہیں سہی جاتی۔" اس کا کمزور سا دل رہ رہ کر دہائیاں دیتا لیکن اس کی ماں کو کبھی اس کے کرب کی خبر نہ ہوئی، وہ تو بس مگن تھی اپنی زندگی کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں...... جب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا، وہ پاؤں میں گھنگرو ڈالے ناچ رہی ہوتی۔ شرابی تماش بین اپنی سرخ ہوتی مکروہ نگاہوں سے اسے دیکھتے تو وہ اس کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہوتا لیکن پھر بھی وہ بے بس تھا، موت اسے آ کر نہیں دیتی تھی۔ نجانے یہ اس کے کس گناہ کی سزا تھی جو معلوم نہیں اس نے کیا بھی تھا کہ نہیں...... تب وہ بے ساختہ چیخ کر کہتا۔

"کاش اے خدا! میں اندھا ہوتا۔"

○❖○❖○

"آ گئے آپ......؟" وہ اپنے مخصوص انداز میں چونک کر بولی۔

"ہوں!" اس نے ہنکارا بھرا۔

"ڈرائنگ روم میں آپ کا کوئی مہمان بیٹھا ہے۔" لیلیٰ نے اطلاع دی۔

"میرا مہمان......؟" وہ غائب دماغی سے بولا۔

"داؤد نام بتا رہا ہے، آپ جا کر مل لیجیے، کافی دیر سے انتظار کر رہا ہے۔"

جدید طرز پر بنے بنگلے کے وسیع اور بے حد اسٹائلش انداز میں سجے ڈرائنگ روم کے اٹالین صوفے میں دھنسے ہوئے موٹے شخص کو دیکھ کر اس کی روح تک کانپ اٹھی، جس کے آنے کی اطلاع لیلیٰ نے دی تھی۔ وہ تقریباً چالیس پینتالیس سال کا بے حد بدصورت آدمی تھا، اس نے واپس پلٹنا چاہا لیکن وہ اسے دیکھ چکا تھا۔ مجبوراً اسے آگے بڑھنا پڑا۔

"السلام علیکم!" اس نے تمام توانائیاں مجتمع کر کے جبراً یہ لفظ بولے۔

"وعلیکم السلام!" کرخت آواز میں کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اسے گلے لگا لیا، اسے اپنے سارے وجود میں چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

سیاہ رنگت، گنجا سر، بڑی بڑی ابلتی ہوئی آنکھوں میں تیرتے سرخ ڈورے، کالی اور موٹی انگلیوں میں پھنسی سونے کی انگوٹھیاں، گریبان سے جھانکتی ہوئی سونے کی موٹی چین...... اور اپنی ناقدری پہ ماتم کرتا قیمتی لباس۔ اس نے کینہ توز نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

"جی کیسے آنا ہوا...... کیا خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی؟" وہ خاصے خشک اور سرد انداز میں بولا تھا۔

"ہم آپ کے نئے پڑوسی ہیں امنگ صاحب! آپ تو خاصے مصروف کاروباری بندے ہیں ارد گرد نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتے تو ہم نے سوچا کہ ہم ہی آپ سے دعا سلام کر لیں۔" وہ مسکرایا تو اس کے پان سے سرخ ہوتے دانت نمایاں ہو گئے۔ اس کا ضبط آخری حدوں کو چھونے لگا۔ بے ساختہ نظر داؤد کے گنجے سر پر گئی جس پہ گہری چوٹ کا نشان تھا۔ "کبھی آئیے گا ہماری طرف......" کافی دیر اس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد اس کریہہ شخص نے پھر سے سلسلۂ کلام جوڑا۔

"دیکھوں گا، اگر کبھی فرصت ملی تو...... فی الحال تو میں آفس سے تھکا ہوا آیا ہوں۔" اس نے روکھے سے انداز میں کہا، مطلب یہی تھا میاں اب جاؤ تم۔

"ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔" داؤد نے سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے کہا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے جانے کے بعد وہ لیلیٰ پہ دہاڑا تھا۔

"کیا ضرورت تھی اسے ڈرائنگ روم میں بٹھانے کی......؟" لیلیٰ بری طرح گھبرا گئی۔ جب سے شادی ہوئی تھی امنگ بہت عجیب سا ہو گیا تھا۔

"شکل دیکھی تھی تم نے اس کی......؟ کس قدر کریہہ صورت تھا وہ۔" اس نے حقارت سے کہا۔

"مم...... میں...... کیسے دیکھ سکتی ہوں بھلا؟" اس کی آواز بھرا گئی۔ "اور اسے خان بابا نے اندر بٹھایا تھا۔" اس نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی۔

"اور تم...... تم گئی تھیں اس کے سامنے......؟" اس نے اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکے سے اپنی طرف موڑا تھا۔ امنگ کی اس قدر سخت گرفت پہ وہ کراہ اٹھی تھی۔ ساتھ ہی اس کی بے نور آنکھوں سے جھر جھر آنسو بہنے لگے۔

"نہیں امنگ آپ کی قسم...... میں اس کے سامنے نہیں گئی۔" وہ روتے ہوئے بولی، اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

کس قدر خوب صورت تھی اس کی بیوی، شرم و حیا کا مجسم پیکر......!

اس کا جی چاہا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم و جاں میں پیوست درد کے سارے کانٹے چن لے، اس ٹوٹی بکھرتی لڑکی کو سمیٹ لے اپنی چاہت سے اتنا مالا مال کر دے کہ وہ بے خود ہو جائے یہاں تک کہ اسے اپنی آنکھیں بھی دان کر دے لیکن وہ ایسا صرف سوچتا تھا۔ دل لاکھ پہلو میں ہمکتا لیکن زبان انگارے اگلتی، صرف انگارے......!

پانچ سال پہلے پیش آنے والا روڈ ایکسیڈنٹ جس نے لیلیٰ سے اس کی آنکھوں کی روشنی چھین لی تھی۔ وہیں لیلیٰ کو لگتا تھا کہ اس حادثے نے امنگ سے اس کا ذہنی توازن بھی چھین لیا ہے ورنہ امنگ پہلے تو ایسا نہ تھا۔ حادثے انسان کو حساس بنا دیتے ہیں اس پہ مستزاد دوسروں کے رویے تھکن اور محرومی کا احساس بڑھا دیتے ہیں۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن پڑ جاتی تھی کیونکہ وہ جو کبھی امنگ کے لیے باعث افتخار تھی، اب محض ایک ذمہ داری بن کے رہ گئی تھی۔

وہ لیلیٰ تھی اور اب اندھیری رات اس کی آنکھوں کا مقدر!

اور اس اندھیری رات میں امنگ اس کا رہنما، اس کا ہم سفر تھا۔ امنگ کا رویہ اگرچہ اسے بہت دل برداشتہ کر دیتا تھا لیکن کبھی کبھی لیلیٰ کو لگتا تھا کہ امنگ بھی اپنی جگہ درست ہے۔ وہ سوچتی "ایک نابینا بیوی میں کوئی کتنی دلچسپی لے سکتا ہے بھلا!"

○❖○❖○

کچے مکان کی دیوار ایک جگہ سے بارش کی وجہ سے بیٹھ گئی تھی۔ اتفاقاً اسی جگہ اس کا چولہا تھا، لیکن وہ کیا کر سکتا تھا جو ٹوٹ گئی سو ٹوٹ گئی۔ تپتی دھوپ میں چولہے کے آگے بیٹھ کر وہ دھوئیں سے نبرد آزما تھا، لکڑیوں کی آگ سے اٹھنے والے دھوئیں سے اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ چولہے پہ رکھا توا ابھی تک ٹھنڈا تھا کیونکہ آگ ٹھیک سے جل نہیں رہی تھی۔ گرم لو سے آگ ایک پل کو تیزی سے جل کر بجھ سی جاتی۔

اس نے اپنی نقشہ نما روٹی توے پہ ڈالی تو روٹی ٹھنڈے توے پہ چپک گئی۔ گرمی نے تو یوں بھی چودہ طبق روشن کر رکھے تھے، ایسے میں اپنی روٹی کی ناقابل دید حالت دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا۔ اس نے توے پر سے روٹی کو اٹھایا، ہاتھ میں مسلا اور واپس مٹی کے تھال میں پھینک دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا، اس کے ہاتھ آٹے سے لتھڑے ہوئے تھے۔ اسی وقت اس نے کسی زنانہ کھلکھلاہٹ کی آواز سنی۔ ایک پل کو اسے لگا

کہ یہ اس کا وہم ہے' ظاہر ہے یہاں کسی عورت کے ہونے کا گمان تک نہ تھا تو پھر کھلکھلانے کا کیا سوال......؟ وہ اسی زاویے سے بیٹھا اپنی سماعت کے وہم ہونے کا یقین کررہا تھا جب اس نے سنا۔

"کیا میں آپ کی مدد کرسکتی ہوں؟ ویسے یہ تو طے ہے کہ بدلے میں مجھے ایک گلاس پانی چاہیے۔" اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ٹوٹی ہوئی دیوار کے باہر ایک سولہ سترہ سالہ لڑکی کھڑی تھی' اس نے لانگ شرٹ اور کھلا سا ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔ گلے میں اسکارف لٹک رہا تھا' آنکھوں پہ موٹے اور سیاہ فریم والی عینک تھی۔ اس کے بالوں کی دو سنہری چوٹیاں دھوپ میں خوب چمک رہی تھیں اور گندمی جلد پہ پسینے کے قطرے جگمگا رہے تھے۔ اس نے گویا تفصیل سے اس کا جائزہ لیا۔

اس کا انداز بہت سادہ اور پرخلوص تھا۔ بناوٹ سے پاک!

"اگر آپ مجھے پانی نہیں پلانا چاہتے تو نا پلائیں لیکن...... یہ تو طے ہے کہ میں پھر بھی آپ کی مدد کردوں گی۔" اس نے کہا۔ نجانے کیا تھا اس کے لہجے میں کہ وہ انکار نہ کرپایا اور میکانکی انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ اندر چلی آئی اور اس کی خالی کی ہوئی جگہ پر بیٹھ گئی۔ اس نے چولہے میں پڑی لکڑی کو دوبارہ صحیح کیا اور پھونکنی سے چولہے میں پھونک ماری لیکن اگلے ہی پل زور سے کھانسنے لگی البتہ اتنا ہوا کہ آگ جلنے لگی۔ وہ منہ پہ کپڑا رکھ کر کھانس رہی تھی' اسے یاد آیا کہ اس نے پانی مانگا تھا۔ وہ تیزی سے اندر گیا اور سلور کے ٹیڑھے سے گلاس میں گھڑے سے پانی بھر کر لایا اور اس کو دیا۔ اس نے گلاس تھام کر ممنونیت وتشکر سے اسے دیکھا' پانی پیا اور شکریے کے ساتھ گلاس لوٹا دیا۔ اس کا وہ اکلوتا سلور کا گلاس جب اس لڑکی کے ہاتھ میں تھا تو اسے لگا جیسے یہی اس کا قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے انداز میں رتی برابر غرور نہیں تھا' وہ دل ہی دل میں اس کا معترف ہوگیا' اب وہ مہارت سے آٹے کے پیڑے بنارہی تھی اس نے روٹی بنا کر توے پہ ڈالی' اتنی خوب صورت روٹی اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی اور عورت کا یہ گھریلو روپ اس کے لیے بہت نیا' انوکھا اور اچھوتا تھا۔ اس نے چار روٹیاں بنائیں یہ کام جو وہ کئی گھنٹوں میں بھی نہ کرپایا تھا اس نے منٹوں میں کرلیا۔

"سچ ہی تو کہتے ہیں جس کا کام اسی کو ساجھے۔" اس نے سوچا۔

"آپ یہاں اکیلے رہتے ہیں؟" وہ مصروف انداز میں بولی۔

"نہیں' میرے والد صاحب بھی ہیں۔" اس نے آستین سے پیشانی پونچھی اور نیچے بیٹھ کر برتن سمیٹنے لگا۔

"اچھا! اب میں چلتی ہوں۔" وہ ہاتھ جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کھانا کھا کر جایئے گا۔" اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر کہا۔ نجانے کیوں دل کو عجیب سا درد محسوس ہوا تھا۔ بچھڑ جانے کا درد......! حالانکہ وہ اسے جانتا تک نہیں تھا' یہ بھی پتا نہیں تھا کہ وہ ہے کون......؟ لیکن اس کے اپنے پن نے اس کا دل موہ لیا تھا۔

"ارے نہیں' میں چلتی ہوں' مجھے پانی چاہیے تھا' یہاں سے دھواں اٹھتا دیکھا تو سوچا کوئی اللہ کا بندہ پانی تو پلا دے گا۔ سو اللہ کے بندے نے پانی پلادیا۔" وہ مسکرائی' اس کی پرخلوص اور بے ریا مسکراہٹ نے اس کے عام سے چہرے کو پرکشش بنا دیا تھا۔ وہ بس اسے دیکھتا رہ گیا۔

"جگنو! کھوں کھوں......" بابا نے مخصوص انداز میں کھانستے ہوئے پکارا تو وہ تیزی سے اندر بھاگا' کچھ دیر پہلے بابا اندر سو رہے تھے۔ دمے کے مریض تھے۔ وہ چاہتے تو خود کو سنبھال سکتے تھے لیکن وہ جانتے تھے وہ کس غم میں اس طرح ٹوٹ کے بکھرے ہیں۔

"جی بابا!" وہ ان پہ جھکا

"کون ہے باہر؟" بابا نے پوچھا۔

"پتا نہیں کوئی......" اس نے کہتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو وہ لڑکی اندر آچکی تھی۔ اس نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے سلام کیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم...... کھوں...... کھوں۔" اس بار بابا کو بڑی شدید کھانسی آئی تھی' اس نے آگے بڑھ کر سنبھالا' پانی پلایا اور انہیں لٹا کر پھر تیزی سے باہر بھاگا۔ جس کا ڈر تھا وہی ہوا' کوے دو روٹیاں لے اڑے تھے۔ اس نے باقی سامان اٹھا کر اندر کمرے کی دیوار میں بنی الماری میں رکھا۔ وہ وہیں کھڑی کمرے کا جائزہ لے رہی تھی' نیچی سی چھت والے اس کمرے میں ایک چارپائی' ایک اسٹول' دو گھڑے اور چند برتنوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا یہ کمرہ اس کی غربت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"آپ بیٹھیے نا۔" اس نے اسٹول اسے پیش کیا۔ وہ بیٹھ گئی بابا پھر سے نیند میں غافل ہوچکے تھے۔

"آپ ان کا علاج کیوں نہیں کرواتے؟ اس کے لہجے میں ہمدردی تھی۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا اس کے سوال نے بہت ٹھیس پہنچائی تھی اسے...... ہاں بھلا وہ کب جانتی تھی کہ اس کے پاس تھا ہی کیا کہ وہ ایسا سوچتا بھی۔ اپنی طرف اس طرح دیکھتا پا کر وہ سٹپٹائی پھر سنبھل کر بولی۔

"ویسے یہ تو طے ہے کہ اب مجھے چلنا چاہیے۔" وہ باہر نکل گئی تو وہ بھی پیچھے چلا آیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور مسکرائی۔ وہ غربت کا مارا جبراً بھی نہ مسکرا پایا حالانکہ وہ جیسے جیسے دور ہو رہی تھی' جگنو کے دل میں ہوک سی اٹھ رہی تھی۔ زندگی میں سادگی کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا' اجنبی ہو کر بھی کتنا اپنا پن تھا اس میں جس کی ہر بات طے شدہ تھی۔

○❖○❖○

رونمائی میں اسے کیا ملا تھا؟ عبایا! وہ حیران رہ گئی۔ امنگ تو بہت وسیع ذہن کا مالک تھا پھر یہ اچانک اسے کیا ہوا۔ پہلے تو وہ جینز شرٹ بھی پہن لیا کرتی تھی۔ مگر اب جب بینائی ہی نہ تھی تو ایسے میں اتنا سخت پردہ...... وہ اس تحفہ کو دیکھ نہیں سکتی تھی امنگ نے ہی اسے بتایا تھا۔

"کیوں...... کیا میں پہلے سے زیادہ خوب صورت ہوگئی ہوں؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ امنگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ اب تو وہ گھر سے باہر بھی نہیں نکلتی تھی۔ کھیلنا کودنا' دوڑنا اور سیر کرنا اس کے من پسند مشاغل تھے مگر اب وقت نے اسے بہتی مچلتی ندیا سے ایک ٹھہرے ہوئے ساکن پانیوں والے تالاب میں بدل دیا تھا۔ وہ ٹھہر گئی تھی اور اس کے سیمابی افعال کا بہاؤ رک گیا تھا۔ اب تو اسے چلنا بھی ٹٹول کر پڑتا تھا۔ ایسے میں عبایا کا کیا سوال......؟ اسے امنگ کی ذہنی حالت پہ شبہ ہوا تھا لیکن وہ خاموش رہی۔ یہی کافی تھا کہ امنگ اس کی زندگی کا سہارا ہے۔ اس کا ہم سفر ہے۔ اگرچہ وہ دونوں ہمیشہ ایک ساتھ ایک گھر میں رہے تھے اور ان میں گہری دوستی بھی تھی لیکن اب اچانک اجنبیت کی دیوار سی کھڑی ہوگئی تھی۔ نجانے کیوں......؟

○❖○❖○
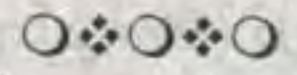
وہ اپنی ماں کی تصویر لیے اس سے باتیں کررہا تھا اور بابا مدہوش تھے۔

"کاش ماں! ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہ ہوتا' تم کیسے بھول گئی ہو مجھے...... تم کیسے غافل ہوگئی ہو مجھ سے...... میں تمہارے قدموں کی دھول پہ نثار ہوجاؤں اگر تم ایک بار پلٹ کر میرا حال پوچھ لو کہ تمہارا بیٹا جی رہا ہے یا مرچکا ہے...... جی رہا ہے تو کس حال میں ہے؟ ہاں' صرف ایک بار مجھے یہ خوشی دے دو' ایک بار پلٹ کر دیکھ لو کہ تمہارا بیٹا زندہ ہے لیکن مردوں سے بدتر...... تم آجاؤ ماں! آکر میری تنہائیاں' میرے دکھ بانٹ لو...... کیسی ماں ہو تم......؟ میں تمہیں یاد کیوں نہیں آتا؟"

آنسو قطار در قطار اس کی آنکھوں سے نکل کر تصویر پہ گرنے لگے لیکن ماں کا مسکراتا چہرہ بدستور مسکراتا رہا۔

دروازے پہ دستک ہوئی تھی لیکن وہ دانستہ ان سنی کرگیا۔

"السلام علیکم!" شناسا سی آواز پہ اس نے پلٹ کر دیکھا اور ہاتھ میں پکڑی تصویر کو چھپالیا۔ اس کے سامنے

اسی دن والی لڑکی کھڑی تھی وہ حیران ہوا۔

"ویسے یہ تو طے ہے کہ میں آج پانی پینے نہیں آئی۔" اس نے مسکرا کر گویا بات کا آغاز کیا پھر سنجیدہ ہو کر قدرے جھجکتے ہوئے بولی۔ "وہ دراصل میں...... ٹیکسی لے کر آئی تھی۔" اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"وہ...... آپ کے بابا کو ہاسپٹل لے جانے کے لیے۔" اس نے وضاحت کی۔

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے میں جب اچھے حالات میں ہوں گا انہیں خود ہی ہاسپٹل لے جاؤں گا مجھے تمہارے رحم کی بھیک نہیں چاہیے۔" یہ حالات کی تلخی تھی جو اس کے لب و لہجے میں در آئی تھی' اس کا انداز لڑکی کو پانی پانی کر گیا۔ کتنی دیر گزر گئی' جب وہ کچھ کہنے کے قابل ہوئی تو کمزور سی آواز میں بولی۔

"ویسے یہ تو طے ہے کہ آپ نے مجھے بہت غلط سمجھا...... میں تو بس ایک دوست کی حیثیت سے آپ کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ آپ کو برا لگا تو آئی ایم سوری لیکن مجھے یہ افسوس رہے گا کہ میرے خلوص کو بھیک کا نام دیا گیا۔" اس کا لہجہ گہرے دکھ کا غماز تھا۔ وہ اور بھی حیران ہوا' وہ اسے جانتا تک نہیں تھا اور وہ خود کو دوست کہہ رہی تھی۔

"دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں؟ ہم بے چارے اپنے آپ سے غافل! دنیا کی بھلا کب خبر لیں؟" اس نے جل کر سوچا۔

"ان کی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے یہ میں جانتا ہوں۔" اس نے قدرے نرمی سے کہا تو وہ حوصلہ پا کر بولی۔

"ویسے یہ تو طے ہے کہ دنیا کی کوئی بیماری لاعلاج نہیں ہے۔"

"کاش ایسا ہی ہوتا۔" وہ بڑبڑایا۔

"آپ پلیز جلدی کیجیے۔" اس نے عجلت میں کہا تو وہ چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کی مدد سے بابا کو اٹھا کر ٹیکسی میں بٹھایا اور ٹیکسی ہسپتال کی جانب رواں دواں ہو گئی۔ پھر اس لڑکی نے بابا کے علاج کے لیے ڈھیروں روپے خرچ کیے' کئی جگہ خوار ہوئی لیکن کیا فائدہ......؟ بابا کو نا تو ٹھیک ہونا تھا نہ وہ ہوئے۔

بھلا محبت کے روگ کا علاج ہسپتالوں میں ہوا ہے کبھی......؟

مریض محبت کا مسیحا تو صرف محبوب ہوتا ہے......!

کتنے افسوس کی بات تھی' بابا نے اپنی محبت کو پا کر بھی نا پایا۔

○✣○✣○

مضراب کا تعلق ایک متوسط مگر شریف گھرانے سے تھا' کم عمری میں ہی بیاہ دی گئی تھی۔ میکے اور سسرال کی مالی حالت تقریباً ایک جیسی تھی۔ شادی کے دو سال بعد ہی بیوہ ہو گئی اور چند ماہ کا بیٹا لے کر واپس میکے کی دہلیز پہ آ گئی' میکے میں صرف ماں اور ایک بھائی تھا لیکن وہ بھائی پہ بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی' اس کی تعلیم صرف میٹرک تھی لہٰذا کوئی جاب ملنا ناممکن تھا۔ گھر سے نکلتے ہی اس کی ملاقات ماسٹر قربان حسین سے ہوئی۔ قربان حسین اس پہ دل و جان سے فریفتہ ہو گئے' وہ ان سے موسیقی کا ریاض لینے لگی' جس کے لیے اسے زہرا بائی کے کوٹھے تک آنا پڑا۔ اس کے سامنے ایک بالکل نیا جہان تھا اسے خبر ہی نہ ہوئی وہ کب ان رنگین فضاؤں کی اسیر ہوئی پھر موسیقی اس کا شوق ہی نہیں' جنون بھی تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس اونچی اڑان کے لیے اسے بہت کچھ کھونا پڑے گا لیکن وہ اپنے اس جنون کی تسکین کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار تھی' گھر میں ماں اور بھائی کو جب خبر ہوئی تو ان پہ قیامت ہی تو ٹوٹ گئی۔ اس کے بھائی نے اسے لاکھ واسطے دیئے۔ اس اندھیر نگری سے لوٹ آ' کچھ مرحوم باپ کی بھائی کی خاندانی لاج کا سوچ۔

ماں نے رو رو کر التجا کی۔

"یہ ہم شریف لوگوں کے کام نہیں۔"

لیکن وہ کٹھور بنی رہی۔ وہ کہتی کہ جس طرح انہوں نے اس کی جلدی شادی کر کے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی' اب یہ من مانی اس کا حق ہے۔ ان کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں' وہ انہیں یہاں تک کہ اپنے بیٹے کو بھی چھوڑ کر چلی گئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لیا۔ وہ ایک بے حد خوب صورت عورت تھی' کم عمر تھی' غربت نے عزت سے گزر بسر کرنے والی مضراب کو عصمت فروشوں کے جہان میں لا کھڑا کیا' اس کے پیچھے صرف دولت کی حرص و ہوس کارفرما تھی' پھر جلد ہی اس نے قربان حسین سے شادی کر لی۔ زہرہ بائی کو اعتراض تو ہوا لیکن مضراب وہ کشش تھی جو خود چل کر اس کے کوٹھے تک آئی تھی اور وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی لہٰذا خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ قربان حسین نے تو خوب زور لگایا کہ کسی طرح مضراب کو اس دلدل سے نکال لے لیکن اسے تو رنگینیوں و رعنائیوں اور شہنائیوں کا چسکا لگ چکا تھا۔

"میں محنت مزدوری کروں گا' ہم دونوں یہ کام چھوڑ دیتے ہیں' عزت سے زندگی گزارنے کے لیے......" قربان حسین نے کہا۔

"محنت مزدوری کر کے تم میری کس کس خواہش کو پورا کر سکتے ہو؟ محنت مزدوری سے تو اکثر انسان بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔" مضراب نے کہا۔

"میں اپنی بیوی کو اپنی غیرت کو ہر روز بکتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔"

"تو آنکھیں میچ لو۔" مضراب نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"رانی! میں سنجیدہ ہوں۔" قربان حسین نے تلملا کر کہا۔

"سوچ لو' تم چاہو تو مجھے اسی صورت میں قبول کر سکتے ہو۔ تمہارے لیے میرا ہر دروازہ کھلا ہے۔ جب چاہو آنا' جب چاہو چلے جانا لیکن "اسی صورت میں"" مضراب نے "اسی صورت میں" پر خصوصی زور دے کر کہا۔ "اور ہاں اگر تم مجھے ہمیشہ کے لیے بھی چھوڑنا چاہو تو مجھے اعتراض نہیں۔" مضراب نے مزید کہا اور جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی دراز چوٹی اور پائلوں کے گھنگروؤں کے شور سے ماسٹر قربان حسین کے دل کا بوجھ بڑھتا چلا گیا۔

○✣○✣○

شام ابھی پوری طرح نہیں اتری تھی بلکہ رخصت ہوتی ہوئی دوپہر کی کچھ دھوپ ابھی لان میں موجود تھی۔ وہ لان میں اترنے والی سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی۔ خان بابا نے بتایا کہ باہر دو لڑکے آئے ہیں پانی مانگ رہے ہیں امنگ کے رویے سے خان بابا بھی خائف رہنے لگے تھے' اس لیے لیلیٰ کو اطلاع دی۔

"خان بابا! آپ انہیں اندر بلا لیں' اور ان کے لیے پانی لے آئیں۔" خان بابا کے بلانے پہ وہ دونوں اندر چلے آئے۔ خان بابا ان کے لیے پانی لے آئے اور ساتھ ہی پودوں کی کاٹ چھانٹ میں لگ گئے۔ وہ انہیں بطور مہمان اعزاز دے رہی تھی مگر اس کی آمد بہت اچانک ہوئی تھی۔ وہ امنگ کو اس کی خوشبو اور آہٹ کو پہچان لیتی تھی۔ وہ دونوں اب جانے کے لیے مڑ چکے تھے' وہ اسی کے پاس چلا آیا۔

"کون تھے یہ دونوں؟" اس کے لہجے میں تشکیک کا دھواں تھا۔

"مسافر تھے! پانی مانگ رہے تھے۔" وہ خائف ہو کر بولی۔

"انہیں اندر کس نے لا کر بٹھایا تھا؟" وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا۔

"مم...... میں...... میں نے بلایا تھا۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"بہت شوق ہے تمہیں اجنبی اور نامحرم لوگوں سے ملنے کا......؟" وہ غرایا۔ لیلیٰ کی جان نکلنے لگی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ پتا نہیں کیوں امنگ اتنا تنگ نظر ہو گیا ہے۔ کہاں تو وہ خود اسے ہر جگہ گھمایا کرتا تھا لوگوں سے ملوایا کرتا تھا کہاں......!

اسے اب یقین ہو چلا تھا کہ جس حادثے نے لیلیٰ سے اس کی بینائی چھینی تھی' اسی نے امنگ کا ذہنی توازن بگاڑ دیا ہے۔

"آئندہ میں نے تمہیں لان میں دیکھا تو ٹانگیں توڑ

دوں گا تمہاری۔" وہ اس پہ چیختا چلاتا چلا گیا اور وہ آنسو پونچھتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

○❖○❖○

بیٹے کی پیدائش پہ قربان حسین نے کہا کہ وہ اپنے بیٹے کو عزت دار انسان بنانا چاہتا ہے مگر مضراب نے کہا کہ وہ چاہے تو اپنے بیٹے کو لے جائے' چاہے تو اس کے پاس چھوڑ دے۔ قربان حسین نے اصرار کیا۔

"اگر وہ یہ پیشہ چھوڑ دے تو ابھی بھی دیر نہیں ہوئی' پہلی اولاد ہے ہم اس سے حقیقت چھپا سکتے ہیں بجائے اس کے کہ ذلت وخواری میں جی کر اولاد کو طعنہ دینے کا موقع دیا جائے۔"

"میں جھوٹ کا لبادہ اوڑھنے پر اپنی اصلیت کو ترجیح دیتی ہوں۔" مضراب نے کہا تو قربان حسین نے سمجھ لیا کہ یہ عورت ہار ماننے والی نہیں پھر اس نے نہ تو مضراب کو طلاق دی اور نہ ہی مضراب نے اسے اپنایا۔ حالانکہ قربان حسین چاہتا تو زبردستی کر سکتا تھا لیکن وہ عشق ہی کیا جو مات نہ کھائے پھر قربان حسین نے اپنے بیٹے کو اس کی بے رحم ماں کے رحم وکرم پہ چھوڑ دیا اور کبھی پلٹ کر نہ دیکھا اور اسی دن سے وہ بے چارہ میراثی سے جوگی بابا بن گیا۔

شاہ میر اپنی ماں کی صرف ایک نگاہ کے لیے ترستا لیکن وہ محبت اور ممتا بھری مہربان نگاہ اسے کبھی نصیب نہ ہوئی۔ ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی ذہن نے اس روز وشب کے زندگی بھر پہ محیط تماشے کی نفی شروع کر دی اور ہمیشہ اسے برا ہی جانا۔

سب سے پہلے وہ رات تقریباً ایک بجے جب اس نے مجرے کی محفل میں چوٹ کھائی' تالیوں' ڈھول اور گھنگھروؤں کی ایک سلیقے سے بجتی آواز پہ اس کی آنکھ کھلی تھی اور وہ آواز کے رخ پہ چلتا سیڑھیوں سے نیچے اترا۔ یہاں تک کہ رات کے مہیب اندھیرے میں دن کے اجالے کو مات دینے والے روشن تہہ خانے تک جا پہنچا۔ اس نے دیکھا وہاں مردوں کی بہتات تھی۔ کبھی مرد شرابی' سرخ آنکھوں والے' بڑی بڑی مونچھوں والے اور خوفناک شکلوں والے تھے جو اس عورت کی ایک ایک ادا پر سرخ' ہرے' نیلے نوٹ نچھاور کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک آدمی اٹھا' بری طرح لڑکھڑایا اور ہاتھ میں پکڑے بھاری شیشے کے گلاس کو پوری قوت سے زمین پہ دے مارا۔ اس کی بدنصیبی کہ کانچ اسی کے پاؤں میں چبھے' وہ چلایا۔

"ماں! سنو' ماں دیکھو......" لیکن اس شور میں اسے اپنی آواز خود کو بھی نہ سنائی دی' ماں کو کیا سنائی دیتی؟

تتلی کی طرح گھومتی ماں قریب تھا کہ گر جاتی جب...... اس نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا' پھر اپنی آنکھوں کو نوچتا ہوا واپس دیوانہ وار سیڑھیوں کی طرف بھاگ گیا۔ پھر جب یہ تماشا دیکھنے کو اس کا دل نہ کرتا تو کمرے میں بند ہو جاتا نہ کچھ کھاتا پیتا' بلکہ اکثر پڑھنے سے انکار کر دیتا...... ہاں یہ سچ ہے اس کی ماں نے زندگی میں ایک مہربانی اس پہ ضرور کی تھی کہ اس کے لیے ایک استاد کا بندوبست کر دیا جو ہمیشہ اسے اچھی باتیں پڑھاتا اور سکھاتا' ایک بار اس نے اپنے استاد سے سوال کیا۔

"استاد جی! خدا کہاں ہوتا ہے؟" وہ مسکرائے پھر اس کے سینے کے بائیں پہلو پہ انگلی رکھ کر بولے۔

"یہاں......!" لیکن وہ مطمئن نہ ہوا۔

"لیکن استاد جی! یہاں تو دل ہوتا ہے۔" اس نے الجھ کر کہا۔

"بیٹا خدا اسی دل میں ہوتا ہے۔" انہوں نے جواباً ہنس کر کہا۔

"سچ؟" وہ ایک دم پرجوش ہو گیا۔

"ہاں بیٹا بالکل سچ۔" انہوں نے نرمی سے اس کا گال تھپتھپایا۔

"کیا وہ دعا سنتا ہے؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں' ضرور سنتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔" انہوں نے ہر لفظ پر زور دیا۔

"لیکن میری تو کبھی نہیں سنتا۔" اس نے مایوسی سے کہا۔ "قبول کیا کرے گا؟"

"نہیں بیٹا! ایسا نہیں کہتے۔ ویسے آپ نے کیا دعا کی؟" استاد جی نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے اسے اپنے قریب کر لیا۔

"میں نے دعا کی' اے اللہ! مجھے اندھا کر دو۔" اس نے پرجوش انداز میں کہا۔

"کیا؟" استاد جی اپنی جگہ سے اچھلے اور حیرت سے گنگ اسے دیکھتے رہے۔

وہ مایوسی سے مسکرایا۔ "نہیں سنی اس نے میری دعا......!" اس نے سر جھٹکا۔

"لیکن آپ نے ایسی دعا کیوں کی؟" ان کے لہجے میں ناراضگی تھی۔

"استاد جی آپ بھی......؟" وہ دکھ سے بولا۔

"لیکن بیٹا......!" انہوں نے کچھ کہنا چاہا۔ جگنو نے ان کی بات کاٹ دی۔ "آپ نہیں سمجھ سکتے میرے دکھ کو...... میری ماں......" وہ ایک دم چلایا اور زور زور سے رونے لگا۔ انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"خدا سے اپنی ماں کے لیے ہدایت کی دعا کرو۔" انہوں نے اس کے آنسو پونچھ کر بال سنوارتے ہوئے نصیحت کی۔

"ماں کے لیے ہدایت کی دعا......؟" وہ تمسخر سے ہنسا۔ "استاد جی ہدایت اس کو ملتی ہے جو ہدایت کی جستجو کرے اور جستجو کے لیے ایک احساس رکھنے والا دل ہونا چاہیے۔ ماں کے پاس تو سرے سے دل ہے ہی نہیں۔ وہ جستجو کیا کرے اور ہدایت کیا پائے؟" وہ تنفر سے بولا۔ استاد جی تاسف وحیرت سے اسے دیکھتے رہے پھر بولے۔

"بیٹا آپ تو ابھی بہت چھوٹے ہو پھر اتنی بڑی بڑی باتیں کیسے کر لیتے ہو؟" وہ خاموش رہا کیا کہتا کہ حالات نے مجھے وقت سے پہلے بڑا کر دیا ہے۔ "اچھا خیر' آج سے الٹی سیدھی سوچیں ختم کرو اور صرف پڑھائی پہ توجہ دو۔" اور پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اسے لگا استاد جی اس سے ناراض ہو گئے ہیں۔

اگلے روز اس نے بے تابی سے استاد جی کا انتظار کیا لیکن وہ اس سے ناراض نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے خیال کی یکسر نفی کر دی۔ یوں ہی ذلت سہتے سہتے' ناکردہ گناہ کی سزا کے چودہ سال پورے کیے۔ اس کا میٹرک ہو گیا' اب وہ ایک باہوش انسان بن چکا تھا لیکن گری ہوئی اوقات اس کے تمام ہوش وحواس سلب کر دیتی لیکن وہ زندہ تھا' اس کی ماں بھی وہیں تھی لیکن مہینے گزر جاتے' وہ ماں کی صورت نہ دیکھتا۔ وہ اپنے کمرے سے نکلتا ہی کم تھا' کہ خوفزدہ رہتا تھا اس کی ماں اس کی پہچان تھی' بدقسمتی کچھ اس طرح اس پر مہربان تھی کہ اگر کوئی پہلی بار بھی اسے دیکھتا تو فوراً کہہ اٹھتا۔

"مضراب کے بیٹے ہو نا؟" اس نے کبھی غور نہیں کیا تھا کہ اس کی صورت اس قدر ماں سے ملتی ہے۔ میٹرک مکمل ہو گیا تو استاد جی نے بھی آنا چھوڑ دیا۔ باپ کی کبھی صورت بھی نہ دیکھی تھی' ماں کا صرف نام تھا' وہ بھی کبھی اسے نہیں دیکھتی تھی۔ وہ اب بھی اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ اور اپنی ہستی اور اپنی زندگی پہ غور کر رہا تھا۔ اس نے خود سے سوال کیا۔

"جگنو! کیا ضرورت تھی اس دنیا کو تمہاری......؟" تو اس کی رگ رگ نے یہی کہا کہ کوئی نہیں۔

"شاید اس سوال کا جواب ماں کے پاس ہو۔" وہ سوچتے ہوئے اٹھا' آج بہت عرصہ بعد اس کے قدم ان سیڑھیوں کی طرف اٹھے تھے اور جب وہ آخری سیڑھی پہ پہنچا تب اس نے دیوار کی اوٹ سے رازدارانہ آواز سنی۔

"پورے پانچ لاکھ! مضراب! تو اس کوٹھے کی سب سے خوش قسمت رانی ہے۔" اس کا دل بہت نیچے ڈوب کے ابھرا تھا۔

"ہاں! وہ تو میں ہوں۔" ماں نے اٹھلا کر اپنی دراز چوٹی کو گھمایا تو گھنگرو ایک دم کھنک اٹھے۔

"لیکن وہ بالکل ہی گاؤدی ہے۔ نام بھی کچھ ایسا ہے' اللہ جانے کیا نام ہے؟" زہرہ بائی نے ذہن پہ زور دیتے ہوئے کہا۔ "خیر! تو جا کر آرام کر...... پھر تجھے رات بھر جاگنا بھی ہے۔" زہرہ بائی کی شہد میں ڈوبی آواز نے جگنو کو جلا کر بھسم کر دیا۔ اس کی بے بسی قابل دید تھی۔

درودیوار اسے خود پہ قہقہہ لگاتے نظر آ رہے تھے۔
"تو آج میں دیکھ لیتا ہوں کہ یہ رات کیسے آتی ہے؟" وہ واپس مڑا اور بھاری ہوتے مردہ قدموں کو گھسیٹتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔
"میں نے اس عورت کی زبان کیوں نہ کھینچ لی..... اس نے پانچ لاکھ کے لیے میری ماں کو.....؟" وہ غم و غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس کوٹھے پہ زندگی کے چودہ پندرہ سال گزارنے کے باوجود اس نے اپنی ماں کی توجہ کے علاوہ کسی عورت کو کسی لڑکی کو دیکھا تک نہیں تھا۔ کبھی کبھی وہ خود حیران ہوتا۔
"آخر کیا کروں میں..... آج کی رات..... آج رات.....؟" کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے اس کی ٹانگیں شل ہو گئیں۔ دل میں ایسا درد تھا کہ مرنے کو جی چاہے قریب تھا کہ فرشتہ اجل آ جاتا لیکن نہیں آیا پھر آخر اسے ایک ترکیب سوجھی اور دل کو عجیب سی طمانیت کا احساس ہوا' اس نے سب سے پہلے مشروب تیار کیا۔
اب صرف رات کا انتظار تھا.....!

○❖○❖○
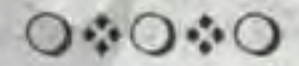
وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' اب اس کا حال بتائیں کیا
کوئی قہر نہیں' کوئی مہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا
اک آگ غم تنہائی کی' جو سارے بدن میں پھیل گئی
جب جسم ہی سارا جلتا ہو' پھر دامنِ دل بچائیں کیا
وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا.....
ہم نغمہ سرا کچھ غزلوں کے' ہم صورت گر کچھ خوابوں کے
بے جذبہ شوق سنائیں کیا' کوئی خواب نہ ہو تو بتائیں کیا
وہ عشق جو ہم سے.....

اس نے خان بابا سے کہہ کر ٹی وی آن کرایا تھا۔ وہ ٹی وی دیکھ نہیں سکتی تھی' سن تو سکتی تھی نا! ٹی وی پہ آتی غزل اسے اپنے ہی حال دل کے مطابق لگی تھی کہ اچانک ٹی وی بند ہو گیا۔
"خان بابا! یہ ٹی وی کو دیکھیں کیوں بند ہو گیا؟" اس نے خان بابا کو آواز دی۔
"میں نے بند کیا ہے..... محترمہ! شریف بیبیوں کے یہ چلن نہیں ہوتے۔"
امنگ کے اچانک بولنے پر وہ حیران رہ گئی۔
"کیوں..... ایسا کیا کر دیا میں نے؟"
"یہ گانا بجانا مجھے سخت ناپسند ہے۔ سمجھیں!" وہ بڑے رعب سے بولا تھا۔ "اور ہاں' ہر بات کے لیے تم خان بابا کو آواز نہ دیا کرو۔"
"اچھا تو پھر کسے دیا کروں آواز یہ بھی بتا دیں؟" وہ چڑ گئی۔
"میں ہوں نا تمہارا غلام! تمہارا گھر بار دیکھنے والا! تمہارے باپ کے کاروبار کو سنبھالنے اور تمہاری نگرانی کرنے والا۔"
"پتا نہیں امنگ! آپ ایسی باتیں کیوں کرنے لگے ہیں یہ سب کچھ اگر میرا ہے تو میں کس کی ہوں؟" وہ زچ ہو کر بولی۔
"تم میری ہو۔" اس نے بمشکل دل کی بات کو نوک زباں پہ آنے سے روکا۔
امنگ مجھے لگتا ہے آپ مجھے پاگل کر دیں گے۔" اس نے بے بس ہو کر کہا۔
اس نے جواباً کچھ نہیں کہا شاید وہ جا چکا تھا۔

○❖○❖○
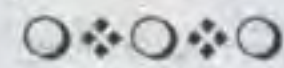
"خدا کی قسم ماں! آج کی رات تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔" اس نے دل میں پختہ فیصلہ کیا۔ دفعتاً اس نے بھاری قدموں کی آواز سنی اور کمرے کے دروازے سے جھانکا۔ وہ بہت کریہہ صورت اور ہیبت ناک انداز و اطوار کا مالک آدمی تھا۔ چھوٹا قد' سیاہ رنگت' گنجا سر' بڑی بڑی سرخ آنکھیں.....! اس کے دل کی دھڑکن ڈوبنے لگی پھر وہ قدرے سنبھلا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دیوار کی اوٹ میں اس کے پیچھے چلنے لگا۔ چند سیڑھیاں اترنے کے بعد اس آدمی کا پاؤں پھسلا اور وہ لڑھکتا ہوا چیختا چلاتا نیچے گرا۔ شاہ میر کے اندر ایک سکون سا اترا لیکن وہ ہیرو کی طرح سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے پہنچا'

جہاں اس کی ماں بنی سنوری کھڑی تھی۔ اس نے ماں کو نظر انداز کر کے اس بے غیرت انسان کا سر اپنی گود میں رکھا جو کراہ رہا تھا' اس کے گنجے سر پہ گہری چوٹ آئی تھی یکدم اس کے گرد عورتوں کا جمگھٹا ہو گیا تو وہ ایک پل کے لیے پریشان ہوا۔ ایک عورت کے اشارے پہ اس نے آدمی کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن تیس پینتیس سالہ اس موٹے آدمی کو اٹھانا اس کے بس سے باہر تھا۔ زہرہ بائی کی مدد سے وہ اسے گھسیٹتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ابھی چند سیڑھیاں عبور کی تھیں جب اس نے سنا' کوئی عورت پوچھ رہی تھی۔
"مضراب! کیسے ہوا یہ سب.....؟" وہ لڑکھڑا گیا۔
"چہ چہ..... تیری رات تو ضائع ہو گئی۔" کسی نے تاسف سے کہا۔ اس نے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی اور چند سیڑھیاں اور چڑھا۔
"ویسے مضراب اب تیرا بیٹا تیرے کام کرنے لگا ہے۔" کسی نے طنزاً کہا۔ وہ دو قدم اور اوپر کی طرف گیا۔
"ظاہر ہے بھئی' ماں کے ٹکڑوں پہ جو پلتا ہے۔" پھر کسی نے زہر اگلا۔ جگنو کا خون کھولنے لگا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اس بے غیرت شخص کو پھر سے سیڑھیوں سے نیچے لڑھکا دے لیکن سارا کھیل خراب ہو جاتا۔ بات کرنے والی یہ بھول گئی تھی کہ اولاد اپنے ماں باپ ہی کے ٹکڑوں پہ پلتی ہے۔
"اچھا تو چپ کر یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔" زہرہ بائی نے ناگواری سے ٹوکا۔ سوئے اتفاق یہاں آج اس کے علاوہ کوئی مرد نہیں تھا۔ وہ شخص اب مکمل جگنو کے رحم و کرم پر تھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اسے یہیں پہ ختم کر ڈالے۔ مگر وہ ایک ایک قدم اٹھاتا اپنے کمرے کے قریب پہنچ گیا..... لیکن اس کا اپنا سانس اکھڑ رہا تھا۔
"جا..... جلدی سے پانی لے کر آ.....!" زہرہ بائی نے کہا اور اپنے دوپٹے سے اس کا بہتا ہوا خون روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے اپنا تیار کردہ مشروب اسے پلایا تو وہ پھر بے ہوش ہو گیا۔
"اب کیا کریں اس کا.....؟" زہرہ بائی نے اس سے مشورہ مانگا۔ وہ خاموش رہا۔ اس کی نظریں اس کے مکروہ چہرے پہ تھیں۔
"اے جگنو! بول کیا کریں اس کا.....؟" وہ تشویش سے بولی۔
"ہاسپٹل لے جاؤ کافی خون بہہ رہا ہے۔" اس نے بادلِ نخواستہ کہا اور کینہ توز نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔
"تو چل نا میرے ساتھ..... میں اکیلی کیسے جاؤں؟" اس نے چمکارا۔
"تو کہتی ہے تو....." وہ احسان کرتے ہوئے بولا' پھر ٹیکسی لے کر ان دونوں کو ہسپتال روانہ کیا ایک بہت بڑا بوجھ اس کے سر سے اتر گیا تھا۔
"ہاں ماں! آج تیرا بیٹا جوان ہو گیا ہے۔" وہ بہت خوش تھا۔ دل میں ڈھیروں سکون لیے سیڑھیاں اترنے لگا۔ چکنی سیڑھیاں خون آلود ہو چکی تھیں وہ پھسلتے پھسلتے بچا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ وہ ماں کے کمرے کی طرف بڑھا' اندر گھپ اندھیرا تھا۔ اس نے لائٹ آن کی' پھولوں سے سجا کمرا لیکن ماں کہیں نہیں تھی۔ صرف سسکیوں کی آواز تھی۔ ادھر ادھر دیکھا تو وہ دروازے کی اوٹ میں گٹھری بنی بیٹھی تھی۔ ہیرے کے زیورات ادھر اُدھر بکھر ہوئے تھے۔ اس نے سفید ساڑھی پہ سیاہ چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اس نے ماں کے سر پہ ہاتھ رکھا تو ماں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے گالوں پہ آنسوؤں کی لکیر تھی۔
"ماں!" آج اس نے قریب سے ماں کو پکارا وہ خاموش رہی۔ "کیوں روتی ہو ماں.....؟" اس نے بڑے مان سے پوچھا۔ ماں نے چونک کر دیکھا۔
"پورے پانچ لاکھ جگنو!" ماں کے لہجے میں افسوس تھا بلکہ گہرا دکھ..... اسے لگا کسی نے بہت زور سے اس کے دل پہ گھونسا مارا ہو۔
"صرف پانچ لاکھ؟" جگنو نے مایوسی سے کہا۔
"کیوں' اب تجھے بھی لالچ پڑ گیا ہے؟ ایک وہ تیرا باپ جو پچاس پیسے کے لیے ترستا ہے اور تو..... پانچ لاکھ

کم دکھتے ہیں تجھے۔" طنزاً کہتے کہتے اس کے لہجے میں نفرت در آئی۔

"پانچ لاکھ بہت تھوڑا ہوتا ہے ماں!" اس نے کہنا چاہا۔

"جب تو کمانے لگے گا تو دیکھ لوں گی تجھے بھی......" ماں نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا۔ "اور اب تو وہ بھی نہیں ملنے کے...... وہ نگوڑا ذلیل اپنا سر پھاڑ کر بیٹھ گیا۔" ماں نے تنفر سے کہا۔

"اچھا ماں! اگر میں کہوں کہ یہ میری سازش ہے تو کیا کہے گی تو؟"

"ہائیں! وہ کیسے......؟" ماں نے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو گال پہ رکھ کر تعجب سے کہا۔ اس نے سر جھکا لیا۔ ماں کی اس انوکھی ادا نے اس کا دل موہ لیا۔ زندگی میں پہلی بار ان ماں بیٹے نے اتنی لمبی بات کی تھی۔

"بہت سستا سودا کیا ہے تو نے......" وہ آہستگی سے بولا۔

"جا! میرا سر نہ کھا! پتا نہیں کیا بکتا ہے؟" ماں نے اسے ہاتھ سے پرے دھکیلا۔

"اس بار میں نے سوچا تھا ذرا زیادہ پیسے ہاتھ آئیں گے تو تجھے ہاسٹل میں داخل کروا دوں گی۔" وہ سمجھا ماں کو اس کی بہت فکر ہے وہ ابھی خوش بھی نہ ہو پایا تھا کہ ماں نے اس کی خوش فہمی پہ پانی پھیر دیا۔ "میری تو جان چھوٹے...... یہاں طعنے تو نہ سننے پڑیں گے۔ ایک وہ تیرا باپ کم بخت اب کہتا ہے مجھے میرا بیٹا واپس کر۔ بوڑھا ہوگیا بدبخت تو بیٹا یاد آ گیا ورنہ کبھی پلٹ کر بھی نہ دیکھا تھا۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ جان چھڑانے کی بات کر رہی تھی۔

"پھر بھی ماں! پانچ لاکھ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔" اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ "کوئی میری ماں کی ممتا کو پانچ لاکھ میں خریدے لے یہ مجھے گوارا نہیں۔ ماں! آج تیرا بیٹا جوان ہوگیا ہے آج تیرے بیٹے کی غیرت جاگ اٹھی ہے۔" وہ چلایا۔

وہ تو اب بھی تھی اس کی تکرار کو۔

"اچھا...... اچھا...... اچھا...... میں اب سمجھی تجھے بھی اپنے باپ والی غیرت کی بیماری لگ گئی؟" ماں نے حیرت سے طنز کیا۔

"بدبخت! کہیں تو اپنے باپ سے تو مل کر نہیں آیا؟" اسے شک ہوا۔

"اسی نے پڑھائی ہوں گی تجھے یہ پٹیاں......" ماں نے حقارت سے کہا۔

"کم بختوں! تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ صرف غیرت سے پیٹ نہیں بھرتا؟ اس جہنم کو بجھانے کے لیے پیسہ کمایا جاتا ہے۔" ماں نے گویا ان باپ بیٹے کی کم عقلی پہ ماتم کیا تھا۔

"پیسہ کمانے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ......" اس کی آواز غم و غصہ سے بوجھل ہوگئی۔

"اچھا بس......!" ماں نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوکا۔ "مجھے تیری نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہے اور یہ مت بھول میں تیری ماں ہوں۔ تو میرا باپ نہیں ہے۔" ماں نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔

"ماں! تو کس لیے سوگ منا رہی ہے کیوں بیواؤں کی طرح کالی چادر اوڑھے بیٹھی ہے کہیں میرا باپ مر تو نہیں گیا؟" اس نے دہل کر کہا۔ وہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم تھا جیسے ماں کے ہوتے ہوئے مسکین۔

"ارے کہاں بھلا! وہ سخت جان یونہی نہیں مرنے والا...... کم بخت تیری اور میری جان لیے بغیر نہیں مرے گا۔" ماں کی ہر بات صدمہ پہنچانے والی تھی۔ وہ آج اگر مخاطب تھی تو بھی کیا فائدہ۔

"چلو پھر ہم بابا کو ڈھونڈ لیتے ہیں اب ہم یہاں نہیں رہیں گے۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ماں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "چل نا ماں! بس اب بہت ہو چکی۔" اس نے ضد کی۔

"جا...... جا! تو بھی اپنے باپ کی طرح جا کے دھکے کھا......! اور آئندہ مجھے اپنی صورت مت دکھانا۔" ماں نے اسے دھکے دے کر کمرے سے نکال دیا۔ وہ وہاں سے نکلا تو نکلتا چلا گیا لیکن اس نے سوچ لیا تھا اسے سیاہ راتوں کا غبار نہیں بننا اور خدا کو شاید اس پہ رحم آ گیا تھا کہ اس کی ملاقات اپنے باپ سے ہوگئی۔

○❖○❖○
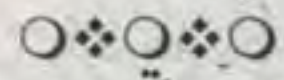
باہر ہلکی ہلکی رم جھم ہو رہی تھی۔ وہ اس موسم کی دیوانی تھی۔ بالکل اچانک قطعی غیر متوقع حادثہ تھا یہ بعید از قیاس...... مگر جو ذرا سی بھی بھنک پڑ جاتی کہ قسمت یہ چال چل رہی ہے تو شاید وہ کوئی نہ کوئی سدباب کر لیتی مگر بھلا قسمت پہ کسی کا زور چلا ہے؟ ہاں شاید وہ اتنا ضرور کر لیتی کہ ہر منظر کو بہت باریک بینی اور بہت غور سے دیکھ لیتی۔ ہر شے پہ الوداعی نظر ڈال لیتی اور سارے رنگ اپنے اندر اتار لیتی اپنے اندر جذب کر لیتی مگر اسے تو کچھ بھی پتا نہیں تھا جب آنکھ کھلی تو سارے رنگین مناظر محض ایک سیاہ رنگ کی چادر میں منہ چھپا کر بیٹھ گئے تھے۔ وہ ڈرائنگ روم کی سڑک پہ کھلنے والی کھڑکی کھول کر کھڑی ہوگئی ہوا کے دوش پر بارش کے قطرے اس کے چہرے کو بھگو جاتے۔

"کیا کر رہی ہو؟" وہ کرختگی سے بولا تھا۔

"کچھ نہیں امنگ! بھلا میں کیا کر سکتی ہوں؟" وہ اس کے لہجے پہ توجہ دیئے بنا خود ترسی کا شکار ہو کر بولی۔ پھولوں اور تتلیوں کی باتیں چاندنی اور بارشوں کے قصے اور خوابوں اور خیالوں کی باتیں کرنے والا امنگ کہیں کھو گیا تھا۔ یہ امنگ تو بہت اجنبی تھا اس کے لیے۔ وہ تشنہ لب رہ گئی تھی ایک ایسے تشنہ لب کی پیاس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہوتا ہے جس کے لبوں سے ساغر لگا کر ہٹا لیا گیا ہو۔ تشنگی کی شدت اپنی انتہاؤں کو پہنچ جاتی ہے پیدائشی نابیناؤں کے لیے تو شاید یہ سب دشوار نہ ہو مگر جنہیں اس تاریکی میں رہنے کی عادت نہیں ہوتی ان کی وحشت کا اندازہ کرنا دشوار ترین امر ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد امنگ نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑکی سے ہٹایا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹھک ٹھک کی آواز سنی تھی۔

"امنگ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی۔

"اس کھڑکی کو سیل کر رہا ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کیوں؟" وہ چیخ اٹھی۔ کھڑکی بند ہو چکی تھی یا نہیں...... وہ نہیں جانتی تھی لیکن گھٹن سے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ "میں روشنی سے محروم ہوں امنگ! کم از کم تازہ ہوا کا روزن تو بند نہ کیجیے۔" اس نے گڑگڑا کی التجا کی۔ مگر اس پر خاک اثر نہ ہوا۔ آخر وہ ضبط کھو بیٹھی اور پھوٹ پھوٹ

انوشہ ارمان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیوں کیسا محسوس ہوا لگ رہا ہے نا کہ میں ایک بہت ہی چھٹنی بچی ہوں مجھے بھی کبھی ایسا ہی لگتا ہے لیکن جلد ہی سب یہ غلط فہمی دور کر دیتے ہیں ارے ٹھہریئے میرا نام تو سن لیں جی جناب میرا نام ہے انوشہ ارمان۔ میرا اسٹار Tarras ہے اسٹارز پر تب یقین رکھتی ہوں جب پورا ہفتہ اچھا گزرے۔ زندگی کے تین کام ہیں کھانا سونا اور عبادت کرنا۔ بی اے میں ہوں فرینڈز بہت ساری ہیں ہزار بھی کہوں تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ میں فرینڈز بنانے کی بہت شوقین ہوں۔ میری دوستوں میں سمعیہ ثمن زینب ثمینہ شمائلہ صالحہ مدیحہ فہدیہ بینش ریحانہ وغیرہ ہیں۔ کھانے میں بریانی اور قورمہ بہت پسند ہے۔ پرفیوم سب ہی اچھی لگتے ہیں۔ نقلیں بہت اتارتی ہوں بقول میری امی کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ ہر وقت ہنستی رہتی ہوں پریشان رہنا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ کبھی کبھی غصہ آتا ہے تو بہت زیادہ آتا ہے۔ زندگی میں صرف دو لوگوں کی باتوں کا جواب نہیں دیا ایک اپنے ابو کو اور ایک اپنی فرینڈ ثمینہ کو۔ آدھی جان جسم میں اور آدھی آنچل میں ہے کوئی ڈائجسٹ آنچل کا مقابلہ نہیں کر سکتا آنچل پڑھنے والوں کے لیے صرف ایک ہی پیغام ہے اپنی زندگی سے جھوٹ ختم کر دو تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

کررودی۔ امنگ نے آج اس کے ضبط کی آخری حدوں کو بھی چھولیا تھا۔ آج اس کے صبر وضبط کے تمام پیمانے لبریز ہوگئے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے لیلیٰ کے جینے کے تمام اسباب ختم کرتا جارہا تھا لیکن لیلیٰ پر یہ آج تک نہ کھلا تھا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟

○❖○❖○

وہ اپنے باپ کے ساتھ اس کے گھر آیا۔

"یہ میرا گھر ہے۔" بابا نے فخر سے کہا۔ گھر کیا تھا مٹی کی نیچی دیواریں' لکڑی کا دروازہ' چھوٹا سا کمرا' صحن میں لگا نیم کا ٹنڈ منڈ درخت۔

"ایسا ہی گھر میرا خواب تھا بابا! اس کی آواز بھرا گئی۔

"بابا اب تمہیں گلیوں میں پھرنے کی ضرورت نہیں۔ میں کما کر لاؤں گا اور تمہیں کھلاؤں گا اور ہم اس گھر میں سکھ اور شانتی سے رہیں گے اور اگر وقت ملا تو پڑھوں گا بھی......" اس نے منٹوں میں زندگی کا لائحہ عمل ترتیب دے دیا۔ بابا کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"ہاں! میری یہ خواہش ہے کہ تو پڑھ لکھ کر بڑا افسر بنے۔"

"ایسا ہی ہوگا بابا!" اس نے بابا کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر یقین دلایا۔

پھر اس نے شہر کے کسی بڑے جنرل اسٹور پہ ملازمت حاصل کرلی۔ یہ کام مشکل نہیں تھا' جب فارغ ہوتا تو کتاب لے کر بیٹھ جاتا۔ چند ماہ پیسے جمع کیے اور سیکنڈ ٹائم کالج میں ایف ایس سی کے لیے ایڈمیشن لیا۔ وہاں استاد جی سے ٹاکرا ہوگیا۔ انہوں نے اسے دیکھا تو خوشی سے نہال ہوگئے۔ وہ کالج ان کے دوست کا تھا۔ جس میں ان کا بھی شیئر تھا۔ انہوں نے اس کی مالی حالت کے پیش نظر اس کی فیس میں خصوصی رعایت کی۔ کالج میں ہی اس کی ملاقات امنگ سے ہوئی۔ پیش رفت امنگ نے ہی کی تھی اور پہلی بار میں ہی بے تکلف ہوگیا۔

"پتا نہیں یار! تم میں ایسا کیا ہے' دیکھتا ہوں تو دل کرتا ہے دیکھتا ہی رہوں۔" جگنو نے کوئی جواب نہیں دیا بس لاتعلقی سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ "کوئی پریشانی ہے کیا؟" امنگ نے پوچھا۔ "آج سے ہم پکے دوست ہیں' جو دل میں ہو بلا جھجک کہہ ڈالو۔" امنگ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

"غم خوار کسی کو بنائیں کیا' اس میں بھی خسارہ اپنا ہے
جو ساری عمر چھپائے ہیں' وہ راز بتانے پڑتے ہیں
وہ مضمحل سا گنگنایا۔

"واہ یار! کیا بات ہے تیری۔" امنگ نے داد دی۔

"ویسے اتنی سی عمر میں ایسے کون سے راز چھپائے پھرتا ہے کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔" امنگ نے کریدا۔

"کچھ نہیں' بس یونہی!" جگنو نے اکتا کر کہا۔ پھر امنگ' جگنو کو اپنے بارے میں بتانے لگا کہ وہ اپنے ماموں اور مامی کا لاڈلا بھانجا ہے۔

"پتا ہے ماما سائیں نے مامی جی سے شادی اسی شرط پہ کی تھی کہ وہ پہلے مجھے اپنا بیٹا تسلیم کریں گی پھر ماما سائیں انہیں اپنی بیوی مانیں گے ہے نا مزے کی بات۔" امنگ ہنسا۔ جگنو نے چند لمحے اسے رشک سے دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔ "مامی جی نے مجھے کبھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی پھر بھی کبھی کبھی میں سوچتا ہوں' ماں کیسی ہوتی ہے؟ جگنو! کیا تم جانتے ہو ماں کیسی ہوتی ہے؟" وہ بڑے اشتیاق سے پوچھ رہا تھا۔ جگنو کے خوب صورت چہرے پہ سایہ سا آ کر گزر گیا اور وہ بے ساختہ نظر چرا گیا۔ "میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ کاش میں اپنی ماں کو دیکھ پاؤں؟" امنگ نے اپنے بالوں میں انگلیاں پھنسا لیں اور غیر مرئی نقطہ پر نگاہ جمائے ساکت بیٹھا رہا۔ جگنو کو اس سے ہمدردی محسوس ہونے لگی' وہ بھی جگنو کی طرح تشنہ لب لگ رہا تھا۔

"کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟" جگنو نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

امنگ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ماما سائیں کہتے ہیں کہ وہ مرگئی ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہے۔ سچ کیا ہے' یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔" امنگ نے گہرا سانس لیا پھر لب بھینچ کر سابقہ انداز

میں بیٹھ گیا۔

"سنو جگنو!" پھر کسی خیال کے تحت اس نے سر اٹھایا۔

"کیا تم مجھے اپنی ماں سے ملواؤ گے؟" اس کے لب ولہجے میں حسرت کے کئی جہان آباد تھے۔

"ہرگز نہیں!" جگنو نے سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیا۔

"ٹھیک ہے' تمہاری مرضی!" وہ دل گرفتگی سے بولا۔

○❖○❖○

چند روز بعد وہ جگنو سے ملا تو بہت پر جوش تھا۔

"یار! ایک مزے کی بات بتاؤں؟ کل رات میرے دوست مجھے ایک کوٹھے پہ لے گئے۔" وہ رازداری سے بولا۔ جگنو کا رنگ فق ہوگیا' امنگ اپنی دھن میں مست اس کی حالت سے بے خبر بولتا رہا۔ "کچھ دنوں کی بات ہے مجھے اپنے گھر میں ایک تصویر ملی' میں نے ماما سائیں سے پوچھا کس کی ہے تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ تصویر مجھ سے جھپٹ کر پھاڑ دی اور کل میں نے اسی تصویر والی کو وہاں دیکھا تو سب سمجھ گیا۔ ماما سائیں بہت پارسا بنتے ہیں۔" وہ ہنسا۔ "آج ان کا بھی پول کھل گیا۔" وہ سرشار تھا جیسے کوئی جہان فتح کرلیا ہو۔ "جگنو! خدا جانتا ہے اس عورت میں کیا تھا۔ اتنی کشش میں نے کبھی کسی عورت میں محسوس نہیں کی۔ میرا دل کرتا تھا میں اس کے قدموں میں نثار ہو جاؤں' ایسے لگتا تھا جیسے اس سے صدیوں پرانا کوئی رشتہ ہو...... ایسا رشتہ جس کا کوئی نعم البدل نہ ہو...... میرے احساسات بہت عجیب سے ہو رہے ہیں جنہیں نہ میں سمجھ پا رہا ہوں نہ ان سے چھٹکارہ ہی مل پا رہا ہے مجھے...... جگنو! خدا ہی جانتا ہے کیوں...... لیکن میں اسے ایک پل کے لیے بھی اپنے ذہن سے ہٹا نہیں پا رہا...... صرف اس لیے نہیں کہ وہ بہت خوب صورت ہے' جس طرح تو بہت خوب صورت ہے......"

پھر وہ اپنی بات پہ گڑبڑایا۔ "خیر تو بھی چلنا کسی وقت میرے ساتھ...... کل تو ہم نے صرف رقص دیکھا تھا کبھی موقع ملا تو......" اس نے آنکھ دبا کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ جگنو کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ "ویسے ایک بات ہے جگنو! وہ عورت اپنے نام کی طرح سراپا مضراب ہے۔" جگنو کو جھٹکا سا لگا وہ جو من من بھر کے قدم گھسیٹتا ہوا اس کے ہم قدم چل رہا تھا' ایک دم امنگ کے مقابل آ کھڑا ہوا...... "تت...... تجھے کیا ہوا؟" امنگ نے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ جگنو نے امنگ کے منہ پہ زوردار تھپڑ رسید کیا تو وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ جگنو چند قدم چلا پھر گھٹنوں کے بل وہیں بیٹھ گیا۔ اس کا جھکا ہوا سر زمین سے لگ گیا' امنگ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"جگنو! تو نے مجھے تھپڑ کیوں مارا؟ میں نے تجھے دوست کہا ہے نا اس لیے میں تجھ سے اس بارے میں باز پرس نہیں کروں گا لیکن تیرے ساتھ کیا مسئلہ ہے' یہ تجھے بتانا پڑے گا؟" جگنو نے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور آنکھیں سرخ انگارہ۔

"تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ تم کسی کی ماں کے بارے میں ایسی باتیں کرو۔" جگنو نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"واہ یار! کیا بات ہے تیری؟" امنگ ہنس دیا۔ "بیٹا! کس دنیا میں رہتا ہے تو...... ایسی عورتوں کے لیے ماں جیسا لفظ ماں کی حرمت پہ تازیانہ ہے۔ اور تو ان سے ہمدردی جتانے چلا ہے؟" امنگ نے مذاق اڑایا۔

"ماں' ماں ہوتی ہے بس......!" جگنو نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "تم کچھ نہیں جانتے۔"

"ہاں! اور تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے؟" امنگ استہزائیہ ہنسا۔

"وہ قربان حسین کی بیوی ہے۔" جگنو نے آہستگی سے کہا۔

"وہ غریب آباد کی گلیوں میں رلنے والا خبطی بوڑھا؟" امنگ نے پوچھا۔ جگنو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "اس نے دعویٰ کیا کہ مضراب اس کی بیوی ہے؟" امنگ کے اگلے سوال پہ جگنو نے پھر ہاں میں سر ہلا دیا۔ "اور تم نے

مان لیا؟'' امنگ کی جرح پہ جگنو نے مختصراً ہاں کہا۔ ''شاید تیری اسی سادگی نے مجھے تیرا اسیر کیا ہے۔'' امنگ نے گہرا سانس لیا۔

''ایک بات بتا یار!'' امنگ نے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھے۔

''اگر یہ دعویٰ میں کروں تو کیا تم مان لو گے؟'' جگنو نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ''اگر میں کہوں کہ مضراب میری بیوی ہے تو......؟''

''امنگ!'' جگنو پوری قوت سے چلایا۔ ''مضراب میری ماں ہے۔'' امنگ کے اس کے کندھوں پہ رکھے ہاتھ بے جان سے ہو کر نیچے گرے اور وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے جگنو کو دیکھتا رہ گیا۔

''تمہارا اور میرا درد مشترک ہے جگنو! ہو سکے تو مجھے معاف کر دو میں نے جو کہا انجانے میں کہا۔'' وہ اس کی بات سمجھا نہیں تھا مگر پھر بھی اس شرط پہ اسے معاف کر دیا کہ وہ آئندہ کبھی وہاں نہیں جائے گا۔ امنگ اسے اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا' اس کی جگنو کے لیے دیوانگی عجیب تھی' وہ بے اختیار جگنو کی طرف کھنچتا تھا لیکن اس کے الفاظ جب جگنو کو یاد آتے تو وہ اسے معاف کر دینے کے باوجود اس سے کترا جاتا۔ دوسری طرف کرن نے جگنو کے دل میں جگہ بنالی تھی' وہ کسی گاؤں کی لڑکی تھی جو شہر میں اپنے چچا کے پاس فلیٹ میں رہتی تھی۔ وہ کرن کی سادگی کا اسیر تھا' کرن اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی جسے وہ چاہنے لگا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جگنو کو جو جاب ملی تھی وہ بہت پرکشش تو نہیں تھی لیکن جنرل اسٹور کی ملازمت سے کہیں بہتر تھی اور وہ یہ خوشی سب سے پہلے کرن کے ساتھ شیئر کرنا چاہتا تھا۔

اطلاعی گھنٹی بجنے پر اس نے لپک کر دروازہ کھولا۔ جگنو باہر کھڑا دلآویزی سے مسکرا رہا تھا۔ کرن کا لباس دیکھ کر جگنو جھجک سا گیا۔ اس نے اندر جانا مناسب نہ سمجھا۔

''اندر آؤ نا!'' کرن نے اسے کھینچ کر اندر کر لیا۔

''ایک خوش خبری ہے۔'' جگنو نے اس کی طرف دیکھے بنا کہا۔ کرن کے کچھ کہنے سے پہلے ہی خواب گاہ کا دروازہ زوردار آواز سے کھلا' وہاں داؤد کھڑا مسکرا رہا تھا' اس کریہہ صورت شخص کو دیکھ کر جگنو کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے دنیا میں اگر اسے کسی سے شدید نفرت تھی وہ یہی بدصورت شخص تھا۔

''میں تم لوگوں کی تنہائی میں مخل ہوا اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔'' اس نے حقارت سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا اور الٹے قدموں وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

موبائل فون کافی دیر سے بج رہا تھا۔ امنگ شاید باتھ روم میں تھا' اس نے ٹٹول کر موبائل فون ڈھونڈا اور کال ریسیو کی' ابھی صرف سلام دعا ہی ہوئی تھی کہ امنگ نے پیچھے سے اچانک فون جھپٹا اور کال ڈس کنیکٹ کر کے بیڈ پر پھینک دیا۔

''آخر تم ہر وہ کام کیوں کرتی ہو جو مجھے ناپسند ہے؟'' وہ اس کے سر پہ کھڑا چلایا تو وہ تمسخر سے ہنس پڑی۔

''آپ کی کیا بات ہے جناب! آپ کو تو میرا اٹھنا' بیٹھنا' چلنا' پھرنا' کھانا پینا یہاں تک کہ سانس لینا بھی ناپسند ہے تو پھر ایک ہی بار میرا گلا دبا کر مجھے مار ڈالیے یوں قسطوں میں مارنے کی آپ کو بھی زحمت نہ ہو۔'' وہ دوبدو ہوئی۔ ''ادھر میں اندھی ہوئی ادھر ماں باپ کی آنکھیں بند ہوئیں' اور آپ نے بجائے ان کے احسان مند ہونے کے اپنی اصلیت دکھانی شروع کر دی اور آخر ثابت کر دیا کہ آپ کس خود غرض عورت کی اولاد ہیں جس نے باپ بھائی کی' مرے ہوئے شوہر کی عزت......'' ماں کے طعنہ نے اسے دیوانا سا کر دیا اس نے لیلیٰ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کئی تھپڑ اس کے منہ پہ مار دیئے تھے لیکن وہ بالکل نہیں روئی۔ ''بس یہی کسر رہ گئی تھی...... میں تو کب سے انتظار میں تھی کہ آپ اپنا یہ آخری ہتھیار کب استعمال کرتے ہیں؟'' وہ تاسف سے بولی۔

○❖○❖○

اگلے روز کرن خود اس سے ملنے آئی تھی لیکن کیا فائدہ' اب تو وہ اس کے دل سے اتر چکی تھی۔ کرن کو اس نے جس روپ میں دیکھا تھا' وہ بہت سادہ' پرخلوص اور بے ریا تھا اور وہ اسے ایسا ہی سمجھتا تھا لیکن جب سے اس نے کرن کی اصلیت جانی تھی' انگاروں پہ لوٹ رہا تھا۔ وہ رات اس نے جس کرب میں گزاری تھی' وہی جانتا تھا۔ پتا نہیں کرن کی ایسی دوستیاں کتنے لوگوں سے تھیں۔ آج اس نے جانا کہ وہ ایک عرصہ سے سراب کے پیچھے دوڑ رہا ہے جیسے ابھی آنکھ کھلی تھی اور وہ خواب سے جاگا تھا۔

کل شب تیرا خیال بڑی دیر تک رہا
دل درد سے نڈھال بڑی دیر تک رہا
جاگا تو میرے سامنے تھی ہجر کی خبر
ہاں خواب میں وصال بڑی دیر تک رہا
میرے علاوہ کس کس سے تو رکھتا تھا رابطے
آنکھوں میں یہ سوال بڑی دیر تک رہا

''بہت افسوس کی بات ہے کہ میں نے تم سے محبت کی' طوائف تو سرعام طوائف کہلاتی ہے اور تم کیا ہو؟ فاحشہ! سامنے کچھ اور پیچھے کچھ...... بدکار' بے حیا اور بے غیرت۔'' غیظ و غضب سے جو اس کے منہ میں آیا وہ کہتا گیا۔ اسے جو چوٹ لگی تھی تو پھر یہ سب فطری تھا۔

''ویسے یہ تو طے ہے کہ تمہیں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں...... اونہہ! ماں طوائف اور غیرت مند بیٹا؟'' وہ زخمی ناگن کی طرح پھنکاری تھی۔ اس نے جگنو کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ کر اسے بے بس کر دیا تھا۔ باپ کو سپرد خاک کرنے کے بعد وہ بھری دنیا میں تنہا رہ گیا تھا۔ کرن نے اس کے زعم کی ساری دیواریں ریت کی طرح ڈھا دی تھیں۔ اپنے خیالوں میں گم وہ سڑک پہ چلتا جا رہا تھا' اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔

''جگنو!'' سامنے سے آتے شخص نے اسے پکارا تو چونکا اور اپنے اس محسن کے قدم چھونے کے لیے جھکا تو انہوں نے اسے کندھوں سے تھام لیا۔ ''کیسا ہے میرا شہزادہ!'' انہوں نے اشتیاق سے اس کے روشن چہرے کو دیکھا۔ اس کے سیاہ بال اس کی کشادہ پیشانی پہ بکھرے ہوئے تھے' گزری رتوں کے جبر کی کہانیاں' زندگی کی محرومیوں' تنہائیوں

اور صعوبتوں کے سارے فسانے اس کے رخ روشن پہ رقم تھے جو بتا رہے تھے کہ اس نے درد کے بہت سے جام پیے ہیں اور آبلہ پا تپتی زمین پہ ننگے پاؤں چلا ہے۔

"بس استاد جی! آتی جاتی سانسوں کی ایک ڈوری بندھی ہے جس نے زندہ رکھا ہوا ہے جب تک میرے حصے کی ذلت و رسوائی پوری نہیں ہوتی میں مر نہیں سکتا پھر ہم جیسوں کو یوں بھی اس دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں جو دنیا کی بھیڑ میں تنہا ہیں۔" وہ مایوسی سے مسکرا کر بولا۔

"ایسی مایوسی کی باتیں نہیں کرتے بیٹا! اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ تم تنہا نہیں ہو دنیا کا ہر مسلمان تمہارا بھائی ہے۔" استاد جی نے نرمی سے کہا۔

"بہتر ہے مجھ سے اس موضوع پر بات نہ ہی کریں۔ آپ نہیں جانتے میں تنہا کن عذابوں سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں آپ ہمیشہ مجھے نصیحت کرتے ہیں زندگی کے گر بتاتے آئے ہیں لیکن میری طرح آپ زندگی کی بھٹی سے نہیں گزرے۔ آپ نے آگ کو دور سے دیکھا ہے اس لیے آپ کو آگ کی دلفریب حدت خوب صورت لگتی ہے آپ میری طرح اس آگ میں جل کر بھسم نہیں ہوئے آپ جل جانے اور بھسم ہونے کی تکلیف سے ناآشنا ہیں آپ نے زندگی بخش حرارت کا مزہ چکھا ہے آپ نہیں جانتے یہ زندگی بخش حرارت میرے لیے کتنی جان لیوا ہے۔" وہ بولنے پہ آیا تو بولتا چلا گیا۔

"پھر بھی تم نے زندگی کے بارے میں مستقبل کے بارے میں کچھ تو سوچا ہوگا؟" انہوں نے پوچھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے استاد جی ہم جیسوں کا اس معاشرے میں کیا مقام اور کیا عزت ہوتی ہے کہ ہم اپنی زندگی کا ایسا لائحہ عمل ترتیب دیں جیسا کہ عام لوگ کرتے ہیں۔" وہ الٹا انہی سے پوچھنے لگا۔ وہ خاموش رہے شاید ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ "میں دنیا و آخرت میں برباد ہوگیا استاد جی! یہ دنیا میرے لیے جہنم ہے لیکن میں تو آخرت میں جنت کا حقدار بھی نہیں کیونکہ جنت ماں کے قدموں میں ہوتی ہے لیکن میری ماں کے قدموں میں جنت نہیں، گھنگرو ہیں۔" وہ ہنسا، استاد جی نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ "شاید میرے مقدر میں گھنگھرو کی چھم چھم اور طبلے کی تھاپ ہی ہے شاید میں انہی تاریک راہوں کا مسافر ہوں جو ہر رات ایک نئی منزل سے متعارف ہوتا ہے اور صبح ہوتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ منزل نہیں صرف سراب تھا...... ہاں استاد جی! ہاں میں بھی طوائف کی پازیب کے ان گھنگھروؤں کی طرح ہوں جنہیں ایک جھٹکے سے توڑ دیا جائے، جسے جب جی چاہا پاؤں کی زینت بنالیا، جب جی چاہا اتار کر پھینک دیا۔ میں بھی طوائف کے گھنگھروؤں کی طرح بے بس ہوں۔" وہ وہیں سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رودیا۔ استاد جی نے اس کا سر اپنے سینے سے لگالیا۔

○❖○❖○
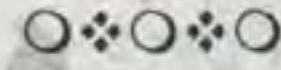
"لیلیٰ! اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ امنگ مر گیا ہے تو تم کیا کرو گی؟" اس نے لیلیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا تو لیلیٰ کی آنکھ سے آنسو ٹپک کر اس کے ہاتھ پر گرے اور اسے جواب مل گیا۔ "تو پھر لیلیٰ تم جی بھر کر رولو۔ میں بھی بہت تھک گیا ہوں ڈھیروں رازوں کا بوجھ ڈھوتے ہوئے، تمہارے ابو چاہتے تھے تم پہ یہ راز کبھی نہ کھلے کہ امنگ مر چکا ہے۔ لیلیٰ امنگ تو اس حادثہ میں موقع پہ ہی جاں بحق ہوگیا تھا۔ تمہارے ابو کو یہ خبر سن کر ہارٹ اٹیک ہوا تھا، وہ چاہتے تھے کوئی ایسا ہو جو تمہیں اپنا لے یہ جانے بغیر کہ تم......" وہ رکا۔

"کہ میں اندھی ہوں۔" لیلیٰ نے تیزی سے اس کی بات اچکی۔

"ہاں...... اور مجھ پہ یہ راز تم سے شادی کے بعد ہی کھلا تھا۔ میں انہیں اپنے بارے میں بہت کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن اس وقت انہیں میرے حسب نسب سے کوئی غرض نہیں تھی انہیں صرف تمہاری فکر تھی...... پھر میں بھی خود غرض ہوگیا۔ ایک باعزت نام و مقام ایک گھر اور ایک شریف عورت کی طلب نے مجھے اندھا کردیا اور میں پانچ سال تک تمہارے جذبات سے کھیلتا رہا۔ میں جانتا

ہوں کہ جب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا تو تم بھی مجھ سے نفرت کرنے لگو گی لیکن اس سے پہلے میں تمہیں ایک بات بتاؤں وہ یہ کہ کل جو تم نے مجھے امنگ سمجھ کر ماں کے حوالے سے طعنے دیئے تھے اسی سے مجھ پہ یہ راز کھلا ہے کہ امنگ میرا بھائی ہے۔ ہم دونوں کی ماں ایک ہی عورت ہے، فرق صرف پہلے اور بعد کا ہے اور امنگ اور میں جو بے اختیار بلکہ دیوانہ وار ایک دوسرے کی طرف کھنچتے تھے تو شاید یہ اسی سفید خون والی ماں کی نسبت تھی۔ امنگ نے بارہا چاہا کہ میں اس کے ساتھ اس گھر میں آؤں وہ مجھے اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا لیکن قدرت کو میرا یہاں آنا منظور تو تھا لیکن اس طرح، جس طرح نہ تو امنگ نے سوچا ہوگا اور نہ ہی میں نے سوچا۔" امنگ کی یاد نے اسے رلادیا تو وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے آنسو بہاتا رہا۔ "میں نے ڈاکٹر سے بات کی ہے تمہاری آنکھوں کے علاج کے لیے ڈاکٹر نے سو فیصد امید دلائی ہے، بہت جلد تم اپنی آنکھوں سے ہر چیز کو دیکھ سکو گی اس کے بعد اگر تم کہو گی تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔ تمہیں پورا حق ہے کہ تم اپنی زندگی کا کوئی بھی فیصلہ اپنی مرضی سے کرسکو۔" وہ اس کے پاس سے اٹھنے لگا تھا جب لیلیٰ نے پوچھا۔

"آپ کون ہیں؟" وہ کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں...... جگنو ہوں۔ بقول امنگ، خبطی بوڑھے کا بیٹا جس کا نام ماسٹر قربان حسین ہے۔" وہ حیران رہ گئی۔ وہ چہرہ جو آج بھی اس کے تصور میں محفوظ تھا، وہ پانچ سال سے اس کے ساتھ رہ رہا تھا اور وہ گھنٹوں اسے فرصت سے سوچا کرتی تھی، وہ اس کے قریب تھا اور وہ بے خبر رہی۔ اس کی آواز امنگ سے کتنی مشابہہ تھی، اسے امنگ کے ساتھ کیا ہوا آخری سفر یاد آیا جب اس نے کہا تھا۔ "اگر میں مر جاؤں تو تم بے شک اس سے شادی کرلینا، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

اور اسی روز تو وہ حادثہ ہوا تھا جس نے لیلیٰ کی بینائی اور امنگ کی جان لی تھی۔ قدرت نے لیلیٰ کو جگنو سے ملانے کے لیے کتنا بھیانک کھیل کھیلا تھا۔

"تو کیا آپ بھی امنگ کی طرح مجھے چھوڑ جائیں گے؟" لیلیٰ نے بھیگی آواز میں پوچھا۔

"تمہیں پورا حق ہے کہ تم اپنی مرضی سے......"

"میری یہی مرضی ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"سب کچھ جانتے ہوئے بھی؟" جگنو نے طنزاً کہا۔

"ہاں...... اور مجھے بے تابی سے انتظار ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ سکوں۔" وہ بے قراری سے بولی۔

"لیلیٰ تمہارا دل بھی تمہاری طرح بہت خوب صورت ہے کہ تم اتنی خوش دلی سے مجھے اپنا رہی ہو، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک......"

"اونہوں!" لیلیٰ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ٹوک دیا۔

وہ سیاہ شب کا غبار تو نہیں بنا تھا لیکن خوب صورت دل اور روشن چہرے والی لیلیٰ قدرت نے پھر بھی اس کے مقدر میں لکھ دی تھی۔

"آئی لو یو لیلیٰ!" جگنو کی سرگوشی پہ وہ زور سے ہنس دی۔

قسط نمبر 33

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

حالات کے حوالے سے دیکھا ہے آپ نے
لکھا نصیب کا ہے مری ہار تو نہیں
کل کی طرح بلند ہیں سب حوصلے میرے
کشتی بھنور میں آئی ہے کردار تو نہیں

معارج تغلق اس کے جھکے ہوئے سر کو اور الجھن سے پر چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر جانے کیوں مسکرا دیا۔ وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ وہ سر جھکائے کسی طوفان کے دہانے پر کھڑی تھی۔ دھان پان سر کو تھوڑی سے تھام کر اوپر اٹھایا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔ وہ بھی اس کی سمت دیکھنے لگی۔ نظروں میں کچھ تھا کوئی شکوہ یا شکایت یا پھر الزام؟ معارج تغلق نے اس چہرے کو بغور دیکھا۔ نظروں میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ مگر انائیا ملک تھک کر اس کی طرف سے نظریں پھیر گئی تھی۔

''معاملہ کیا ہے انائیا معارج تغلق...... کسی بات کا خوف ستا رہا ہے؟'' وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ انائیا ملک نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں اس گھڑی کوئی سمندر رکا ہوا تھا۔ وہ ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اسے آنکھوں سے ہی قتل کر دے گی۔ اس کی نظروں میں بے پناہ ناراضگی تھی۔ وہ کسی بات پر اس سے بہت خفا تھی۔ کوئی بات اسے حد سے زیادہ بری لگی تھی، مگر وہ بیان کرنا نہیں چاہتی تھی اور معارج تغلق خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ انائیا ملک کی آنکھوں کے سمندر بندھ توڑ کر راستا بنانے لگے تھے۔ اس کیفیت میں وہ کمرے سے نکل جانا چاہتی تھی۔ مگر معارج تغلق نے کلائی تھام لی تھی۔

''اگر کچھ کہنا ہے تو کہہ سکتی ہو اندر دل میں رکھنے سے بوجھ بڑھ جاتا ہے اور تمہارا ناتواں وجود کوئی بوجھ سہے مجھے گوارہ نہیں۔'' معارج تغلق نے مہربان ہونے کی کوشش کی۔

انائیا ملک نے پلٹ کر اسے گھورا اور معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر آنکھوں کی نمی کو پوروں پر لے کر نمکین قطرے کو بغور دیکھا۔

''احتجاج کس بات پر ہے؟ بے سکونی کیوں ہو گئی اچانک سے؟ ایسا کیا کر دیا ہمت کر کے کہہ سکتی ہو تو تالے کیوں لگائے ہوئے ہیں لبوں پر؟''

''کلائی چھوڑیے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے بولی۔

''کیوں کیا ہوا؟'' وہ جاننے پر بضد تھا۔

انائیاملک نے جواب نہیں دیا۔ معارج تغلق چہرہ اس کے چہرے کے قریب لے آیا۔ پھر مدہم سی سرگوشی اس کے کان میں کی۔

''محبت ہوگئی کیا؟ کہا تھا نا ایسا کچھ ہوجائے تو چپکے سے کان میں کہہ دینا۔ مجھے یقین ہوجائے گا۔'' معارج تغلق ازالہ کرنے کی ٹھان چکا تھا۔

انائیاملک اسے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر جانے کیا دل میں سمائی تھی کہ ایک قدم اس کے قریب بڑھ آئی اور بغور اسے دیکھا تھا۔ معارج تغلق اس کی جانب خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ انائیاملک کی بھیگی پلکیں لرز رہی تھیں۔ مگر وہ فاصلوں کو سمیٹتی ہوئی اس کے قریب ہوتے ہوئے فاصلوں کو محدود کررہی تھی۔ کسی احساسِ عدم تحفظ کا خیال تھا یا پھر وہ خودسپردگی تھی۔ وہ اپنی مرضی سے اس کی بانہوں میں تھی۔ خود کو اسے سونپنے کو تیار رخسار تپ کر دہک رہے تھے۔ وہ پہلی بار اپنی مرضی سے معارج تغلق کے قریب آئی تھی۔ پورا وجود لرز رہا تھا۔ معارج تغلق چپ چاپ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ یہ ہار تھی تو انداز پسپائی لیے ہوئے تھا۔ وہ اس کے وجود کی حدتوں اور سانسوں کو محسوس کررہا تھا۔ وہ خودسپردگی اتنی عجیب نہیں تھی۔ مگر جانے کیا ہوا کہ معارج تغلق نے یک دم اسے روک دیا اور چہرے کا رخ پھیر کر اس سے دور ہوگیا۔ وہ کسی کرم پر مائل نہیں دکھائی دیا تھا۔

انائیاملک کی اپنی طرف سے کی گئی کوشش بےکار گئی ایک تازیانہ سا عزتِ نفس پر پڑا تھا۔ اس کا نسوانی وقار تہس نہس ہونے لگا تھا وہ اس کی جانب دیکھنے کی ہمت نہیں کرسکی تھی۔

''آئی ایم ٹائرڈ، تم بھی تھک گئی ہوں گی۔ میرا خیال ہے تمہیں سوجانا چاہیے۔'' معارج تغلق جو ہمیشہ اس کی جان مشکل میں کیے رکھنے کے جتن کرتا رہتا تھا اس گھڑی بہت محتاط اور لاتعلق دکھائی دے رہا تھا۔

وہ نگاہ جو کرم کرنے پر ہمیشہ مائل دکھائی دیتی تھی اس لمحے انائیاملک کی سمت نہیں دیکھ رہی تھی۔

انائیاملک جس نے فاصلوں کو سمیٹ کر یہ قدم اٹھایا تھا اس کے قریب ہوئی تھی یکدم پیچھے ہٹائے جانے پر شرمندہ سی دکھائی دے رہی تھی۔

معارج تغلق جانتا تھا اس نے کچھ غلط کیا ہے۔ وہ شاید وجہ بھی جانتا تھا۔ تبھی اس کے قریب آیا اور اس اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں جانتا ہوں تم عدم تحفظ کا شکار ہو۔ تم نے جو کیا یا جو تم کررہی ہو وہ تمہاری اپنی مرضی یا خواہش سے نہیں ہے۔ بس ایک پل کی فیلنگ ہے یہ۔ تم وقتی طور پر شاید ایسا محسوس کررہی ہو اور کوئی بڑا بندھ باندھ کر طوفان کے اندیشوں سے بچنے کی سعی کررہی ہو۔ مگر طوفان اس طرح نہیں روکے جاتے۔ تمہاری آنکھوں میں خوف ہے یہ خوف علامت ہے کہ تم خوش نہیں ہو۔ مجھے اس طرح کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے غلط مت سمجھو انائیا، مگر ابھی یہ وقت مناسب نہیں۔'' وہ معذرت خواہ انداز میں مدہم لہجے میں بول رہا تھا۔ انائیاملک چہرہ اٹھائے اسے ششدر سی دیکھ رہی تھی۔ شدید توہین کا احساس ہوا تھا۔ اس کی خودسپردگی معنی نہیں رکھتی تھی۔

سوائے وہ مطلوب نہیں تھی؟ اسے کوئی اور مطلوب تھا؟

اسے اپنے اس اقدام پر بہت افسوس ہوا تھا۔ شدید ملال نے اندرو جود کا گھیراؤ کیا تھا۔

محبت ایسے نہیں ہونا تھی، محبت ایسے شاید نہیں ہوتی تھی۔ وہ بےقدر ہوگئی تھی۔

معارج تغلق کا تعرض اسے روک دینا اسے شدید ہتک محسوس ہورہی تھی۔ وہ اس کی بیوی تھی، اس کا جائز حق تھا۔ اگر وہ اس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی تو کیا غلط کیا تھا اس نے پیش قدمی کرکے؟

آنکھیں جلنے لگیں وہ یکدم پلٹی اور واش روم میں گھس گئی۔

معارج تغلق کو گماں نہیں تھا ایسا کچھ ہوگا۔ وہ الجھا الجھا سا کھڑا رہا۔ آج کی اس شام میں سب عجیب ہوا تھا۔ قصور اس کا تھا یا پھر اس کے باعث یہ سب ہوا تھا۔ اگر وہ علیزے کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کرتا تو شاید انائیاملک سے کبھی وہ حرکت سرزد نہ ہوتی۔ وہ ان سیکورٹی فیل کررہی تھی اور جو کیا وہ اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کو کیا۔ مگر وہ پیش قدمی اسے مزید شرمندگیوں میں دھکیل گئی۔ وہ خود کو مجرم سا محسوس کررہا تھا۔ آج رات نیند نہیں آنا تھی۔

رات بہت بھاری ہوتی جارہی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور دیر تک سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا تھا۔

❁ …… ✿ …… ❁
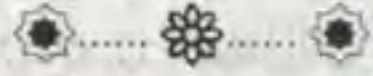
للی میک اپنے لیے کافی بنارہی تھی۔ دامیان سوری دروازے کے ساتھ چپ چاپ کھڑا تھا۔ للی نے کافی بناتے ہوئے اسے دیکھا۔

''سنو ملاقات اچھی نہیں ہوئی؟ مجھے لگا تھا بات بن سکتی ہے مگر…… تمہیں اس طرح ڈس اپوائنٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں یہ بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ سب کچھ ایک پل میں جادو کی چھڑی گھما کر ٹھیک نہیں کیا جاسکتا۔ اب معاملہ اتنا پیچیدہ ہے اسے سلجھنے میں کچھ وقت تو لگے گا نا۔ تمہیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔'' وہ کافی کپ میں انڈیل کر اس کے قریب آئی اور کپ اس کی سمت بڑھا دیا اور مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی۔

''اس طرح پریشان نہیں ہوتے۔ سب ٹھیک ہوجائے گا کول رہو بس۔'' دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے اسے حوصلہ دیا تو دامیان سوری نے کپ تھام کر لبوں سے لگایا۔

''ایسا میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے؟'' وہ الجھ کر بولا تو للی مسکرادی۔

''دنیا میں سب کے ساتھ الگ الگ واقعات پیش آتے ہیں مگر کبھی کبھی ان واقعات کی نوعیت کچھ نقطے پر ملتی ہوئی اور ساکت کے حساب سے ایک جیسی لگتی ہے۔ مگر ایسا ہونا محض اتفاق بھی ہوتا ہے۔ سب کی پرابلمز دوسروں سے یقیناً مختلف نہیں اور ایسا نہیں ہے کہ ان پرابلمز کا کوئی حل ہی نہ ہو۔ اب جب اتنا کچھ ہوگیا ہے تو اس بات کا یقین رکھو کہ بہت جلد نہیں تو کسی مخصوص لمحے میں سب ٹھیک ہوجائے گا ایٹ لیسٹ تم اچھی امید تو کرسکتے ہونا۔'' وہ چیزوں کو مثبت زاویے دیکھ رہی تھی۔ دامیان سوری نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

''میں بالکل نہیں جانتا کیا ہوگا اور کیا نہیں مگر مجھے لگ رہا ہے صورت حال ہاتھ سے نکل رہی ہے اور پیچیدہ ہورہی ہے۔ انابیتا بیگ سمجھ رہی ہے کہ میں اس سے دور جارہا ہوں تم سے منگنی کررہا ہوں اور دوسری طرف اس سے اظہارِ محبت بھی۔ یہ ٹھیک نہیں ہے اس طرح وہ قریب نہیں آئے گی۔'' وہ بہت الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا للی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

''ٹھیک تو اس طرح بھی کچھ نہیں ہونا تھا جس طرح تم ٹھیک کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ اب ایٹ لیسٹ وہ تمہارے قریب ہورہی ہے تم اسے جلن میں مبتلا کرکے قریب کرسکتے ہو۔ اس کے دل میں کیا ہے یہ جان سکتے ہو وہ جو ہمیشہ اپنے جذبات کو بہت چھپاتی رہی ہے اب تم وہ جان سکتے ہو اور تم کہتے ہو کچھ پروگریس نہیں ہوئی۔ دامیان سوری اتنی بےصبری ٹھیک نہیں اس سب کے ذمہ دار تم ہو اور اب چاہے نتائج کچھ بھی ہوں تمہیں اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ آخر تم ہی اس سبب کا سبب ہو اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ میرا تمہارے قریب ہونا انابیتا بیگ کی دوری کا باعث ہے یا پھر وہ تمہارے قریب میری وجہ سے نہیں آرہی تھی میں تم سے دور جانے کو تیار ہوں۔'' وہ مسکرارہی تھی دامیان سوری اس بہادر لڑکی کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے دھیمے سے مسکرایا مگر وہ مسکراہٹ بہت پھیکی تھی۔

''بہت برا ہوں میں، میں نے انابیتا کے ساتھ اچھا نہیں کیا اور تمہارے ساتھ بھی۔ تمہیں بھی استعمال کررہا ہوں اور یہ

مناسب نہیں ہے۔" وہ احساس جرم میں مبتلا ہوتا دکھائی دیا تھا۔ للّی میک نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔
"دامیان سوری محبت آسان نہیں ہوتی' بہت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ سوتم یہ بات دماغ سے نکال دو کہ سب اتنا سہل ہوگا۔ سہل پسندی چاہیے تو محبت مت کرو' محبت ہے تو مشکل...... ہوگی نا؟ مرد بنو' صورت حال کا مقابلہ کرو۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"انابیتا تم سے محبت کرتی ہے۔ یہ بات تو میں اچھے سے جانتی ہوں اور مجھے یقین ہے' بہت جلد وہ تم سے اس بات کا اظہار بھی کرے گی' تم مزید کوئی بے وقوفی مت کرنا۔" دامیان سوری کافی کے سپ لیتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔
"للّی تمہیں لگتا ہے وہ مجھے معاف کردے گی؟ میری ساری دنیا اس کے گرد گھومتی ہے' مجھے اندازہ نہیں تھا محبت اتنی مشکل ہوتی ہے۔ مگر اب تو جان مشکل میں ہوگئی۔ اس کی سرد مہری بالکل برداشت نہیں ہوتی اور......!" وہ بولتے بولتے رک گیا تو للّی اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس کی سمت سے نگاہ پھیرتے ہوئے بولی۔
"تمہیں یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ تم اس کے لیے کتنے پاگل ہو' یہ بات تمہاری آنکھوں میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ مگر جب وقت تمہیں کوئی فیور دینے لگے تو کوئی حماقت مت کرنا۔ رہی بات میری تو میں اگر قریب آئی ہوں تو صرف تم دونوں کی مدد کرنے' تم جب کہو گے میں یہاں سے واپس چلی جاؤں گی۔ مجھے تم دونوں کی خوشی عزیز ہے۔ میری موجودگی سے اگر کچھ صحیح ہوتا ہے تو مجھے خوشی ہوگی اور اگر میری موجودگی سے کچھ غلط ہوتا ہے تو مجھے اس کا قلق بھی ہوگا۔ سو تم اچھی طرح سوچ کر صورت حال کا اندازہ کرلو اور مجھے بتادو کیا کرنا ہے۔ میری مزید مدد چاہیے یا پھر تم چاہتے ہو میں واپس لوٹ جاؤں؟" للّی اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ مگر دامیان سوری کچھ نہیں بول پایا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
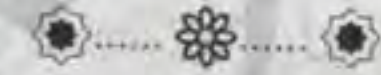
رات کے کسی پہر معارج تغلق واپس آیا۔ انائیا ملک بیڈ کے ایک طرف کروٹ لیے لیٹی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز اور اس کے قدموں کی آہٹ سے وہ پوری طرح واقف تھی مگر جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا وہ آنکھیں موند کر انجان بن گئی۔ وہ اس پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے لیے اور اسی کی فکر میں جاگ رہی ہے اور اس کے خیال سے زیادہ احساس ندامت شدید ترین تھا۔ گرم گرم آنسو تادیر آنکھوں سے بہتے رہے تھے۔ اسے لگا تھا معارج تغلق اپنی طرف کی بیڈ سائیڈ پر پڑ کے سو جائے گا مگر اس کی تمام حسیات بے دار ہوگئی تھیں۔ جب وہ اس کے قدموں کی چاپ اپنی طرف آتے سن رہی تھی۔ دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔
وہ اب بھی ہنر رکھتا تھا' اس کا دل دھڑکانے کا اور اس کی دھڑکنوں کو اپنے ساتھ باندھنے کا۔ انائیا ملک نے اس کے قدموں کی چاپ اپنے پاس سن کر سانسیں روک لی تھیں۔ معارج تغلق نے نیم تاریکی میں اس کے چہرے کو دیکھا تھا پھر جھک کر اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا۔ آنسو رخساروں پر جمے ہوئے تھے۔ معارج تغلق کو احساس ندامت نے آن گھیرا تھا۔ وہ بغور اس چہرے کو تکتا رہا پھر بہت آہستگی سے ان آنکھوں کو چھوا تھا۔ اپنے پیار کی مہر ثبت کرتے ہوئے وہ عجیب پچھتاؤں میں گھرا ہوا تھا۔ انائیا ملک کی جان میں قیامت برپا ہوئی تھی۔ وہ اس "عنایت" پر حیران تھی۔ شاید یہ احساس پشیمانی کو مٹانے کی کوئی کوشش تھی۔ مگر وہ اس لمحے آنکھیں کھول کر اسے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ اسے جھٹک نہیں سکتی تھی' دل اگرچہ چاہا تھا اسے سنائے' خوب برا بھلا کہے یا پھر شدید غصے کا اظہار کرے۔ قریب بھی نہ آنے دے۔ مگر اس گھڑی اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی۔ معارج تغلق اس کے چہرے کو ملائمت سے بہت آہستگی سے چھو رہا تھا۔ اسے اپنے گداز لبوں پر اس کے ہاتھ کے لمس کا احساس ہوا تھا۔ وہ شدت...... وہ حدت...... معارج تغلق کے اندرونی احساس کا پتا دیتی تھی۔ تو کیا وہ بھی کسی جذبات کے زیر تھا؟

اس شخص کے وجود کی تپش سانسوں کی حدت اسے جھلسا رہی تھی۔ اسے ڈر تھا وہ آنکھیں نہ کھول دے اور کچھ اور احساس ندامت میں گھر جائے۔
"آئی ایم سوری جاناں' آئی ایم سوری۔" وہ مدہم سرگوشی میں بولا۔
کیا وہ واقعی پشیمان تھا...... ندامت کا احساس تھا کوئی؟ یا پھر وہ کسی کمزور لمحے کی گرفت میں تھا۔
"جان' بہت مشکل میں ہے۔ تمہیں خبر نہیں ہے کچھ' تمہیں خبر ہونے دینا بھی نہیں چاہتا میں' نہیں چاہتا تم کسی تجربے سے گزرو۔ کسی نقصان کو سہو۔ میں نے خودی کے زعم میں بہت غلط کیا ہے' تمہیں بہت دکھ دیا ہے مگر تم اس طرح ہارو مجھے قبول نہیں۔ اگرچہ مجھے جیتنا ہمیشہ مطلوب رہا ہے مگر میں تمہیں اس طرح کمزور پڑتے نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے شدید طوفانوں کا سامنا ہے۔ میں سکون میں نہیں ہوں مگر مجھے تمہیں اس طرح پسپا نہیں دیکھنا' تمہاری ہار...... میری ہار ہوگی۔ میں نے تمہیں بہت بلندی پر دیکھا ہے' دنیا کی سب سے اچھی اور بہترین لڑکی ہو تم۔ تم جھکو مجھے یہ قبول نہیں اور خود پر کوئی جبر کرو یہ مجھے گوارہ نہیں۔ تمہیں پانا' تمہارا حصول اتنا مشکل نہیں مگر کچھ ہے جو ناممکن ہے اور اس کا ممکن ہونا بہت کٹھن لگتا ہے۔ میں تمہارے قریب آنے کے جتن کرتا ہوں لاکھ کوششیں کرتا ہوں مگر جب دیکھتا ہوں کہ فاصلے اور بڑھ گئے تو اس تفاوت پر غصہ کرتا ہوں۔ خود سے الجھتا ہوں میں نہیں چاہتا تم کوئی نقصان سہو۔ کوئی تردد یا جبر سہو' وہ بھی میری وجہ سے۔ تمہارا وجود کانچ کے پیکر جیسا ہے۔ مجھے ڈر ہے اگر چھوؤں تو ٹوٹ نہ جائے۔ کہیں تم ہاتھ سے چھوٹ نہ جاؤ اور پھر سارا منظر خواب بن جائے۔ مجھے ڈر ہے مگر اس ڈر کی خبر تمہیں ہونے دینا نہیں چاہتا۔ ایک بھرم رہنے دو۔ میں چاہتا ہوں ایک دوری بندھی رہے اس سے فاصلے چاہے سو گنا ہو جائیں مگر اس سے تمہیں تکلیف کا خدشہ نہیں ہوگا۔ پہلے بھی بہت تکلیف دی تھی میں نے تمہیں۔ اس کا ازالہ ابھی تک نہیں کر پایا۔ مجھے احساس ندامت ہے کیوں؟ نہیں جانتا مگر تمہارے قریب آنا' تمہیں دور نہ جانے دینا' میری عادت بن چکی ہے۔ یہ عادت کیسے بدلے گی...... کیونکر بدلے گی؟ میں نہیں جانتا مگر......!"
مدہم سرگوشیوں کا تسلسل تھا انائیا ملک کا دل چاہا آنکھیں کھول کر اس چہرے اور آنکھوں کو دیکھے۔ ان میں دبے راز پڑھے۔ دیکھے وہ نظر کیا کہتی ہے مگر وہ کچھ نہیں کر پائی۔ دم سادھے آنکھیں موندے پڑی رہی تھی۔ اسے اپنی پلکوں پر اس کے لبوں کی نرمی کا احساس ہوا' وہ ازالہ کر رہا تھا۔
محبت کہیں آس پاس بکھری ہوئی تھی۔ فضاؤں میں' ہواؤں میں' کمرے کے سناٹے میں' ان فاصلوں میں سانسوں کی تپش میں' آنکھوں کی حدت میں محبت سانس لے رہی تھی۔
انائیا ملک کی دھڑکنوں کا شور بڑھنے لگا تھا۔ دل سینے میں سما نہیں رہا تھا جیسے۔ وہ قیامتوں کے دہانے پر تھی۔ جان میں عجب شور تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔
"میری جان میں عجیب شور ہے۔ اس شور میں کئی لفظ ہیں مگر میں معنی نہیں جانتا یا شاید میں سمجھنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا تم سمجھو میں ایک فطری مرد ہوں جو صرف ایک شے کے لیے کسی کے ساتھ ہو سکتا ہے مگر شاید کہیں میرا امیج تمہاری نظر میں اچھا نہیں رہے۔ تم پاس ہوتی ہو تو کوئی جادو ہوتا ہے جان میں قیامت ہوتی ہے مشکل ترین لمحات ہوتے ہیں۔ جب دور رہ کر جتن کرتا ہوں تو باندھنے کی کوشش کرتا ہوں اور باندھ نہیں پاتا۔ تم جادو کرتی ہو' جکڑتی ہو مگر کہیں کچھ ہے جو تم سے جڑنے نہیں دیتا۔ کیا ہے نہیں جانتا۔ مگر کچھ ہے جو نا پاس آنے دیتا ہے نا دور جانے دیتا ہے۔ اگر کسی دن سمجھ پاؤں گا تو اس کے معنی تمہیں بھی سمجھاؤں گا۔ مگر کہیں ان دیکھا ربط بھی ہے اور انجان دوری اسے کاٹتی بھی ہے اس ربط کو توڑتی بھی ہے۔ اس حقیقت کو جانتا نہیں مگر مجھے الجھن ستاتی ہے سونے نہیں دیتی اور میں تم سے دور نکلنے کے جتن کرنے لگتا ہوں۔ تم دور جانے کیوں نہیں دیتی؟" معارج تغلق کے مدہم لہجے میں کوئی شکوہ تھا۔

اس کی پیشانی پر اپنا لمس سونپ کر وہ اٹھا اور آہستگی سے ایک طرف سے تکیہ اٹھا کر کاؤچ لیٹ چلا گیا۔ انائیا ملک ان فاصلوں کی کہانی سمجھ نہیں سکی تھی۔ آنکھیں کھول کر لمحوں تک وہ تاریکی کو دیکھتی رہی۔ اگر وہ اس کے قریب آنا چاہتا تھا تو کیا شے اسے روکتی تھی۔

کیا یہ محبت کی "عدم دستیابی" تھی۔ جنوں کا نہ ہونا تھا؟ یہ محتاط انداز...... یہ بزدکس لیے تھا؟ اتنی فکر تھی تو پھر محبت کیوں نہیں تھی؟

❁ ...... ❁ ...... ❁
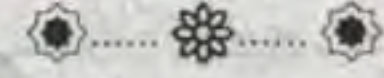
"میں تمہاری طرف سے منتظر تھی کئی بار دامیان سے پوچھا انابیتا کب آئے گی؟ مگر تمہارا کوئی اتا پتا نہیں تھا اور پھر میں نے ہی دامیان سے کہا کہ چلو تمہاری طرف چلتے ہیں۔ کہیں ہماری منگنی کی تیاریوں میں جکڑ کر تم بیمار نہ پڑ گئی ہو۔" للی انابیتا اور دامیان کے درمیان فاصلوں کو سمیٹنا چاہتی تھی۔ تبھی دامیان کو لے کر انابیتا کی طرف آ گئی تھی۔ وہ ان دونوں کو مواقع فراہم کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ ایک دوسرے سے گریزاں دکھائی دیے تھے۔

"اس روز بارش نے کام تمام کر دیا ورنہ رسم ہو گئی ہوتی نا؟" وہ انابیتا کی طرف دیکھ کر بولی۔

"تم نے کتنے اچھے انتظامات کیے تھے مگر بارش نے سب تمام کر دیا دامیان بتا رہا تھا تم سارے انتظامات بگڑ جانے پر تادیر روتی رہی تھیں مجھے لگا ہم نے تم پر کچھ زیادہ بوجھ لاد دیا ہے تمہیں اس سے کوئی پرابلم ہے تو میں نے تو دامیان سے کہا تھا ڈائریکٹ منگنی کرتے ہیں مگر اس نے کہا محبت میں ترجیحات کون رکھتا ہے؟ مگر شرائط آ جائیں تو......!"

"محبت میں شرائط نہیں ہوتیں۔" انابیتا بیگ بولی اور دامیان کی طرف دیکھا تھا۔

"تم لوگوں کو اچھے سے انتظامات کروانا ہے تو کوئی ایونٹ آرگنائزر ہائر کر لو۔ ان فیکٹ انائیا کی کمپنی ہی سب کرتی ہے تم لوگ کہو تو بات کروں؟" وہ اپنے کاندھوں پر سے ذمہ داریوں کا بوجھ اتار پھینکنے کو جیسے تیار بیٹھی تھی۔ مگر تبھی للی بولی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ایونٹ آرگنائزر ہائر کرنا مشکل نہیں مگر اس کے ساتھ چلنا ممکن نہیں کیونکہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے اور اتنے کم وقت میں شاید وہ اتنا معیاری کام کر سکے۔ سو تم پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔" للی نہیں چاہتی تھی وہ اس فرض سے الگ ہو تبھی بولی تھی انابیتا خاموشی سے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔ نگاہ دامیان سوری سے ملی تھی۔

"میں نے دوستوں کے درمیان اتنی خاموشی کبھی نہیں دیکھی سب ٹھیک تو ہے نا؟ تم آپس میں بات کیوں نہیں کر رہے...... کوئی ناراضگی ہو گئی ہے کیا؟" للی میک نے پوچھا۔ انابیتا نے دامیان سوری کی طرف سے نگاہ پھیر لی تھی اور یکسر اجنبی بن گئی تھی۔ للی کو ان دونوں کو تنہائی دینا مقصود تھا تبھی بولی تھی۔

"میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

"میں ملازم سے کہہ کر بنوا دیتی ہوں۔" انابیتا کو میزبان کے فرائض نبھانا پڑے تھے۔ للی نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے روک دیا۔

"ملازم کے ہاتھ کی کافی تو تم روز پیتی ہو گی آج میرے ہاتھ کی بھی ٹرائی کرو۔ تم فکر مت کرو میں کچن میں کوئی شے تلپٹ نہیں کروں گی۔ میں ایک اچھی شیف ہوں۔" وہ مسکرائی تھی اور کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔ للی کے ساتھ اس کے اس طرح کے دوستانہ تعلقات کبھی نہیں رہے تھے۔ اس کو اس کے تیوروں پر حیرت ہو رہی تھی اور وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی یا پھر اس سے پہلے اس نے للی کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"کیا ہوا تم اتنی چپ کیوں ہو؟ تمہیں کوئی بات بری لگ رہی ہے کیا؟" دامیان نے اسے بغور دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ انابیتا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ دامیان نے ایک گہری سانس خارج کی تھی پھر بولا۔

"انابیتا بیگ میں جاننا چاہتا ہوں تمہارے اندر کیا ہے مجھے اس چہرے کو دیکھنے دو ان آنکھوں کو جانچنے دو یا پھر اپنی

تحریریں مجھے دے دو۔" ہاتھ آہستگی سے اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ انابیتا بیگ آنکھیں اٹھا کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"انابیتا بیگ تم سزاؤں کے باب لکھنے کی ٹھان رہی ہو۔"

"دامیان سوری تم جانتے ہو تو تم کیا کر رہے ہو؟ تم اتنے کنفیوژ ہو کر کچھ بھی کرنے کو تیار ہو اور کچھ بھی کیے جا رہے ہو کیے جا رہے ہو؟ زندگی مذاق نہیں ہے۔ تم اپنے آپ کو اس عجیب کھیل میں الجھا رہے ہو اور ساتھ دوسروں کو بھی۔ تمہیں اپنی زندگی کا اپنا فیصلہ بدلنے کی ضرورت ہے ورنہ سب برباد ہو جائے گا اور آخر میں تمہارے ہاتھ کچھ نہیں بچے گا۔ سوائے پچھتاوے کے۔" وہ بہت بردباری سے اسے سمجھا رہی تھی اور دامیان سوری مسکرا دیا۔

میرے حوصلوں کو آزماؤ مت
میں نہیں اب اتنا ناتواں
میرے جنوں کو تیری ہے جستجو
یہ میں ہوں یا ہے مجھ میں تو؟
مجھے اس کا یقین کرنے دو
اک سرسری سی نگاہ کرو
مجھے اپنی آنکھیں دیکھنے دو
مجھے اپنا چہرہ پڑھنے دو

اس کے ہاتھ پر اس کی گرفت اندرونی حدتوں کی شدتوں کی غماز تھی۔ سرگوشیوں میں عجب جنون تھا۔ انابیتا بیگ حیران سی اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔

"تم پاگل ہو دامیان سوری تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے کیا؟" وہ حیرت سے اس سے پوچھ رہی تھی۔ مگر وہ اس زاویے سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کی سمت زیادہ دیر دیکھ نہیں پائی تھی۔ اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔

"کیا چاہتی ہو تم کیا کروں تمہارے لیے؟" وہ فیصلہ کن انداز میں پوچھنے لگا تھا۔ انابیتا بیگ کو اس کی آنکھوں سے وحشت ہونے لگی تھی۔ اس کی نظروں کی تپش میں ایک عجیب سا اسرار تھا۔ وہ اٹھ کر جانے لگی تو دامیان سوری نے اس کے ہاتھ تھام کر اسے جانے سے روک لیا تھا۔

"بھاگنے کے سارے راستے مسدود کر سکتا ہوں۔ مجھے جنگلوں میں چھوڑ کر تم اس طرح راہ فرار نہیں ڈھونڈ سکتیں۔" انابیتا نے اس کی ہمت پر اسے دیکھا تھا۔ ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا مگر دامیان سوری اس کے لیے تیار نہیں تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم کیوں کر رہے ہو تم یہ سب؟" وہ پوچھنے لگی۔

"تمہیں لگ رہا ہے میں مذاق کر رہا ہوں؟ تمہارے اشاروں پر چلتا ہوا اچھا لگوں گا نا؟ چلو تم مجھے اپنا معمول کر لو کھیلو مجھ سے موڑو توڑو چاہے کچھ بھی کرو مگر مجھے یقین کر لینے دو کہ تم آس پاس ہو اور یہ دوری کم ہو رہی ہے۔" وہ جنون خیزی سے بولا تو انابیتا بیگ ساکت رہ گئی۔

"میڈ یو آر جسٹ میڈ...... از نٹ آٹ کریزی...... کیا ہے یہ سب تم ہو کیا دامیان سوری؟ تم نے ٹھان لی ہے کہ اپنی بے وقوفیوں سے اپنی اور ہم سب کی جان جلاتے رہو گے؟ کیا ہے یہ ڈراما؟ تین تین زندگیوں کا معاملہ ہے اور تم اتنے نان سیریس ہو؟" انابیتا نے اس کی کلاس لینا چاہی تھی۔

"تین تین زندگیوں کی فکر ہے اور میری ذات کو تختۂ مشق بنا کر تمہیں کوئی ملال نہیں ستاتا؟" وہ حساب کتاب لینے پر اُل دکھائی دیا تھا۔

مگر وہ اس کی گرفت سے کلائی نکال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"میں تم سے دور نکل جانا چاہتی ہوں دامیان سوری' تم میری اور اپنی زندگی مشکل کررہے ہو۔ میں کوشش کرتی ہوں الگ رہوں مگر تم ہر بار ایک نیا ڈراما کرکے راستا بنا لیتے ہو اور میری زندگی میں POKE کرنے آجاتے ہو۔ بہتر ہوگا تم اپنے راستے الگ کرلو اور ہم دونوں کو چین سے جینے دو۔" کہتے ہی وہ پلٹ کر باہر نکل گئی تھی۔ للی جو کافی لے کر آئی تھی خاموشی سے دامیان سوری کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

❁ ❁ ❁
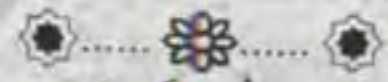
انائیا ملک سو کر اٹھی تھی تو پہلی نگاہ اس کی تلاش میں اٹھی۔ مگر وہ کمرے میں نہیں تھا وہ اٹھ کر باہر آئی تھی تبھی منیجر نے اسے روکا تھا۔
"ایکسکیوزمی مسز تغلق' آپ کے ہزبینڈ نے آپ کے لیے میسج چھوڑا ہے وہ کسی مس علیزے کے ساتھ باہر گئے ہیں کہہ رہے تھے دیر سے آئیں گے سو آپ پریشان نہ ہوں۔" منیجر نے اسے معارج کا پیغام دیا۔
انائیا ملک کی جان مشکل میں گھر گئی تھی۔ یہ کیا ہورہا تھا؟ معارج تغلق اس کے ساتھ کیا کررہا تھا؟ مرد کو اگر گھوڑے سے مثال دی جاتی ہے تو ٹھیک دی جاتی ہے۔ اسے اپنے قابو میں کرنا ناممکن نہیں مگر کبھی کبھی انتہائی مشکل ہوجایا کرتا ہے وہ اپنے اور اس کے درمیان ایسے کوئی روابط تلاش نہیں کرسکی تھی جس کو لے کر وہ کوئی حق جتا سکتی یا اسے ایسا کرنے سے باز رکھ سکتی۔
اب جب وہ چاہتی تھی کہ ان کے درمیان کچھ آغاز ہو تو وہ اس پر مائل نہیں تھا اور اس کی وجہ کیا ہوسکتی تھی؟
وہ اچھا محسوس نہیں کررہی تھی۔ تبھی ممی کی یاد بہت شدت سے آئی تھی۔ اس نے بوجھل دل کے ساتھ نمبر ملایا تھا۔
"انائیا کیسی ہو تم؟ اتنے دن بعد ہماری یاد آئی؟" ممی نے شکوہ کیا۔
"نہیں ممی! ایسا نہیں مجھے آپ ہمیشہ یاد رہتی ہیں مگر یہاں اتنا بزی رہی کہ رنگ نہیں کرسکی۔"
"معارج تغلق کہاں ہے تم دونوں کے درمیان سب ٹھیک ہے نا؟ مجھے بہت خوشی ہورہی ہے کہ تم دونوں کے درمیان پھر سے رشتہ استوار ہورہا ہے ورنہ میں تو بہت پریشان ہوگئی تھی۔ بیٹی کا دکھ جھیلنا آسان نہیں ہوتا۔ میں دل سے چاہتی تھی تمہارا گھر بس جائے خدا کا شکر ہے معارج کو خدا نے عقل دی۔" ممی نے کہا تو وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔
"انائیا" ممی نے پکارا تھا۔ "بیٹا تم خوش تو ہو نا؟" زائرہ ملک دوسری طرف یقین کرنا چاہتی تھی۔ انائیا ملک انہیں پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی تبھی بولی۔
"جی ممی' پاپا کیسے ہیں؟"
"تمہارے پاپا ٹھیک ہیں ہم صبح ہی تمہارے بارے میں بات کررہے تھے۔ ابھی یہیں ہیں بات کراؤں؟" ممی نے پوچھا۔
"ٹھیک ہے کرادیں" انائیا ملک کو اپنا انداز خود پرایا لگ رہا تھا۔ وہ بے انتہا الجھی ہوئی تھی۔
"ہیلو انائیا بچے کیسے ہو؟" پاپا نے پوچھا۔
"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"
"تمہاری آواز کچھ پریشان سی لگ رہی ہے یو اوکے بیٹا؟" وہ باپ تھے ایک لمحے میں جان جاتا تھا۔ انائیا ملک کو اپنا دفاع کرنا پڑا۔
"ایسا نہیں ہے تھوڑی دیر قبل جاگی ہوں تو شاید اسی لیے۔ آپ ممی کا خیال رکھ رہے ہیں نا..... آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" انائیا نے پوچھا۔
"میری طبیعت ٹھیک ہے' میں تمہاری ممی کا خیال رکھنے کی کوشش کررہا ہوں مگر تمہاری ممی اس کا موقع نہیں دیتیں"

جہانگیر ملک مسکرائے تو وہ بھی مسکرادی۔
"ممی کو اس کی عادت نہیں' انہیں صرف خیال رکھنے کی عادت ہے۔" وہ ماں کو ڈیفنڈ کررہی تھی۔
"اور تم بھی اپنی ماں پر گئی ہو۔" جہانگیر ملک نے تجزیہ کیا۔
"نہیں ایسا نہیں میں اپنا خیال رکھوا رہی ہوں۔ نانا کہاں ہیں؟ انہیں بہت مس کررہی تھی۔"
"تمہارے نانا تو دوست کی طرف گئے ہوئے ہیں جب آئیں گے تو بات کروادوں گا۔" زائرہ نے فون لیا۔
"تم اپنا خیال رکھنا انائیا۔"
"جی ممی!" اس نے فون رکھ دیا تھا۔ دل کو سکون تو کیا آنا تھا وہ اور بھی بے چینی سے بھر گیا تھا۔
پھر اس نے ایشاع کا نمبر ملایا۔
"بھابی آپ بھائی کے ساتھ نہیں گئیں؟ وہ فارم ہاؤس گئے ہیں۔ بتارہے تھے آپ ان کے ساتھ ہوں گی۔ علیزے نے انہیں انوائٹ کیا تھا۔ آپ بھائی کے ساتھ ہیں ابھی؟"
"نہیں۔" اس کا دل بھر آیا۔
"آہ' میں نے سوچا آپ ان کے ساتھ ہوں گی۔ وہ آپ کے بنا کیسے چلے گئے؟" ایشاع کو حیرت تھی اور حیرت سے زیادہ شاکڈ تو وہ بھی تھی۔ ایسا کیا ہورہا تھا اس کے ساتھ؟ کیوں ہورہا تھا یہ معارج تغلق کیا کررہا تھا۔
وہ پاگل تھی' دل لگالیا تھا محبت کر بیٹھی تھی اس کے ساتھ کی خواہاں تھی اور وہ..... وہ کتنا بے مہر تھا۔ کتنا انجان اور بے خبر تھا۔ کیا اسے واقعی اس کی کوئی پروا نہیں تھی؟
"بھابی!" ایشاع نے دوسری طرف پکارا۔ "آپ پریشان نہ ہوں کیب پکڑیں اور ہماری طرف آجائیں یا پھر میں آپ کی طرف آجاتی ہوں۔"
"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے میں شام میں تمہاری طرف آجاؤں گی۔" اسے اندیشہ تھا وہ آئے اور اسے نہ پائے اس لیے وہ یہیں موجود رہنا چاہتی تھی۔ جب وہ آئے اس کی نظروں کا مرکز بننا چاہتی تھی۔ اس کی پوری توجہ چاہتی تھی مگر..... وہ اس وقت کسی اور کے ساتھ تھا۔
کیوں.....؟ دل پورے طور سے چیخ رہا تھا۔ وہ دگرگوں تھی ایشاع کو اس کی کیفیت کا اندازہ تھا تبھی بولی تھی۔
"بھابی آپ پریشان نہ ہوں۔ شاید بھائی آپ کو اسی خیال سے چھوڑ گئے ہوں گے۔ انہیں آپ کا آرام کرنا زیادہ ضروری لگا ہوگا اور.....؟"
"ایشاع علیزے ایسا کیوں کررہی ہے؟ اور تمہارے بھائی وہ اتنا اسٹرینج بی ہیو کیوں کررہے ہیں؟ لڑکی جیسے پہلی بار دیکھی ہو۔" انائیا نے غصہ ظاہر کیا۔
"نہیں بھابی' ایسا نہیں۔" ایشاع بھائی کا دفاع کرتی ہوئی مسکرادی تھی۔ "علیزے صرف فرینڈلی ہے اور بھائی کا مزاج تو آپ جانتی ہیں۔ انہیں تو آپ کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ میں بھائی کو فون کرتی ہوں۔" ایشاع نے کہا۔
"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ تم آرام کرو' میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔" انائیا نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا اور کمرے میں چکر کاٹنے لگی تھی۔
معارج تغلق ایسا تو نہیں تھا۔ پھر وہ اس بہاؤ میں کیونکر بہہ رہا تھا؟ وہ اس لڑکی کے ساتھ تھا اور جانے کیا چل رہا ہوگا ان میں۔ وہ اسے اپنے فارم ہاؤس پر کیوں کرلے کر گئی تھی۔ کنٹری سائیڈ تو خاصا دور تھا جانے واپسی کب تک ہونا تھی۔ وہ گھڑی کی سوئیاں دیکھنے لگی تھی۔ لمحے صدیوں کی مانند لگ رہے تھے۔ پہلی بار وہ ہجر کو اس طرح محسوس کررہی تھی۔ لیک

پل کو بھی وہ اسے نظر انداز نہیں کر پائی تھی۔ وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں پھر رہی تھی۔

پھر ایک کاغذ پر چھوٹا سا نوٹ لکھ کر اس کے تکیے تلے رکھا تھا۔

"مس یو اے لاٹ۔" پیپر تکیے کے نیچے دبایا۔ پھر جانے کیا سوچ کر دوبارہ نکالا اور پھاڑ دیا۔ سوئیاں نو بجے کی سمت بڑھ رہی تھیں۔ وہ اٹھی شاور لیا' اس کی پسند کا فیروزی ڈریس منتخب کیا اور اس کی پرفیوم کی بوتل کو اٹھا کر تا دیر تکتی رہی۔ پھر ناک کے قریب کر کے اس کی خوشبو کو محسوس کیا اور اس کی خوشبو کو اپنے اوپر اسپرے کرنے لگی۔ وہ اس کا حصہ بن جانا چاہتی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ بے چین ہو رہی تھی۔

سیل فون بجا تھا بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کی سمت بڑھتے ہوئے تیزی میں چلتے ہوئے اس کا پاؤں درمیانی ٹیبل سے ٹکرایا اور وہ ایک پل میں ڈھیر ہوئی تھی۔ سر میز کے کونے سے ٹکرایا تھا۔ پیشانی پر شدید درد کا احساس ہوا مگر اس نے پروا نہیں کی اور اٹھ کر فون کی طرف آئی۔

فون بج بج کر خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی پیشانی سے خون رس رہا تھا مگر انائیا ملک کو اس کی خبر نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ وہ اس وقت اپنے کل اور جز کے ساتھ محبت کا محور بنی ہوئی تھی۔ اس کے اندر باہر محبت تھی اور اس محبت کے علاوہ اسے کچھ دکھائی دے رہا تھا نا سنائی۔

ایشاع کا نمبر دیکھ کر وہ بدمزہ ہوئی تھی۔ پھر وہیں بے دلی سے فلور پر بیٹھ گئی تھی۔ دل جیسے کوئی مٹھی میں مسل رہا تھا۔ پیشانی سے خون رس رہا تھا۔ مگر انائیا ملک کو جیسے پروا نہیں تھی۔ وہ بے حس ہو رہی تھی۔ انتظار کرتے کرتے وہیں زمین پر بیٹھے بیٹھے گھٹنوں پر سر دھرے آنکھیں موند گئی تھی۔ رات کا کوئی پہر تھا جب دروازہ کھلا اور معارج تغلق اندر داخل ہوا۔ پورے کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈالی تھی۔ پھر تیزی سے اس کی سمت بڑھ آیا اور گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"انائیا آئی ایم سوری' مجھے اندازہ نہیں ہوا۔ علیزے آئی اور......!" اس نے انائیا کا چہرہ اٹھایا جو خون سے بھرا تھا۔ وہ پریشان ہو اٹھا۔

"انائیا انائیا......!" اسے جھنجھوڑا۔ انائیا نے اسے آنکھیں کھول کر بامشکل دیکھا۔ مگر نقاہت اور کمزوری کے باعث آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں تھیں۔ ویٹر نے اسے پہلے ہی بتا دیا کہ مسز تغلق نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ وہ شاید خود کو سزا دے رہی تھی۔

"انائیا کیا ہوا' یہ کیسے چوٹ لگی۔ اوہ مائی گاڈ۔" اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ وہ کسی بچے کی مانند لگ رہی تھی۔ معارج تغلق ڈاکٹر کا نمبر ملانے لگا جبکہ اس نے اٹھ کر شانے پر سر رکھ لیا تھا۔ محبت سکوت میں ہولے ہولے بول رہی تھی۔ مگر آواز ناپید تھی۔ شاید محبت کی خامشیوں کو سننے کے لیے کسی خاص آلے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف دل چاہیے ہوتا ہے۔

معارج تغلق نے اس کے گرد بازو حائل کر دیا تھا تبھی وہ بولی۔

"ڈاکٹر...... کی...... ضرورت نہیں...... میں...... ٹھیک ہوں۔" معارج تغلق نے فون رکھ کر اس کی سمت دیکھا۔

"مجھے زخم دیکھنے دو انائیا چوٹ گہری لگی ہے۔ ابھی تک بلیڈنگ ہو رہی ہے۔ تم نے فون کر کے بتایا کیوں نہیں۔ میرے سیل فون پر کال نہیں کر سکتی تھیں؟" وہ شکوہ کر رہا تھا یا ڈانٹ رہا تھا؟ انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھا۔ معارج تغلق نے جیب سے رومال نکال کر اس کا چہرہ پونچھنا چاہا تھا۔ جہاں بلڈ جم کر خشک ہو چکا تھا۔

"مجھے فرسٹ ایڈ باکس لینے دو انائیا' ڈاکٹر کے آنے تک میں زخم صاف کر دوں۔" وہ اس لمحے اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ جیسے کوئی چھوٹا بچہ خوفزدہ ہو کہ وہ ہٹے گا تو...... پھر سے چلا جائے گا۔ وہ اس سے دور ہونے کو تیار نہیں تھی یا پھر یہ درد کی شدت تھی یا پھر نقاہت اور کمزوری کے باعث اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ معارج تغلق نے اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے تردد نہیں کیا۔ مگر تبھی خود اپنی خوش بو اسے کے نتھنوں میں گھسی تھی۔ احساس ہوا تھا انائیا ملک نے اس خوش بو کو اپنا حصہ بنایا

تھی۔ وہ اس کے گفٹ کیے گئے ڈریس میں تھی۔ اس کے فیورٹ کلر اور اس کی خوش بو میں مہکتی وہ ایک زاویہ سے احوال بتانے والی عقل حیران نہیں تھی۔ بیڈ کے ایک طرف کاغذ کے ٹکڑے دکھائی دیے تھے۔

"آئی مس یو" والا حصہ صاف سامنے دکھائی دیا تھا۔ اسے خامشیوں میں کھوج لگانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ وہاں بہت میں بہت سی دبی دبی سرگوشیاں تھیں۔ وہ اس کی دھڑکنوں کو اس خاموشی میں سن رہا تھا۔

"انائیا۔" بہت آہستگی سے اس کا نام پکارا تھا۔ انائیا نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

"تمہیں درد ہو رہا ہے نا؟" وہ شرمندہ تھا۔ انائیا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ معارج تغلق نے تسلی کرنے کو اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ سانس لے رہی تھی۔

"تم نے فون نہیں کیا؟" اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔ بالوں پر لب رکھے۔

کیا اسے انائیا ملک کے فون کا انتظار رہا تھا۔

"مجھے دھیان...... نہیں...... رہا۔" وہ آنکھیں موندے موندے بولی۔

"اور تم نے کچھ کھایا بھی نہیں؟" معارج تغلق نے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"مجھے...... بھوک...... نہیں...... تھی۔" انائیا ملک بامشکل بول رہی تھی۔ وہ اسے جگائے رکھنا چاہتا تھا ڈاکٹر کے آنے تک۔ جانے کب کی چوٹ لگی تھی اور خون رس رہا تھا۔ صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔ وہ بے ہوش بھی ہو سکتی تھی اور سر کی چوٹ میں بے ہوش ہونا اچھی علامت نہیں تھی۔

"تم...... اس طرح کیوں...... چلے گئے...... بتایا بھی نہیں اور......!" انائیا ملک شکوہ کر رہی تھی۔

"تم میرے لیے فکرمند رہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ انداز ملائم اور اپنائیت بھرا تھا۔

"مجھے اچھا نہیں لگا۔" وہ بولی۔

"کیا؟" معارج تغلق نے پوچھا۔

"تم علیزے کے ساتھ کیوں گئے؟" انائیا صاف گوئی سے بولی۔

"اور تم نے اسی لیے کھانا بھی نہیں کھایا اور فون بھی نہیں کیا؟" وہ جواباً شکوہ کر رہا تھا۔ انائیا کچھ نہیں بولی تھی۔

"انائیا......!" معارج کو فکر ہوئی۔ اسے جھنجھوڑا تھا۔ وہ بامشکل آنکھیں کھول کر اس کی سمت دیکھ پائی تھی۔ پھر عجب پھیکے انداز میں مسکرا دی تھی۔

"دن بہت لمبا ہو گیا میں گھڑی کی سوئیاں دیکھتی رہی اور انتظار طویل ترین ہوتا گیا تھا۔ تنہا کیوں گئے اس کے ساتھ؟ ایک شادی شدہ مرد کو یہ زیب دیتا ہے؟ علیزے نے کہا اور آپ چل دیے...... وہ کہیں بھی لے جائے گی تو انگلی تھام کر چل دیں گے۔ آپ کی عقل کام نہیں کرتی؟ پتا نہیں تھا میں تنہا ہوں یہاں' صبح سے انتظار کر رہی ہوں؟ صدیوں جیسے لمحے کیسے کاٹے؟ کچھ خبر نہیں آپ کو کتنے غیر ذمہ دار ہیں آپ۔ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" انائیا ملک بہت مدہم لہجے میں بول رہی تھی۔ اسے اس بات کا قلق نہیں تھا کہ وہ شکوہ کر رہی ہے مگر اس بات کا اطمینان ہوا تھا کہ وہ ہوش میں ہے۔

"ایسا کیا ہے اس میں؟ اس نے پوچھا۔

"کس میں؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"علیزے میں' مجھ سے زیادہ خوب صورت ہے وہ؟" وہ ایک غرور سے بول رہی تھی۔ اپنا آپ ارزاں کیا جانا بہت برا لگ رہا تھا اسے' تبھی شکوہ زبان پر آیا تھا۔

"بولو کیا خاص ہے اس میں؟ یہ بکری جیسی آنکھیں ہیں' بھیڑ جیسی ناک ہے اسی ٹائپ کی لڑکیاں پسند ہیں آپ کو۔"

وہ کلاس لے رہی تھی۔ معارج تغلق جواباً کچھ نہیں بولا تھا۔ جواباً بس اسے ساتھ بھینچا تھا اور اس کے بالوں پر لب رکھ دیے۔
"آئی ایم سوری مجھے اندازہ نہیں تھا اتنی دیر ہوجائے گی اور تم اس طرح چوٹ......!" وہ بول رہا تھا جب وہ اس کے شانے پر ایک طرف جھول گئی تھی۔
"انائیہ۔" وہ چونکا تھا۔ "انائیہ؟" دوسری بار پکارا۔
وہ اسے بیڈ پر لٹا کر نبض چیک کرنے لگا اور فون اٹھا کر دوبارہ ڈاکٹر کا نمبر ملایا تھا۔ پھر اس کی سمت دیکھا۔
"انائیہ۔" اسے جھنجھوڑا تھا وہ انتہائی پریشان ہوا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
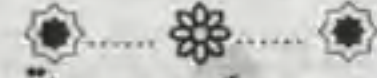
پارسا جلے پاؤں کی بلی بنی ہوئی تھی یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی عدن بیگ اس کی کال پک نہیں کر رہا تھا۔ وہ بزی ہونے کا ڈراما کر رہا تھا اور درحقیقت وہ اسے اگنور کر رہا تھا۔ صرف اس لیے کہ وہ سمجھتا تھا پارسا چوہدری اب بھی یلماز کمال سے محبت کرتی ہے اور اسے کسی جبر کے تحت اپنا رہی تھی۔ وہ اپنے طور پر اخذ کر رہا تھا اور پارسا کی سن نہیں رہا تھا۔ پارسا نے فون ملایا تھا۔ دوسری طرف شاید عدن کو اس پر ترس آ گیا تھا یا پھر وہ اس کی آواز سننا چاہتا تھا تبھی فون اٹھا لیا۔
"آپ کو کون زبان میں سمجھاؤں، آپ سمجھتے ہی نہیں؟ میری بات سنے بنا آپ مفروضے بنا رہے ہیں اور مجھ سے کوئی وضاحت تک نہیں مانگ رہے۔ عدن آپ اتنا کیسے بدل سکتے ہیں؟ مجھے یقین نہیں ہو رہا آپ وہی ہیں؟" پارسا نے شکوہ کیا۔
"میں وہی ہوں پارسا مگر مجھے سب چیزوں کو دیکھنا ہے اور اتنا وقت نہیں ہے تم خود کو غلط مت سمجھو میں تمہیں غلط قرار نہیں دے رہا۔ تمہیں کیوں یہ قلق ہے کہ میں ایسا کر رہا ہوں تم سمجھتی ہو میں تمہارے مخالف ہوں؟"
"آپ کو مجھ سے محبت تھی نا؟" اس کے اچانک پوچھنے پر وہ چونکا۔
"یہ کیا عجیب سوال ہے؟" وہ جیسے جواب دینا نہیں چاہتا تھا۔
"آپ نے کہا تھا محبت بدگمان نہیں ہوتی؟ اور محبت راستا نہیں بدلتی چاہے کوئی بارش ہو یا نا ہو چاہے ویرانی بڑھتی جائے محبت مخصوص رہتی ہے امید نہیں ہارتی؟" وہ یاد دلا رہی تھی۔
"تم یہ سب کیوں یاد دلا رہی ہو پارسا؟ تمہیں لگتا ہے میری یادداشت میں کوئی خلل واقع ہو رہا ہے؟" وہ بات کو مذاق میں اڑاتا ہوا مسکرا دیا۔
"نہیں آپ کی عقل یا دماغ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا مگر آپ وہ نہیں سن رہے جو دل کہہ رہا ہے وہ سن رہے ہو جو دماغ کہہ رہا ہے۔ دل کی سننا اتنا برا نہیں۔ نا ہی دماغ ہمیشہ غلط کہتا ہے مگر اس بار کچھ اتنا ٹھیک بھی نہیں۔ اگر آپ کو مجھ سے محبت تھی تو وہ نکاح کے فوراً بعد اڑن چھو نہیں ہوسکتی۔ مگر آپ کو یا تو کوئی شدید غلط فہمی ہو رہی ہے یا ضد ہے کوئی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو وہ مسکرا دیا۔
"اس وقت تمہارے ساتھ بیٹھ کر تم سے بات کرنے کو جی چاہ رہا ہے دل چاہتا ہے وہ چہرہ دیکھوں، وہ آنکھیں دیکھوں مگر کبھی کبھی فاصلے بہتر ہوتے ہیں۔ فاصلوں سے دوریاں آتی ہیں مگر ان دوریوں میں بہت سے اسرار ہوتے ہیں جو اپنے کل بھیدوں کے ساتھ اپنے اندر بہت سی لاجک رکھتے ہیں۔ تم فکر کیوں کر رہی ہو؟ اگر فاصلے ہیں تو فاصلوں سے تو محبت بڑھتی ہے نا؟ اگر میرے دل میں تمہارے لیے محبت تھی تو وہ ضرور بڑھے گی دوگنا یا سوگنا ہوجائے گی مگر فی الحال اتنا مت سوچو۔" وہ مسکرایا تھا۔
"آپ مذاق کر رہے ہیں نا؟ عدن بیگ اگر مگر والے لفظ نہیں کہہ سکتے۔ آپ تو کرنے پر بھروسا رکھتے تھے جو ٹھان لیتے تھے وہی ہوتا تھا؟ آپ اتنا کمزور کیوں پڑ رہے ہیں؟ آپ وہی ہونا جو مجھ سے مجھ کو مانگ رہے تھے؟ پھر آج کیوں

ک رہے ہیں؟"
"وہاں کیا موسم ہے تمہیں نیند آرہی ہے سو جاؤ، ہم کل بات کریں گے۔" وہ بات کو پہلے بدلتے ہوئے پھر سمیٹتے ہوئے بولا تو پارسا چوہدری کو شدید ترین غصہ آ گیا۔
"عدن بیگ، ایسے مذاق مت بناؤ، یقین نہیں ہو رہا کیوں لگ رہا ہے کہ میں صرف مصلحتوں کے لیے آپ تک آنا چاہتی ہوں یا راستے بنا رہی ہوں؟" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ عدن بیگ کو بہت ملال ہوا تھا۔ وہ دوسری طرف چپ ہو گئی تھی۔ یقیناً وہ بنا آواز کے رو رہی تھی اور وہ آنسو عدن بیگ کو اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہوئے تھے عدن بیگ نے اسے خاموشی سے پکارا تھا۔
"پارسا......تم رو رہی ہو۔" مگر پارسا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور کھٹاک سے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ عدن بیگ فون کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
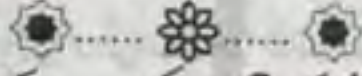
"مجھے یقین نہیں ہوتا زائرہ تم اتنی بڑی سچائی کیسے جھیل سکتی ہو اور کیسے اتنے نارمل سے لے سکتی ہو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔" مسز بیگ نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ زائرہ سر جھکائے کپ کی سطح کو دیکھتی رہی تھی۔
"بھابی، میں نے وہی کیا جو مجھے ٹھیک لگا اب اس سب کا وقت نہیں ہے کہ ہم سود و زیاں کی فکر کریں یا خسارے کے اندیشے ستائیں۔ وہ لوٹ آیا ہے اتنے عرصے جہاں بھی رہا مجھے یا اور سب کو اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ وہ اس وقت بری سچویشن میں تھا سو سب ہوا۔ مگر اب اس کے علاوہ کیا چارہ ہے؟ کبھی کبھی زندگی ہمارے سامنے اپنے منتخب کردہ راستے رکھتی ہے اور ہمیں اپنے منتخب راستوں پر قدم رکھنا ہوتا ہے۔ میں بھی وہی کر رہی ہوں میرے پاس اس کے علاوہ کوئی آپشن نہیں کہ میں جہانگیر ملک کی اس پچھلی زندگی کو قبول کروں۔ میرے قبول کرنے یا نہ کرنے سے حقیقت تو نہیں بدل جائے گی نا؟ وہی سب رہے گا جو ہے سو میں انکاری ہو بھی جاؤں تو اس سے کسے فائدہ ہونے والا ہے؟" زائرہ ملک مدھم لہجے میں بولیں۔ مسز بیگ نے انہیں دیکھا وہ اس سے اختلاف نہیں کر سکی تھیں۔
"زائرہ میں یہ نہیں کہہ رہی تم غلط کر رہی ہو، مگر تم یقیناً اس سب کو کرنے میں اپنے اندر کی کیفیت کو نظر انداز کر رہی ہو کبھی کبھی سب خوشی سے نہیں ہوتا اور سمجھوتوں پر زندگی بسر کرنا اتنی خوشی نہیں دیتا۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھیں۔
"اب اتنی بچی کہاں ہے کہ میں خوشی کی فکر کروں؟ جتنی تھی تمام ہوئی اور پھر میری زندگی کا محور انائیہ ہے۔ وہ اپنے گھر خوش ہے میرا مقصد پورا ہوا زندگی رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے اپنے ذمہ داری بہت اچھے طریقے سے پوری کی۔"
"اور للّی میک جو کہ للّی جہانگیر بھی ہے؟" مسز بیگ نے یاد دلایا تھا۔
زائرہ ملک نے خاموشی سے بھابی کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولیں۔
"للّی میک بہت اچھی لڑکی ہے۔ وہ میرے پاس بھی کافی دن میرے ساتھ رہی۔ وہ انائیہ سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ جہانگیر ملک کی چھاپ گہری ہے اپنی بیٹیوں پر۔ بہت سمجھدار ہے وہ۔ گہرا انداز فکر ہے اور وہ اپنے طور پر جو کرتی ہے وہی اس وقت کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ میں اس سے خائف نہیں ہوں۔ وہ بہت بے ضرر ہے۔"
"تمہارا دل بہت بڑا ہے زائرہ ملک تم جہانگیر ملک سے جڑی ہر شے کو قبول کر سکتی ہو۔ محبت کا دل شاید اتنا ہی بڑا ہوتا ہے اور آپ تبھی کسی کو معاف کر سکتے ہیں جب محبت ہو۔" مسز بیگ نے کہا تھا۔
"چھوڑیں آپ ان باتوں کو آپ نے بتایا تھا عدن کی شادی کی ڈیٹ فکس کر رہی ہیں۔"
"ہاں کر رہی ہوں مگر وہ لڑکا بہت عجیب لگ رہا ہے عجیب الجھا ہوا سا اولاد کا سکھ بھی خوشی دیتا ہے اور دکھ اتنا ہی دکھی کرتا

ہے مجھے عدن سے بات کرنا ہے۔ وہ ذرا سا بھی فکر مند ہو تو مجھے بھی فکر ہوتی ہے۔ میں چاہتی ہوں ڈیٹ فکس کرنے سے قبل اس سے بات کرلوں۔"

"ٹھیک ہے مگر عدن بیگ کو تو اس لڑکی سے محبت ہے اور محبت اس طرح الجھاؤں کا شکار نہیں ہوتی۔ اسے ضرور کوئی بزنس کی پریشانی ہوگی مگر آپ بات کرلیں یہی مناسب ہوگا۔ انابیتا کے پروپوزل کا سلسلہ کیا ہوا؟ کوئی اچھا لڑکا دیکھا؟"

"نہیں زائرہ، مگر ہم کوشش کررہے ہیں۔" مسز بیگ نے کہا۔

"بھابی آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔" زائرہ نے پوچھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں، تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے بنواتی ہوں۔ یہ چائے تو ٹھنڈی ہوگئی۔" کہتے ہی مسز بیگ کمرے سے نکل گئی تھیں۔

❁ ...... ❀ ...... ❁
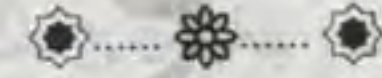
انابیتا بیگ حتی الامکان کوشش کررہی تھی کہ دامیان سوری سے سامنا نہ ہو۔ وہ للّی میگ کے کہنے پر وہاں آتو گئی تھی مگر دامیان سوری سے بچ کر رہنا چاہتی تھی۔ وہ پھولوں کا تھال لے کر سیڑھیوں سے اتر رہی تھی جب وہ سیڑھیوں پر اس سے ٹکرایا تھا۔ پھولوں کا سارا تھال فضا میں معلق ہوا تھا اور سارے پھول فضا میں بکھر گئے تھے۔ دامیان سوری کے لیے پھولوں سے زیادہ وہ اہم تھی تبھی اسے تھام کر گرنے سے بچالیا تھا۔ مگر وہ گھورنے لگی اس کی گرفت سے اس کی قربت میں کھڑی وہ اسے گھور رہی تھی۔

"پھولوں سے زیادہ وقعت تمہاری ہے اس لیے پھولوں کو چھوڑ کر تمہیں تھاما۔ اگر تمہیں کچھ ہوجاتا تو نقصان میرا ہوتا اور مجھے اپنے نقصان کی فکر زیادہ ہے۔" وہ سرسری لہجے میں بولا۔

انابیتا بیگ نے اپنے گرد سے اس کے بازوؤں کا گھیرا توڑنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اسے بغور تکتا اس پر مائل دکھائی نہیں دیا۔

"تمہیں شرم آنا چاہیے دامیان سوری، تم صرف اپنے فائدے کی بات کرتے ہو۔ اپنے فائدے کی سوچتے ہو، یہ ٹھیک ہے کیا؟" مگر وہ مسکرادیا انداز بے فکر تھا کچھ۔

"کیا ٹھیک ہے کیا غلط میں نے اس کی فکر کرنا چھوڑ دی ہے تم بھی یہی کرو خود کو فکروں سے آزاد کروں ٹرسٹ می زندگی سہل ہوجائے گی۔" وہ مسکرادیا۔

انابیتا کا دل چاہا تھا اس کا منہ نوچ دے۔ اس کے بازوؤں کا گھیرا توڑ کر اس سے دور ہوئی تھی۔

"تم سے بات کرنا ہے مگر کیسے ہو؟ تم سننے پر مائل نہیں۔" وہ ہار ماننے والا نہیں تھا۔ انابیتا بیگ اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا تھا مگر اس نے کلائی تھامی ہوئی تھی انابیتا بیگ اسے پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"کیوں کررہے ہو یہ سب؟ اس سب کا جواز کیا ہے؟ تمہیں خوش گمانی ہے کوئی یا تمہاری عادت ہے خواب بنتے رہنا۔" وہ سلگ کر بولی تھی۔ اس کی کلائی پر اس کی گرفت مجنونانہ تھی۔

"میں خوابوں کو بکھرنے سے بچانے کی کوشش کررہا ہوں اور اس کے لیے سد باب یہی ہے کہ تم سے بات ہو آخر کو وہ خواب صرف میرے اکیلے کے نہیں ہیں مگر حیرت ہے سارے اندیشے مجھے ہی کیوں ستاتے ہیں اور تم اتنی بے فکر کیسے ہو؟" وہ مدہم لہجے بولا۔

انابیتا بیگ نے ملازم کی سمت دیکھا تھا جو سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑا تھا شاید وہ اوپر جانے کا منتظر تھا مگر پیش قدمی نہیں کررہا تھا کہ وہ دونوں وہاں رکے کھڑے تھے۔

"تمہیں کسی کی پروا نہیں ہے پاگل ہورہے ہو تم تمہارا گھر ہے اپنی نہیں تو میری عزت کی فکر کرو، کیا سوچیں گے سب اگر تم نے مجھے پریشان کرنا بند نہیں کیا تو میں، میں تمہاری ممی سے تمہاری شکایت کردوں گی۔" وہ دھمکی دیتی ہوئی بولی تھی۔ وہ مسکرادیا تھا۔

"تم بالکل اسی طرح دھمکا رہی ہو جس طرح میری کلاس ٹیچر بچپن میں دھمکایا کرتی تھی۔ مگر ساری بات یہ ہے کہ ڈرتے تو وہ ہیں جو غلط کررہے ہوں؟ میں خوفزدہ نہیں ہوں تو اس کا مطلب ہے میں اپنے مدعے پر غلط نہیں ہوں۔ تم جس سے چاہے شکایت لگا سکتی ہو۔" وہ بے پروا انداز میں بولا۔

"میں غلط نہیں ہوں ہنی۔ مجھے کہیں بھی لے جاؤ، میرا مدعا یہی رہے گا تبھی تو چاہتا ہوں ہم بات کریں۔ بات کرنے سے ہی میں تمہیں قائل کرپاؤں گا نا۔" وہ بہت لائٹ انداز میں بات کررہا تھا۔ جیسے سچ میں اس کے اندر بہت اطمینان تھا۔

انابیتا بیگ کو اس کے اس اطمینان سے وحشت ہورہی تھی۔ وہ اس کے سکون کو تہس نہس کردینا چاہتی تھی۔ شدید غصہ تھا اس کی آنکھوں میں۔ وہ خود اپنے اندر کی جنگ میں ڈٹی ہوئی تھی۔ ہارنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ بہت پسپا دکھائی دے رہی تھی۔ دامیان سوری کو اس پر ترس آ گیا تھا۔ اسے ستانا مناسب نہیں لگا تھا۔ تبھی اس کی کلائی آہستگی سے اپنی گرفت سے آزاد کردی۔ انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ پھر پلٹ کر وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

کیا ہوا تھا جو اس کا لمس اس کی کلائی پر اب بھی دہک رہا تھا۔ کیا ہوا تھا جو وہ نظریں اس کا تعاقب کررہی تھیں۔ کیا ہوا تھا جو اس کا خود کا دل اس کے خلاف کھڑا تھا۔ دھڑکنوں میں شور تھا مگر وہ رک کر پلٹ کر دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس شخص کو سزائیں دینا چاہتی تھی۔

انا ڈٹ جائے تو یوں ہی ہوتا ہے۔ وہ سرنگوں ہونا نہیں چاہتی تھی۔ ہارنا نہیں چاہتی تبھی ڈٹ کر کھڑی تھی۔

❁ ...... ❀ ...... ❁

معارج تغلق نے اس کی سمت بغور دیکھا۔ بیڈ پر آنکھیں بند کیے پڑی تھی، پیشانی کے زخم پر دوا لگادی گئی تھی۔ مگر کوئی بینڈیج نہیں کی گئی تھی سو زخم واضح دکھائی دے رہا تھا۔ ایک سینٹی میٹر کا کٹ تھا۔ خون خاصا بہا تھا سو وہ بے ہوش ہوگئی تھی مگر ڈاکٹر نے کہا تھا کہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ انہوں نے دوائیں دے دی ہیں۔ وہ اس کے قریب بیٹھا اس کے آنکھیں کھولنے کا منتظر تھا۔

اسے بغور دیکھتے ہوئے اس کا نازک سا ہاتھ تھاما تھا بہت آہستگی سے لبوں کے قریب لے گیا تھا۔ انائیا کسمسائی تھی معارج تغلق نے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت سے آزاد کردیا تھا۔

انائیا آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ نیم تاریکی میں کئی لمحوں تک اسے تکتی رہی تھی۔ آنکھوں میں خالی پن تھا۔

"انائیا یو اوکے؟" وہ بے چین ہوا اٹھا تھا۔ انائیا نے اس کی سمت سے نظریں ہٹالی تھیں۔ شاید وہ اس سے خفا تھی معارج تغلق کو ایک ملال نے گھیرا تھا۔

"آئی ایم سوری تمہیں میری وجہ سے چوٹ لگی مجھے نہیں معلوم تھا۔" وہ وضاحت دینے کے لیے بولا مگر تبھی انائیا نے اسے روک دیا۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔" وہ کہہ کر آنکھیں موند گئی تھی۔

"انائیا تمہیں سارا الزام میرے سر نہیں ڈالنا چاہیے۔ اگر میں نے کال نہیں کی تو تم تو کرسکتی تھیں نا اتنا کیوں سہا؟ چوٹ لگوالی اتنا خون بہہ گیا۔ تم خود کو سزا دے کر کیا ثابت کرنا چاہتی تھیں؟ مجھے پچھتاوے میں مبتلا کرنا چاہتی تھیں؟" وہ ڈانٹ رہا تھا۔

انائیا آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میں کچھ نہیں چاہتی اگر آپ کو خیال ہوتا تو آپ خود کال کرتے آپ مجھے الزام دے رہے ہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں قصور آپ کا اپنا ہے۔ غیر ذمہ دار آپ ہیں۔ یہاں اتنی دور اٹھا لائے اور یہاں آکر اجنبی بن گئے۔ یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپ کی ذمہ داری نہیں ہوں تو آپ کے اس ڈرامے کا حصہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ جب سفر کے اختتام پر سب ختم ہو جانا ہے تو پھر یہ سب کیوں؟ کیوں رعایتیں دے کر آپ کو بگاڑ رہی ہوں۔ جایئے جہاں جانا ہے آپ کو مجھے پروا نہیں ہے اور میں کیوں کال کرتی آپ اپنی پرانی گرل فرینڈ کے ساتھ ڈیٹ پر تھے اور میں آپ کو ڈسٹرب کرتی تاکہ آپ اپنی گرل فرینڈ کو جتا سکتے کہ آپ کی بیوی کتنی بے وقوف ہے کوئی پرلے درجے کی نامعقول ٹپیکل دیسی سی اسٹوپڈ لڑکی ہے جو اپنے شوہر کی جی حضوری کرتی نہیں تھکتی؟" وہ شدید غصے میں بول رہی تھی۔ وہ چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔

اس کا غصہ کرنا' کھری کھری سنانا اسے غصہ نہیں دلا رہا تھا۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ روہانسی ہو گئی تھی۔ آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہنے لگے تھے۔ اسے اس طرح بے وقعت کیا جا رہا تھا جیسے اس کی کوئی قدر نہ ہو۔ معارج تغلق نے اسے چپ چاپ دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔

"تمہیں ایکس گرل فرینڈ کا ہونا غصہ دلا رہا ہے یا اس کے ساتھ ڈیٹ کرنا؟" بہت سکون سے وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ اس کی سمت سے چہرہ پھیر گئی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھایا تھا اور اس کے چہرے کو نرمی سے چھوا تھا۔

"کچھ کم عقل ہوں اسرار و رموز سمجھ نہیں آرہے' تم سمجھا دو۔" مدھم سرگوشی کی تھی مگر انائیا ملک اس کی سمت متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

"مجھے سمجھاؤ اصل معاملہ کیا ہے کس بات کا غصہ ہے بتاؤ گی نہیں تو کیسے خبر ہوگی؟" انائیا ملک نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تھی معارج تغلق نے مدد دی تھی۔

وہ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور اس کی سمت دیکھے بنا پانی کا گلاس اٹھانے لگی۔ حلق خشک تھا مگر اس سے پہلے معارج تغلق نے گلاس اٹھایا اور اس کے لبوں سے لگا دیا۔

"مجھے اندازہ ہے تم سفر کر رہی ہو تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے مگر شاید کچھ غلطی میری ہی ہے مجھے تمہیں اس طرح اپنے ساتھ باندھنا نہیں چاہیے۔ سمجھوتوں سے زندگی بگڑتی ہے اور شاید میں کچھ خود غرضی برت رہا ہوں تمہیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کر رہا ہوں۔ اپنی فیملی کے ساتھ اچھا بننے کے لیے۔ اپنی فیملی کی خوشی کے لیے تمہیں اتنی دور لے آیا تم آنا نہیں چاہتی تھیں نا؟" وہ اصل مدعے پر آیا تھا۔

انائیا ملک نے دو چار سپ لینے کے بعد ہاتھ سے گلاس ایک طرف ہٹایا تھا اور اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"میں جانتا ہوں مجھ سے تمہارے معاملے میں ہمیشہ کوتاہی ہوئی۔ نادانستہ یا دانستہ ہمیشہ تمہیں ہدف بنایا اور انتہائی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی مگر اب جب ہم نے طے کر لیا ہے کہ سب ختم ہونا ہے تو شاید تمہیں مجھ سے گلہ نہیں ہونا چاہیے اور شاید اتنی امیدیں مجھے بھی رکھنا نہیں چاہیے۔" وہ اسے سچائی بتا رہا تھا جیسے وہ بھول بیٹھی تھی۔ اس رشتے کی کوئی وقعت نہ تھی۔ کوئی سمت نہ تھی اور وہ بس بے سمت کا سفر کر رہی تھی۔ سوچ کر ذہن جلنے لگا تھا۔ اس نے کنپٹیوں کو دبایا تھا۔ معارج تغلق کو اپنے لہجے کی سختی کا اندازہ ہوا تھا وہ اس حالت میں تھی اسے اس طور بات کرنا نہیں چاہیے تھا۔ اندازہ ہوتے ہی وہ نرمی پر مائل ہوا تھا۔ اسے شانوں سے تھاما اور نرمی سے بولا۔

"انائیا' میں الجھا ہوا ہوں آئی ایم سوری' تمہیں تکلیف دینا مقصد نہیں تھا مگر......!" وہ الجھ کر بولا اور پھر چپ ہو کر خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ انائیا ملک اسے پرشکوہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یو او کے؟" مدھم لہجے میں پوچھا۔ انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمہیں کس بات کا یقین چاہیے؟" وہ پوچھنے لگا نظریں براہ راست اس کی نظروں میں جھانک رہی تھیں۔

انائیا ملک کے لیے مشکل گھڑی تھی۔ جاں میں یکدم ہی شور ہوا تھا۔ سینے میں موجود دل نے اچانک ہی دھڑک کر اپنی موجودگی کا احساس کرایا تھا۔ وہ اس سے بدگماں کیوں نہیں ہو سکتی تھی؟

اس کے کچھ بھی غلط سلط بولنے پر وہ اس سے خائف کیوں نہیں ہو سکتی تھی؟ وہ کچھ بھی بولتا تھا تو اسے دور کیوں نہیں لے جاتا تھا۔

"انائیا میں نہیں جانتا میں کس سمت چل رہا ہوں یا زندگی کس راستے' کس طرف لے جانا چاہتی ہے مگر علیزے سے ملنا میرا مقصد نہیں تھا۔ یہاں آنا یا اس سے ٹکرانا محض اتفاق ہے۔ میں دانستہ اس سے نہیں ملا۔ مگر وہ اچھی لڑکی ہے اور میں اسے پسند کرتا ہوں۔ میں نہیں جانتا یہ محبت ہے یا نہیں' میں نہیں جانتا وہ اس بات سے واقف ہے کہ نہیں کہ ہم میں کیا چل رہا ہے مگر میں فی الحال کوئی نیا رشتہ استوار نہیں کر رہا۔ میری جانب سے فی الحال کوئی پیش قدمی نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر ایمان دار ہوں پوری ایمانداری سے اس رشتے میں ہوں۔ جب تک تمہارے ساتھ ہوں کوئی بے ایمانی نہیں کر سکتا۔ مگر تم جس طرح شک کرتی ہو وہ مجھے تشویش میں مبتلا کرتا ہے' میں کبھی کبھی تمہیں سمجھ نہیں پاتا۔ تم مجھے الجھا دیتی ہو۔ میں چاہتا ہوں تم اپنے منتخب کردہ راستوں پر چلو۔ میں وہی کر رہا ہوں جو ہمارے لیے ٹھیک ہے۔ تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں مجھے اندازہ ہے میری وجہ سے تمہیں بہت تکلیف پہنچی اور اب بھی تم میری وجہ سے اس صورت حال اور ذہنی کرب سے دوچار ہو۔ یہ ٹھیک نہیں ہے انائیا۔ میں تمہیں آزادی سے سانس لیتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم ایک پرسکون کیفیت کو اپنے دل میں محسوس کرو اور......!"

وہ بول رہا تھا جب انائیا ملک نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ رات کے اس پہر میں کوئی جادو تھا کوئی خاص احساس تھا۔

ان آنکھوں میں کوئی خاص کیفیت تھی یا پھر انائیا ملک بند باندھ کر کل کے اندیشوں کا گلا گھونٹنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے آپ کو بے بس پا رہی تھی یا پھر کوئی سدباب کر رہی تھی؟ انائیا ملک نظریں جھپک نہیں رہی تھی۔

معارج تغلق اس لمحے کے طلسم کو پورے طور پر محسوس کر رہا تھا۔

کوئی خاص احساس اپنے چاروں اطراف محسوس کر رہا تھا۔ وہ اسے جس طرح دیکھ رہی تھی وہ انجان بن کر اس لمحے کو جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا۔ شاید وہ بھی بھاگتے بھاگتے اور خود سے چھپتے چھپتے محاذ پر لڑتا تھک گیا تھا اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ انائیا ملک نے اسے روکا نہیں کوئی قدغن نہیں لگائی۔

وہ اپنی خواہشوں سے زیادہ اس لمحے کل کے اندیشوں سے سہمی ہوئی تھی۔ اگر کوئی لمحہ اسے اس کے قریب کر رہا تھا تو اسے بہت سے خوف دم دبا کر بھاگ سکتے تھے۔ وہ ڈر ڈر کر جینا نہیں چاہتی تھی کھل کر سانس لینا چاہتی تھی اور ابھی اس نے خود کو اس کے حوالے کر دیا تھا۔ خود سپردگی کا احساس سکون دینے والا تھا۔ وہ معارج تغلق کے ساتھ تھی۔ اس کی بانہوں میں تھی اس سے آگے اسے کچھ نہیں سوچنا تھا۔ اگر یہ رفاقت پل بھر کی بھی تھی تو کیا برا تھا۔ اگر یہ رشتہ کچھ لمحے ہی دے رہا تھا تو کیا برا تھا۔ پہلی بار اسے لگا تھا وہ ادھوری نہیں۔ معارج تغلق کی قربت' اس کی حدت اسے سکون دے رہی تھی۔ ایک اطمینان دل میں اتر رہا تھا۔ وہ کل کے اندیشوں کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔
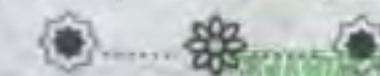
دامیان سوری اپنی ممی کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ ہال میں ڈیکوریشن کروا رہی تھی جب نظر اوپر اٹھی تھی۔ اس کی ممی نے اسے دیکھ کر بہت نرم سی اسمائل پاس کی تھی۔ وہ اس سے خفا نہیں تھیں۔ جس طرح اس نے دامیان سوری کو ٹھکرایا تھا شاید انہیں بہت خفا ہونا چاہیے تھا مگر وہ ایک نائس خاتون تھیں۔ جب بھی ان سے سامنا ہوا تھا بہت پیار سے ملی تھیں۔ اس لمحے بھی جانے ماں بیٹے میں کیا بات ہوئی تھی کہ وہ اسے رکنے کا اشارہ کر کے اس کے قریب آ گئیں۔

"کیسا چل رہا ہے سب؟" مسکراتے ہوئے انتظامات کے بارے میں پوچھا۔

"ٹھیک چل رہا ہے آنٹی۔ آپ کو یہ ڈیکوریشن کیسی لگی؟ کسی شے کی کمی تو نہیں۔"

"نہیں تم نے سب بہت اچھے سے کیا ہے۔ تم دامیان کی بہت اچھی دوست ہو۔ جس طرح تم سارے انتظامات دیکھ رہی ہو اور وقت دے رہی ہو اس پر تمہیں داد دی جا سکتی ہے۔" وہ نرمی سے مسکرائیں تھیں۔

اناہیتا نے انہیں خاموشی سے دیکھا تھا۔ وہ نرمی سے مسکرائی تھیں اور پھر مدعے پر آئیں تھیں۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی کچھ وقت ہے تمہارے پاس؟"

"جی آنٹی آپ کہیے۔" وہ ملازم کو باقی کے انتظامات سونپتی ہوئی پوری توجہ سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔ مسز سوری نے اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو نرمی سے چھوا۔

"تم خوش ہو نا بیٹا؟" یہ کیسا سوال تھا۔ وہ اس سے ایسا کیوں پوچھ رہی تھیں؟ کیا اس کے چہرے پر سب عیاں تھا؟ اسے ایک لمحے کو شدید شرمندگی کے احساس نے گھیرا تھا۔ کیا آنٹی اس کا چہرہ پڑھ رہی تھیں۔

اگر وہ اس کا چہرہ پڑھ کر سب کہہ رہی تھیں تو اس گھڑی کھلی کتاب جیسی کھڑی تھی کیا سب کی نظریں اسے اسی طور پر پڑھ لینے پر قادر تھیں یا پھر دامیان سوری نے ماں سے کچھ کہا تھا؟

"میں، میں ٹھیک ہوں آنٹی۔" وہ جتاتے ہوئے خود کو سنبھالنے لگی تھی۔ وہ مسکرا دی تھیں۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا کہ تم ٹھیک ہو یا نہیں۔ میں نے یہ پوچھا ہے کہ تم خوش ہو نا؟ خوش اور ٹھیک ہونے میں خاصا فرق ہوتا ہے۔" انہوں نے جتایا اناہیتا بیگ کو بہت سبکی محسوس ہوئی۔

"آئی مین۔ ناخوش ہونے والی کوئی بات نہیں آنٹی اور مجھے نہیں پتا آپ یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں اور کس ضمن میں۔ میں ہمیشہ خوش رہتی ہوں چاہے کچھ بھی ہو۔" وہ خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی سعی کرتی بولی۔ مسز سوری مسکرا دی تھیں۔

"اچھی بات ہے مگر میں کچھ اور کہنے والی تھی۔ تم ابھی دامیان کے ساتھ جا سکتی ہو؟ میں اسے ڈزائنر کے پاس بھجوانا چاہتی تھی مگر لُلی تو سیلون گئی ہے مینی پیڈی کیور کروانے تم اگر اس کے ساتھ چلی جاتیں تو......؟" آنٹی نے بات ادھوری چھوڑ کر معاملہ اس پر چھوڑ دیا۔ وہ آنٹی کو انکار نہیں کر سکتی تھی تبھی سر ہلا دیا آنٹی نے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا اور مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھیں۔

اناہیتا بیگ کو یہ گھڑی بہت مشکل لگی تھی۔ سر اٹھا کر اوپر دیکھا تھا جہاں ٹیرس پر کچھ دیر پہلے وہ موجود تھا۔ مگر اس لمحے وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ بے دھیانی میں پلٹی تھی جب اسے اپنے پیچھے کھڑا پایا تھا وہ قریباً اس سے ٹکرانے والی تھی۔ جب دامیان سوری نے اسے شانوں سے تھام کر توازن بگڑنے سے بچایا تھا۔

"تم یہاں؟" وہ چونکی بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے وہ اس پر بگڑ رہی تھی۔

"ہاں میں یہاں۔ تم مجھے وہاں اوپر تلاش رہی تھیں؟" وہ مسکرایا۔

"میں کیوں تلاشنے لگی؟" وہ گھورنے لگی۔

"آہ مجھے کیوں لگا کہ ان نظروں میں کھوج والی کیفیت ہے۔ ویسے آنکھیں خاصی سرخ ہو رہی ہیں۔ تم شب بھر

نہیں پائیں کیا؟" وہ اس کے غصے سے محظوظ ہوتا ہوا بولا۔ اناہیتا بیگ اسے گھورنے لگی تھی۔

"آپ کو فضول اور بے تکی بولنے کے علاوہ کچھ آتا ہے۔ کیوں فضول میں میرا وقت بھی برباد کرتے ہیں آپ اور اپنا بھی۔" وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔ تبھی وہ بجائے بحث میں پڑنے یا الجھنے کے اس کی سمت دیکھتا ہوا بولا۔

"ممی نے تمہارے ناتواں کاندھوں پر ایک اور ذمہ داری ڈالی ہے۔ اگر تم سنبھالنے کے لیے تیار ہو تو ہم چلیں؟" اناہیتا نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے چلو۔" کہتے ہی وہ پلٹ کر کار پورچ کی جانب بڑھنے لگا اور اناہیتا بیگ کے پاس اس کی تقلید کرنے کے سوا اور کوئی راہ نہیں تھی۔ وہ اس کی چوڑی پشت کو تکتی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی تھی۔

❁......❀......❁
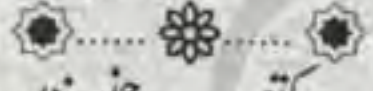
آنکھ کھلی تو یہ صبح بہت خوش کن لگی تھی۔ اگرچہ وہ کتنی ہی دیر اجنبی نظروں سے منظروں کو تکتی رہی تھی۔ مگر کوئی بات دل میں بہت سکون دے رہی تھی۔ شاید یہ احساس خوشی کا تھا۔ اگر یہ احساس وقتی بھی تھا تو اس نے فقط حفاظتی بند باندھنے کی ٹھانی تھی یا پھر وہ علیزے سے اتنی خوفزدہ تھی اور معارج تغلق کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اگر اس کی ایک کوشش اسے محبت سنگ جوڑ سکتی تھی تو وہ کوشش کرنا ضرور چاہتی تھی۔ کل وہ کسی پچھتاوے کے ساتھ جینا نہیں چاہتی تھی کہ اس نے "کوشش" نہیں کی۔ اگر یہ کوشش اسے معارج تغلق کے قریب کر سکتی تھی تو وہ اس ایک موقع کی گرفت کو مضبوط کر دینا چاہتی تھی۔ ہتھیلی کو سختی سے بھینچ کر دوبارہ کھولنا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے بیڈ کے دوسری طرف دیکھا تھا۔ معارج تغلق وہاں نہیں تھا وہ اٹھ کر شاور لینے چلی گئی تھی۔

کیا وہ واقعی خوش تھی؟ ایک سوال مسلسل اس کے دماغ میں تھا مگر وہ اس کے لیے خود کو کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

❁......❀......❁
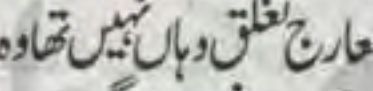
وہ باتوں کو مزید الجھانا نہیں چاہتی تھی تبھی اس شام یلماز کمال سے ملنے آ گئی تھی۔

"میں تم سے بالکل ملنا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے تم سے کسی اچھائی کی امید نہیں مگر میں چاہتی ہوں معاملات کلیئر ہو جائیں اور اس کے بعد تم مجھے فون کر کے پریشان نہ کرو۔ تمہاری وجہ سے میری نجی زندگی میں طوفان اٹھ رہا ہے۔ عدن بیگ مجھ سے قریب ہونے کے بجائے دور جا رہا ہے۔ اسے کسی قسم کی غلط فہمی ہے اور میں چاہتی ہوں تم اسے یہ بتاؤ کہ اصل معاملہ کیا ہے۔" وہ بردباری سے بولی۔ مگر یلماز کمال مسکرا دیا۔

"تم میرے کندھے پر بندوق رکھ کر کیوں چلا رہی ہو؟ اگر تمہیں کچھ باور کرانا ہے تو تم خود اس کے لیے کوشش کیوں نہیں کرتیں؟ وہ تمہارا شوہر ہے تمہاری بات پر جس طور اعتبار کرے گا ویسے کسی اور کی بات پر تو نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے لیے مجھے قربانی کا بکرا کیوں بنا رہی ہو؟ تم چاہتی ہو میں تم سے دستبردار ہو جاؤں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"مجھ پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے یلماز کمال، میں نے ایسا کوئی حق کبھی نہیں دیا۔ تم سے ملنا، اعتبار کرنا میری سب سے بڑی غلطی تھی۔ مگر یہ غلطی جس عمر میں سرزد ہوئی اس کے لیے میں خود کو اس سے زیادہ سزائیں نہیں دے سکتی۔ تم جیسے لوگ بہت سی کم عمر لڑکیوں کی زندگیوں کو برباد کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ بہت سی لڑکیاں پستی میں گرتی ہیں تو پھر نکل نہیں پاتیں مگر میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ میں اپنی پیشانی پر داغ لے کر اپنی پوری عمر تاریکی میں دفن کرنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی میں نے جینے کی راہ ڈھونڈی۔ میں مثال بننا چاہتی تھی۔ ان سب لڑکیوں کے لیے تاکہ وہ اپنی زندگیوں کو اس طرح تاریکیوں میں نہ دھکیلیں اور محبت کے فریب میں نہ آئیں۔ تم نے مجھے دھوکے میں پھنسایا اور آج اسی محبت کا دعویٰ پھر کر رہے ہو؟ تمہاری وجہ سے میں اپنے گھر سے دور ہوئی۔ اپنوں سے دور ہوئی اور تم یہ کیسے سمجھ سکتے ہو کہ میں اب بھی اتنی بے

وقوف ہوں کہ پھر سے تم پر اعتبار کرنے لگوں گی؟ جس محبت کا فریب تم نے مجھے آٹھ سال قبل دیا آج آٹھ برس بعد بھی مجھے اسی فریب میں جکڑ سکتے ہو؟ تمہیں اتنی بے وقوف لگتی ہوں میں؟ یلماز کمال تم جیسا بندہ کسی سے محبت نہیں کرسکتا۔ اگر مجھے بہت سی گالیاں ازبر ہوتیں تو میں یقیناً انہیں دینے میں کوئی شرمندگی محسوس نہ کرتی۔ میں تم سے کل بھی کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ نا ہی آج چاہتی ہوں۔ تمہیں یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ میں اب ایک شخص کی منکوحہ ہوں۔ کسی کی عزت ہوں اور وہ شخص میرے لیے بہت اہم ہے۔ میں اس رشتے کو توڑ کر کوئی نیا رشتہ بنانے کا کوئی منصوبہ نہیں رکھتی۔ تم پلیز میرا پیچھا کرنا چھوڑ دو۔" پارسا چوہدری نے اسے باور کردیا تھا۔ مگر وہ مسکرادیا۔

"تم یقین کرنا نہیں چاہتیں؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں؟ محبت اتنا بڑا فریب ہے کیا؟ کیوں جھوٹ بولوں گا میں تم سے، کیوں یقین نہیں کررہیں تم میرا؟ میں نے جو غلطی ایک بار دہرائی تمہیں کیوں لگتا ہے کہ وہی غلطی دوبارہ بھی دہراؤں گا؟ دنیا میں کوئی ایسا احمق دیکھا ہے تم نے؟" وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتا ہوا بولا تھا۔

مگر پارسا چوہدری کچھ بھی کہے بنا اٹھنے لگی تھی۔ یلماز کمال نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

پارسا چوہدری نے اسے ناگواری سے دیکھا تھا۔ پھر اس کی گرفت سے ہاتھ کھینچتی ہوئی بولی تھی۔

"میری زندگی میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے یلماز کمال۔ میں زندگی گزارنے کے لیے کسی کو بھی چن سکتی تھی اور وہ میں چن چکی ہوں تمہیں واویلا کرنے کے بجائے یہ بات سمجھنا چاہیے۔ ہم ہر شے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوتے نا ہی سب ہمارے لیے ہوتا ہے۔ تم اس طرح سر پیٹنا بند کرو۔ حقیقت کو سمجھو میری زندگی میں کسی اور کے لیے گنجائش نہیں ہے اسے اپنی عزت کا یا بے عزتی کا مسئلہ مت بناؤ۔ اسے سکون سے سمجھو۔ اگر تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو محبت تو بہت کچھ جھیل سکتی ہے محبت کا دل تو بہت بڑا ہوتا ہے ہمت کرکے اپنے دل کو بڑا کرو یلماز کمال اور سچائی کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے ہیں۔ اگر ہوتے تو کیا ساتھ نہیں ہوتے خدا بہترین منصف ہے۔ اس نے جو فیصلہ کیا ہے اس کو سمجھو کل ایک موقع تمہیں بھی ملا تھا مگر تم نے وہ موقع گنوادیا اور مواقع بار بار نہیں ملتے۔ مجھے اپنے کل پر کوئی شرمندگی نہیں۔ وہ سب میری غلطی نہیں تھی۔ عدن بیگ یہ بات جانتے ہیں اور انہوں نے مجھے میرے سچ کے ساتھ قبول کیا ہے۔ پلیز تم اس طرح خود کو مت الجھاؤ۔ میری زندگی میں اس طرح دخل اندازی مت کرو۔ مجھے تم سے بس یہی کہنا تھا۔" وہ کہہ کر اٹھی اور باہر نکل گئی۔ اسے اندازہ نہیں تھا تیز بارش ہورہی تھی اور کسی نے اس کے ٹائرز کی ہوا بھی نکال دی تھی۔ شاید کسی نے شرارت کی تھی وہ رکشہ ٹیکسی کے انتظار میں تھی جب یلماز کمال نے اسے پیش کش کی۔

"میں چھوڑ دوں؟" پارسا چوہدری اسے خاموشی سے دیکھنے لگی۔ "اتنا اعتبار تو کرسکتی ہونا؟ اب اتنا بھی برا نہیں ہوں۔" یلماز کمال نے کہا تھا اور وہ دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ یلماز کمال نے جب گاڑی گھر کے دروازے کے سامنے روکی تھی تو وہاں عدن بیگ کو دیکھ کر اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ وہ غالباً ابھی ابھی ائر پورٹ سے آیا تھا اور گاڑی سے اترا تھا اسے دیکھ کر وہیں رک گیا تھا۔ پارسا کو اپنی پوزیشن بہت آکورڈ لگی تھی۔ وہ خاموشی سے بنا یلماز کی سمت دیکھے اس کی گاڑی سے اتری تھی اور عدن بیگ کے سامنے آن رکی تھی۔

"آپ کب آئے؟" بے قراری سے پوچھا مگر عدن بیگ نے اس بے قراری کو اس طور محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کی نظریں یلماز کمال پر تھیں جو اس لمحے گاڑی میں تھا اور کچھ دیر قبل پارسا چوہدری بھی اس گاڑی سے اتری تھی۔ وہ دونوں ساتھ تھے تو اس رشتے کا جواز کیا بچتا تھا۔ وہ بنا جواب دیے اندر بڑھ گیا۔ پارسا چوہدری کو اپنی پوری دنیا قیامتوں کے زیر لگی تھی۔ وہ تیزی سے چلتی اس کے پیچھے آئی تھی۔

"عدن! میری بات سنیں۔"

مگر عدن نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ سامنے ہی اماں کھڑی تھیں۔

"عدن تو کب آیا؟ پارسا تم عدن کو لینے گئی تھیں؟"

"کیسی ہیں آپ اماں۔" عدن بیگ اماں سے بات کررہا تھا اور پارسا بیگ اجنبی نظروں سے اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔ زندگی کیا کررہی تھی اس کے ساتھ؟ ایک بڑا سوالیہ نشان اس کے سامنے تھا۔

⁂

دامیان سوری اسے بجائے ڈزائنر کے پاس لے جانے کے ایک ریسٹورنٹ میں لے آیا اور یہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ شاید تمام ریسٹورنٹ دامیان سوری نے اس کے اور اپنے لیے ریزرو کروالیا تھا۔ تو یہ پلان پہلے سے تھا۔ یہ پورے ریسٹورنٹ کی ریزرویشن اسی ایک دن میں تو یقیناً نہیں ہوئی تھی۔ اس نے دامیان سوری کو شاکی نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہے؟ ہمارا پلان تو ڈزائنر کے پاس جانے کا تھا نا؟"

"ہاں مگر ایک کپ کافی کے بعد بھی یہ سب کیا جاسکتا ہے۔ مجھے تمہارا احساس ہے تم میرے لیے اتنی محنت کررہی ہو جان ماررہی ہو تو میں تمہارے لیے اتنا نہیں کرسکتا۔" وہ احسانات کا بدلہ چکا رہا تھا۔ انابیتا بیگ نے اسے خاموشی سے مگر اکتائے ہوئے انداز میں دیکھا۔

"دامیان سوری اس ڈرامے کا اینڈ اب ہوجانا چاہیے۔ بہت آکورڈ لگ رہا ہے سب۔ میں تمہیں تمام قسم کی خوش گمانیوں سے باہر نکالنا چاہتی ہوں۔ تم اپنا یہ بچپنا اب ختم کردو، میں نہیں جانتی تم یہ سب کیوں کررہے ہو اور کس لیے۔ اس سب کے پیچھے تمہارا کیا مقصد ہے۔ مگر میں اس تمام کھیل سے اکتا چکی ہوں۔ میں چیزوں کو سمیٹنا چاہتی ہوں تم نے دوستی کا واسطہ دیا مدد کو پکارا میں نے تمام کیا مگر اس سے زیادہ کی امید مجھ سے مت رکھو۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

"میں نہیں جانتی تم کیا سمجھ رہے ہو اور اپنے طور پر کیا کرنے کی ٹھانے ہوئے ہو مگر میں تمہیں ایک بات باور کرادینا چاہتی ہوں کہ زندگی کو گزارنے کے طریقے یہ نہیں ہوتے ہم کسی پلے گراؤنڈ میں نہیں جہاں ہم بار بار ہار جیت کی مشق کو دہرائیں اور ہر بار نئے سرے سے کھیلیں۔ میں اس تسلسل سے اکتا چکی ہوں۔ اس سب کو بند کرو اب۔ تم اس طرح کر کے شاید کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔ مگر مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا اور مجھے اس کا حصہ بھی نہیں بننا۔ اپنی زندگی سے اور اس ہار جیت کی انتھک کوششوں سے آزاد کردو۔ اگر میں اس گھڑی تمہارے ساتھ ہوں تو اس کا مطلب ہرگز یہ مت لو کہ میں تمہارے ساتھ کی متمنی ہوں۔ تم ایک کنفیوزڈ شخص ہو۔ جو الجھے ہوئے آسمانوں کی پرواز پر رہتے ہیں۔ میں سرابوں کے پیچھے نہیں بھاگ رہی نا ہی مجھے کوئی الجھا آسمان چاہیے۔ تم خوش فہمیوں کا سلسلہ متروک کرو۔ میں تمہاری دنیا میں کہیں نہیں ہوں۔ تم اپنے آپ کو دیکھو۔ تمہیں ان الجھنوں سے نکلنے کی شدید ضرورت ہے اگر تم چاہو تو میں دوست ہونے کے ناتے تمہاری مدد کرسکتی ہوں۔ مگر اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگیوں کو بھی تختہ مشق مت بناؤ۔" وہ بنا سانس لیے بولتی چلی گئی تھی۔ انداز تیکھا تھا مگر دامیان سوری نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ اس نے بہت سکون سے اسے سنا تھا اور پھر ویٹر سے کہہ کر پانی منگوا کر اس کے سامنے گلاس رکھ دیا۔

"انابیتا بیگ دنیا میں صرف تم سیانی نہیں ہو، دماغ دوسروں کے پاس بھی ہے۔ ایسا سوچنا ترک کردو کہ تم اکیلی عقل رکھتی ہو اور دوسرے سارے پیدل ہیں۔ تم کیا چاہتی ہو؟ تمہیں کس شے سے پرابلم ہے؟ تم چاہتی ہو میں کیا کروں؟ کیا بات تمہیں خوش کرے گی اگر بیسویں منزل پر جاکر اوپر سے چھلانگ لگادوں گا تو تمہیں اچھا لگے گا یا تمہیں خوش کرنے کو سمندر میں کود جاؤں گا تو تمہیں سکون ملے گا؟ چاہتی کیا ہو تم؟ تمہیں یہاں لانے کا مقصد تمہارا یا اپنا وقت برباد کرنا نہیں تھا۔ میں چاہتا تھا ہم بیٹھیں اور بات کریں مگر تم تمام کوششوں پر پانی پھیر دیتی ہو ہمیشہ۔" دامیان سوری اس کی ہٹ دھرمی

پر جل کر بولا۔

انابیتا بیگ اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

دونوں کی نظریں براہ راست ٹکرائی تھیں۔ کوئی احساس ہوا تھا یا کچھ اور انابیتا بیگ اس کی سمت سے نظریں پھیر گئی تھی۔

"جو سب ہو رہا ہے تم اس سے خوش ہو؟" اس نے پوچھا۔

"کس بات سے؟ جو ہو رہا ہے اس سے میرا کیا واسطہ نکلتا ہے؟ میری خوشی کی یا ناخوشی کی بات کہاں سے آ گئی دامیان سوری؟ یہی بات تمہاری ممی نے بھی مجھ سے پوچھی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تم سب مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ میری خوشی کی پروا اچانک سے تم سب کو کیسے ہونے لگی؟ اگر تمہاری زندگی میں کچھ ہو رہا ہے تو اس کا سلسلہ مجھ سے کیوں جوڑا جا رہا ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر یہ سب ہو رہا ہے تو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا تھا۔ انابیتا بیگ خالی خالی نظروں سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ پھر بہت آہستگی سے نگاہ پھیر گئی تھی۔ وہ اپنی کسی فیلنگ کا اظہار ہونے دینا نہیں چاہتی تھی۔ شاید اسے خود پر بہت کنٹرول تھا یا پھر وہ جبر کر رہی تھی۔ دامیان سوری کی کوششیں بے کار جا رہی تھیں۔ سب رائیگاں ہو رہا تھا اسے لگا تھا للی میک کے آنے سے وہ اس کے قریب آئے گی۔ وہ اسے کھینچ کھانچ کر انتظامی امور کے لیے اپنے گھر لے آیا تھا مگر وہ پھر بھی اتنی ہی بے تاثر دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا انداز بہت سرد تھا۔ کیا واقعی اس کے اندر اس کے لیے اب کوئی احساس باقی نہیں رہا تھا یا پھر وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی؟ اسے کتنی دوری پر لا پٹخا تھا اس نے تھوڑی سی غلطی تھی اس کی جگہ یہ لڑکیاں کچھ عجیب ہوتی ہیں۔ مرد جس زاویے سے سب ٹھیک محسوس کرتا ہے دوسرے زاویے سے اسے وہ "ناٹھیک" قرار دیتی ہیں۔ شاید لڑکیوں کی فطرت مرد کی فطرت کے اپوزٹ ہے مگر وہ پھر بھی ایک دوسرے کی مخالفت کرنے کے باوجود ایک سمت میں چلتے ہیں۔

دامیان سوری نے ایک تھکی ہوئی سانس لی اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا انابیتا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی گرفت سے ہاتھ کھینچنا چاہا تھا مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دیا۔

"انابیتا بیگ، میں منظروں کو تمہارے پسندیدہ زاویوں سے ڈھالنا چاہتا ہوں۔ اب بتاؤ کیا کروں؟ اپنی پسند کے رنگ منتخب کرو اور مجھے بتاؤ کہاں کون کون سا رنگ بھرنا ہے۔ میں تمہارے شوق کی انتہا چاہتا ہوں۔" وہ پر جنون انداز میں بولا تھا۔ انابیتا بیگ کو ایک پل میں وہ پرانا دامیان سوری عود کر آتا محسوس ہوا تھا۔

"دامیان سوری میں نے تم سے کسی بات کی امید نہیں رکھی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"میں بات امید کی نہیں کر رہا۔" وہ روانی سے بولا تھا۔

"مجھے کوئی یقین بھی نہیں۔" وہ اس سے شدید خائف تھی۔

"یقین کی منزلوں کو آغاز کرنا چاہتا ہوں اجازت دو گی۔" وہ آفر دے رہا تھا۔

وہ ششدر سی اسے تکنے لگی تھی۔

"تم ایک کام کیوں نہیں کرتے؟"

"کیا؟" وہ پوری جان سے تیار تھا۔

"دور چلے جاؤ یا میرا پیچھا کرنا بند کر دو میں کوئی رابطہ رکھنا نہیں چاہتی انجان دیسوں میں بس جانا چاہتی ہوں جس سے تم واقفیت نہ رکھتے ہو اور جس میں ہم کبھی نہ ملیں۔ تم اسے پاسبل کر سکتے ہو؟" وہ سفاکی سے بولی تھی۔

دامیان سوری کو شدید حیرت ہوئی تھی۔ یہ وہ لڑکی تھی جس کے لیے وہ یہ سب کر رہا تھا؟ جس کے لیے وہ سارے پاپڑ

بیل رہا تھا۔ اسے گمان تھا اس طرف محبت تھی مگر اس گھڑی انابیتا بیگ کا لہجہ کتنا سرد تھا وہ محبت تو نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں میں کتنی سرد سی کیفیت تھی۔ اس کا لہجہ صاف کہتا تھا اسے کوئی سروکار یا واسطہ نہیں پھر وہ کیا کر رہا تھا؟ اسے خود پر حیرت ہوئی تھی، غصہ آیا تھا۔

❁ …… ❁ …… ❁

صبح سے دوپہر تک معارج تغلق کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ لنچ پر ویٹر نے آ کر بلایا کہ وہ اس کا منتظر ہے۔ وہ تیار ہو کر نیچے آئی تھی۔ وہ مینو کارڈ دیکھ رہا تھا اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ وہ بھی اس کی سمت دیکھنے سے گریزاں تھی۔

رات جو ہوا تھا اس میں اس کی "پیش قدمی" کو عمل دخل زیادہ تھا اور وہ اس کے لیے شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔ اگرچہ کچھ اتنا غلط بھی نہیں ہوا تھا۔ مگر اسے پچھتاوے سے زیادہ شرمندگی گھیر رہی تھی کہ وہ کیا سوچ رہا ہوگا۔

"کیا لیں گی آپ؟" وہ مینو کارڈ سے نظریں ہٹا کر اس کی سمت دیکھتا ہوا بولا۔ انائیا ملک نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا تھا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ معارج تغلق کو وہ پہلے سے کہیں زیادہ خوب صورت لگی تھی۔ شاید اس نے اس زاویے سے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا یا یہ خوب صورتی آج ہی اس کے چہرے کا حصہ بنی تھی۔ وہ اس سے گریزاں دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی جانب دیکھ نہیں رہی تھی۔ وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ وہ شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔ معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا تھا جو کہ خاصا سرد محسوس ہوا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔ انائیا ملک نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"کوئی بات پریشان کر رہی ہے؟" وہ بہت اپنائیت سے پوچھ رہا تھا۔ انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھے بنا سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"آپ کہاں تھے صبح سے؟"

"سوری ایک دوست سے ملنے گیا تھا تم سو رہی تھیں سو تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔" وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا۔

"کون دوست؟" وہ متفکر ہوئی۔ وہ بغور دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس کی پریشانی محسوس کر کے بولا۔

"کوئی لڑکی نہیں ہے فکر مند نہ ہو ایکس میرے ساتھ لندن میں تھا ہم نے ساتھ اسٹڈی کمپلیٹ کی تھی اس کے باوجود وہ یہاں آ گیا تھا۔ مجھ سے زیادہ بڑا اور کامیاب بزنس ٹائیکون ہے۔ یہاں وہ ایک رشین لڑکی سے ملا تھا اس کے عشق میں گرفتار ہوا ہے مجھے کچھ صلاح مشورے کے لیے بلایا تھا ایکچوئیلی وہ شادی پلان کر رہا ہے۔" وہ وضاحت سے بتاتے ہوئے بولا۔

"اسے آپ سے مشورے کی ضرورت کیوں پڑی؟" وہ روانی سے بولی تھی۔ معارج تغلق نے بے فکری سے شانے اچکا دیے تھے۔

"مجھے اندازہ نہیں مگر وہ ایک بیسٹ ایونٹ آرگنائزر چاہتا تھا۔ مجھے لگا تم یہ کام اچھے سے کر پاؤ گی سو نام لے دیا۔ تم یہ سب کر پاؤ گی؟" وہ اس کی سمت سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میں……؟" وہ چونکی۔

"کیوں نہیں۔" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ انائیا ملک نے شانے اچکا دیے تھے۔

"مجھے لگا ہم ہالیڈیز پر ہیں اور……!"

"ہالیڈیز پر کام نہیں ہو سکتا، چلو کسی کی مدد تو ہو سکتی ہے نا۔ ایکس میرا دوست ہے میری وائف ہونے کے ناتے تم اسے

اتنی فیور تو کرسکتی ہونا؟"

"شاید......!" اس نے پورے طور پر رضامندی نہیں دی تھی۔ ویٹر آرڈر سرو کرگیا تھا۔

"شروع کرو۔" معارج تغلق نے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں۔" وہ بولی۔

"ٹھیک ہے مجھے کمپنی دو مجھے تنہا کھانے کی عادت نہیں اگر کسی خوب صورت لڑکی کو کمپنی دینے کو بلالیا تو تمہیں پریشانی ہوگی۔" وہ طنز کررہا تھا انداز سپاٹ تھا۔ انائیا ملک نے میکرونی کھانا شروع کردی اور اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریز کیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
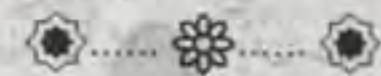
"عدن میں بات کرنا چاہتی تھی۔" ڈنر کے بعد وہ اس کے سامنے آن رکی تھی۔ عدن بیگ نے اسے سرد نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا بات کرنا ہے تمہیں۔" وہ الجھنوں میں گھر گئی تھی۔

"تم اس طرح کیوں ہورہے ہو؟ جیسے مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوگئی ہو؟" وہ بات کا آغاز کرتی ہوئی بولی۔ وہ سرسری نگاہ اس پر ڈال کر چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔

"میں نے تم سے ایسا کچھ نہیں کہا پارسا۔ تم اپنے طور پر سب سوچ رہی ہو۔" وہ بے فکری سے بولا۔

"آپ کو میرے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی۔

"اس موضوع کو آغاز کرنے کی کیا وجہ ہے پارسا؟ میں نے تم سے کب کہا تھا تمہارے ہونے یا نہ ہونے سے مجھے فرق نہیں پڑتا؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم نے نہیں کہا عدن مگر تمہاری آنکھیں تو کہہ رہی ہیں نا۔"

"میں نے تم سے نہیں کہا کہ میری آنکھوں کو پڑھو اور جانو......!" وہ لاتعلقی سے بولا تھا۔ پارسا کی جان سلگ اٹھی تھی۔

"تم نے مجھے اجازت نہیں دی؟ اگر یہ اجازت میرے پاس نہیں ہے تو اور کسی کے......!"

"تم بے فائدہ کیوں الجھ رہی ہو پارسا؟" وہ رسانیت سے بولا تھا۔

"میں الجھ نہیں رہی۔ مگر میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے لگ رہا ہے تم سننے پر تیار نہیں ہو۔ تم نے مجھے یلماز کمال کی گاڑی سے نکلتے دیکھا۔ یہ سچ ہے میں اس سے ملنے گئی تھی مگر اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ میرا اس سے کوئی واسطہ ہے۔ میرا یلماز کمال سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔" وہ اپنی صفائی دیتے ہوئے بولی تھی۔ وہ پرسکون انداز میں اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"پارسا میں نے تم سے کسی شے کی وضاحت چاہی؟" اس نے پوچھا۔

"تم نے نہیں مگر مجھے فیل ہورہا ہے کہ تم کچھ غلط سمجھ اور سوچ رہے ہو جو کہ قطعاً ٹھیک نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتی تم غلط فہمیوں میں پڑ کر الجھو اور ہم دونوں کی زندگیوں کے بارے میں کوئی غلط فیصلہ لو۔" وہ متفکر دکھائی دی تھی۔

"پارسا میں فی الحال کوئی فیصلہ لینے نہیں جارہا اور نہ ہی میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں عدن بیگ؟" وہ الجھ رہی تھی۔ وہ قریب آیا اور اسے شانوں سے تھاما۔

"ہم اس کے بارے میں بات نہ کریں تو زیادہ بہتر ہوگا پارسا۔ مجھے تم پر بھروسا ہے خود سے بھی کہیں زیادہ۔ مگر تم وہ نہیں سمجھ رہیں جو میں سمجھ رہا ہوں اور تم چیزیں اپنی مرضی سے اخذ کررہی ہو۔ میں ایک ضروری میٹنگ کے لیے نکل رہا ہوں۔ ضروری ہوگا کہ ہم بعد میں بات کریں۔ تم پلیز اس طرح الجھو مت میں یہیں ہوں۔ ہم بعد میں بات کرتے ہیں۔" اس کے چہرے کو آہستگی سے تھپتھپا کر وہ آگے بڑھ گیا اور پارسا چوہدری اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
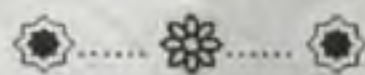
کبھی کبھی سدباب کرنا اتنا مفید نہیں ہوتا' بند باندھنا اتنا سود مند نہیں ہوتا۔ طوفان کے خطرے کے پیش نظر انتظامات کرلیے جائیں تو نقصان کا اندیشہ ختم نہیں ہوجاتا۔

وہ ایشاع اور اس کے ہزبینڈ کے ساتھ پکنک کا پروگرام بنا رہا تھا۔ جب علیزے وہاں آگئی تھی۔

پورے پرتپاک انداز میں وہ معارج تغلق سے ملی تھی۔ انائیا ملک اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ ایشاع' معارج تغلق سب اس طرح بات کررہے تھے جیسے وہ ان کے لیے انتہائی اہم ہو اور انائیا ملک اس ماحول میں یکسر اجنبی ہو۔ وہ خود کو مس فٹ محسوس کرتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر جانے لگی تو معارج تغلق نے اس کی کلائی تھام لی تھی۔ وہ پلٹ کر معارج تغلق کی سمت دیکھنے لگی۔ نگاہوں میں کئی شکوے تھے مگر معارج تغلق اس لمحے اس کی سمت متوجہ نہیں تھا۔ اس کی توجہ کا مرکز اس لمحے علیزے تھی۔

"تم فارغ ہو اس لمحے۔" وہ پوچھنے لگی۔

"کیوں؟" معارج تغلق نے پوچھا۔

"ہم لانگ ڈرائیو پر جاسکتے ہیں۔ بہت عرصہ ہوا تمہارے ساتھ لانگ ڈرائیو پر گئے ہوئے۔" وہ مسکرائی۔

"ٹھیک ہے پھر سب چلتے ہیں۔" معارج تغلق جیسے انکار نہیں کرپایا تھا۔ مگر ایک اور آپشن بھی رکھ دیا تھا۔ شاید وہ انائیا کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔

"سب نہیں...... صرف تم اور میں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔ ایشاع اس کے ہزبینڈ اور انائیا نے اسے چونک کر دیکھا مگر علیزے کو جیسے ان کی پروا نہیں تھی۔

"آپ بھول رہی ہیں مس علیزے ہاشمی کہ معارج تغلق اب تنہا نہیں ہیں اور ان کی ایک عدد وائف بھی ہیں۔" ایشاع نے مسکراتے ہوئے یاد دلایا تھا۔ ایشاع کے جتانے پر علیزے نے انائیا ملک کی سمت دیکھا۔ پھر معارج تغلق کی سمت دیکھنے لگی۔

"ہم چل سکتے ہیں۔" وہ انائیا ملک کی اہمیت کو صفر کرتی ہوئی معارج تغلق کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور جانے کیا ہوا تھا کہ معارج تغلق کی گرفت انائیا کی کلائی پر ڈھیلی پڑ گئی تھی۔ انائیا ملک ششدر رہ گئی تھی۔ جب معارج تغلق اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں آتا ہوں۔" کہتے ہی وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بنا وہاں سے علیزے ہاشمی کے ساتھ نکلتا چلا گیا تھا۔

انائیا ملک اپنی کلائی پر اس کے لمس کو چھوتے ہوئے ساکت سی کھڑی تھی۔ کیا ہورہا تھا یہ؟

اس کی ساری کوششیں رائیگاں کیوں جارہی تھیں۔

وہ بند باندھ رہی تھی' رابطے جوڑ رہی تھی اور کوئی اس طرح ایک لمحے میں ڈھیر کیونکر کررہا تھا؟

کیا وہ معارج تغلق سے کچھ زیادہ ہی ایکسپیکٹ کررہی تھی؟

اندر ایک سکوت چھانے لگا تھا۔

دل بہت خاموش تھا۔ اس نے اس سے زیادہ سکوت اور بنجر پن اس سے پہلے محسوس نہیں کیا تھا۔ محبت کہیں نہیں تھی شاید...... سب سراب تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

مصلحت

فصیحہ آصف خان

سنا تھا ہم نے منزل قریب آ پہنچی
کہاں ہیں آپ، اگر ہو سکے صدا دیجے
سحر قریب سہی پھر بھی کچھ بعید نہیں
چراغ بجھنے لگے ہیں تو لَو بڑھا دیجے

کتنا چھوٹا سا مکان ہے، دو کمرے، ایک میں ابا اماں توفیق اور دوسرے میں وہ اور معذور دادی۔ کمرے سے کمرا ایسا ملا تھا کہ سرگوشی بھی کرو تو دوسرے کمرے میں صاف سنائی دیتی ہے۔ ذرا سا برآمدہ جس کے ایک طرف چولہا رکھ کر باورچی خانے کی شکل دی گئی تھی۔

چھوٹا سا صحن جس میں دو چارپائیاں بچھی تھیں۔ صحن کا فرش ناہموار اس کی قسمت کی طرح ٹیڑھا میڑھا۔ رابی ہر وقت جلتی کڑھتی رہتی مقدر سے۔ خدا سے شاکی رہتی۔ آٹھ جماعتیں پڑھ کر فارغ تھی گھر کے کام کاج کرتی باپ کی کریانہ کی معمولی سی دکان تھی۔ ٹی وی خراب ہوتا تو مہینوں ٹھیک نہ ہوتا۔ تب وہ ریڈیو پر گانوں سے دل بہلاتی۔ اماں کی جھڑکیاں الگ کھاتی۔ بس دادی کا دم تھا وہ اس سے بے حد محبت کرتی تھی۔ اکلوتی پوتی تھی رابی سے چھوٹا توفیق جو اس سے چار سال چھوٹا تھا۔

رابی کی ایک ہی سہیلی تھی اس سے پھٹے پرانے رسالے لے آتی۔ رسالوں میں رومانی کہانیاں پڑھ کر از خود ایک شہزادے کا بت تراش لیا تھا۔ اس سے باتیں کرنا، رابی کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ ادھر ذرا فرصت ملی بازو آنکھوں پر رکھا اور سپنوں کی وادی میں جا اتری۔

ابا کی لائی ردی سے جب رسالے برآمد ہوتے تو رابی کی گویا عید ہو جاتی۔ رومانی کہانیاں، محبت بھرے جملے، محبوب کی شرارتیں رابعہ کو اور زیادہ گہرے خوابوں میں دھکیل دیتیں۔ انہی خوابوں میں کھو کر وہ اکثر کام بھی غلط کر جاتی تب اماں اسے بے بھاؤ کی سناتیں۔ ایسے میں دادی اسے اپنے پاس بلا لیتیں۔

دو سال پہلے دادی پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ علاج بھی ہوا مگر بایاں حصہ ٹھیک نہ ہو سکا تب سے وہ بستر کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ جب سے رابی پڑھائی سے فارغ ہوئی اماں نے دادی کے کام بھی اس کے سپرد کر دیے تھے۔

شفیق کو ماں سے بے حد محبت تھی۔ زہرہ نے جوانی میں بیوگی کی چادر اوڑھ کر شفیق کو پال پوس کر بڑا کیا۔ دکان کھلوا دی اور شادی کر کے فارغ ہو گئیں۔

رابعہ کو دادی سے پیار تو تھا مگر بعض اوقات وہ چڑچڑی ہو کر بکنے جھکنے لگتی۔ خاص طور پر جب خوابوں کے سہانے سفر پر ہوتی اور اماں اسے دادی کے کسی نہ کسی کام میں الجھا دیتی۔ تب سپنے ٹوٹتے تو رابعہ بھی بکھر جاتی۔

☆

صفدر نامی لڑکا دکان پر شفیق کا مددگار تھا۔ جانے کیا اس کے دل میں سمائی دو سو روپے چرا کر بھاگ گیا۔ ایک جاننے والے نے شہزاد کو شفیق کی دکان پر بٹھایا بے حد غریب لڑکا تھا۔ مگر وجیہ اور خوبرو پہلے کسی

کپڑے کی دکان پر ملازم تھا۔ وہ دکان کسی وجہ سے بند ہوگئی تو شفیق کے پاس آ گیا۔ مناسب تنخواہ پر راضی ہوگیا۔ بے روزگار تھا یہ تنخواہ بھی غنیمت لگی گھر میں بس باپ تھا ماں کئی سال قبل گزر گئی تھی۔ دس جماعتیں پاس تھا۔ باپ بھی محنت مزدوری کر کے گزارا کر رہا تھا۔ رابی کی ماں کو لڑکا شریف لگا نگاہیں جھکا کر بات کرتا۔ کھانا لینے آتا تو رابعہ کی ماں دو چار باتیں کر لیتی۔

یوں ایک دن اس نے رابعہ کو دیکھ لیا۔ تو دل ہار بیٹھا خود رابعہ کو بھی جیسے خوابوں کا شہزادہ مل گیا۔ شہزاد کے روپ میں۔

یوں محبت کا روزن کھلا تو چاہت کے پروانے نے اسے بے خود سا کر دیا۔ محبت تو چور دروازے تلاش کر ہی لیتی ہے۔ دادی اور رابی کے مشترکہ کمرے کا ایک دروازہ گلی میں کھلتا تھا مگر آج تک بند تھا۔ کبھی کھولنے کی ضرورت ہی نہ پڑی تھی۔ تب شہزادے نے ایک دن اپنا حال دل اس دروازے کی چوکھٹ سے خط پھینک کر کر دیا۔ یوں ایک سلسلہ ہی شروع ہوگیا۔ محبتوں کا، چاہتوں کا، رابعہ بھی جواباً دھڑکنیں اسے لکھ کر بھجوا دیتی بے قراریوں کا حال، جدائیوں کے قصے جو کچھ کہانیوں، ڈراموں میں دیکھتی پڑھتی چلی آ رہی تھی۔ وہ سچ مچ اس کے ساتھ ہو رہا تھا۔

دو ماہ گزر گئے۔ رابعہ سے اس کی جدائی برداشت نہ ہو رہی تھی یہی حال شہزاد کا تھا۔ تب ایک دن شہزاد نے اسے نزدیکی پارک میں بلایا۔ شہزاد باپ کی دوائی کا بہانہ کر کے دکان سے اٹھا۔

محبت جہاں خوفزدہ کرتی ہے۔ وہیں نڈر بھی بنا دیتی ہے۔ رابی نے بہترین جوڑا پہنا۔ کاجل بھری آنکھیں جن میں سے خوشی کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔

تمتماتے گال اماں کو وہ پہلے ہی قائل کر چکی تھی کہ کسی کے ہاں اکثر جایا کرتی تھی۔

”بس ایک گھنٹہ اماں۔“ اماں کو کیا شک ہو سکتا تھا۔

”بس جلدی آ جانا۔“ کا جملہ کہہ کر وہ اپنے کاموں میں لگ گئی۔

دو دل آمنے سامنے تھے۔ جھجک، خوف، شرم، ڈر پیار پر غالب آ چکے تھے۔ وعدے کی ڈور سے بندھی رابی اور اس کی زلفوں کے پیچ و خم میں الجھا شہزاد، وقت کی رفتار کو کوستا جدا ہوگیا۔

تب دونوں کو ہی احساس ہوا کہ اب دوری نا قابل برداشت ہے۔

☆
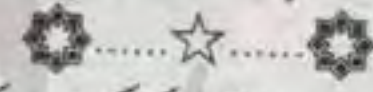
دین محمد کا بیٹا وحید، جس کی کپڑوں کی دکان ہے پرانا یار ہے میرا دینو میرا تو خیال ہے بس دیکھ آتے ہیں کل پھر بات پکی کرتے ہیں۔

شفیق کی باتوں پر رابعہ کی ماں بے حد خوش تھی۔

وہ لوگ آئے رابی کو پسند کر گئے۔

وحید اماں کو بہت پسند آیا۔ سیدھا سادا لڑکا تھا گھر بھی اچھا تھا بات طے ہوگئی دادی نے رابی کو بہت ساری دعائیں دیں۔

پر رابعہ کا دل گویا مٹھی میں مسلا گیا تھا۔ اسے تو بس ماں، باپ کے حکم پر سر جھکانا تھا۔ شہزاد کو پتا چلا تو وہ الگ پریشان ہوا۔

”بھاگ چلتے ہیں اس طرح تو ہمارا ملن ممکن نہیں۔ تو تیار رہنا میں تجھے سکھر خالہ کے گھر لے جاؤں گا۔ وہیں ہم شادی کر کے نئی زندگی گزاریں گے۔“ شہزاد کے الفاظ میں تڑپ تھی۔ جو رابی کو مجبور کر گئی کہ وہ واقعی اس کے سنگ بھاگ جائے۔ شہزاد محبوب تھا دل کا مکین تھا وحید کے ساتھ بات طے تھی

ہاتھ میں انگوٹھی لیے وہ دل میں منصوبے بنا رہی تھی۔

آخر کار شہزاد نے چند دنوں میں فیصلہ سنا دیا کہ کل رات وہ اسے لے کر بھاگ جائے گا تیار رہے۔

ایک تھیلے میں رابی نے اپنے اور اماں کے زیور، چند ہزار اور دو چار جوڑے ڈالے۔ زیادہ سامان اٹھانا بھی مصیبت تھا۔ ضمیر سو چکا تھا۔ محبت جاگ رہی تھی۔ عقل اوندھے منہ پڑی تھی۔

رات کے نو بجے سب کھانا کھا کر سونے لگے سردیوں کی لمبی کہر آلود رات ٹھٹھرتی ہوئی اداس چاندنی، رابعہ کے اندر اضطراب برپا تھا۔

گیارہ بجے شہزاد نے دستک دینا تھی۔ دادی سکون کی نیند سو چکی تھیں۔

گیارہ بجنے میں چند منٹ ہی تھے جب شہزاد نے دستک دی۔ رابی چونکی۔ تھیلا بغل میں دبایا مگر عزت ہاتھ سے جا رہی تھی۔ محبت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ آخری بار دادی کو دیکھنے جھکی تو گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

دادی کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکلنا شروع ہوگئی تھیں۔

رابی سراسیمہ سی ہو کر انہیں قریب آ کر دیکھنے لگی۔ گھبراہٹ میں تھیلا ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ رابی نے جلدی سے اسے الماری کے اندر چھپا دیا۔ ادھر باہر سے مسلسل دستک ہو رہی تھی۔ شہزاد کی سیٹی کی آواز۔

ادھر دادی زیر لب کلمہ پڑھ رہی تھی کمرے میں لگا سو واٹ کا بلب رابی نے جلدی سے جلا دیا۔

”دادی......دادی کیا ہوا۔“ رابی بے ساختہ چیخنے لگی کہ برابر والے کمرے سے شفیق اماں اور توفیق دوڑے چلے آئے۔ دادی نے آنکھ بھر کر شفیق کو دیکھا اور ایک ہچکی لے کر جان خدا کے سپرد کر دی۔

رابی کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ شفیق نے ماں کی آنکھیں بند کیں، ہاتھ پیر سیدھے کیے اور زمین پر سر نہیوڑا کر بے آواز رونے لگا۔ اماں بھی دوپٹا منہ پر رکھے سسکنے لگیں۔ رابی قدرت کے اس فیصلے پر حد درجہ حیران تھی۔ کمرے میں موت کا گہرا اندھیرا بلب کی پیلی روشنی میں مدغم ہو رہا تھا۔

دادی کے چہرے پر بے پناہ سکون تھا اور رابی سے محبت کا ثبوت بھی۔

”کیا میں بربادی سے بچ گئی؟ ہاں...... ہاں...... ہاں......!“ رابی کے اندر سے صدا بلند ہوئی۔ تب اس نے سکون کا گہرا سانس لیا اور ماں سے لپٹ کر رو دی کہ خدا نے اس کی لاج رکھ لی۔

اس کی عزت کی رکھوالی دادی نے اپنی جان دے کر کی۔ دادی کی موت گھر کی عزت کی پہرہ دار بنی اور رابی سے محبت کی وفادار بھی۔

اگر آج میں چلی جاتی تو سب بے موت مر جاتے۔ عزت کا جنازہ اٹھتا۔ ماں باپ زندہ درگور ہو جاتے اتنا تو وہ بھی سمجھ رہی تھی کہ جو ہوا ٹھیک ہوا اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے اور یہ مصلحت اسے سب مصلحتوں سے ماوراء لگ رہی تھی۔

کمرے میں تینوں کی سسکیاں تھیں۔ رات کا سناٹا، مگر رابی کے اندر سکون کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

ادب پہلا زینہ ہے

اُم ثمامہ

اپنی پلکوں کے دریچوں میں چھپالے مجھ کو
حسنِ تدبیر سے تقدیر بنالے مجھ کو
مجھ کو محسوس کرے گا نہ کوئی تیرے سوا
عشق کی لاج ہوں سانسوں میں بسالے مجھ کو

صارم صبح ابو جی کا فون آیا تھا امی کی طبیعت کل سے خراب ہے آپ شام کو مجھے ایک دن کے لیے امی کی طرف چھوڑ آیئے گا۔ ابو جی اکیلے پریشان ہورہے ہیں۔" دعا نے کھانا لگاتے ہوئے دبے دبے لہجے میں اپنا مدعا بیان کیا۔

"یہ تم روز روز کے وہاں چکر لگانے چھوڑ دو۔" سالن کے ڈونگے کا ڈھکن ہٹاتے ہوئے صارم نے حسب توقع ناگواری سے جواب دیا۔

"بیٹا ایک دن کی تو بات ہے جانے دو بچارے حیات بھائی اکیلے پریشان ہورہے ہوں گے۔ تبھی تو فون کیا ہوگا۔" صارم کی امی نے رسان سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"امی دعا کو بات کرنے سے پہلے خود سوچنا چاہیے کہ کرن کالج جاتی ہے آپ گھٹنوں کے درد کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں پھر بھی آئے دن وہاں سے فرمائش آتی رہتی ہے اتنا ہی شوق تھا تو بیٹی کو گھر پر ہی بٹھا کر رکھتے بیاہنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"مگر بیٹا والدین کا بڑا حق ہوتا ہے۔" صارم کی امی نے بیٹے کے کہے لفظوں کی سختی کو کم کرنے کے لیے ایک بار پھر ٹوکا۔

"امی دعا شہر میں رہتی ہے تو کیا تمام ذمہ داریاں پوری کرنا اسی کا فرض ہے حیا بیرون ملک ہے تو ہر ذمہ داری سے

مستثنیٰ ہے اور پھر آپ کو پتا ہے مجھے اس بات پر بحث کرنا پسند نہیں ہے۔" امی نے دعا کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں آئی بے بسی کی نمی کو وہ ایک عورت ہوتے ہوئے باخوبی سمجھ سکتی تھیں۔

شام کو ابو جی کا فون آ گیا۔

"دعا بیٹا اگر صارم بیٹا مصروف ہے تو میں تمہیں لینے آجاؤں۔"

ابو صبح سے میری طبیعت کچھ خراب ہے اس لیے آج نہیں آسکوں گی۔" امی کی خیریت پوچھتے ہوئے صارم کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بھیگی بھیگی آواز میں بولی۔ فون رکھنے کے بعد اس کے دل پر کیا گزری وہی جانتی تھی۔ نہیں جانتا تھا تو وہی جو اس کے سب سے قریب تھا۔ اس کے دکھ سکھ کا ساتھی تھا وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا تھا وہ چپ چاپ ٹیرس پر چلی آئی۔ ڈھلتے اداس سورج کی اداس کرنوں کی روشنی نے دعا کو اپنے حصار میں لے لیا تھا اور وہ اس منظر کا ایک حصہ لگ رہی تھی۔

ابھی چھ سات ماہ ہی ہوئے تھے اسے بیاہ کر اس گھر میں آئے ہوئے سب کچھ اچھا تھا صارم کی امی بہت اچھی ساس تھیں کرن بھی بالکل حیا کی طرح اس سے پیار کرتی تھی۔ صارم اور عاصم دو ہی بھائی تھے۔ عاصم بھائی صارم سے دو سال بڑے تھے۔ اسلامک ہسٹری میں پی ایچ ڈی کرنے بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ ان کی شادی میں بھی شریک نہیں ہوئے تھے۔

صارم بینک میں اچھی پوسٹ پر فائز تھا۔ اس کا ہر طرح سے خیال رکھتا مگر جانے کیوں جیسے ہی اس کا اپنے گھر جانے کا پروگرام بنتا اس کے ماتھے پر شکنوں کا اضافہ ہوجاتا اس کی خوشی کی خاطر اس نے میکے جانا بالکل کم کردیا تھا مگر ضرورت کے وقت بھی انکار یہ تو سراسر ناانصافی تھی۔

اماں کی بیماری اور ابو کی پریشانی کا سوچتے ہوئے وہ بوجھل دل اور تھکے تھکے ہاتھوں سے چائے بنانے لگی۔ گھر میں تھا ہی کون ابو امی اور وہ دونوں بہنیں دراصل حیا اور دعا دونوں جڑواں بہنیں تھیں اور اتفاق سے دونوں کا رشتہ ایک ساتھ ہی آ گیا۔ پھر دونوں نے بہت واویلا مچایا کہ اس طرح وہ دونوں بالکل اکیلے رہ جائیں گے۔ اس لیے دونوں میں سے کسی ایک کی شادی کردی جائے حیا کا رشتہ تو خالہ کے دیور سے ہورہا تھا جو ڈنمارک میں رہتے تھے اور حیا نے شادی کے لیے کچھ عرصے بعد وہیں جانا تھا مگر صارم کی بات بھی ابو کے ایک قریبی دوست نے ہی کی تھی جو اس بینک میں جاب کرتے تھے جہاں صارم جاب کرتا تھا۔ امی ابو نے یہ کہہ کر دونوں رشتے قبول کرلیے کہ آخر ایک دن تو اکیلے ہونا ہی ہے اور پھر اچھے رشتے روز روز کہاں ملتے ہیں اور پھر دعا تو شہر میں ہی ہے آتی جاتی رہے گی۔

شادی کے تیسرے دن جب امی ابو کی طرف جانا تھا صارم کا موڈ ایک دم خراب ہوگیا۔ وہ مارے باندھے اسے لے تو گیا مگر منہ پھلا کر ایک صوفے پر بیٹھا رہا جبکہ حیا کے میاں اظہر بھائی کبھی ابا کے پاس اسٹڈی میں موجود ہوتے تو کبھی کچن میں حیا کے پاس کھڑے ہوئے امی کو کھانے پکانے کے متعلق مشورے دیتے نظر آتے ان کی موجودگی خوش اخلاقی اور گھل مل جانے والی عادت کے سبب حیا کے چہرے پر قوس وقزح کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ دعا ان سے ناآشنا تھی۔

صارم نے کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا حالانکہ امی نے اس کی پسند کی کئی ڈشز بنائی تھیں۔ سب نے نوٹ کیا مگر کسی نے کچھ کہا نہیں نئی نئی شادی تھی داماد کے مزاج سے ابھی آشنائی نہیں تھی۔ ہاں مگر واپس جاتے جاتے حیا نے اسے سائیڈ میں لے جا کر ضرور پوچھا تھا۔

"کیا بات ہے صارم بھائی ناراض ہیں کیا...... تم خوش تو ہونا؟" وہ کیا جواب دیتی خاموش رہی۔

سسرال میں سب اچھا تھا صارم بھی اچھا شوہر ثابت ہوا تھا۔ اس اچانک تبدیلی کا سوال اس کے دماغ میں بھی بگولے کی طرح گھوم رہا تھا۔ تھوڑی دور جا کر صارم نے ٹیپ آن کردیا۔

تو میری زندگی ہے
تو ہی پیار تو ہی چاہت تو ہی ہر خوشی ہے

تصور خانم کی مدھر آواز ماحول کو خوش گوار بنا رہی تھی۔ مگر دعا کے دل میں جیسے ڈھیر سارا بوجھ آن گرا تھا۔

"آیئے بیگم صاحبہ آپ کو اچھی سی آئسکریم کھلاتے ہیں۔" صارم نے رومانٹک موڈ میں اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے آفر کی وہ کچھ دیر پہلے والا صارم بالکل نہیں لگ رہا تھا۔

"پھر کسی دن کھائیں گے آج میرے سر میں درد ہے۔" بہانہ بنا کر دعا نے اس کی آفر رد کردی کیونکہ جب دل کسی بہت اپنے کی بات سے اپنوں سے پشیمان ہو تو کچھ اچھا نہیں لگتا۔

٭......☆......٭
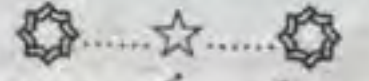
"صارم اب اٹھ بھی جائیں میں آخری بار اٹھا رہی ہوں۔ اب بھلے آپ کو آفس سے دیر ہو یا آپ کے باس آپ کو ڈانٹے میں نہیں اٹھاؤں گی۔" دعا صبح کے وقت صارم کی نہ اٹھنے کی عادت سے پریشان رہتی تھی۔

"جلدی سے اٹھ کر ریڈی ہو جائیں میں ناشتہ لے کر آتی ہوں۔"

اماں کہتی تھیں کہ ناشتہ ساتھ کیا کرو اس طرح محبت بڑھتی ہے سو اس نے یہ بات پلو سے باندھ لی تھی۔

"یار آج موسم کتنا سہانا ہو رہا ہے۔" دعا صارم کی ٹائی کی ناٹ درست کر رہی تھی جب اس نے اسے خود سے قریب کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

"چھوڑو آفس کو آج لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں بس میں اور تم......!" صارم کے خطرناک حد تک خوش گوار ہوتے موڈ سے دامن چھڑاتے ہوئے وہ ٹائی کی ناٹ درست کر کے جلدی سے پیچھے ہٹی تو اس نے اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچ لیا۔

"جناب من یہ آفس ٹائم ہے رومانس ٹائم نہیں اس لیے اچھے بچوں کی طرح آفس جایئے۔" وہ صارم کی مضبوط گرفت سے خود کو چھڑاتے ہوئے پیار سے بولی۔

"ارے پیار کے لیے عمر اور وقت کی قید نہیں ہوتی بیگم صاحبہ مگر آپ کہتی ہیں تو مان لیتے ہیں ورنہ یہاں تو یہ عالم ہے کہ
"دل ہے کہ مانتا نہیں۔"

سینے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکا ہوا صارم اسے بے حد پیارا لگا۔ وہ دروازے تک اسے چھوڑنے آئی تو کچھ یاد آنے پر اسے پکارا۔

"سنیئے مجھے یاد آیا اگلے ہفتے حیا کی فلائٹ ہے مجھے اس کے لیے کچھ گفٹ لینے ہیں آج آفس سے جلدی آجایئے گا تو مارکیٹ چلیں گے۔"

یک لخت صارم کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"میرے پاس فضول وقت نہیں ہے ان فضول کاموں کے لیے تم کرن کو لے کر چلی جانا۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے بیرونی دروازے سے باہر نکل گیا۔

اور دعا پورچ میں کھڑی اس دھوپ چھاؤں سے مزاج رکھنے والے کے بارے میں سوچنے لگی۔ کبھی تو وہ اس کا ہاتھ تھام کر محبتوں اور چاہتوں کی ٹھنڈی میٹھی چھاؤں لے آتا اور ابھی وہ اس ٹھنڈک کو پوری طرح سے اپنے اندر اتار بھی نہیں پاتی کہ وہ اسے بے اعتباری اور دکھ کی جھلستی دھوپ میں لا کھڑا کرتا تھا۔

تمام دن اداس اور مضطرب گزرا وہ کرن کے ساتھ بازار بھی نہیں گئی شام کو ہی اس کے سر میں رونے اور ٹینشن لینے کی وجہ سے درد شروع ہوگیا تھا اور امی نے اسے ڈسپرین کی گولی کھلا کر اوپر کمرے میں آرام کرنے بھیج دیا تھا۔

"ارے جان صارم کیا بات ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آج تم اپنا من موہنا سا چہرہ لے کر دروازے پر موجود نہیں تھیں تو میں پریشان ہی ہوگیا امی سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے سر میں درد ہے دیکھو میں تمہارے لیے کتنے خوب صورت گجرے لے کر آیا ہوں تم تیار ہو جاؤ پھر ہم ڈاکٹر کو دکھانے چلتے ہیں اور ڈنر بھی باہر ہی کریں گے۔" صارم کے چہرے پر صبح کی بات اور رویے کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔ مگر دعا کے دل کی بستی میں اسی ایک بات کی وجہ سے دور دور تک درد نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

صارم اسے بے حد عزیز تھا۔ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی مگر اس نے اپنی زندگی کے بائیس سال جن کے ساتھ گزارے جن سے اس کا خون کا رشتہ تھا وہ انہیں بھی یوں نہیں چھوڑ سکتی تھی صارم کی محبتوں کے باوجود اس کے

لہجے میں اس کے گھر والوں کے لیے جو تذلیل اور بے زاری تھی وہ بار بار اسے دکھ کی دہلیز پر بیٹھنے پر مجبور کرتی تھی۔

حیا ڈنمارک چلی گئی تھی مگر دعا کے ہزار کہنے پر بھی صارم نے اسے ایک رات رہنے کے لیے نہیں جانے دیا تھا جڑواں ہونے کے سبب ان دونوں میں بہت محبت تھی اب جانے وہ کب واپس آتی اس کا موڈ کل سے بے حد خراب تھا اور بات بے بات آنسو پلکوں کی باڑ پھلانگنے کو تیار بیٹھے تھے۔

دعا چپ چاپ لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی کرن اپنے کالج ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی اور صارم ٹی وی پر نیوز چینل سرچ کر رہا تھا کہ اماں نے اسے پکارا۔

"دعا بیٹا تم نے آج مجھے صبح کی دوائی نہیں دی شاید بھول گئی ہو ابھی لا دو میں کھا لوں ورنہ شام تک یہ درد جان کو آجائے گا۔"

"ہاں نہیں یاد رہا اور پھر میں نے ٹھیکہ نہیں لے رکھا آپ سب کی خدمتوں کا جس طرح میرے گھر والوں کی طرف آپ کے بیٹے کا کوئی فرض نہیں بنتا بالکل اسی طرح میری بھی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ ہر کسی کی ہر ہر بات کا دھیان رکھوں۔" کافی دنوں سے اندر دبا غصہ آخر آج زبان پر آ گیا تھا وہ خود سے جنگ کرتے کرتے تھک گئی تھی۔

اماں اور کرن نے حیران ہو کر دعا کی طرف دیکھا وہ یہ سب کہہ کر وہاں رکی نہیں روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی تھی۔

صارم کو دعا سے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی حالانکہ یہ اس کے عمل کا ردعمل تھا کوئی کب تک آپ سے وابستہ ہر رشتے اور چیز کو پیارا رکھ سکتا ہے جبکہ آپ اس سے وابستہ چند اہم رشتوں کو کوئی اہمیت ہی نہ دیں۔ آڑے وقت میں ان کے کام نہ آئیں بلکہ گاہے بگاہے ان کی تذلیل کریں صارم غصے میں بھرا گھر سے باہر نکل گیا۔

وہ بیڈ پر آڑی ترچھی پڑی بری طرح بلک بلک کر رو رہی تھی جو کچھ اچانک اس کے منہ سے نکلا تھا وہ بے اختیار تھا امی اور کرن کے لیے اس کے دل میں کوئی بات نہیں تھی اور اسے اپنے کہے لفظوں پر بے انتہا دکھ اور پشیمانی ہو رہی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز آئی اس نے سر اٹھا کر دیکھا سامنے امی کھڑی تھیں وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"سوری امی مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ میں کیا بول گئی۔" اس نے گردن جھکائے ندامت سے کہا۔

"بیٹا میں سمجھ سکتی ہوں جب انسان اپنے اندر جنگ میں مصروف ہوتا ہے تو اس طرح ہو جایا کرتا ہے میرے دل میں تمہارے لیے کوئی بدگمانی نہیں ہے۔ تم نے تو کرن سے زیادہ اچھی بیٹی بن کر دکھایا ہے۔ جانے صارم ایسا کیوں کر رہا ہے حالانکہ میرا بچہ سب سے زیادہ خیال رکھنے والا خوش مزاج ہے تم فکر مت کرو میں عاصم سے کہوں گی وہ صارم سے بات کرے وہ اس کی بات کبھی نہیں ٹالتا اور اس سے کچھ چھپاتا بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس رویے کے پیچھے جو وجہ ہوگی وہ بھی سامنے آجائے گی۔" اماں اسے بڑے پیار اور رسان سے سمجھا رہی تھیں کہ کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھلا۔

"دعا تم اپنا سامان پیک کر لو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے تمہاری امی کی طرف چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ یہی مسئلہ تھا نا ان ہمارے درمیان اور پھر آج تم نے جس طرح امی سے بات کی یہ میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔"

دعا پوری جان سے کانپ گئی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی ذہنی کشمکش اور غصے میں کہی بات کی صارم اسے اتنی بڑی سزا دے گا یہ حکم صادر کر کے صارم کمرے سے باہر نکل گیا اور اماں اسے سمجھانے کے لیے اس کے پیچھے لپکیں۔

اب باقی کیا بچا تھا وہ اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ ایسے تعلق کا کیا فائدہ جو یک طرفہ ہو جس میں اپنی کوتاہی کوئی معنی نہ رکھتی ہو مگر دوسرے کی پہلی غلطی بھی گناہ گردانی جائے اور سزا کی سولی پر چڑھا دیا جائے۔ کھولتے دماغ کے ساتھ وہ سوچ رہی تھی۔

وہ بیگ لے کر چپ چاپ نیچے اتر آئی اماں اور کرن نے اسے روکنا چاہا مگر وہ انہیں اللہ حافظ کہہ کر باہر پورچ میں آ گئی جہاں وہ گاڑی اسٹارٹ کیے کھڑا تھا۔ سارے

رستے ایک بے نام سی اداسی اور خاموشی نے دونوں کو گھیرے رکھا تھوڑی دیر میں صارم نے گاڑی گھر کے آگے روکی وہ بوجھل قدموں سے بیگ لے کر نیچے اتری اور وہ گاڑی لے کر واپس چلا گیا۔

امی ابو اسے بیگ سمیت دیکھ کر ایک دم بہت خوش ہوئے مگر دوسرے ہی لمحے ان کی خوشی پریشانی میں بدل گئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ صارم اس کا میکے میں رہنا پسند نہیں کرتا اور انہیں اس پر کوئی خاص اعتراض بھی نہیں تھا۔ جب بیٹی بیاہ دی تو پھر حق کیسا وہ اپنے گھر خوش تھی ان کے لیے یہی بہت تھا۔ حالانکہ کبھی کبھی اپنا بڑھاپا اور تنہائی دونوں کی آنکھیں نم کر دیتے تھے۔

''دراصل امی وہ صارم کسی کام سے چند دن کے لیے اسلام آباد جا رہے تھے تو اماں نے مجھے یہاں بھیج دیا۔'' اس نے خود ہی اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔

''بہت اچھا کیا بیٹا ہم تو تمہارہ کر بہت اداس ہو رہے تھے اور میرے آنگن کی دونوں چڑیاں پھر کر کے اڑ گئیں۔'' ابا نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے خود کو اور اسے تسلی دی۔

اسے امی کی طرف آئے ہوئے تین دن ہو گئے تھے صارم نے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں کیا تھا ناانصافی کے باوجود دل اسی دشمن جاں میں اٹکا ہوا تھا مگر اب معاملہ ضد یا انا کا نہیں تھا انصاف اور سچائی کا تھا۔ اماں اور کرن کا فون روز آتا تھا ابو کو اس نے احسن طریقے سے خود بتا دیا تھا اور انہوں نے صارم کو فون کیا تھا مگر اس نے فون اٹھانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی اور پھر اماں نے خود کہا تھا۔

''حیات بھائی اللہ کا شکر ہے آپ کی بیٹی بہت اچھی بہو ثابت ہوئی ہے اور غلطی سراسر صارم کی ہے اس لیے اسے کچھ دن تمہارا رہنے دیں میں چاہتی ہوں وہ غلطی کا احساس کر کے بہت پیار اور مان سے دعا کو لینے آئے۔'' تو امی اور ابو مطمئن ہو گئے تھے۔

صارم کو دعا کے رویے پر غصہ آیا تھا اور اسی غصے میں وہ اسے اس کے گھر چھوڑ تو آیا تھا مگر اب سب کچھ ادھورا ادھورا سا محسوس ہو رہا تھا کمرے کی ہر چیز میں دعا کا عکس جھلملا رہا تھا اک عجیب سی بے کلی اور اضطراب تھا جو اسے سکون نہیں لینے دے رہا تھا۔

''صارم کیا بات ہے بھائی کمرے میں اس قدر اندھیرا کر کے کیوں بیٹھے ہو۔'' وہ دعا کی یادوں میں کھویا ہوا تھا اور شام کے ڈھلنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا مگر عاصم کی آواز نے صحیح معنوں میں اس کے اردگرد اجالا کر دیا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بھائی سے بغل گیر ہوا اس نے اچانک آ کر گھر کے اداس ماحول کو خوش گوار کر دیا تھا۔

''اور یہ بھابی کہاں ہیں۔'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ میکے گئی ہے۔'' صارم نے ادھوری بات کی۔

''صارم میں بھابی سے ملنے آیا تھا اور تم انہیں ان کے گھر چھوڑ آئے اب شرافت سے انہیں لے کر آؤ میں صرف پندرہ دن کی چھٹی پر آیا ہوں۔'' عاصم نے ہلکے پھلکے انداز میں بات شروع کی۔

''عاصم تمہیں نہیں پتا اس نے ماں سے کس قدر بدتمیزی سے بات کی تھی۔'' اس کی ضد اور غصہ بدستور قائم تھا۔

''یار اماں کہہ رہی ہیں کہ بھابی کافی خوش اخلاق اور سعادت مند ہیں پھر ان کے غصے کا کوئی تو سبب ہوگا تم نے سوچا۔'' انہوں نے اسے جتایا وہ بے بسی سے بھائی کی طرف دیکھنے لگا۔

''صارم بیوی اگر سسرال میں سلیقے طریقے سے رہے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کرے سب کا خیال رکھے تو شوہر کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے اور اگر داماد سسرال میں خوش اخلاقی اور مروت کا مظاہرہ کرے بیوی کے ماں باپ کو عزت دے تو عورت کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی دوسری بات نہیں ہوتی اور یہی چھوٹی چھوٹی باتیں آپس میں محبت بڑھانے کا باعث بنتی ہیں اور یوں یہ رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے۔''

اور جس طرح کا رویہ بقول اماں کے تم نے بھابی کے گھر والوں کے ساتھ روا رکھا ہے تمہارے خیال میں کیا وہ ٹھیک ہے؟ یار اماں کی تربیت ایسی تو نہیں تھی آخر بات کیا ہے کچھ تو ہے جو تجھے تیری فطرت کے خلاف عمل کرنے پر اکسا رہا ہے مجھے بتا شاید تیری الجھن سلجھ جائے کیونکہ میں نے یہ بات تو دیکھ ہی لی ہے کہ تو بھی بھابی سے بہت پیار کرتا ہے اور پھر ہم بھی بہن والے ہیں اگر کل یہی رویہ ایسی ہی شرطیں کرن کا شوہر اماں یا ہمارے ساتھ روا رکھے گا تو تیرے دل پر کیا گزرے گی۔''

عاصم صحیح کہتا تھا دوست کی کہی ہوئی ایک غلط بات کو لے کر اس نے اپنی زندگی میں زہر گھول لیا تھا۔ اور پھر سب باتوں پر عاصم کے توجہ دلانے کے بعد سارا قصور اسے اپنا ہی لگ رہا تھا۔

اس نے سنجیدگی سے اپنا تجزیہ کیا اور ان باتوں کو دہرایا جن کو سوچ سوچ کر وہ پریشان تھا۔

☆
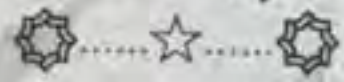
''ارے نوشے میاں کل آپ کی بارات جانی ہے اور آپ اس قدر اداس بلبل بنے بیٹھے ہیں خیر تو ہے کسی اور لڑکی کا چکر و کر تو نہیں ہے پیارے......!''

شادی کے ہزار کام تھے اور عاصم کی غیر موجودگی میں وہ بہت اکیلا تھا اس لیے اس نے اپنے آفس کے چند دوستوں کو بلا لیا تھا عامر بھی ان میں سے ایک تھا۔

''نہیں یار بس میں اسی سوچ میں پریشان ہوں کہ آج کل شادی کے فوراً بعد گھر میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ کہیں قصور بہو کا ہوتا ہے کہیں سسرال والوں کا خدا جانے آنے والی زندگی کیسی ہوگی۔'' صارم نے اپنی سوچ کا ماخذ بیان کیا۔

''ارے یار میرے چند مشورے مانے گا تو بھابی ہمیشہ تیری غلام رہے گی اور تیرے گھر والوں کا ہی دم بھرے گی۔'' عامر نے کالر جھاڑتے ہوئے شیخی بگھاری۔

''وہ کیا یار؟'' صارم نے بے چینی سے پوچھا۔

''بھابی کا بہت خیال رکھنا اور اسے ماں باپ کے گھر کم سے کم جانے دینا اور اپنے سسرال والوں سے ہمیشہ اک فاصلہ بنائے رکھنا اگر بھابی کم کم اپنے ماں باپ کے گھر جائیں گی تو اس گھر میں زیادہ وقت گزارے گی اور جلدی سب میں رچ بس جائیں گی اور اگر تو شروع سے ہی سسرال میں اپنا ایک مقام رکھے تو داماد کی حیثیت سے تیری زیادہ عزت ہوگی۔ شروع میں یہ دونوں باتیں شاید ناگوار گزریں اگر تو ان پر قائم رہا تو سمجھ لے تیرا بیڑا پار ہو گیا پیارے۔''

صارم نے شرمندہ شرمندہ عاصم پر ساری حقیقت کھول دی تھی کہ کس طرح ایک کم عقل دوست کی باتوں میں آ کر اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی ایک اچھی نیک اور فرمانبردار بیوی کو خفا کر دیا تھا۔

''صارم کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ کوئلوں کے کاروبار میں ہاتھ ضرور کالے ہوتے ہیں اور بالکل اسی طرح اچھے اور برے دوست بتدریج آپ کی زندگی پر اچھا اور برا اثر ڈالتے ہیں لیکن ابھی کچھ نہیں بگڑا تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ فی الحال تم دونوں کے بیچ صرف ناراضگی ہی ہے اور ناراضگی کو تو دور کیا جا سکتا ہے اپنی کوتاہیوں کی وجہ بتا کر اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگ کے اب تو جلدی جا اور بھابی کو لے کر آ جا۔ اماں اور کرن بھی ان کے بغیر کتنی اداس ہیں اور مجھے پوری امید ہے کہ وہ بھی تیرے جیسے ناسمجھ سے دور رہ کر خوش نہیں ہوں گی۔''

صارم کی ساری پریشانی جاتی رہی تھی کوفت کی جگہ راحت اور طمانیت محسوس کر رہا تھا اس نے ایک سپر اسٹور سے دعا کے لیے بہت خوب صورت ڈریس اور اس کی امی کے لیے شال اور ابو کے لیے واسکٹ خریدی تھی کیونکہ دعا کے ساتھ ساتھ وہ ان سے بھی بہت شرمندہ تھا اور پھر اسے اتنا تو پتا چل ہی گیا تھا کہ شاہراہ دل پر وہی نقش پائیدار اور مستحکم ہوتے ہیں جن میں محبت کے ساتھ ساتھ عزت کا عنصر بھی شامل اور پھر بقول عاصم کے اس بات کا قائل ہو گیا تھا کہ۔

''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔''

قسط نمبر 2

ٹوٹا ہوا تارہ

سمیرا شریف طور

بیٹھے بیٹھے بات پرانی یاد آئی
ماضی کی وہ شام سہانی یاد آئی
فرقت نے جھلسایا آنکھیں بھیگ گئیں
جذبوں کی ہر ایک کہانی یاد آئی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

چوہدری حیات علی خواب میں ڈر کے چیخ رہے ہوتے ہیں کہ ان کا خاص ملازم بخشوان کو جھنجھوڑ کر اٹھا دیتا ہے اور ان کو پانی پلاتا ہے اتنے میں تابندہ بوا بھی آجاتی ہیں اور باہر سے بخشو سے چوہدری حیات علی کا پوچھتی ہے۔ جس پر ملازم ان کو بتاتا ہے کہ چوہدری صاحب خواب میں ڈر گئے ہیں۔ انا وقار خوب صورت غزل کی آواز سن کر برابر کے ٹیرس میں ولید کے کمرے کے سامنے آن کھڑی ہوتی ہے یہ سوچتے ہوئے کہ اس غزل کے اس گھر سب ہی دیوانے ہیں انا وقار کے کمرے میں ناک کر کے داخل ہو جاتی ہے اور ولید سے باتیں کر رہی ہوتی ہے کہ تبھی روشنی بھی کمرے میں آجاتی ہے اور سب کے ساتھ چائے پینے کو کہتی ہے تو ولید انکار کر کے چلا جاتا ہے۔ شہوار یونیورسٹی سے کلاس لے کر جیسے ہی نکلتی ہے کہ اچانک سے ایاز اس کے سامنے آ کر راستہ روک لیتا ہے۔ جس کو دیکھ کر شہوار پریشان ہو اٹھتی ہے اتنے میں انا بھی اس کی مدد کے لیے آجاتی ہے اور شہوار کو لے کر ایک بیٹھ جاتی ہے اور اس سے ایاز کے بارے میں تفصیل جانتی اور پریشان ہو اٹھتی ہے۔ شہوار کو رات کے وقت چائے طلب ہوئی تو وہ کچن میں آتی ہے کہ عادلہ میں اچانک سے آجاتی ہے اور اس سے اپنے لیے سینڈوچ بنانے کو کہتی ہے اسی دوران مہر النساء بیگم بھی کسی کام سے کچن میں آتیں ہیں تو شہوار کو وہاں دیکھ کر اسے ڈانٹ رہی ہوتی ہیں کہ عادلہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ جس پر مہر النساء بیگم کو بھی غصہ آجاتا ہے۔ رات مصطفیٰ اپنے کمرے میں آفس کا کام کر رہا ہوتا ہے کہ شاہ زیب صاحب کا بلاوا آجاتا ہے جب وہ ان کے پاس آتا ہے تو وہ حویلی سے چوہدری صاحب کے فون کا بتارہے ہوتے ہیں کہ عباس عادلہ کو گھسیٹتے ہوئے لاتے ہیں اور سب کے سامنے اس کی ساری بکواس رکھ دیتے ہیں۔ ولید انا کو ڈپریس دیکھ کر اپنے کمرے میں کافی کے ساتھ بلواتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے مگر انا کچھ بھی نہیں بتا پاتی اور ولید اس کو سمجھتا ہے اور اپنا خیال رکھنے کو کہتا ہے۔

اب آگے پڑھے

❁......❁......❁

"تم تیار ہو لو ہمیں ابھی گاؤں جانے کے لیے نکلنا ہے۔" وہ کالج سے لوٹی تو مہر النساء بیگم تیار اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ اس نے سر ہلا کر اندر کی طرف قدم بڑھائے۔

"مصطفیٰ بھائی آگئے ہیں؟" اس نے رک کر پوچھا۔ "ہاں آگیا ہے کمرے میں تیار ہو رہا ہے۔" وہ مطمئن ہو کر اپنے کمرے میں آگئی۔

اپنے گھر ماں سے ملنے جانے کی بھی ایک عجیب سی خوشی تھی۔

تیاری تو وہ رات میں ہی کر چکی تھی۔ تابندہ امی کے لیے اس نے پچھلے دنوں دو سوٹ شالیں اور دیگر اشیاء لی تھیں۔ وہ بیگ ریڈی تھا اس نے فٹافٹ الماری سے لباس نکال کر واش روم کا رخ کیا تھا۔ واش روم سے نکل کر وہ آئینے کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی کہ رخشندہ نے دستک دینے کے بعد کمرے میں جھانکا۔

"بیگم صاحبہ آپ کو بلا رہی ہیں۔" شہوار نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنے بکھرے گھنے بالوں کو کم از کم دو تین منٹ تو لگنے ہی تھے انہیں سلجھنے میں۔

"میں آتی ہوں تم یہ بیگ لے جا کر گاڑی میں رکھواؤ۔" رخشندہ بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی تھی۔ اس نے الٹے سیدھے ہاتھ بالوں میں چلائے اور فنافٹ بالوں کو فولڈ کر کے کلپ میں جکڑا تھا خاص اہتمام تو پہلے بھی نہیں کرتی تھی بس کا جل لگا کر اس نے عجلت میں براؤن چادر اپنے گرد لپیٹی اور سینڈل پہن کر جب وہ باہر آئی تو مہر النساء بیگم گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں اور مصطفیٰ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی ہوئی تھی۔ لائبہ داخلی دروازے کی سیڑھیوں پر کھڑی تھیں۔ شاید الوداع کرنے آئی تھیں۔

"جلدی کرو۔" اسے آتے دیکھ کر انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"انکل کہاں ہیں نظر نہیں آ رہے؟" لائبہ سے الوداعی گلے ملتے اس نے پوچھا۔

"انہیں کام تھا وہ چلے گئے تھے اور عادلہ کمرے میں ہیں۔"

"دونوں کو سلام کہیے گا۔" اس سے ہاتھ ملاتے اس نے یاددہانی کرائی تھی۔

"ضرور، تم بھی نانا جان اور بوا جی کو سلام کہنا۔" وہ سر ہلاتی متانت سے قدم اٹھاتی گاڑی کی طرف بڑھ آئی۔ لائبہ کی نگاہوں میں اس کے دراز ساڑھے پانچ فٹ سے بھی نکلتے قد متناسب سڈول سراپا اور متانت و وقار سے چلتی شہوار کے لیے خاص ستائش تھی۔ اس کی شخصیت میں ایک عجیب سا وقار اور ٹھہراؤ تھا۔ شاید اس وقار نے عادلہ کی نظروں میں ایک جلن حسد کی کیفیت پیدا کر دی تھی جسے کوئی بھی پڑھ سکتا تھا۔

شہوار نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولنا چاہا پر مہر النساء نے منع کر دیا۔

"تم آگے بیٹھ جاؤ اتنا لمبا سفر ہے مجھ سے بیٹھ کر طے نہیں ہوگا۔ میں لیٹوں گی تم آگے ہی بیٹھ جاؤ۔" وہ سر ہلاتے جھجکتے ہوئے ہاتھ ہٹا گئی تھی مصطفیٰ نے بھی ماں کی بات پر آگے ہاتھ بڑھا کر فرنٹ ڈور کھول دیا۔ مصطفیٰ شاہ زیب علی کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا اس کے لیے زندگی میں پہلا اتفاق تھا۔ وہ جھجکتی ہوئی چادر سنبھالتی بیٹھ گئی تھی۔

"حویلی فون کر دیا تھا نا مصطفیٰ؟" گاڑی جیسے ہی روڈ پر آئی مہر النساء بیگم کو اچانک خیال آیا۔

"کیوں آپ نے رات کو اطلاع نہیں دی تھی؟" بڑے ریلیکس موڈ میں ڈرائیو کرتے مصطفیٰ نے بیک ویو مرر سے ماں کو دیکھا۔

"تمہارے بابا نے کال کر دی تھی تابندہ کو اطلاع دے تو دی تھی تابندہ کہہ رہی تھی صبح نکلتے ہوئے بھی کال کر دوں تا کہ وہ کھانا وغیرہ ریڈی رکھے۔" شہوار خاموشی سے دونوں کو سن رہی تھی۔

"چلیں بوا جی کو اندازہ تو ہے نا ہم آ رہے ہیں وہ تو رات سے ہی تیاری میں لگ گئی ہوں گی۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر پہلے مرر سے ماں اور پھر فرنٹ سیٹ پر خاموش بیٹھی شہوار کو دیکھا۔

"ہاں کچھ ایسی ہی کیفیت ہوگی وہ تو صبح ہی سے حویلی کا گیٹ دیکھنا شروع کر دے گی۔" مہر النساء بیگم نے بھی مسکرا کر کہا تو ماں کی بے قراری یاد کر کے شہوار کے چہرے پر ایک فخر، مان اور محبت کا احساس جاگا تھا جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ عظیم ہستی، کائنات کا سب سے بڑا سچ، اس کے اندر ماں سے ملنے کی طلب مزید گہری ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے برسوں بعد ملنے جا رہی ہو۔

"شہوار بیٹا کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے نا...... بڑی خاموش بیٹھی ہو؟" مہر النساء بیگم کو اس کی چپ محسوس ہوئی تو فوراً پوچھا۔

مصطفیٰ نے بھی اسے دیکھا ایک پل کو نگاہیں ملیں مگر وہ فوراً نگاہیں چرا کر چہرہ عقب میں کر کے مہر النساء بیگم کی طرف چہرہ موڑ گئی تھی۔

"جی بالکل ٹھیک، بالکل اے ون فٹ فاٹ ہوں۔"

"مگر خاموش کیوں ہو؟" انہیں فکر ہوئی۔

"میں پہلے کون سی بہت زیادہ باتونی ہوں۔" مصطفیٰ نے اس کی مسکراہٹ محسوس کی تھی۔ صاف شفاف نکھری نکھری چاندی جیسی مسکراہٹ۔

"پہلے بھی تو بہت کم بولتی تھی۔" وہی دھیما سلجھا انداز تھا۔ مصطفیٰ نے اسے کبھی غیر ضروری بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔

"بولا کرو، ہنسا کھیلا کرو یہی عمر تو ہوتی ہے لڑکیوں کی ہنسنے کھیلنے کی۔ تمہیں چپ چاپ دیکھتی ہوں تو میرے دل کو کوئی مٹھی میں لے لیتا ہے۔ خاموش مت رہا کرو۔ کوئی بات کرو، اتنا لمبا سفر ہے چپ چاپ کیسے کٹے گا بھلا گھر میں تو سو کام، ملازموں سے چیخ چیخ عادلہ کی ہی ٹینشن رہتی ہے اور اب بھی میں ہی بولے جا رہی ہوں مسلسل۔" وہ گھبرا کر اپنی کیفیت بتا رہی تھیں شہوار ہنس دی۔ مصطفیٰ نے حیرت سے اسے یوں کھل کر ہنستے دیکھا۔

براؤن چادر میں دلکش چہرہ اپنے اندر بھرپور دلکشی رکھتا تھا۔

"آپ خوامخواہ پریشان نہ ہوا کریں پتا ہے نا کتنی جلدی آپ کا بی پی شوٹ کر جاتا ہے۔ میں آپ کی باتوں کو انجوائے کر رہی تھی۔ آپ باتیں کریں میں متوجہ ہوں ڈونٹ وری۔" مصطفیٰ نے اسے پہلی بار اتنا لمبا جملہ ادا کرتے سنا تھا۔

"لو میں بھلا کیا باتیں کروں؟ ہم بوڑھوں کو بھلا اتنی باتیں کہاں آتی ہیں۔ ہماری وہی سادہ سی گھریلو باتیں، بہو کی چغلیاں، ملازموں کے قصے، دال مرچ کی کہانی، میں تمہارے اور مصطفیٰ جتنی پڑھی لکھی ہوتی تو تمہیں بولنے کا ہی کیوں کہتی؟"

"آج آپ کا دل باتیں کرنے کو بڑا اچھل رہا ہے خیر ہے نا ماں جی۔" مصطفیٰ نے ماں کی باتوں پر مسکرا کر انہیں چھیڑا تو وہ ہنس دیں۔

"لو سنو شہوار! یہ ماں کو چھیڑ رہا ہے۔" انہوں نے بھی مذاق میں حصہ لیا۔

"کوئی بات نہیں آپ ان کو ہدف بنا لیں۔" شہوار نے تسلی سے کہا۔

"محترمہ مجھے ہدف بنانا اتنا بھی آسان نہیں ہے۔"

"کیا بہت مشکل کام ہے؟" اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے اس نے براہ راست مصطفیٰ شاہ زیب علی کو دیکھا۔

"آزمائش شرط ہے۔" ماں کے مذاق کو وہ بھی انجوائے کر رہا تھا۔

"تم اس کی باتوں میں نہ آؤ۔ اس کے لیے تو میں نے سب طے کر لیا ہے۔ بس چند دن رہ گئے ہیں اس کی بھی آزادی کے۔" مہر النساء بیگم نے دونوں کو کبھی ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے نہیں دیکھا تھا آج جو ایک ذرا سے جملے پر شہوار نے اسے چھیڑا تو انہیں بہت اچھا لگا۔

"مطلب کیا ہے والدہ محترمہ آپ کے اس جملے کا؟ ذرا وضاحت فرمانا پسند کریں گی۔"

"ہم شادی کر رہے ہیں مصطفیٰ کی۔" انہوں نے آرام سے بم پھوڑا تھا بلکہ شہوار کو بتایا۔ مصطفیٰ حیران ہوا۔

"ہائیں، کیا مطلب؟" مصطفیٰ کا پاؤں ایک دم بریک پر جا پڑا تھا۔

گاڑی ایک دم بیچ سڑک پر رکی تھی گاڑی کے یوں رکنے پر ٹائر چرچرائے تھے آگے پیچھے والی گاڑیوں کے بھی بریک لگے۔ فضا اگلے پل ہارن کی آواز سے گونج اٹھی تھی۔ مصطفیٰ نے فوراً سنبھل کر گاڑی دوبارہ آگے بڑھائی۔

"مذاق کر رہی ہیں نا آپ؟" اس نے مرر میں سے ماں کے مسکراتے جھلملاتے چہرے کو بغور دیکھا۔

"مذاق کیسا؟" سیدھی سادی پلاننگ ہے ہماری۔ ماشاء اللہ سے اب تم سیٹ ہو چکے ہو تو شادی ہو جانی چاہیے اب تمہاری۔"

"خدا کو مانیں ماں جی۔ عباس بھائی اور عادلہ بھابی کا حال آپ کے سامنے ہے۔ ایک اور غلطی کرنے چل دیں آپ۔ آپ کو اچھی طرح واضح کر چکا ہوں کہ چار پانچ سال سے پہلے شادی نہیں کرنے والا میں۔" دوبارہ سبک خرامی سے گاڑی ڈرائیو کرتے اس نے ماں کو صاف انکار کیا تھا۔

"اب انتظار نہیں کرنے والی میں۔ تمہارے باپ سے سب بات کر لی ہے میں نے، حویلی جا رہی ہوں بابا صاحب سے بھی صلاح مشورہ کر لوں گی۔ رہ گئی عادلہ والی مثال تو میں اب اس جیسی بہو نہیں لانے والی۔ غلطی ایک دفعہ ہوتی ہے بار بار نہیں۔ اگر غلطی ہی کرنا ہوتی تو کاشفہ اس کی بہن کے لیے ہامی بھر لیتے مگر مجھے صرف اپنے گھر کا ہی سکون درکار نہیں بلکہ اپنے بیٹے کی خوشیاں بھی عزیز ہیں۔ لڑکی ہر لحاظ سے تمہاری سوچ اور ڈیمانڈ کے مطابق ہوگی۔ بے فکر رہو۔"

''لو جی! ادھر سب طے کیے ہوئے ہیں۔ آپ کو میں اس طرح آزاد برا لگتا ہوں؟'' کچھ جھنجلا کر اس نے کہا تھا۔ شہوار کے لیے اس کا یہ انداز بالکل نیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ در آئی تھی۔ اسی پل مصطفیٰ کی بھی نگاہ اس پر پڑی تو اسے مسکراتے دیکھ کر اور چڑا۔

''ماں جی میں پریکٹیکل اپروچ رکھنے والا انسان ہوں مجھے اس فیوڈل سسٹم سے بہت چڑ ہے کم عمری میں عائزہ، صبا دونوں کی شادیاں کردیں وہ بھی بھرے پرے گھروں میں۔ لائبہ بھابی بھی کم عمر ہیں لے کر اتنی بڑی ذمہ داریوں میں پھنسا دیا۔''

''تمہارے دونوں بھائیوں کی معقول عمر میں ہی شادیاں کی ہیں۔'' ''کاکے'' تو دونوں ہی نہیں تھے۔'' اس کے اس طرح چڑنے پر انہوں نے اس سے زیادہ چڑ کر جواب دیا تھا۔

''تو ان محترمہ کو ابھی تک کیوں بخشا ہوا ہے؟ میرا خیال ہے اکیسویں سن سے یہ محترمہ بھی تجاوز کرچکی ہوں گی۔'' مصطفیٰ کو شہوار کی مسلسل مسکراہٹ سے چڑ سی ہورہی تھی۔ فوراً توپوں کا رخ اس کی طرف کردیا گیا تو شہوار ٹپٹا کر رہ گئی۔

''ہائے میں نے کیا کردیا اب؟''

''اس کی عمر مت گنو اپنی عمر دیکھو اٹھائیس انتیس سے تو زیادہ ہی ہوگی۔''

مہر النساء کے یوں کہنے پر شہوار کو پھر ہنسی آگئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے گھور کر دیکھا تو اس نے فوراً کھڑکی کی طرف منہ کیا۔

''کوئی حال نہیں ماں جی میری عمر گننے کے بجائے میرا آئی ڈی کارڈ لے کر چیک کرلیں۔ دوسرا میرا ابھی شادی وادی کے جھنجٹ میں پڑنے کا قطعی ارادہ نہیں۔ اس لیے اس ٹاپک کو فی الحال بند کردیں۔'' اس نے کچھ الجھ کر اور کچھ برہمی سے انکار کیا۔

''دیکھ رہی ہو شہوار! ساری عمر باہر گزار کر آیا ہے۔ اب شادی کی خوشی دیکھنا چاہتی ہوں تو کیسے منہ پھاڑ کے انکار کردیا ہے۔'' وہ کچھ رنجیدہ سی ہوگئی تھیں۔

مصطفیٰ ساری زندگی ان سے دور رہا تھا سو ان کے دل میں اس کے لیے بڑی گنجائش تھی۔ باقی اولاد کی نسبت اس کا خیال زیادہ کرتی تھیں۔ اس کے لاڈ اٹھاتی تھیں نخرے سہتی تھیں۔

''ہوسکتا ہے مصطفیٰ بھائی نے کوئی لڑکی دیکھ رکھی ہو کیوں مصطفیٰ بھائی۔'' مصطفیٰ نے اسے گھورا۔

''اب تم ان کے دماغ میں ایک اور نئی بات ڈال دو یہ جو عرصہ بعد کچھ کرنے کا سوچ بیٹھی ہیں فوراً عمل کر دکھائیں گی۔ ماں جی ایسی کوئی بات نہیں، اتنا عرصہ باہر رہ کر آیا ہوں۔ اگر خود سے ہی پسند کرلینے کا مسئلہ ہوتا تو وہیں سے ساتھ لے کر آتا' میں بس کچھ عرصہ بغیر کسی ذمہ داری کے لائف انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔ جاب کی اپنی بہت سی ذمہ داریاں ہیں میں فی الحال کوئی نئی ذمہ داری افورڈ نہیں کرسکتا۔''

''ماشاء اللہ اپنی زمین جائیداد کے مالک لوگ ہیں چھوٹے موٹے نہیں ہیں ہم ساری عمر بیٹھ کر زمینوں کی آمدنی کھائیں تو کم ہے پھر بھی تم پر کوئی بوجھ نہیں ڈالیں گے ہم۔ تمہاری تنخواہ سے تمہارا اپنا خرچ ہی شاید پورا ہو فی الحال میرا ارادہ نکاح یا منگنی کرنے کا ہے۔ رخصتی جب تم کہو گے تبھی کریں گے۔'' مصطفیٰ نے فی الحال خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا شہوار کے سامنے اچھی خاصی بحث ہوچکی تھی۔

''لڑکی ڈھونڈنے میں بھی کچھ وقت تو لگے گا ہی مصطفیٰ بھائی بے فکر رہیں۔ اتنی جلدی شادی کا پروسس انجام نہیں دیا جائے گا۔'' اس کے اس طرح خاموش ہونے پر شہوار نے لب کشائی کی تو اس نے ایک خاموش نگاہ اس پر ڈالی۔

''لو لڑکی کیوں ڈھونڈوں گی میں بھلا خاندان بھرا پڑا ہے لڑکیوں سے میں جس لڑکی کا بھی نام لوں گی سب خوش ہو کر ہامی بھریں گے۔'' مصطفیٰ نے ایک جتاتی نظر شہوار پر ڈالی تو وہ جھینپ گئی۔

''لڑکی تو ویسے بھی میں نے دیکھ رکھی ہے۔ بس بابا صاحب سے مشورے کے بعد رشتہ ڈالوں گی۔ میرا مصطفیٰ لاکھوں میں ایک ہے۔ خوشی خوشی اقرار ہوگا۔ میرے گھر کی آخری چھیتی خوشی ہے تو جو بھی کروں کم ہے۔'' شہوار کو پھر ہنسی آرہی تھی۔

پنا راضی نہیں تھا آنٹی سب طے کیے بیٹھی تھیں۔ مصطفیٰ کی گھوریوں کا احساس تھا ورنہ دل کھول کر ہنستی۔

''کون ہے وہ لڑکی بھلا ہمیں بھی تو پتا چلے؟'' مصطفیٰ کی طرف کن انکھیوں سے دیکھتے اس کی خاموشی کو نوٹ کرتے اس نے مہر النساء بیگم سے پوچھا تھا۔ وہ مصطفیٰ کی خاموشی اور شہوار کے اشتیاق کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

''چل جائے گا پتا' جب رشتہ کروں گی تو مصطفیٰ سے مشورہ کرکے ہی کروں گی۔ مجھے یقین ہے مصطفیٰ کو بھی لڑکی پسند آئے گی۔''

''خاندان میں سے ہے؟'' شہوار کا اشتیاق کئی گنا بڑھ گیا تھا۔

''یہی سمجھ لو۔'' وہ بھی سسپنس پیدا کررہی تھیں۔ وہ الجھی۔

''بڑے انکل' حسن انکل یا دونوں پھوپوں کی بیٹیوں میں سے ہے یا پھر دور کی رشتہ داری ہے۔''

''تم اندازہ لگاؤ؟'' انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ الجھ گئی۔

آگے پیچھے سب جاننے والی تمام لڑکیوں کے نام' چہرے یاد کرڈالے مگر کچھ سمجھ نہ آئی۔

''لڑکی پیاری ہے؟'' سوچتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنس دی۔

''ہاں بہت زیادہ یوں کہو چندے مہتاب ہے۔'' مصطفیٰ بالکل لاتعلق تھا۔

''زبردست! قد کتنا ہے۔ مصطفیٰ بھائی کے ساتھ چلتے ہوئے سوٹ تو کرے گی نا؟'' اس کا تجسس کئی گنا بڑھ چکا تھا۔

''قد تو ماشاء اللہ بہت اچھا ہے سوٹ کیوں نہیں کرے گی میں اسے دیکھتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ جیسے وہ بنی ہی میرے مصطفیٰ کے لیے ہے۔'' ان کے انداز میں اپنی متوقع بہو کے لیے بڑی محبت تھی۔ شہوار بڑی امپریس ہوئی تھی۔

''ایجوکیٹڈ ہے؟''

''تو اور کیا' اپنے مصطفیٰ کے لیے اس کے لیول کی لڑکی تو ضروری ہے نا۔''

''اچھا یہ بتائیں بال کیسے ہیں اس کے کٹنگ ہیں یا بس سو سو۔'' اس کی آنکھوں میں لائبہ بھابی کی چھوٹی بہن شافعہ کا عکس لہرایا جو ان کوالٹیز پر پورا اتر رہی تھی۔ بس بال چھوٹے تھے۔

''ماشاء اللہ بال تو بہت پیارے لمبے اور گھنے ہیں چار فٹ تو ہوں گے۔'' شہوار کا ہاتھ بے اختیار اپنے سر پر جا پڑا۔ مصطفیٰ نے اس کی حرکت کو فوراً نوٹ کیا تو وہ جھینپ کر ہاتھ گرا گئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو اتنی خوش قسمت نہیں سمجھتی تھی اس کی آنکھوں میں نواز انکل کی دربہ آسمائی جس کے بال بہت لمبے اور گھنے تھے۔

''اچھا یہ بتائیں کہ وہ پاکستان میں رہ رہی ہیں کہ آؤٹ آف کنٹری۔'' یہ اس کے ''اندازوں'' کی زنبیل کا آخری سوال تھا۔ مصطفیٰ نے چڑ کر اسے دیکھا۔

''تمہیں اتنی دلچسپی کس لیے ہے؟ تم نے رپورٹ لکھنی ہے کیا؟'' خاصا ناراضی لیے ڈانٹنے والا انداز تھا۔ وہ اپنی جگہ چپ چاپ سی رہ گئی۔

''ہائے ہائے بچی کو کیوں ڈانٹ رہے ہو۔ ماشاء اللہ اندازے تو اس نے سارے ہی ٹھیک لگائے ہیں۔ چلو مصطفیٰ تم بتاؤ کون ہوسکتی ہے وہ لڑکی؟''

''سوری مجھے پزل کھیلنے کا کوئی شوق نہیں اور آپ کو لیٹنا نہیں ہے۔ آپ شاید بھول رہی ہیں کہ آپ نے ان محترمہ کو اس لیے آگے بھیجا تھا کہ آپ اتنا لمبا سفر لیٹ کر کریں گی نہ کہ باتیں کر کر کے۔''

وہ اچھا خاصا چڑ چکا تھا۔ شہوار تو ایک طرف مہر النساء بیگم تک ہنس دی تھیں۔

''چلو تم پر ترس کھالیتی ہوں لیٹ جاتی ہوں میں' ویسے بھی اب بیٹھ کر میں تھک گئی ہوں۔'' انہوں نے سیٹ پر پڑا لنچ باکس اٹھا کر پیچھے سے کشن اٹھا کر سیٹ پر رکھا تھا۔

''شہوار تم نے تو کچھ بھی نہیں کھایا ہوگا سیدھا کالج سے آتے ہی گاڑی میں آ بیٹھی تھیں۔ اس لیے کھانا اور شاپر میں بھی فروٹس ہیں کھالو بھوک لگی ہوگی۔''

انہوں نے شاپر اور لنچ باکس اگلی سیٹ پر بیٹھی شہوار کو تھما دیے تھے اور خود کشن سیٹ کر کے دراز ہوگئی تھیں۔
شہوار کو بھوک تو واقعی محسوس ہو رہی تھی اس نے شاپر دیکھا اس میں چپس نمکو کوک بسکٹ وغیرہ کے لوازمات تھے۔ اس نے لنچ باکس جھولی میں رکھ کر کھولا سب سے اوپر والے ٹفن میں چکن سینڈوچ اور کباب تھے۔
"سینڈوچ لیں گے آپ؟" اس نے کھانے سے پہلے ٹفن مصطفیٰ کی طرف بڑھایا تھا۔
"تھینکس۔" مصطفیٰ نے ایک سینڈوچ اٹھالیا تھا۔
"یہ کباب بھی ہیں۔"
"تھینکس تم نے لنچ نہیں کیا تھا تم کھاؤ یہ بھابی نے تمہارے لیے ہی پیک کر کے دیا ہے۔ میں نے تو گھر آ کر ڈٹ کر لنچ کیا تھا۔ بھابی کہہ رہی تھیں کہ ایک ٹفن میں بریانی بھی ہے۔ شاپر میں انہوں نے کوک کی بوتل رکھی ہوئی ہے وہ بھی نکال لو۔" وہ شاید سارا کچھ چیک کر چکا تھا یا بھابی نے اس کے سامنے پیک کرایا تھا۔ وہ سر ہلاتی ایک سینڈوچ اٹھا کر بڑی رغبت سے کھانے لگی۔ یہ طویل سفر تھا مہر النساء بیگم تو پیچھے دراز ہوگئی تھیں اور سفر کے دوران اسے کبھی نیند نہیں آتی تھی اب سارا سفر مصطفیٰ کے ساتھ اسی طرح بیٹھ کر گزارنا تھا۔

❀......❀......❀

شہوار کے آنے کی خبر تو رات میں ہی مل گئی تھی وہ رات سے خاصی پر جوش تھیں۔ حویلی کی صفائی، کچن میں کھانوں کی تیاری تک وہ ہر چیز اپنی نگرانی میں کروا رہی تھیں۔
دو بجے کے قریب انہوں نے کال کی تو لائبہ نے بتایا کہ وہ لوگ حویلی کے لیے گھر سے نکل چکے ہیں۔ لائبہ نے ہی بتایا تھا کہ مصطفیٰ کے ہمراہ مہر النساء اور شہوار آ رہی ہیں۔
ڈیڑھ گھنٹہ گزرا تو بابا صاحب کو بھی ان کی آمد کے انتظار سے اکتاہٹ ہونے لگی۔
"تابندہ بچے ابھی تک نہیں پہنچے ہیں۔"
"تھوڑی دیر میں آ جاتے ہیں۔"
"اب تو عصر کا وقت بھی آ پہنچا ہے تم کال کر کے پتا کرو میں نماز پڑھ لیتا ہوں۔" ہال سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تو تابندہ بوا نے نمبر ملائے اب کی بار وہ مصطفیٰ شاہ زیب علی کے نمبر پر کال کر رہی تھیں۔
"السلام علیکم!" مصطفیٰ کی آواز سنی تو مسکرا دیں۔
"وعلیکم السلام جیتے رہو۔"
"کب تک پہنچ رہے ہو تم لوگ؟"
"ہم بس آدھے گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں۔ آپ سنائیں خیریت ہے نا؟"
"اللہ کا بڑا شکر ہے کرم ہے۔"
"بابا صاحب کیسے ہیں؟"
"ٹھیک ہیں نماز پڑھ رہے ہیں کہہ رہے تھے کہ پتا کروں کہ کہاں ہیں بچے کب تک پہنچ رہے ہیں؟"
"شہوار سے بات کرواؤں؟" وہ پوچھ رہا تھا وہ مسکرا دیں۔
"رہنے دو آ تو رہی ہے نا لوں گی باتیں بھی ہوتی رہیں گی۔ ویسے وہ خیریت سے ہے نا۔"
"جی بالکل، جیسے آپ کی مرضی اللہ حافظ۔"
"اللہ حافظ۔" وہ کال بند کرتے ہوئے کچن کی طرف چلی آئیں۔ ہر چیز تیار تھی۔
"عظمت! میں اپنے کمرے میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں تم تاج کو کہہ دینا کہ دھیان رکھے مہمان آئیں تو مجھے اطلاع کر دے۔"
"جی۔" عظمت کو ہدایت دے کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھیں۔ وضو کر کے نماز ادا کرنے کے بعد انہوں نے تسبیح پکڑ

لی تھی۔ یونہی تسبیح کرتے ان کا ذہن بھٹکا تھا۔ انہوں نے فوراً اٹھ کر الماری کا جائزہ لیا الماری میں تصاویر کا البم اور دیگر کچھ کاغذات نچلے خانے میں پڑے ہوئے تھے انہوں نے رات یونہی کچھ نکالنے کو باہر نکالے تھے۔ مگر واپس رکھنا یاد نہ رہا تھا۔ انہوں نے کاغذات لاکر میں منتقل کیے تصاویر والا البم لے کر وہ بستر پر آ بیٹھی تھیں۔ اس البم میں گزرے لمحوں کی بہت سی یادیں تھیں۔ ان کا دل بھر آیا۔ ایک تصویر کو دیکھ کر ان کے ہونٹ بے اختیار تصویر پر جھک گئے تھے۔
تصویر میں ایک مرد اور عورت تھے دونوں نے ہی بچوں کو اٹھایا ہوا تھا۔ مرد کے بازو میں بچہ تھا۔ تین چار سالہ خوب صورت صحت مند بچہ جبکہ عورت کے بازو میں ایک ڈیڑھ سال کی بچی تھی۔
"آہ، کیسے قیمتی موتی تھے۔ نجانے کہاں حالات کے سرد و گرم سہہ رہے ہوں گے۔ وہ امانت میں خیانت تو نہیں کرنے والا محبت کو آزما لینے کا دعویدار تھا۔ سکندر! دیکھو میں کسی کی بھی حفاظت نہ کر سکی۔ بے ربط جملے بے ربط انداز لرزتے ہونٹ اور شدت سے بہتے آنسو۔ نجانے کس دکھ کا اظہار تھا یہ۔ ایک دم باہر گاڑی کا شور بلند ہوا تو انہیں احساس ہوا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ شاید ماہ و سال بیتے تھے۔
اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے خود کو بحال کرتے انہوں نے اٹھ کر وہ تصاویر والا البم بھی لاکر میں رکھ کر چابی سب سے نچلے دراز کی تہہ میں رکھ دی تھی۔ باتھ روم میں جا کر چہرے پر موجود شکستگی کے تمام آثار مٹا کر اپنے مخصوص انداز کو برقرار رکھتے وہ باہر نکل آئی تھیں۔
"مہمان ہال میں ہیں۔" تاج نے اشارہ کیا تو وہ ادھر بڑھ آئیں۔
"السلام علیکم!" یہ لوگ ابھی ہال میں داخل ہی ہوئے تھے بابا صاحب ساتھ ہی تھے۔
"وعلیکم السلام!" مہر النساء بیگم نے بڑی محبت سے تابندہ کو ساتھ لگا لیا۔
"ٹھیک ہو نا؟" انہوں نے خود سے علیحدہ کر کے بغور اس کا چہرہ دیکھا گہری جھیل سی آنکھوں کی سرخی برقرار تھی۔ تابندہ بوا نے سر ہلا دیا تھا۔
شکستہ عمارت بتاتی تھی کہ کبھی یہ بڑی شاندار تھی۔ اتنی شاندار جو دیکھے وہ نظر ہٹانے کو نہ مانے مگر یہ عمارت اندر ہی اندر دیمک کی طرح کھائی جا چکی تھی۔ اب صرف خالی عمارت تھی اور کچھ بھی نہیں۔
تابندہ بوا کی جوانی کا وہ دلکش پر سوز روپ تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ جوانی حویلی کی چار دیواری میں رل گئی تھی۔
ان کے دل سے اک ہوک اٹھی تھی۔
"السلام علیکم امی۔" مہر النساء کے ہٹتے ہی شہوار بڑی بے تابی سے ماں سے لپٹ گئی۔ کتنے دنوں بعد مل رہی تھی آنکھیں بھیگ گئیں تو آنسو رخساروں پر رستہ بناتے چلے گئے۔
"وعلیکم السلام!" انہیں محسوس ہو گیا تھا کہ وہ سسک رہی ہے۔ انہوں نے بھرپور انداز میں اس کا نازک سراپا اپنے بازوؤں میں سمو لیا۔ یوں جیسے کوئی کانچ کو بڑی حفاظت سے تھام لیتا ہے۔
"اوہو بری بات شہوار ماں کو پریشان نہ کرو، چلو ادھر آؤ۔" مہر النساء کی اس کے چہرے پر نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکتے اسے ماں سے علیحدہ کر کے اپنے بازو کے حصار میں لیے صوفے پر جا بیٹھی تھیں۔
"السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟" مصطفیٰ نے بڑے ادب سے سلام کے بعد حال دریافت کیا۔
"وعلیکم السلام جیتے رہو۔" اس کے کندھے پر ہاتھ پھیر کر بغور اسے دیکھا۔ مصطفیٰ پر نگاہ پڑتے ہی ان کے دل کا عالم خوشی سے جگمگا اٹھا۔
نقصان بہت ہوا تھا ماضی میں مگر اب سود کے ساتھ وصولنے کا وقت تھا۔
تمام لڑکوں سے ہٹ کر سلجھا اور سنجیدہ مزاج یہ لڑکا بے پناہ خوبرو جوان تھا۔ انہیں خاندان بھر میں مصطفیٰ کے مقابل کوئی اور نظر نہیں آیا تھا۔

"سفر کیسا گزرا۔ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟" صوفے پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے بیٹی کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے بھابی اور مصطفیٰ پر نگاہ ڈالی۔
"میں تو تھوڑی دیر بعد ہی سو گئی تھی یہ تو شہوار نے ہی تھوڑی دیر پہلے اٹھایا کہ سفر تمام ہونے والا ہے۔"
"اور مصطفیٰ بیٹا آپ کی جاب کیسی جا رہی ہے؟"
"اللہ کا شکر ہے بوا جی! بہت اچھی۔" تبھی عظمت چلی آئی۔
"چائے لے آؤں؟" اس نے پوچھا۔
"میں فریش ہونا چاہتا ہوں پہلے۔" مصطفیٰ فوراً کھڑا ہو گیا تھا۔ ڈرائیونگ کے دوران وہ تھک گیا تھا بے شک گاڑی زبردست تھی مگر سفر پھر سفر ہوتا ہے۔
"اچھا' بھابی اور شہوار آپ دونوں بھی فریش ہو لیں پھر چائے لگواتی ہوں۔"
فریش ہونے کے بعد چائے پی گئی۔ مغرب ہو چکی تھی نماز کے کچھ دیر بعد تابندہ بوا نے کھانا لگوا دیا تھا کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔
کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا اور پھر بابا صاحب تابندہ بوا اور مہر النساء بیگم کے درمیان ایک طویل گفتگو کی نشست جمی تھی۔ مصطفیٰ پاس ہی تھا گاہے بگاہے ٹی وی دیکھتے وہ بھی گفتگو میں حصہ لے رہا تھا۔ جبکہ شہوار کچھ دیر پاس بیٹھنے کے بعد نجانے کہاں گم ہو گئی تھیں۔
ٹی وی کی طرف سے اکتا کر وہ باہر نکل آیا تھا۔ گاؤں میں بڑی جلدی رات ہو جاتی ہے۔ ابھی تو نو ہی بجے تھے مگر لگ رہا تھا کہ جیسے آدھی رات بیت گئی ہے۔ گھر اور فیملی سے دور رہنے کی وجہ سے وہ بہت کم گاؤں کے ماحول میں رہ پایا تھا۔ اسی لیے یہاں آ کر وہ اکثر بور ہو جاتا تھا۔ وہ برآمدہ عبور کر کے صحن میں آ نکلا۔

رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح
رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح

انہی لفظوں کی تکرار
مصطفیٰ کے قدم ٹھٹک گئے تھے۔ وہ ایک دم اپنے قدموں پر گھوما تھا۔ آواز عقب سے یعنی باغ کی جانب سے آ رہی تھی۔ کوئی بڑے ردھم اور لے میں گا رہا تھا۔

رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح
چاند نکلا ہے تجھے ڈھونڈنے پاگل کی طرح
رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح

گانے والی کی آواز میں بڑا سوز اور زیر و بم تھا۔ مصطفیٰ کو اس سناٹے میں گونجتی یہ آواز بڑی دلنشیں لگی۔ وہ باغ کی طرف بڑھ آیا۔ اطراف میں اندھیرا تھا۔ صحن میں ایک بلب روشن تھا باقی لائٹس آف تھیں۔ وہ جو کوئی بھی تھی فوارے کی دیوار پر بیٹھی اردگرد سے بےخبر گا رہی تھی۔ سر گھٹنوں میں تھا اور لمبے دراز بال پشت پر پھیلے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔

خشک پتوں کی طرح لوگ اڑے جاتے ہیں
شہر بھی اب تو نظر آتے ہیں جنگل کی طرح
رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح

وہ آنکھیں بند کیے دنیا و مافیہا سے بےخبر صرف اپنی ذات میں مگن گا رہی تھی۔ مصطفیٰ اس کے عقب میں آ کر دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑا ہو گیا تھا۔

پھر خیالوں میں تیرے قرب کی خوشبو جاگی
پھر برسنے لگیں آنکھیں میری بادل کی طرح

رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح

مصطفیٰ کو حیرت ہوئی کہ یہ لڑکی اس قدر اچھی آواز اور ذوق کی مالک ہے۔
گاڑی میں اس نے اس کا بڑا مختلف روپ دیکھا تھا مگر اس وقت تو وہ کسی اور ہی روپ میں نظر آ رہی تھی۔

بے وفاؤں سے وفا کرتے گزری ہے حیات
میں برستا رہا ویرانوں میں بادل کی طرح
رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح

آخر میں اس کی آواز بالکل مدھم ہوتے تھم گئی تھی۔ فضا میں آخری مصرعے کی بازگشت ٹھہر گئی تھی۔
"زبردست' بہت اچھے۔" مصطفیٰ نے بےاختیار سراہا تھا۔ وہ جو کتنے عرصے بعد حویلی آ کر بےتاب سی ہو گئی تھی ایک دم اپنے عقب سے آتی آواز سن کر گھبرا کر اٹھی تھی۔
"آپ؟" اسے ایک دم شرمندگی نے آ گھیرا۔ نجانے یہ کہاں سے نکل آیا ہے۔ وہ کون سی بڑی گلوکارہ تھی نجانے کیا سوچتا ہوگا۔
"بہت اچھی آواز ہے تمہاری۔" وہ جو ہمیشہ اسے ایک ڈھکے چھپے روپ میں دکھائی دی تھی اس وقت اس کے گلے میں دوپٹا تھا بالوں کا آبشار گھٹنوں سے نیچے تک جا رہا تھا۔ مصطفیٰ کو آج تک اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ اس لڑکی کے بال اس قدر لمبے گھنے اور پیارے ہیں۔
چاندنی روشنی میں اس کے وجود سے عجب تابناکیاں سی پھوٹی پڑ رہی تھیں۔ اس نے مصطفیٰ کے انداز پر گھبرا کر فوراً دوپٹا سر پر جمایا تھا مگر چادر اور دوپٹے کا فرق اسے پہلی بار واضح محسوس ہوا چادر اس کے سارے وجود کو چھپا لیتی تھی۔ جس سے بال چھپ جاتے تھے جبکہ دوپٹا اس کے صرف سر کو ہی چھپا سکا تھا۔ اسے جی بھر کر کوفت ہوئی کہ کیوں بال کھول کر وہ ادھر آ نکلی تھی کم از کم ہیئر بینڈ ہی ڈال لیتی۔
"ادھر اکیلی کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟" اس نے اس کے پاؤں کو دیکھا جو وہ قریب پڑی سینڈل میں چھپا رہی تھی۔
"یونہی ادھر آ نکلی تو ادھر بیٹھ گئی۔" مصطفیٰ اس سے کچھ فاصلے پر فوارے کی دیوار پر ہی بیٹھ گیا تھا۔
"تم تو خیر ادھر ہی پلی بڑھی ہو مگر میں ادھر آ کر بہت بور ہو رہا ہوں۔ بہت کم آنا جانا رہا ہے اس لیے شاید بوریت کا احساس ہو رہا ہے۔" وہ پزل سی اسی طرح کھڑی رہی۔ اس کے ساتھ گفتگو کا بہت کم اتفاق رہا تھا۔ آج بھی گاڑی میں جب تک آنٹی لیٹی تھیں باتیں ہوتی تھیں اس کے بعد تو ایک دو جملوں کے علاوہ کوئی بات نہ ہوئی تھی اور اب۔
وہ انگلیاں چٹخاتی اس طرح کھڑی تھی کہ جیسے ابھی بھاگ جائے گی۔ مصطفیٰ نے نوٹ کیا تو اس کے ہونٹوں پر بےاختیار مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی۔ وہ شاید اس کی تنہائی میں مخل ہوا تھا۔ اس نے اندازہ لگایا۔
"بیٹھو۔" اس نے کہا تو وہ جھجکتے ہوئے قدرے فاصلے پر دیوار پر ٹک گئی۔
فوارہ بند تھا مصطفیٰ نے اس کے ٹھہرے پانی میں ہاتھ ڈالا تو سرد پانی نے ایک عجیب سا احساس بخشا۔ ٹھنڈک آمیز تنہائی لیے بڑا دلفریب سا احساس۔
"امی بابا اور آنٹی ہال ہی میں ہیں؟" اک بےنام سی خاموشی سے گھبرا کر اس نے پوچھا تو مصطفیٰ نے سر ہلایا۔
"ہوں ادھر ہی ہیں۔ وہی گھریلو ٹیپیکل خاندانی باتیں' عادلہ بھابی کا قصہ بابا صاحب کو سنایا جا رہا تھا۔" عادلہ کے ذکر پر اس کے چہرے پر تفکرات کے سائے گہرے ہوئے۔
"کیا واقعی انکل عادلہ بھابی کی خواہش پر انہیں علیحدہ کر دیں گے۔"
"حرج تو کوئی نہیں' گھریلو سکون اور امن کے لیے یہ اقدام برا نہیں۔"
"مگر عادلہ بھابی کا رویہ تو غلط ہے نا۔" وہ ایک دکھ سے گویا تھی مصطفیٰ نے بغور اسے دیکھا۔ ہیرے کی لونگ کی چمک نمایاں تھی۔ اس سے پہلے اسے اس لڑکی کو بغور دیکھنے بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ آج کا سارا وقت جو اس کے ہمراہ گزرا

تھا اس سارے وقت میں شہوار کی ذات کی بہت سی خوب صورتیاں اس پر آشکار ہورہی تھیں۔ اسے محسوس ہورہا تھا کہ وہ عادلہ بھابی کی وجہ سے پریشان ہے۔

''مگر میں نہیں چاہتی کہ وہ علیحدہ ہوں۔ عباس بھائی انہیں اتنی محبت وخواہش سے بیاہ کرلائے تھے اب ان کا رویہ؟ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کس طرح ان کی غلط فہمیاں دور کروں۔'' وہ خود سے الجھ الجھ کر تھک چکی تھی وہ کسی سے بھی دل کی بات نہیں کہہ سکتی تھی۔ نجانے کیسے مصطفیٰ کے سامنے اس کے ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ مصطفیٰ اس کے اس انداز پر بری طرح چونکا تھا۔

''کیسی غلط فہمیاں؟'' اس نے گھریلو امور میں کبھی دلچسپی نہیں لی تھی مگر عادلہ والا واقعہ اس کے سامنے ہوا تھا تو اس کا متجسس ہونا لازمی تھا۔

شہوار شش وپنج میں پڑگئی کہ وہ اس سے کچھ کہے یا نہیں۔

اس کے دل پر اس قدر بوجھ بڑھ چکا تھا کہ دل چاہتا تھا کہ کہیں بیٹھ کر کسی کے سامنے دل کھول کر اپنا غبار نکالے۔ تابندہ بی کو وہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اور کسی اور سے کہتی بھی تو کیا اور کیسے؟

''کوئی سیریس بات ہے شہوار؟'' اس کے لبوں سے اپنا نام سن کر وہ چونکی۔ ''میرا خیال ہے کہ تم عادلہ بھابی والے واقعے کو لے کر خاصی پریشان ہو کیا بات ہے اگر بتانا پسند کرو تو بتا سکتی ہو۔'' اس کے اس انداز پر مصطفیٰ کو لگ رہا تھا کہ بات کچھ ضرور ہے اور سیریس بھی ورنہ وہ اتنی پریشان یا فکر مند دکھائی نہ دیتی۔

''آپ آپ کسی سے ذکر تو نہیں کریں گے؟'' بتائے کہ نہ بتائیے کے درمیان الجھتے اس نے لب کشائی کرتے ہوئے بھی خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔ مصطفیٰ کو اندازہ ہوگیا کہ بات واقعی کچھ سیریس ہے۔

''تم کہو میں سن رہا ہوں۔'' وہ انگلیاں چٹخانے لگی۔ ہونٹ کچلتے اس نے مصطفیٰ کو دیکھا وہ بڑے سنجیدہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

''اگر عادلہ بھابی یہ علیحدہ گھر والی بات نہ بھی کرتیں تو بھی میں سوچ رہی تھی کہ آپ سے ضرور ڈسکس کروں گی۔ دراصل مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ اس مسئلے کو کیسے حل کروں' کیسے آپ کو بتاؤں۔'' وہ دوبارہ بیٹھ گیا تھا۔

''عادلہ بھابی جب سے اس گھر میں بیاہ کر آئی ہیں انہوں نے نجانے کیوں مجھ سے بیر باندھا ہوا ہے۔ شروع شروع میں تو میں الجھتی رہی مگر اب آکر ان کے رویوں کی سمجھ آرہی ہے۔'' اس نے آغاز کیا تو وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھے گیا۔ اس کی نگاہیں اپنے ہاتھوں پر تھیں۔ چہرہ جھکا ہوا تھا۔

''باباصاحب اور باقی لوگوں کا خیال میری ذات عباس بھائی کے ساتھ امیچ کرنے کا تھا۔'' اس نے بہت دھیمے لہجے میں انکشاف کیا تھا۔ مصطفیٰ نے خاصا حیران ہوکر اسے دیکھا۔ اس کے علم میں یہ بات نہیں تھی۔

''مگر عباس بھائی کو عادلہ بھابی پسند آگئیں اور یہ بات یہیں ختم ہوگئی۔ شادی کے بعد شروع شروع میں عادلہ بھابی کو میری اور امی کی ذات سے ویسے ہی دلچسپی رہی جیسی باقی لوگوں کو ہے پھر آہستہ آہستہ ان کی یہ دلچسپی ناگواری اور نفرت میں بدل گئی۔'' وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔

''نجانے انہیں کیسے علم ہوگیا تھا کہ کبھی بزرگ عباس بھائی کے لیے میرا نام لے چکے ہیں۔'' وہ بتا کر چپ سی ہوگئی تھی۔

''پھر......!'' اس کے لیے اس سارے معاملے میں دلچسپی خاصی بڑھ چکی تھی۔

''ایک گھر میں ہی رہتے ہوئے میں نے بڑی کوشش کی کہ خود کو محدود کرلوں' عباس بھائی یا آپ کا سامنا نہ ہو مگر ایک گھر میں ہی رہتے ہوئے میں کہاں تک کامیاب ہوسکتی تھی۔ خدا کی قسم میں تھک گئی ہوں ان کی زبان سے نکلنے والے رکیک الزامات اور جملے سن سن کر......!'' وہ کہتے کہتے ایک دم رودی تھی اور مصطفیٰ وہ جہاں تھا وہیں ساکت رہ گیا تھا۔ اسے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے روتے دیکھتا رہا۔

''میری ایجوکیشن کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں کبھی حویلی سے باہر قدم نہ نکالتی۔ میں نے کئی بار انکل سے کہا کہ مجھے ہاسٹل شفٹ

کردیں مگر امی نہیں مانتیں' میں کسی کو اصل بات نہیں بتاسکتی۔'' کافی دیر رونے کے بعد اس نے مزید کہا۔

''اوہ مائی گاڈ واٹ از آنان سینس۔''

''مجھے تفصیل سے بتاؤ۔'' اس نے کہا۔

''عباس بھائی خود بہت پریشان ہیں مجھے نہیں پتا باقی لوگ ان کی نفرت کی اصل وجہ جانتے ہیں یا نہیں مگر میں نہیں چاہتی کہ امی تک یہ بات پہنچے۔'' دوپٹے سے ناک رگڑتے اس نے کہا تو مصطفیٰ نے جیب سے رومال نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

''شکریہ۔'' رومال لے کر اس نے چہرہ صاف کیا۔

''اب کیا نئی بات ہوئی ہے؟'' بڑے تحمل سے وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ کافی دیر چپ ہی رہی تو اسے ٹوکنا پڑا۔

''انہوں نے اپنی سسٹر کا پرپوزل آپ کے لیے دیا تھا۔'' اس نے نئی بات بتائی۔

''تو پھر۔'' اسے کچھ سمجھ نہ آئی تھی۔ اس مسئلے کا اس سے کیا تعلق؟

''تو پھر یہ کہ آپ نے انکار کردیا تھا اور وہ سمجھتی ہیں کہ اس کے پیچھے بھی میری ذات ہے۔'' اس نے آخر کہہ ہی دیا تھا۔ جھکے سر سے وہ اپنے ہونٹ کچلنے لگی تھی۔

''نان سینس......!'' وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اتنی گھٹیا سوچ کی مالک ہیں وہ۔'' وہ چپ چاپ ہونٹ کاٹتی رہی۔

''میرے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے اس فورتھ ایئر میں آکر اس قدر پریشان ہوچکی ہوں کہ مجھے آرام و سکون سے اسٹڈی کرنے کا وقت ہی نہیں مل رہا۔ گھر میں وہ خود ہیں اور کالج کے اندر ان کا بھائی ایاز عبدالقیوم میری جان اجیرن کیے ہوئے ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس دفعہ میں اب واپس شہر نہ جاؤں۔'' وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا مطلب ہے اس کا؟'' وہ حیران پریشان اب صحیح معنوں میں ہوا تھا۔

''انہوں نے ایک طے شدہ پلاننگ کے تحت اپنے بھائی کو میرے پیچھے لگادیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے کسی بھی آوارہ غلط کردار کے حامل شخص سے کسی بھی انسان کو اذیت پہنچ سکتی ہے۔'' اس سے زیادہ واضح اور کھلے لفظوں میں وہ اور کیا کہتی۔ مصطفیٰ کئی ثانیے تک اسے دیکھتا رہا۔

''پچھلے ایک سال سے میں یہ عذاب سہہ رہی ہوں۔ میں کبھی اپنی زبان سے ایک لفظ نہ نکالتی اگر اس شخص کی حرکتیں برداشت سے باہر نہ ہوجاتیں۔ کالج کے اندر اس کی غلیظ زبان اور بری حرکتوں سے بچاؤ کا میں ہر حربہ استعمال کرچکی ہوں مگر اب سب کچھ میری برداشت سے باہر ہے۔''

''اومائی گاڈ۔'' مصطفیٰ کے ہونٹوں سے بس یہی نکلا تھا وہ چپ ہوکر رومال سے اپنے آنسو صاف کررہی تھی۔ اس کا سر مسلسل جھکا ہوا تھا اور ایک ہی زاویے پر تھا۔ وہ مٹھیاں بھینچے دوبارہ بیٹھ گیا۔

''مصطفیٰ بھائی میں بہت برداشت کرنے کے بعد آپ سے ذکر کررہی ہوں۔ آپ پلیز مجھے اس کا سلوشن بتائیں ورنہ میں اپنی تعلیم چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤں گی۔'' مصطفیٰ نے دیکھا رونے سے اس کی آنکھیں خاصی سرخ ہوچکی تھیں۔

''میں کسی اور سے بھی کہہ سکتی تھی۔ انکل' عباس بھائی سے بھی مگر میں کسی سے نہیں کہہ سکی' انکل سے اس لیے نہیں کہ وہ فوراً سے پیشتر جو سلوشن پیش کریں گے وہ میری شادی کا ہوگا اور میں اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ ہونے سے پہلے ایسا نہیں چاہتی اور عباس بھائی جذباتی انسان ہیں مجھے ڈر ہے کہ بھابی اور ان کے تعلقات مزید بگڑ سکتے ہیں۔ آپ کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ٹھنڈے دل ودماغ سے اس کا کوئی حل نکالیں گے آپ کے پاس دن میں کئی کیسز آتے ہیں بہت سے معاملات کو حل کرتے ہیں مجھے بھی کوئی حل دیں۔''

''کیا نام ہے اس کا؟'' کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے پوچھا۔

''ایاز عبدالقیوم۔'' وہ پہلے بھی بتا چکی تھی اب پھر دہرایا تو اس نے سر ہلایا۔

"وہ کالج میں کیوں پایا جاتا ہے؟" اس نے پوچھا۔
"کلاس فیلو ہے وہ میڈیکل میں ہمارے ساتھ ہی ہے۔"
"اوہ۔"
"اس کے علاوہ؟"
اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"او کے اب یہ میرا مسئلہ ہے تم ٹینشن فری ہو جاؤ اس کے بارے میں مزید معلومات میں خود حاصل کرلوں گا۔ تمہیں چاہیے تھا کہ پہلے یہ مسئلہ ڈسکس کرلیتیں خوامخواہ اتنا عرصہ پریشان رہیں۔ بے شک ہم میں کوئی خونی رشتا نہیں ہے مگر بوا اور تم سے جو تعلق ہمارے خاندان کا ہے وہ بہت گہرا اور ان مٹ ہے۔ بھابی جیسے کنزرویٹیو لوگ اس تعلق کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ دماغی بیمار لوگوں کی سائیکی ہے خیر بھابی کا مسئلہ پہلے ہی بابا کے پاس ہے وہ خود ہی دیکھ لیں گے۔ رہ گیا یہ مسٹر ایاز والا مسئلہ یہ میری ذمہ داری ہے تم نے مجھ پر اگر بھروسا کیا ہے تو پھر مطمئن ہو جاؤ۔ ان شاء اللہ بہتر حل نکالوں گا۔" وہ رومال سے چہرہ اچھی طرح صاف کرتے اٹھ گئی تھی۔
"تمہاری آواز بہت اچھی ہے تم وہ غزل بہت اچھی گا رہی تھیں۔"
وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا شہوار اپنی اس تعریف پر جھینپ گئی تھی۔
دونوں ہمراہ چلتے صحن کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں سے اندر کی طرف جانے والی راہ داری سے گزرنا تھا۔
"آپ وعدہ کریں کہ اس سارے قصے کا کسی سے ذکر نہیں کریں گے مجھے اپنا کردار بہت عزیز ہے۔ میں اسی لیے کسی سے نہیں کہہ رہی تھی کہ نجانے کوئی معاملے کو کس طرح لے۔ بس میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ بات اپنے تک رکھیں۔" وہ ساتھ چلتے چلتے ایک دم رک کر گویا ہوئی تھی۔ مصطفیٰ نے بغور دیکھا جھکے سر سمیت لرزتی پلکیں لیے وہ اس ماحول میں ایک عجیب سی تابندگی بکھیر رہی تھی۔
عادلہ بھابی اگر اس سے خوفزدہ تھیں تو کچھ ایسا غلط بھی نہ تھا اس لڑکی میں وہ سارے گٹس تھے جو مقابل کو چاروں شانے چت کر جانے پر مجبور کردے۔ یہ اور بات تھی کہ عباس بھائی متوجہ نہ ہوئے تھے۔
"کہا نا ڈونٹ وری۔ یوں سمجھو تم نے مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کی۔ پلیز ٹینشن فری ہو جاؤ۔" وہ ہلکے سے مسکرا دی تھی۔ سرخ رخساروں، بھیگی پلکوں والے چہرے پر یہ مسکراہٹ ایسے تھی جیسے کالی سیاہ گھنگھور بدلیوں میں اچانک چاند نمودار ہو جائے۔
"تھینک یو سوچ۔"
وہ پھر چلنا شروع ہو گئی تھی تبھی عظمت آتی دکھائی دی تو دونوں رک گئے۔
"آپ کو بی بی صاحب بلا رہی ہیں۔" اس نے مصطفیٰ کو پیغام دیا۔
"تم چلو ہم اندر ہی آرہے ہیں۔" پھر وہ دونوں اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ عجلت میں کمرے میں داخل ہوا تھا مگر ٹھٹک جانا پڑا تھا۔
انا وقار احمد روشی کے کمرے میں کارپٹ پر کشن پر بیٹھی گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے منہ گھٹنوں کے اوپر رکھے دنیا و فیہا سے بے خبر تھی اس کے اردگرد کتابیں اور جرنلز وغیرہ بکھرے پڑے تھے۔ مگر وہ ہر چیز سے لاتعلق نجانے کن سوچوں، خیالوں میں گم تھی۔ اس کے ٹھٹکنے کی وجہ اس کی آنکھوں سے بہنے والا پانی تھا۔
انا وقار احمد کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
وہ حیرت زدہ سا کھڑا تھا۔
یہ لڑکی اس کے لیے ایک معمہ بنتی جا رہی تھی۔

وہ ایک دو پل کھڑا رہا تھا انا متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ اس نے دروازے کو انگلی کی مدد سے بجایا تو وہ ہڑبڑا کر چونکی۔
"آپ؟" ولید کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ ٹپٹا کر سیدھی ہوئی پھر فوراً اپنے ہاتھ سے رخساروں کو رگڑا۔ پانی کے قطرے فوراً ...اف کیے تھے۔
"خیریت؟" نہایت تعجب کا مظاہرہ کرتا وہ آگے بڑھا یا وہ مسکرا دی۔
"آف کورس۔" بظاہر اس کی مسکراہٹ سے اس کے اندر کی کیفیت کا کچھ بھید نہیں ملا تھا مگر وہ الجھ چکا تھا۔
"تو پھر اتنی رنجیدہ سنجیدہ سی کیفیت لیے کیوں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مجھے تو لگ رہا ہے کہ تم روئی بھی ہو؟"
"نہیں، صبح سے آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ روشی سے پوچھ لیں تھوڑی دیر پہلے آئی ڈراپس ڈالے ہیں۔ شاید قطرے آنکھ سے باہر آگئے ہیں۔" بظاہر مسکرا کر جواب دیا تھا پھر بھی وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھے گیا۔
"روشی کہاں ہے؟" اطراف میں دیکھا۔
"وہ کافی بنانے گئی ہے۔" اس نے اپنے سامنے بکھرے پیپرز اکٹھے کیے۔
"وہ تو کافی نہیں پیتی۔"
"اپنے لیے چائے اور میرے لیے کافی۔" جرنل کھول کر دیکھنے لگی۔
"رات کے وقت اتنی کافی اچھی نہیں ہوتی۔ نیند ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔ دن میں تو گزارا ہو جاتا ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ...ڈنر کے بعد بھی تم نے کافی ہی پی تھی۔" اس کی طرف بغور دیکھتے اس نے کہا تو وہ ہنس دی۔
"جانے دیں جن کی نیندیں پہلے ہی ڈسٹرب ہوں ان کی مزید کیا ہوں گی۔"
"کیوں تمہاری نیند کو کیا ہوا ہے؟"
"مالیخولیا۔" ہونٹ دانتوں تلے دبا کر وہ مسکرا رہی تھی۔
"یہ تو خاصی سیریس بات ہے۔ علاج کرواؤ اپنا۔"
"جو حکم جناب کا۔"
"انا مجھے نجانے کیوں لگ رہا ہے کہ جیسے تم کچھ پریشان ہو۔ کوئی پرابلم ہے تو شیئر کرو، یہ رشتے ناتے کس لیے ہوتے ہیں۔ کل رات بھی تم لان میں تنہا بیٹھی شاید کسی ایسی ہی کیفیت میں مبتلا تھیں۔ میرے پوچھنے پر ٹال گئی تھیں۔" خاصی سنجیدگی سے ولید کہہ رہا تھا انا وقار کا جرنل پر جھکا سر اسی زاویے پر جھکا رہ گیا۔
"آپ کا وہم بھی ہوسکتا ہے؟" سر اٹھائے بغیر اس نے ٹالا۔
"یقیناً مگر تم یہ تو مانتی ہو کہ میری چھٹی حس بہت اچھے انداز میں کام کرتی ہے۔ میں آنکھیں اور کان کھلے رکھتا ہوں۔ ...وقت و حالات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت مجھ میں خاصی اچھی پائی جاتی ہے۔"
"تو میں نے کب ان تمام صلاحیتوں کے پائے جانے سے انکار کیا ہے؟" اب کے وہ خاصی الجھ کر تیکھے پن سے گویا تھی۔
"انکار نہیں مگر بے وقوف سمجھ کر ٹال تو رہی ہو۔" اب کے انداز خفگی بھرا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی روشی ٹرے اٹھائے چلی آئی۔
"یہ لو تمہاری گرما گرم کافی، تمہاری جتنی اچھی بنانی تو نہیں آتی مگر گزارا کرلو۔" وہ بولتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھی مگر ولید کو دیکھ کر رک گئی پھر مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے ٹرے انا کے سامنے رکھ دی تھی۔
"خیریت ہے ولی بھائی؟" اسے بغور انا کا جائزہ لیتے دیکھ کر وہ چونکی۔
"بالکل میں نے تمہیں گرین کور والی جو فائل کل دی تھی وہ کہاں ہے۔" اس نے اٹھ کر ریک سے فائل اٹھا کر اسے تھمائی۔
"تھینکس۔" ایک سرسری نظر فائل پر ڈال کر اس نے پھر انا کو دیکھا وہ گود میں یک رکھے کافی کا مگ تھام کر سپ

لے رہی تھی۔

"اس سے وجہ پوچھو کہ اسے کیا مسئلہ ہے۔ میں ذرا کام دیکھ لوں اپنا' ورنہ اس کا دماغ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔" وہ روشی کو تاکید کرتا باہر نکل گیا تو روشی نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے بھائی سچ کہہ رہے ہیں کیا؟"

"اوہو یار ایسی کوئی بات نہیں۔ بچی ولی کو تو پولیس ڈپارٹمنٹ میں ہونا چاہیے تھا۔ اب آنکھوں سے جلن کی وجہ سے پانی نکل رہا تھا تو میں کیا کرتی۔" وہ جھنجلا گئی تھی۔

"اور کل رات والا کیا قصہ ہے؟"

"کچھ نہیں اسٹڈی کرتے کرتے تھک گئی تو دل ہوا خوری کو چاہنے لگا۔ میں باہر چلی گئی تھی ٹہلتے ٹہلتے بینچ پر گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اب اپنے گھر میں اتنی آزادی سے بیٹھنے پر پابندی لگ جائے گی حیرت ہے۔" روشی نے بغور دیکھا۔ وہ اس کی طرف دیکھنے کے بجائے کتابوں کو اٹھا کر ادھر اُدھر کر رہی تھی۔

اس نے کچھ کہنا چاہا پھر ٹال گئی اور پھر خاموشی سے چائے پینے لگی تھی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

کمرے میں آنے کے بعد وہ خاصی دیر تک ایک مسئلے پر بہت دیر تک سوچتا رہا تھا۔ پھر ایک واضح نکتے پر پہنچنے کے بعد اس نے نمبر ملائے۔

"السلام علیکم سر!" اس کی کال فوراً پک کر کے کہا تھا۔

"وعلیکم السلام! ٹھیک ہو؟"

"جی سر۔"

"آفس میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا میری غیر موجودگی میں۔"

"نو سر۔"

"اچھا احمد میری بات دھیان سے سنی ہے۔ میں تمہیں ایک شخص کا بائیو ڈیٹا سینڈ کر رہا ہوں تمہارے سیل پر اس کے متعلق مجھے صبح تک ساری ڈیٹیل چاہیں۔ اس لڑکے کے متعلق ہر تفصیل بڑی سے بڑی چھوٹی سے چھوٹی' گھر کا نمبر' ایڈریس کالج دیگر تمام باتوں کی تفصیل میں تمہیں سینڈ کر رہا ہوں۔ یوں سمجھو یہ پرسنل اسائنمنٹ ہے جو تمہارے ذمہ ہے۔ کل صبح میں کال کروں گا۔" امجد اس کا ماتحت تھا رائٹ ہینڈ' اس شخص پر اس کو بڑا اعتماد تھا۔

"یس سر میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کو سب معلومات مل جائیں۔"

"مجھے اس لڑکے کی تمام سرگرمیوں کی فہرست بھی درکار ہے۔ کن لوگوں سے ملتا ہے' کب کہاں اور کیوں جاتا ہے؟ کن لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہے۔"

"یس سر کام ہو جائے گا۔"

"اوکے' ویل ڈن۔"

"اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" وہ اپنا لیپ ٹاپ ساتھ لایا تھا۔ کچھ ہی دیر میں امجد نے ڈیٹیل سینڈ کر دیں وہ ان کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"یس کم آن۔" گمان تھا کہ ملازمہ ہوگی مگر دروازے سے مہر النساء خاتون کو برآمد ہوتے دیکھ کر اٹھ گیا۔ نظریں فوراً وال کلاک کی طرف اٹھی تھیں۔ رات کے بارہ کے اوپر کا ٹائم تھا۔

"خیریت آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟"

"مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی سوچا ابھی کر کے ہی سوؤں۔" وہ اس کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئی تھیں۔

"خیریت ایسی کیا بات ہے جو آپ نے صبح ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا۔" تعجب سے انہیں دیکھا۔

"تم پہلے اس کو بند کرو اور پورے دھیان سے میری ساری بات سنو۔"

مہر النساء بیگم کا انداز بڑا دھیما تھا مصطفیٰ کو محسوس ہوا کہ بات خاصی اہم ہے۔ اس نے لیپ ٹاپ بند کرنے کے بجائے اسے ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ نیند نہیں آ رہی تھی خاصی تھکن کے باوجود وہ امجد کی فراہم کی ہوئی معلومات کو پڑھنا چاہ رہا تھا۔

"جی اب کہیے۔"

"میں یہاں بابا اور تابندہ سے ایک نہایت ضروری کام کے سلسلے میں رضامندی لینے آئی تھی۔ تم گھر میں عادلہ والے مسئلے سے باخبر ہو نا۔" انہوں نے پوچھا تو اس نے حیرانی سے دیکھا۔

"کل رات جو بھی ہوا اس حد تک تو باخبر ہی ہوں مزید کچھ پتا نہیں۔"

"رات جو بھی ہوا اور تمہیں جو بھی بتایا وہ تو تصویر کا ایک ہی رخ تھا۔ تصویر کا دوسرا رخ تو یہ ہے کہ عادلہ ایک شکی' بدمزاج اور جھگڑالو عورت ہے۔ جس نے عباس کی زندگی شہوار کے نام کے طعنے دے دے کر عذاب بنا رکھی ہے۔" انہوں نے لمبی چوڑی تمہید کے بجائے براہ راست بات کی۔

"جی۔" مصطفیٰ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا وہ تو سمجھ رہا تھا کہ عادلہ کے شکوک سے متعلق شہوار نے صرف اس سے ہی ڈسکس کیا ہے مگر یہاں تو ماں جی بھی باخبر تھیں۔

"کیا مطلب' آپ کو یہ سب کس نے کہا؟"

"تمہیں تو کسی بات کا ہی علم نہیں مگر شروع میں ہماری مرضی عباس اور شہوار کا رشتہ طے کرنے کی تھی مگر عباس راضی نہ ہوا اور عادلہ بیاہ کر آ گئی۔ پھر نجانے اسے کس طرح اس بات کی بھنک پڑ گئی۔ اس نے دونوں پر شک کرنا شروع کر دیا۔ شہوار نے مجھے کبھی نہیں کہا مگر عادلہ کی باتیں ہی ایسی گھٹیا ہیں کہ مجھے خود بخود پتا چلتا گیا۔ پھر اس نے اپنی بہن کے رشتے کے لیے کہا تم نے انکار کر دیا بے چاری کی جان اور مصیبت میں گھر گئی۔ وہ سمجھتی ہے کہ ہم تمہارا اور شہوار کا رشتہ طے کرنا چاہتے ہیں اس لیے انکار کر دیا۔ عادلہ نے عباس کا ذہنی و روحانی سکون برباد کر دیا ہے۔ اس بات کے طعنے دے دے کر۔ عباس بڑا عرصہ سب سے چھپاتا رہا ہے کچھ عرصہ پہلے مجھے بیوی کی باتیں بتائیں اب تو حد ہی کر دی ہے عادلہ نے شہوار کو بنیاد بنا کر علیحدہ گھر کا مطالبہ کر رہی ہے۔" انہوں نے مختصراً سارا قصہ بیان کر ڈالا۔

"عادلہ اور اس کے علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کے متعلق تو تمہارے بابا ہی فیصلہ کریں گے مگر ایک فیصلہ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ یوں سمجھ لو ہمارے دل کی خواہش ہے ابا جی اور تابندہ سے بات کر کے تم سے بات کرنے آئی ہوں۔"

"ایسی کیا خاص بات ہے؟"

"راستے میں تم نے ابھی شادی نہ کرنے سے متعلق جو بھی خیالات ظاہر کیے وہ ایک طرف مگر ہمارا مشترکہ فیصلہ ہے کہ ہم تمہارا شہوار کے ساتھ اب باقاعدہ رشتہ طے کر دیں۔"

"کیا؟" وہ ایک دم حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ شہوار سے متعلق اپنا نام وہ کئی بار پہلے بھی سن چکا تھا مگر کبھی سیریس نہیں لیا تھا اب یہ ایک دم فائنل فیصلہ کن انداز۔ بے شک شہوار میں کوئی کمی نہیں تھی وہ کسی کا بھی آئیڈیل ہو سکتی تھی مگر اس کی ذات کی تمام تر خوبیوں کو جاننے کے باوجود اس نے اس کے متعلق اس انداز میں کبھی سوچا ہی نہ تھا۔

"تابندہ بہت خوش ہے اس نے فوراً ہامی بھر لی ہے مگر ساتھ کہہ بھی دیا ہے کہ مصطفیٰ اور شہوار سے پوچھ کر ہی فائنل جواب ہوگا۔ وہ شہوار سے پوچھ لے اس سے پہلے میں تم سے رضامندی چاہتی ہوں۔ اب ہم اس فیصلے کو مزید نہیں لٹکانا چاہتے جلد از جلد کوئی حتمی فیصلہ چاہتے ہیں تا کہ عادلہ اور عباس کی زندگی میں ناخوشگواریت کی فضا ختم ہو۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔" کچھ توقف کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"بظاہر شہوار کے لیے کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ ایسی لڑکیاں کسی بھی انسان کا آئیڈیل ہو سکتی ہیں مگر آپ کو بتا چکا ہوں ابھی میں شادی سے متعلق سوچنا نہیں چاہتا۔"

"ہم فوراً شادی نہیں کرنا چاہتے منگنی کو ہم نے کبھی کوئی شرعی حیثیت نہیں دی تمہارے بابا کا خیال ہے کہ ہم نکاح کرلیتے ہیں جب تم راضی ہو اور شادی کی ضرورت محسوس کرو گے تو وہ بھی ایجوکیشن کمپلیٹ کرکے اپنی زندگی میں سیٹل ہو چکی ہوگی۔" اس نے ماں کو دیکھا یعنی سب طے کرکے گھر سے روانگی ہوئی تھی۔

"پہلے شہوار سے پوچھ لیں کہ اس کی کیا مرضی ہے اگر وہ راضی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں یاد رہے شادی ابھی نہیں ہوگی۔" ساتھ میں اس نے واضح بھی کردیا تھا۔ مہر النساء بیگم ایک دم نہال ہوگئیں۔

"جیتے رہو خوش رہو بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے شاد و آباد رہو۔" اس کی پیشانی چومتے ڈھیروں دعائیں دے ڈالی تھیں تو وہ ہنس دیا۔

شریک سفر کے لیے اس نے حقیقتاً کچھ نہیں سوچا تھا شہوار جیسی ہر لحاظ سے آئیڈیل لڑکی کچھ بری بھی نہ تھی اس صورت میں کہ جب کوئی ڈیمانڈ بھی نہ تھیں اس کی اپنے دل کی طرف سے تو یہ لڑکی کہاں بری تھی بھلا۔

"بہت رات ہوگئی ہے بس تم سے یہی بات کرنی تھی۔ تابندہ سے ہمارا کوئی خونی رشتہ یا تعلق نہیں مگر سب سے بڑا انسانیت کا ہی تعلق ہے۔ ہم خاندانی لوگ ہیں اور تابندہ جیسی باکردار عورت جس کی جوانی حویلی کی چار دیواری میں گزر گئی ہو اس کی خاندانی پاکیزگی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہے کہ کبھی کسی نے اس کی طرف میلی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ حویلی کی بیٹی کی سی عزت دی اور آج اس کی بیٹی ہماری وجہ سے کسی کی نگاہ میں کھٹک رہی ہے تو بھی ہم کو ہی اس کے سر پر ہاتھ رکھنا ہے سمجھ رہے ہونا۔"

"ہوں۔" انہوں نے لگے ہاتھوں تابندہ بوا سے اپنے تعلق کی بھی وضاحت کردی تھی۔

"آرام کرو اب بہت رات بیت گئی ہے۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپاتے باہر نکل گئیں۔ تو مصطفیٰ نے پر سوچ نگاہوں سے وال کلاک کو دیکھتے ہوئے بستر پر اپنی ٹانگیں سیدھی کی تھیں۔

❀ .... ❀ .... ❀
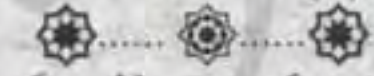
"السلام علیکم!" وہ ڈائننگ ٹیبل پر موجود افراد کو سلام کرتے اپنی مخصوص کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

"صغریٰ ناشتا لے آؤ۔" کچن کی طرف منہ کرکے اس نے آواز لگائی۔ وقار صاحب نے اخبار سے منہ ہٹا کر انا کو دیکھا اور اس کی عجلت پر مسکرا دیے۔

کالج کی تیاری کیے وہ اب ناشتے کی منتظر تھی۔ ناشتے کی ٹیبل پر اس وقت سبھی تھے سوائے روشی کے۔

"یہ لو گرما گرم پراٹھے۔" روشی اس کے سامنے پراٹھا کے ساتھ انڈا اور دودھ کا گلاس رکھ رہی تھی اس وقت صغریٰ کے ساتھ وہ کچن میں تھی۔

"مجھے بس سلائس گرم کرکے لادو اتنا ہیوی ناشتا نہیں کروں گی میں صبح صبح۔" اس کی آواز میں اکتاہٹ ضرور تھی کہ ولید نے اپنے ناشتے سے انصاف کرتے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ بڑے کھنچے تاثرات لیے ٹیبل پر موجود تھی۔ عجیب سی موڈی تھی یہ لڑکی دل چاہا تو خوش ہو لیا ورنہ کھنچے کھنچے رہے۔

"صغریٰ انا کے لیے سلائس گرم کرلاؤ۔" روشی صغریٰ کو کہہ کر اس کے ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

اس کے سامنے سے پراٹھا آملیٹ سے کھانے لگی تھی۔ وہ اسی طرح بے زار تاثرات لیے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہی۔

"تمہیں صبح صبح کیا ہوا ہے؟ اتنا موڈ کیوں آف ہو رہا ہے تمہارا؟" صبوحی بیگم نے حیرت سے بیٹی کو دیکھا وہ ایک دم الرٹ ہوئی۔

"کچھ نہیں صغریٰ سلائس گرم کرلیے ہیں تو لے آؤ۔" ماں کو ٹال کر اس نے پھر کچن کی طرف ہانک لگائی تو اگلے ہی پل صغریٰ بھاگم بھاگ پلیٹ میں گرم سلائس لیے چلی آئی تھی۔

"یہ لیں جی۔" اس کے سامنے پلیٹ رکھی تو اس نے خاموشی سے جیم کی شیشی اٹھالی۔ سلائس اور دودھ کا ناشتا کرکے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"صغریٰ میرے روم سے سینڈل لے آؤ پلیز جلدی کرو۔" آرڈر کرکے وہ لاؤنج کے صوفے پر جا بیٹھی تھی۔

"ایک تو اس لڑکی کے موڈ کا کچھ پتا نہیں چلتا؟ نجانے کیوں اتنی بے زار ہوتی جا رہی ہے۔ ہر وقت صغریٰ کو پھرکی کی طرح گھما رہی ہوتی ہے۔" ولید اٹھ کر لاؤنج میں آیا تو وہ سینڈل پہن کر چادر لپیٹ کر بکس لیتے باہر جا رہی تھی پیچھے سے صبوحی بیگم کہہ رہی تھیں۔ احسن کو مارکیٹنگ کے سلسلے میں کہیں جانا تھا سو وہ پہلے نکل گیا تھا وقار صاحب اور ضیاء صاحب لیٹ جاتے تھے آفس۔ وہ بھی اپنا بریف کیس تھامے باہر نکل آیا۔

"تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے کہ رات ہی میں گاڑی چیک کرلیا کرو اب صبح صبح یہ نئی مصیبت ٹائر پنکچر کیے ہوئے ہیں۔ رات کو تو اچھے بھلے تھے۔ عین وقت پر ہی تمہیں ہوش آتا ہے۔ رات بھر میں یہ ٹائر پنکچر ہو کیسے گیا ہے؟" وہ کوفت و بے زاری سے ڈرائیور پر برس رہی تھی ولید کو ایک لمحے میں ہی صورت حال کا ادراک ہوا۔

"کیا پرابلم ہے منصور خان؟" اپنی گاڑی کی طرف جانے کے بجائے وہ انا کے قریب آ گیا تھا۔

"صاحب جی فرنٹ کا بایاں ٹائر پنکچر ہو چکا ہے۔ رات بیگم صاحب کو لے کر کسی رشتے دار کے ہاں گیا ہوا تھا تو شاید تب ہوا ہے۔ صبح میں نے چیک نہیں کیا کہ ٹھیک ہی ہوگا۔" وہ شرمندگی سے بتا رہا تھا۔

"تم ٹائر تبدیل کرو۔ دوسری گاڑی تو احسان لے گیا ہے۔ ابھی بابا اور انکل نے بھی آفس جانا ہے اور پھوپو نے بوتیک پرابلم ہو جائے گی۔ انا تم ایسا کرو میرے ساتھ آجاؤ میں ڈراپ کردوں گا۔" انا نے اپنی گھڑی دیکھی وہ خاصی لیٹ ہو چکی تھی۔ ولید گاڑی ڈرائیو وے پر لایا تو وہ خاموشی سے فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

"خیریت صبح صبح یہ محترمہ کا موڈ کیوں آف ہے؟" کچھ دور آنے کے بعد اسے خاموشی سے بے زار تاثرات لیے بیٹھے دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا۔" وہی بے زار لہجہ۔

"پھر بھی کچھ تو ہوا ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی موڈی ہوگئی ہو۔"

"کہا نا کچھ نہیں ہوا۔" اس نے بدتمیزی سے کہا تو ولید نے ایک گرم نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد دوبارہ کچھ نہیں کہا۔ اس کا انداز خاصا بدتمیزانہ تھا اور ولید کو حقیقتاً برا لگا تھا۔

گاڑی میں اب بالکل خاموشی تھی۔ انا کو اپنے لہجے کی بدتمیزی اور بے زاری کا بخوبی اندازہ تھا سو وہ ہونٹ کچلتے عجب بے چارگی لیے کبھی کبھار ولید کے ازحد سنجیدہ تاثرات کو دیکھتے اندر ہی اندر شرمندہ ہو رہی تھی۔

"ایم سوری۔" کچھ توقف کے بعد اس سے رہا نہ گیا تو شرمندگی سے کہہ دیا وہ پھر بھی خاموش رہا کوئی تاثر نہ دیا۔

"ساری رات مجھے نیند نہیں آئی۔ صبح صبح شہوار میری فرینڈ ہے اس کی کال آ گئی کہ وہ آج کالج نہیں آ رہی۔ محترمہ حویلی جا کر بیٹھ گئی ہے۔ آج کا سارا دن اس کے بغیر ازحد کوفت و بے زاری سے گزرنے والا ہے۔ بس اس پر بہت غصہ آ رہا تھا کہ مجھے کل ہی بتا دیتی تو میں آج چھٹی کرلیتی۔" اس نے اپنے رویے کی وضاحت کی۔ ولید نے جب بھی کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔

"پلیز ولید آپ اس طرح خاموش اور چپ رہیں گے نا تو میں رو دوں گی۔ میرا دل ویسے ہی غم سے بوجھل ہو رہا ہے۔" عجب رنجیدگی لیے وہ کہہ رہی تھی۔ ولید نے بڑی خاموشی مگر متجسس نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ واقعی خاصی اپ سیٹ اور بے چین دکھائی دی۔ بس اگلے ہی لمحے رونے کو تیار۔

اتنے دنوں سے وہ اس کا یہ انداز نوٹ کر رہا تھا آج تو حد تھی۔ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ وہ حیران ہوا اور ساتھ میں پریشان بھی۔

"ساری رات نیند کیوں نہیں آئی؟" سنجیدگی سے اس نے پوچھا۔

"پتا نہیں ولی مجھے نیند کیوں نہیں آئی۔ میں پریشان ہوں بہت زیادہ۔" وہ تو جیسے رونے کو تیار بیٹھی تھی بس چھیڑنے کی دیر تھی ایک دم ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔

"اوہ مائی گاڈ انا......!" وہ اس کے رونے سے بہت پریشان ہو گیا تھا اس نے ایک سائیڈ میں گاڑی روک لی تھی۔

"پلیز، مجھے بتاؤ تم کیوں اتنی ڈسٹرب ہو؟" اس کی طرف مکمل طور پر رخ کیے پوچھ رہا تھا۔ انا کے رونے میں اس کی ہمدردی پر اور شدت آ گئی تھی۔

"کسی نے کچھ کہا ہے، کوئی خاص مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ پلیز۔" وہ خاصا پریشان ہو گیا تھا۔

وہ اچھی خاصی میچورڈ اور اپنے حواس پر کنٹرول رکھنے والی لڑکی تھی۔ اس جیسی لڑکی سے ایسی جذباتیت کی توقع حیرت انگیز عمل ہی تو تھا۔

"انا!" اس نے اس کے ہاتھ تھامنے چاہے تھے خاموش کروانا چاہا تھا مگر وہ اس کے ہاتھوں پر ہی چہرہ ٹکا کر روتی رہی تھی۔

ولید کے اندر بڑی زبردست اکھاڑ پچھاڑ ہوئی۔ اس لڑکی کا یہ عمل جس قدر شدید تھا اسی قدر بچکانہ بھی تھا۔ وہ ششدر سا اسے دیکھے گیا۔

انا وقار کے اس رویے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس کی آنکھوں میں سوچ کے سائے لہرائے۔

اس نے اسے دوبارہ نہیں ٹوکا تھا وہ جی بھر کر روئی تھی پھر رونے میں کمی آئی تو اس نے اپنا ایک ہاتھ کھینچ کر ٹشو باکس سے کئی لیف کھینچ کر اس کی طرف بڑھا دیں۔

"یہ لو۔" اس کی آواز پر اس نے بھیگا سرخ چہرہ اٹھا کر ولید کو دیکھا۔ وہ لب دانتوں تلے دبائے صرف سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

اس نے بہ مشکل خود کو سنبھالتے اس کا دوسرا ہاتھ بھی چھوڑتے ٹشو کے لیف تھام لیے تھے۔

ولید نے اپنا بھیگا ہاتھ دیکھا آنسوؤں سے تر تھا اور پھر اس کا چہرہ دیکھا نجانے کیا بات تھی کہ اس کے آنسو تھمنے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

"ایم سوری۔" خاصی دیر بعد وہ سنبھلی تو شرمندہ لہجے میں کہا۔ اس نے اسے دیکھا۔ رو رو کر اس نے چہرہ خراب کر لیا تھا۔

"ایسی کیا بات ہے انا جو تمہیں جذباتیت سے دوچار کرنے شکست و ریخت کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ میں کئی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں مگر تم نے کوئی سرا ہاتھ میں نہیں پکڑایا۔ اس طرح ٹوٹ کر شدت سے بکھر کر رونا کوئی عام وجہ تو نہیں ہوگی۔ پلیز مجھے بتاؤ تم کیوں ڈسٹرب ہو۔ میں تمہارا مسئلہ حل کروں گا۔" اس نے سنجیدگی سے کہتے اپنی طرف سے بے پناہ اپنائیت کا مظاہرہ کیا تھا مگر انا مہر خاموش تھی۔

"انا تم نے اگر مجھے نہ بتایا تو میں تمہاری اس کیفیت کے متعلق انکل اور پھوپو سے ضرور ڈسکس کروں گا۔ ہم کزنز ہی نہیں دوست بھی ہو سکتے ہیں۔ پلیز مجھ پر یقین کرو ایسی کیا بات ہے جو تمہیں اندر ہی اندر مارے دے رہی ہے۔" ولید کی اپنائیت میں کئی گناہ اضافہ ہوا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔"

"کسی نے کچھ کہا ہے؟ روشی، بابا جان، پھوپو، انکل یا احسن میں سے کسی نے؟" وہ اپنے گمان کے گھوڑے دوڑا رہا تھا مگر انا کی چپ نہیں ٹوٹی تھی۔

"انا، تم اپنے ساتھ ساتھ میرا ٹائم بھی برباد کر رہی ہو تمہیں اندازہ نہیں کہ تم کتنی لیٹ ہو چکی ہو۔" آخر میں جھنجلا کر کہا تو وہ ٹشو سے ناک رگڑتے شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

"انا! میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں کہ اس احمقانہ اور بچکانہ حرکت کی کیا وجہ ہے؟"

"کوئی خاص نہیں، بس مجھ پر کبھی کبھار ڈپریشن کا ایسا دباؤ پڑتا رہتا ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں اب میں نارمل ہوں۔" ولید کی طرف دیکھ کر اس نے کہا تو ولید نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"زبردست یہ تو وہی بات ہوئی نا کہ کسی کی جان گئی اور آپ کی ادا ٹھہری۔" وہ اس کے انداز پر اچھا خاصا چڑ کر بولا۔ اس کے انداز پر نجانے کیسے انا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی تھی جس پر وہ اور چڑ گیا۔

"نان سینس۔"

"آپ گاڑی چلائیں، میں اب ٹھیک ہوں۔"

"سامنے کسی چیز سے گاڑی دے نا ماروں، یہ تم پاگل اور الو کسی اور کو بنانا مجھے نہیں اور یہ تم ذہن نشین کر لو کہ گھر جا کر تمہاری اس حماقت کی تفصیلی رپورٹ میں پھوپو جان کے گوش گزار کرنے والا ہوں۔ وہ اب تم سے خود ہی نبٹ لیں گی۔" اس کے دھمکی آمیز انداز پر بھی وہ چپ چاپ بیٹھی رہی تھی۔

ولید کو اب انا پر بے انتہا غصہ آ رہا تھا اس نے بڑے جارحانہ انداز میں گاڑی آگے بڑھائی۔

یعنی حد ہوتی ہے جذباتیت کی بھی وہ سیدھا اسے الو بے وقوف بنا رہی تھی۔ بڑی تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرتے اس کے تیور بھی بڑے جارحانہ اور دوٹوک تھے۔

انا نے گھبرا اور سہم کر اس کے انداز اور چہرے کے زاویوں کو دیکھا۔

گاڑی اس قدر اسپیڈ میں تھی کہ کئی بار کسی نہ کسی چیز سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ انا ایک دم خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"ولی پلیز۔" کچھ نہ سمجھ آیا تو اس نے اس کے اسٹیئرنگ کو تھامے مضبوط ہاتھوں پر اپنے نرم و نازک سبک ہاتھ رکھ دیے تھے۔

"گاڑی کسی سے ٹکرا جائے گی آہستہ۔" اس نے خفگی و نخوت سے اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر رفتار مزید بڑھا لی اور انا اس کے ردعمل پر ششدر سی سیٹ کے دونوں کناروں کو مضبوطی سے تھام کر بیٹھی رہ گئی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
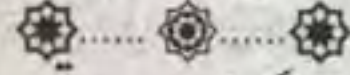
"جس طرح زمین کو اچھی خوراک اور آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح سر کو بھی تیل کی ضرورت رہتی ہے۔ ماشاء اللہ اتنے خوب صورت لمبے بال ہیں تمہارے، تیل ڈالا کرو سر میں ہفتے میں دو بار تو ضرور مالش کروایا کرو، سر میں خشکی نہیں ہوتی اتنی مشکل پڑھائی ہے تمہاری، دماغ میں خشکی نہ ہوگی۔" تابندہ بی کے ہاتھ اس کے بال لگ گئے تھے اور وہ بڑے مزے سے کشن زمین پر ڈالے بیٹھی ان سے مالش کروا رہی تھی وہ صحن میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"یقین جانو میں بڑی مطمئن ہوں۔ جس طرح بھائی بیگم اور بھائی صاحب تمہارا خیال رکھتے ہیں میرا سارا تفکر خوف ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔" نجانے وہ کیا کہہ رہی تھیں شہوار کی ذہنی رو بھٹکی۔

"امی آپ کے بال بھی تو اتنے پیارے لمبے ہیں کیا ابو کے ہوتے ہوئے بھی ایسے ہی تھے؟" اس کا سوال ایسا تھا کہ تابندہ بی کے لبوں سے ایک آہ خارج ہوئی تھی۔ شہوار کو افسوس ہوا کہ اس نے خوامخواہ باپ کا ذکر کر کے ماں کو دکھی کر دیا ہے۔

"تمہارے جیسے ہی تھے۔ تمہارے ابو تو دیوانے تھے میرے بالوں کے، اگر کبھی میں باندھ دیتی تو بہت ناراض ہوتے تھے مگر......!" وہ پھر خاموش ہو گئی تھیں۔ ماضی ان کے لیے بڑا تلخ تھا۔ جیسی خوب صورت خوش گوار یادیں تھیں اتنے ہی تکلیف دہ مناظر تھے۔

"اچھا چھوڑیں اس ذکر کو میرے ساتھ شہر چل رہی ہیں نا اس بار۔" اس نے فوراً بات بدلی۔ تابندہ بی نے سکھ کا سانس لیا کہ اس نے مزید نہیں کریدا۔

"ابھی نہیں، ہاں چند دنوں بعد چکر لگاؤں گی۔"

"ابھی کیوں نہیں؟ سچی میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں۔" وہ ایکدم چھوٹی بچی بن گئی تھی تو تابندہ بی مسکرا دیں۔

"بالکل بچی ہو تم؟" ہلکی سی سر پر چپت لگائی تھی۔

"السلام علیکم!" تبھی باہر سے مصطفیٰ اندر آیا تو دونوں کو بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکا۔

شہوار کا دوپٹا تخت پر پڑا ہوا تھا اس نے فوراً پکڑ کر گلے میں ڈالا۔

صبح سے مصطفیٰ اور بابا صاحب زمینوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ مہر النساء بیگم بھی بے شمار باتوں کے بعد ابھی اٹھ کر اپنے کمرے میں گئی تھیں۔ گھر میں ملازموں کے علاوہ وہ دونوں ہی تھیں۔ شہوار کے گھبرا کر دوپٹا لینے پر اس نے نوٹ تو کیا

مگر پھر نگاہ پھیر گیا۔
"وعلیکم السلام! آؤ بیٹھو بابا صاحب بھی آ گئے ہیں کیا؟" اسی طرح مصروف انداز میں شہوار کے بالوں میں تیل لگاتے انہوں نے تخت پر اس کے لیے جگہ بنائی تھی۔
مصطفیٰ نے آگے بڑھنا چاہا مگر پھر نجانے کس خیال سے تخت پر ہی بیٹھ گیا۔ دائیں طرف وہ زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بیٹھنے پر وہ مزید گھبرا گئی تھی۔
"نہیں بابا صاحب ڈیرے کی طرف نکل گئے تھے کہہ رہے تھے کہ ایک دو گھنٹے وہاں ٹھہریں گے۔"
"عظمت......!" تابندہ بی نے مصطفیٰ کی بات سنتے ہوئے آواز لگائی تو اگلے ہی پل عظمت سر پر تھی۔
"جی بوا جی۔"
"مصطفیٰ صاحب کے لیے پانی لے کر آؤ اور میرے کمرے سے کنگھا بھی لا کر دو۔ میں شہوار کے بالوں میں خود کنگھا کروں گی۔" وہ سر ہلا کر واپس چلی گئی تھی۔ کچھ لمحے بعد وہ دونوں چیزیں لیے پھر حاضر تھی۔ پانی مصطفیٰ کو تھمایا۔ شہوار پر مصطفیٰ کی مسلسل موجودگی اک بوجھ کی سی تھی گھر میں کبھی اس کے سامنے نہیں جاتی تھی اور اب کیسے ننگا سر لیے چند انچ کے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔
"امی میں باقی خود کر لوں گی آپ رہنے دیں۔" عظمت نے جیسے ہی کنگھا لا کر انہیں تھمایا شہوار نے فوراً کہا اس کا دل فوراً اٹھ کر یہاں سے بھاگنے کو تھا۔
"رہنے دو میں خود کنگھی کروں گی ہمیشہ تو تم خود ہی کرتی ہو آج ماں کو کرنے دو۔" انہوں نے تیل کی پیالی عظمت کو پکڑا کر کنگھا تھام لیا تھا۔
پانی پیتے مصطفیٰ نے مسکرا کر دونوں ماں بیٹی کو دیکھا۔ شہوار بڑی مجبوری کی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی جیسے ابھی اٹھ کر بھاگ جائے گی۔
رات تک اس کے دل و دماغ میں کوئی ایسی سوچ نہ تھی مگر اب اس وقت شہوار کو اس طرح گھریلو انداز میں بیٹھے دیکھ کر اس کے دل میں بڑے خوش گوار سے احساسات پیدا ہوئے تھے۔ بالوں میں کنگھا کرتے بوا اس سے چھوٹے موٹے جاب سے متعلق سوال بھی کر رہی تھیں۔ جن کے جواب وہ پوری توجہ سے دے رہا تھا۔
"سال بھر پہلے اس لڑکی کے کیا لمبے بال تھے پاؤں تک چھوتے لے کے ستیاناس مار لیا ہے یہ ہاتھ بھر رہ گئے ہیں۔ پتا ہے مجھے دن رات کتابوں کو چاٹو گی تو یہ حال تو ہوگا ہی نا۔" اس کے برے برے منہ بنانے پر انہوں نے مصطفیٰ سے بڑے افسوس سے یہ ذکر چھیڑا تھا۔ شہوار کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔
"امی......!" وہ احتجاجاً بولی تو مصطفیٰ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔
"مجھے تو سوچ سوچ کے ہول اٹھتے ہیں کہ اس لڑکی میں اپنی عمر جتنی لڑکیوں والے کوئی طور طریقے نہیں۔ ماسیوں کی طرح تمبو سے بھی بڑی چادر ہر وقت لٹکائے پھرتی ہے سر کو ہوا کیا خاک لگتی ہے؟" بالوں کی چٹیا گوندھتے انہوں نے ایک اور اعتراض کیا تھا۔
"اتنی فکر کرنے کی ضرورت نہیں گنجی ہونے والی نہیں میں۔" اس نے ناراضی سے کہا۔
"میں نے سنا ہے بوا جی کہ لمبے بالوں والی عورتوں پر جادو بڑی جلدی اثر کرتا ہے۔" کچھ سوچتے مصطفیٰ نے بڑی سنجیدگی سے کہا تو شہوار نے گردن موڑ کر دیکھا اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ اسے حیرت ہوئی یہ شخص اس طرح کا مزاج بھی رکھتا ہے۔
"اللہ نہ کرے۔" انہوں نے دہل کر کہا تھا۔ "اب ایسی بھی کوئی بات نہیں لمبے بال تو عوت کا سنگھار ہوتے ہیں' عزت ہوتی ہے۔"
"اچھا' اگر جادو نہیں ہوتا تو کسی پر جادو تو کر دیتی ہوں گی؟" ماں کے ہاتھوں سے چٹیا کھینچ کر دوپٹا سنبھالتے وہ اٹھ

کھڑی ہوئی تھی۔ وہ صاف سمجھ گئی تھی کہ مصطفیٰ اس کا ریکارڈ لگا رہا تھا۔ بوا مصطفیٰ کی بات پر ہنس دی تھیں۔ جیسے انہوں نے بھی اس کے مذاق کو انجوائے کیا تھا۔
"یہ پرانے زمانے کے لوگوں کی باتیں ہیں تو ہم پرستی ہے نری' کہاں کا جادو کیسا جادو؟ بس عوت کے بال اس کا سنگھار ہوتے ہیں۔ اگر مقدر والی ہو اور قدر دان لوگ میسر ہوں تو شوہر کے دل میں گھر کرے ورنہ کون پوچھتا ہے۔"
"ہاں یہ بات بھی ہے۔" اس کی سنجیدگی میں سر مو فرق نہ آیا تھا۔ ایسے سر ہلایا جیسے کسی اسکالر کی بات پر ہلاتے ہیں۔
"میں بادام کا تیل ساتھ دے دوں گی لے جانا تیل کی مالش کروانا فرق پڑے گا۔ یہ جو جلد خشک ہو رہی ہے ٹھیک ہو جائے گی۔" انہوں نے لگے ہاتھوں اسے بھی مشورہ دیا۔
"جی اچھا۔" وہ عجلت سے کہہ کر وہاں سے نکل گئی۔ بوا تیل والے ہاتھ پاس پڑے کپڑے سے صاف کر رہی تھیں۔ یہ کپڑا کچھ پل قبل شہوار کے کندھوں پر تھا کہ کوئی تیل کا قطرہ کپڑوں پر گر کر داغ نہ ڈال دے۔ اٹھتے ہی کپڑا زمین پر گر گیا تھا۔ جسے بوا نے اٹھا لیا تھا۔
"بڑی بے پروا رہتی ہے اپنی ذات سے پڑھائی کے علاوہ تو کچھ اور سوجھتا ہی نہیں' بھابی شکایت کرتی ہیں کہ کالج سے آنے کے بعد بھی سب وقت کتابوں اور کچن میں گزار دیتی ہے۔ کہیں آتی جاتی ہی نہیں۔"
"اس کا یہ سال بھی تو بہت اہم ہے نا' میڈیکل فورتھ ایئر ہے امتحان قریب ہیں۔ بہت محنت طلب ہے ایجوکیشن اس کی۔" اس نے مسکرا کر بوا کے سامنے شہوار کی روٹین کی وضاحت کی۔
"ہم نے بھی کالج یونیورسٹیوں میں وقت گزارا ہے۔ اسکول کے پچھلی طرف سے اٹھ کر نہیں آئے ہم' خیر وقت کی رفتار بھی تو ہمارے جیسی نہیں رہی ہے۔ ہمارے دور کی نسل اور اب کی نسل میں بڑا فرق ہے بیٹے۔ بہت محنت کرتی ہے شوق بھی بہت ہے اسے ڈاکٹر بننے کا۔ بس دن رات ایک خواب دیکھتی ہے' اللہ میری بچی کا ہر خواب پورا کرے۔" وہ اپنے بارے میں کچھ کہتے کہتے بات پلٹ گئی تھیں۔ مصطفیٰ کے اندر اک تجسس نے سر ابھارا۔
"زبردست اس کا مطلب ہے آپ ہائی ایجوکیٹڈ خاتون رہ چکی ہیں اپنے وقت کی۔ ویسے آپ کی ایجوکیشن کہاں تک ہے؟" وہ بڑے فریش موڈ میں ان سے استفسار کر رہا تھا۔ تابندہ بی نے بغور مصطفیٰ کی دلچسپی کا مطالعہ کیا۔
"پھر بھی یونیورسٹی میں وقت گزرا ہے آپ نے تو یقیناً ڈگری لیول تک کی تعلیم تو حاصل کی ہوگی؟"
"انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کیا تھا میں نے۔" انہیں بتانا پڑا تھا۔
"کیا......؟" مصطفیٰ حیرت سے گنگ انہیں دیکھتا رہ گیا۔
"حیرت ہے' کبھی لگا نہیں کہ آپ اتنی تعلیم یافتہ رہی ہیں۔" اس نے برملا حیرت کا اظہار کیا۔
"بس وقت و حالات نے ٹھوکروں کی زد پر رکھ دیا۔ تو سب ڈگریاں وقت کی دھول ثابت ہوئیں۔" ان کے لہجے میں دکھ کی آمیزش تھی۔
"اور شہوار کے فادر آئی مین سکندر انکل کی کوالیفکیشن کیا تھی؟" اس کی دلچسپی ایک دم کافی بڑھ چکی تھی۔ تابندہ بوا کے اندر دکھ نے کروٹ بدلی۔
"وہ ابروڈ کے فارغ التحصیل تھے پاکستان میں آ کر انہوں نے لیکچرر شپ جوائن کی تھی۔ میں ان کی اسٹوڈنٹ تھی۔ والدین کی وفات کے بعد وہ تنہا رہتے تھے۔ میں ماں اور پھر باپ کی وفات کے بعد تنہا ہاسٹل میں رہ رہی تھی۔ وہ اچھے کردار کے سلجھے ہوئے انسان تھے اور مجھے ایک سہارے کی ضرورت تھی بس کچھ دوستوں کے توسط سے ان کو رشتہ دیا گیا اور پھر ہماری شادی ہوگئی۔" تابندہ بی کی آنکھوں میں گزرے وقت کی فلم چل رہی تھی۔ لہجے میں گزرے وقت کی کرچیاں سمٹ آئی تھیں جیسے......!
"پھر......!"
"بس سکندر صاحب کی زندگی نے چند سال وفا نبھائی ان کی وفات کے بعد میں پھر زمانے کے رحم و کرم پر تھی بابا

صاحب اور بھائی صاحب لوگوں سے دور کی رشتہ داری تھی مجھے سر چھپانے اور اپنی عزت و کردار کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے چھت جیسے مضبوط سائبان کی ضرورت تھی۔ عقد ثانی کو دل نہ مانا اور پھر یہاں چلی آئی باقی ساری زندگی حویلی کی اس چار دیواری میں گزر گئی۔ پر اللہ میری بچی کی قسمت میری جیسی نہ بنائے۔ اسے دنیا جہاں کی خوشیاں نصیب کرے۔'' مصطفیٰ حقیقت میں تابندہ بی کی زندگی سے ازحد متاثر ہوا تھا۔ اس کی نگاہوں میں تابندہ بی کے لیے عزت و تکریم مزید بڑھ گئی تھی۔

''آپ نے بڑی اسٹرگل کی ہے آپ کے دیگر رشتہ دار خالہ' چچا' انکل کے رشتہ دار نزدیکی کوئی تعلق دار نہ تھا؟'' تجسس انسان کی فطرت کا حصہ ہے وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

''جب ماں باپ نہ رہے تو قریبی کوئی تعلق نہ رہا۔ میں کون سا کسی لینڈ لارڈ کی بیٹی تھی یا سکندر کوئی امیر کبیر تھے۔ محنت اسٹرگل سے جو بھی کمایا تعلیم کی حد تک ہی تھا۔ غریب والدین کی اکلوتی اولاد یں آج مرے کل دوسرا دن کوئی خیر خبر رکھنے والا نہ کوئی پوچھنے والا اگر کوئی تھا تو اس کی اپنی غرض تھی۔ کسی خالہ ماموں نے سر پر ہاتھ رکھنا بھی چاہا تو عزت و کردار پر حرف آتا تھا اور مجھ جیسی عورت جسے عزت کے لیے صرف چار دیواری کی ضرورت تھی۔ بس خاموشی سے عزت بچا کر حویلی میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئی اور کرتی بھی کیا؟ ایک تنہا عورت چند ماہ کی بچی گود میں لیے کب تک دنیا کی سختیاں سہتی' بس یہاں آ کر ماضی بھلا دیا اور زندگی کے دن پورے کرنے لگی۔ سب سے بڑھ کر میرے لیے شہوار کی زندگی اہم تھی اور اس کے لیے سب نام و نسب بھول گئی۔'' تابندہ بوا کی آنکھوں میں نمی سمٹ آئی تھی۔

کیا عظیم عورت تھیں اور کیا کمال کا حوصلہ تھا۔ وہ سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

''نہ میں کوئی عام نسب اور خاندان کی عورت تھی اور نہ ہی سکندر بہت اونچے اور اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے مگر وقت نے سب کچھ چھین لیا۔ ماں باپ نے نازوں سے پالا مگر اکلوتے بیٹے کی کوئی خوشی دیکھنا نصیب نہ ہوئی' خاندان والوں کے لیے سکندر سے بڑھ کر دولت و جائیداد اہم تھی اور پھر سکندر نے سب کچھ چھوڑ کر معمولی لیکچرار کی جاب حاصل کرلی۔ زندگی کی گاڑی اچھی چل رہی تھی مگر......!'' تابندہ بوا کے آنسو اب باقاعدہ بہہ رہے تھے مصطفیٰ بس خاموشی سے انہیں دیکھے گیا۔

''امی' کیا ہوا ہے آپ کو...... کیوں رو رہی ہیں؟'' شہوار اچانک باہر آئی تو ماں کو آنسو بہاتے دیکھ کر تڑپ کر قریب آئی۔

تابندہ نے فوراً آنسو صاف کیے تھے۔ بیٹی کے سامنے رونے کی وہ کبھی غلطی ہی نہ کرتی تھیں۔

''کچھ نہیں ہوا بیٹا بس ویسے ہی۔''

''ویسے ہی کبھی کوئی نہیں روتا' سچ سچ بتائیں مصطفیٰ بھائی کیا ہوا ہے؟ کیوں روئی ہیں امی۔'' وہ بے حد پریشان ہوچکی تھی آگے بڑھ کر ماں کے آنسو صاف کرتے اس نے پریشانی سے مصطفیٰ کو بھی دیکھا۔

''میں نے بھلا کیوں رونا ہے اتنی فرماں بردار میری بیٹی ہے ساری عمر کے بعد اب دل کو قرار ملا ہے۔ سکھ پا رہی ہوں بس گزرا وقت یاد آ گیا اور بھلا کیوں رووں گی۔ تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ کوئی بات نہیں ہوئی ہے دیکھو ذرا عظمت کیا کر رہی ہے دوپہر ڈھل رہی ہے رات کے کھانے کا دیکھو آج کیا پکانا ہے۔'' وہ تخت سے اتر گئی تھیں مگر شہوار کی پریشانی کم نہ ہوئی۔

''آپ ہمیشہ مجھے اسی طرح ٹال جاتی ہیں۔ بچی نہیں ہوں میں جو کچھ سمجھ نہ سکوں۔ مصطفیٰ بھائی آپ نے یقیناً امی سے ابو کے متعلق پوچھا ہوگا ہے نا؟'' کتنا پکا تھا اس کا اندازہ اور کتنی گہری تھی اس کی نگاہ۔

''اب اس بے چارے کے پیچھے مت پڑ جانا۔ چلو تم بھی میرے ساتھ کچن میں دیکھو بلکہ بتاؤ مجھے کہ آج کیا پکاؤں؟ مصطفیٰ بیٹا تمہیں کیا پسند ہے۔'' وہ اسے ٹالتے ہوئے ساتھ ہی مصطفیٰ سے بھی پوچھ رہی تھیں۔

......☆☆☆......

اتنی خوب صورت نہایت کوالیفائیڈ خاتون تھیں اور زندگی گزارنے کا کیا کمال حوصلہ اور ضبط رکھتی تھیں ساری زندگی حویلی والوں کی خدمت میں گزار دی۔ وہ نہایت دکھ سے انہیں دیکھے گیا۔

اس عمر میں بھی ان کا حسن حزن و سوز میں ڈوبا دیکھنے والے کو مبہوت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا نجانے ان کی جوانی کیسی

تو پُرکشش ہوگی۔ مصطفیٰ ان کو بغور دیکھتا سوچے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

''جو مرضی پکالیں آپ جو بھی پکائیں گی میں خوش دلی سے کھالوں گا۔'' اس نے محبت سے کہتے ان کا مان رکھا تھا وہ مسکرا دیں۔

''جیتے رہو۔''

''ٹھیک ہے آج شہوار کی پسند کا کھانا بنواتی ہوں تمہیں بھی پسند آئے گا۔ چلو شہوار کچن میں آجاؤ کل تو تم نے چلے ہی جانا ہے ماں کے ساتھ تھوڑا وقت ہی گزار لو۔'' وہ بڑے بہانے سے اس کا دھیان بٹانے کو ہاتھ پکڑ کر کچن کی طرف چل دی تھیں۔ مصطفیٰ پرسوچ نگاہوں سے دونوں کو کچن کے دروازے سے اندر گم ہوتا دیکھتا رہا تھا۔

❁......◎......❁
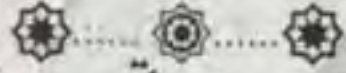
کالج سے آنے کے بعد وہ باقی سارا وقت روم میں بند رہی تھی۔ ڈنر پر بھی اس نے بھوک نہ ہونے کا بہانہ کر کے جان چھڑالی تھی۔ بڑی عجیب سی رات گزری تھی۔ وہ اپنی ذات اپنے احساسات سے خود بھی گھبرا چکی تھی۔ وہ خود بھی اس ڈپریشن کا حل چاہتی تھی۔

وہ مسلسل ولید ضیاء سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی اگلا دن سنڈے کا تھا۔ سب چھٹی ہونے کی وجہ سے لیٹ ناشتہ کرنے کے عادی تھے سو صبح جلدی ناشتہ کرتے وہ ولید سے سامنا کرنے سے بچ گئی تھی۔

ناشتے کے بعد وہ کمرے میں بند ہوگئی تھی۔ رات سوئی نہیں تھی پچھلی رات کی بھی بے خوابی' نیند خود بخود آنے لگی تھی وہ بے خبر سوگئی تھی اور پھر گیارہ بجے آنکھ کھلی تھی۔

اتنا تو وہ جانتی تھی کہ ولید اس کے ڈپریشن کے متعلق گھر والوں سے ذکر نہیں کرے گا مگر اسے جب بھی موقع ملے گا اس سے تفصیلی گفتگو ضرور کرے گا۔

دراصل وہ اپنے اس ڈپریشن کی اصل وجہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ اٹھتے ہی وہ باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ بارہ بجے کے قریب وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تو روشی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ ٹی وی آن تھا۔

خدا خدا کر کے کفر ٹوٹا۔ ''ہوا کیا ہے تمہیں' کل سے کمرہ نشین ہوئے بیٹھی ہو۔ مجھے یہ تھا کہ اسٹڈی کر رہی ہو مگر اسٹڈی بھی اتنے گھنٹوں پر محیط۔'' وہ خاموشی سے روشی کے طنز کو نظر انداز کرتے صوفے پر ٹک گئی اور روشی چینل پر چینل بدل رہی تھی۔

''باقی لوگ کہاں ہیں؟'' اس نے گھر کی خاموشی بطور خاص نوٹ کی۔

''ولی بھائی تو احسن کے ساتھ کہیں باہر نکل گئے ہیں۔ انکل بھی پتا نہیں کہاں نکلے ہیں البتہ بابا اپنے کمرے میں ہیں اور پھوپو کا تمہیں پتا ہے کہ سنڈے کو بھی وہ بوتیک میں ہوتی ہیں۔''

''ہوں۔''

''بڑی دیر تک سوئیں تم' کیا رات نیند نہیں آئی تھی؟''

''نہیں بس ویسے ہی سستی طاری ہے اور کچھ نہیں' تم سناؤ کل ذکر کر رہی تھیں کہ شاپنگ کا موڈ ہے' آج پھر جانا ہے یا نہیں۔''

''جانا تو ہے مگر تمہارا انتظار تھا کہ محترمہ کی نیند کب مکمل ہوتی ہے۔''

''یار دو راتوں سے نہیں سوئی تھی۔''

''اسی لیے تو منع کرتی ہوں کہ اتنی کافی اچھی نہیں ہوتی' وہ بھی رات کے وقت۔''

''تو کیا کریں ڈیئر' کافی نہ پیوں تو لگتا ہے مر جاؤں گی۔'' وہ بے چارگی سے بولی تھی۔

''میڈیکل اسٹوڈنٹ تم خود ہو۔ تمہیں خود ہی اندازہ ہونا چاہیے کہ ہر چیز ایک خاص لمٹ میں ہی اچھی لگتی ہے۔ کافی کون سی بڑی صحت بخش چیز ہے ایک نشہ ہی تو ہے اور نشہ کوئی بھی ہو صحت کے لیے ہار مرفل ہی تو ہوتا ہے اپنی اس عادت کو

چینج کرو ایک دو کپ تو ٹھیک ہیں مگر اتنی زیادہ پینا بھی اچھی بات نہیں۔" وہ تشویش سے کہہ رہی تھی انا ہنس دی۔

"او کے ڈونٹ وری اگلی دفعہ خیال رکھوں گی۔"

"ولی نے میرے بارے میں کوئی بات کی۔" کچھ سوچتے ہوئے اس نے روشی سے پوچھا۔

"نہیں بس صبح سے ایک دو بار تمہارا پوچھا تھا۔ میں کتنی بار تمہارے کمرے میں گئی ایک بار وہ بھی گئے تھے مگر تم سو رہی تھیں کیوں خیریت؟"

"ہاں...... بس ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔" روشی پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"تم بیٹھو میں چینج کر کے آتی ہوں پھر شاپنگ کے لیے چلتے ہیں۔ ویسے پھوپو کہہ رہی تھیں کہ ڈریسز کے لیے خوار ہونے کی ضرورت نہیں ہر طرح کی ورائٹی بوتیک سے مل جائے گی۔ ساتھ میچنگ جیولری شوز اینڈ چیزیں بھی۔" وہ اٹھتے اٹھتے کہہ رہی تھی۔ وہ تیار ہونے چل دی تو وہ اسی طرح سستی لیے ٹی وی دیکھتی رہی۔

"ارے ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہوئی ہو چلنا نہیں ہے؟" روشی چینج کر کے چادر اور بیگ لے کر لوٹی تو وہ کسلمندی سے بیٹھی ملی تھی۔

"تم گاڑی نکلواؤ میں آتی ہوں۔" اپنے کمرے میں آکر الماری سے چادر نکال کر بیگ تھام کر مطلوبہ اماؤنٹ چیک کرتی وہ باہر آئی تو وہاں لان میں ولید اور احسن کو کھڑے دیکھ کر چونکی۔ روشی ان کے پاس ہی کھڑی تھی جبکہ ڈرائیور گاڑی نکال چکا تھا۔

"السلام علیکم!" وہ آہستہ روی سے چلتی روشی کے پاس چلی آئی۔ سرسری سا سلام کر کے اس نے بیگ کھول لیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" ولید نے اسے بغور دیکھا جبکہ وہ ان کے بجائے بیگ کی طرف متوجہ تھی۔ نجانے کیا چیک کر رہی تھی وہ کل صبح کے بعد اب دکھائی دے رہی تھی۔

"ہم پہلے ماما کے پاس بوتیک چلیں گے ماما سے مشورہ کر کے پھر کہیں اور چلیں گے۔" اسی مصروف انداز میں اس نے روشی سے کہا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو ولید نہایت سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے گھبرا کر چہرہ موڑا۔

"ہم جارہے ہیں احسن بھائی۔ صغریٰ گھر میں ہے اسے میں نے سمجھا دیا ہے ماموں اور آپ لوگوں کو وقت پر لنچ کرا دے گی۔ ہم ماما کے پاس جارہی ہیں ان کو ساتھ لے کر ہی کہیں جائیں گی۔" ڈرائیور دروازے کھولے منتظر تھا۔

"چلو روشی۔" وہ ان کو بتا کر گاڑی میں آبیٹھی تھی۔ روشی بھی بیٹھی تو گاڑی چل دی تھی۔ انا نے آنکھوں پر گلاسز چڑھائے بڑی سستی سے سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا دیا تھا۔

❀......❀......❀

انہیں کچھ دیر بعد واپسی کے لیے نکلنا تھا مصطفیٰ مہر النساء بیگم سمیت اسے بھی تیاری کرنے کا کہہ کر کہیں باہر نکل گیا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں کھڑی بیگ تیار کر رہی تھی تبھی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"یس......!" عظمت دروازہ کھول کر اندر آئی تھی۔

"بوا جی آپ کو اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں۔"

"اچھا میں آتی ہوں۔" اسے بھیج کر بیگ کی زپ بند کرتے وہ دوپٹا سر پر درست کرتے تابندہ کے کمرے میں آگئی تھی۔ وہ نماز ادا کر کے بستر پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"آؤ بیٹھو ادھر۔" وہ ان کے پاس ہی ٹک گئی تھی۔

"تیاری کر لی۔"

"جی۔"

"مصطفیٰ بابا صاحب کے ساتھ باہر گیا ہوا ہے؟ پٹواری سے دونوں کو شاید کوئی کام تھا آتے ہی ہوں گے۔" انہوں نے خیال ظاہر کیا تھا وہ چپ ہی رہی۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔

"جی کہیے۔" انہیں سوچتا پا کر کہا۔

"تمہارے لیے بھابی بیگم نے مصطفیٰ کا رشتا دیا ہے۔"

"جی......!" وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ اس کے لیے یہ انکشاف کسی دھماکے سے کم نہ تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" وہ بے یقین سی تھی۔

"بڑوں کے درمیان یہ بات کافی عرصے سے چل رہی تھی۔ اصل میں بابا صاحب اور باقی لوگ بھی یہی چاہتے تھے کہ تمہارا رشتا خاندان کے لڑکوں میں سے ہی کسی کے ساتھ ہو۔" انہوں نے مزید بتایا۔

"مگر امی یہ کیسے ممکن ہے؟ ہمارا کون سا ان لوگوں کے ساتھ کوئی خونی یا نسبی تعلق ہے۔ عادلہ بھابی بے شک خاندان کی نہیں ہیں مگر ان کی ذات برادری ان سے میچ تو کرتی ہے نا۔ ہائی سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہیں اور ہم ان کے ملازم بھی نہیں۔" اس کے دل میں برسوں کی تلخی ایک دم ابھر آئی تھی۔

"ایسی بات نہیں شہوار بیٹا' ان لوگوں نے مجھے ہمیشہ بیٹی کا مان دیا ہے۔ عزت دی کبھی کم نسب یا گھٹیا خاندان کا طعنہ نہیں دیا۔"

"یہ اس لیے کہ آپ واقعی ان کے خاندان کی نہیں تھیں تو دور کی رشتہ داری تو تھی نا جبکہ میرا باپ نجانے کون تھا۔ امی میں نے ہمیشہ اس گلٹ کے ساتھ زندگی گزاری ہے کہ نجانے ہم کون ہیں اور ادھر کیوں ہیں۔ دوسروں کے ٹکڑوں پر زندگی گزارنا بڑا ہی شرمناک عمل ہے اور میں نے ہر لمحے اس شرمناک اذیت کو اپنے وجود میں محسوس کیا ہے۔" تابندہ بی حیرت سے شہوار کے خیالات سن رہی تھیں۔ اس کے اندر ایسا لاوا ابل رہا ہے وہ حیرت زدہ تھیں۔

"امی مخمل میں کبھی ٹاٹ کا پیوند نہیں لگتا۔ میں اپنی حیثیت اپنے مرتبے سے واقف ہوں ایسا قطعی ممکن نہیں ساری عمر کے لیے اپنی ہی نظروں میں گر جاؤں گی۔ ان کے ٹکڑوں پر پلنے والی لڑکی ان کے گھر کا ایک حصہ بنے میں کبھی اپنی ذات سے نظریں نہ ملا پاؤں گی۔ آپ انکار کر دیں پلیز۔" اس کے لہجے میں کوئی لچک نہ تھی۔

"مگر شہوار بھائی یا گھر کے کسی فرد نے ہمیں کبھی اجنبی یا غیر ہونے کا احساس نہیں دیا۔ عباس کے ساتھ تمہارا نام لیا گیا تب مجھے اعتراض تھا کہ تم ابھی کم عمر ہو مگر اب تو مصطفیٰ ہر لحاظ سے پرفیکٹ لڑکا ہے۔ میں ماں ہوں میرا دل ماں کا دل ہے اور ایک ماں اپنی اولاد کے لیے سب سے اچھی اور سب سے بہتر چیز کا انتخاب کرتی ہے میں انکار نہیں کروں گی۔"

"امی پلیز' میں بڑی خوددار ہوں اور عزت نفس کا پاس رکھنے والی لڑکی ہوں۔ مجھے یہ رشتہ قبول نہیں۔ آنٹی یا دیگر لوگ اگر ایسا سوچتے یا چاہ رہے ہیں تو یہ ان لوگوں کی محبت اور بڑا پن ہے مگر میں سمجھتی ہوں کہ یہ قطعی بے جوڑ تعلق ہے کہاں وہ لوگ اور کہاں مجھ جیسی لڑکی؟" تابندہ بی گم صم انداز میں شہوار کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ اپنی ذات پر ہی ہنس رہی تھی۔ وہ تو بہت مطمئن اور پرسکون تھیں کہ شہوار کی تربیت میں کوئی کمی نہیں۔ اس کی شخصیت بہت پرفیکٹ ہے مگر یہ احساس کمتری کہاں سے آگیا تھا وہ گنگ تھیں۔

"امی پلیز یہ مت سمجھیے گا کہ میں احساس کمتری کا شکار ہوئی ہوں۔ امی میں اپنی حیثیت جانتی ہوں۔ اول روز سے خود کو یہ باور کروا لیا ہے کہ یہ ہمارے محسن ہیں اور اگر محسن اپنے روبرو اپنے پاس جگہ عنایت کر دیں تو یہ ان کی وسیع القلبی ہے مگر احسان لینے والے کو چاہیے کہ اپنی اوقات یاد رکھے۔ امی میں اپنے ضمیر کے سامنے سرخرو رہنا چاہتی ہوں۔ پلیز آئندہ اس ٹاپک کو مجھ سے ڈسکس نہ کیجیے گا۔"

"شہوار بیٹے تم سمجھنے کی کوشش کرو ایسی بات نہیں تم کسی سے کم نہیں تم تو......!" انہوں نے کچھ مزید کہنا چاہا مگر شہوار نے ان کی بات کاٹ دی۔

"پلیز امی جی......! میری خودداری کو برقرار رہنے دیں۔ وہ پتا نہیں کس موڈ میں آکر یہ نیکی کرنا چاہ رہے ہیں۔ مگر مجھے یہ نیکی قبول نہیں' میں ساری عمر ان لوگوں میں ایک کمپلیکس کا شکار رہتے زندگی نہیں گزار سکتی' نہایت کم درجے یا گھریلو

ملازمین میں بھی ہمارا درجہ نہیں آتا۔ ہم صرف پناہ گزین ہیں اور پناہ گزین کو صرف پناہ درکار ہوتی ہے مزید بینیفٹ سے سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ آئندہ آپ اس موضوع پر بات نہیں کریں گی ورنہ میں اپنی تعلیم وہیں ادھوری چھوڑ کر آجاؤں گی۔'' اس کا لہجہ نہایت دوٹوک اور اٹل تھا کہ تابندہ بی حیرت سے دیکھ رہی تھیں کہ یہ آیا وہی شہوار ہے یا پھر کوئی اور لڑکی ہے۔

''میں بھائی اور بابا صاحب کو بھلا کس منہ سے انکار کروں گی۔ میں ساری عمر کے احسانات کیسے بھلا دوں؟ بھائی صاحب اتنی عزت کرتے ہیں میری' بیٹا تم کچھ بھی نہیں جانتیں جو میں جانتی ہوں یہ انکار محض جذباتیت ہے اور کچھ بھی نہیں۔'' انہوں نے سمجھانا چاہا تھا۔

''تو پھر مجھے بتائیں نا کہ حقیقت کیا ہے؟ کون ہوں میں آپ کو ان لوگوں پر اتنا اعتماد اور بھروسا کیوں ہے؟ کوئی تو رشتہ دار ہوگا نا میرے باپ کا؟ آپ کے رشتہ دار یہ لوگ ہیں تو میرے باپ کا نام ونشان کن لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ آپ آج یہ بھی بتا ہی دیں نا۔'' وہ سوال جو برسوں سے صرف ماں کو دکھ نہ ہو کبھی اس کے لبوں پر نہ آیا تھا اب کیسے سنسناتا تیر بن کر تابندہ بی کے دل میں لگا تھا۔ وہ بے اختیار رو دیں۔

''شہوار میں نے ساری زندگی تمہاری پرورش' تمہارے بہتر مستقبل کے لیے قربان کردی اب اس عمر میں تم ماں پر سنگ باری کروگی؟'' ماں کے آنسو دیکھ کر اس کے اندر اپنی سخت لفاظی پر ندامت نے سر اٹھایا۔

''پلیز امی اس ٹاپک کو یہیں دفن کردیں۔ میں آئندہ کبھی ایسے الفاظ استعمال نہیں کروں گی' نجانے کیسے یہ سب کہہ دیا۔ معافی چاہتی ہوں بس آپ منع کردیں۔'' ماں کے ہاتھ تھام کر وہ خود بھی سسک اٹھی تھی۔ اپنے الفاظ پر خود بھی شرمندہ ہورہی تھی۔

''میں کیسے منع کردوں اور منع کرنے کے بعد میں دوبارہ کیسے اس حویلی میں رہنے کی ہمت کرسکتی ہوں۔ شہوار اپنی ماں پر ترس کھاؤ جب مجھ پر زندگی کے دروازے چاروں اطراف سے بند ہوگئے تھے تو ان لوگوں نے مجھے پناہ دی تھی۔ میں کسی عام خاندان کی عورت نہ تھی۔ اپنی ماں کو کانٹوں پر مت گھسیٹو ساری عمر کانٹوں پر سفر کرتے میرا تن من جھلس چکا ہے' بھسم ہوچکا ہے۔ دولت' جائیداد' نام ونسب' فخر وغرور سب کچھ تھا۔ مگر وقت نے ظالم جلاد کی طرح سب کچھ چھین کر در بدر کردیا۔ تمہارا باپ کوئی عام انسان یا شخص نہ تھا یقین کرو میری بات پر۔'' وہ شدت سے رو دیں۔

''تو پھر ادھر کیوں پناہ لی آپ نے' پڑھی لکھی تھیں آپ کہیں بھی رہ لیتی۔''

''ہاں کہیں بھی رہ لیتی میں مگر زندگی صرف سانسیں لینے کا نام نہیں بیٹی' زندگی کی چند اور احتیاجات بھی ہیں۔ ایک جوان عورت کب تک چند ماہ کی بیٹی کو تھامے اپنے آپ کو بھیڑیوں کا شکار بننے سے بچاتی۔ مجھے تحفظ ہی نہیں اپنی عزت بچانے کے لیے چار دیواری بھی درکار تھی اور یہ حویلی ہی آخری امید تھی میری۔'' شہوار لب بھینچے بیٹھی رہی۔ اس کی ماں غلط نہ تھی اس کی خواہش غلط نہ تھی۔ مگر وہ اپنی خوددار طبیعت کا کیا کرتی۔

عادلہ جیسی عورتیں تو اس کی بوٹی بوٹی نوچ لیتیں اور وہ ساری عمر کم مرتبہ پناہ گزین ہونے کی زنجیروں میں جکڑی اپنی ہی ذات سے کبھی نظریں نہ ملا پاتی اور وہ طعنے سہتے سہتے اپنی عزت نفس کی قربانی دے جاتی۔

مصطفیٰ شاہ زیب جیسے لوگ تو قسمت والیوں کو ملتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو خوش قسمت نہیں سمجھتی تھی۔

''اگر آپ انکار نہیں کریں گی تو میں خود انکار کردوں گی مگر امی اس حویلی میں رہنے کے بدلے مجھے اپنی خودداری اور سیلف ریسپیکٹ گروی نہیں رکھنی۔ ساری گستاخی کے لیے معافی چاہتی ہوں اللہ حافظ۔'' وہ اٹل لہجے میں کہہ کر اپنا فیصلہ سنا کر باہر نکل گئی تھی۔ تابندہ بی غم زدہ بیٹھی رہ گئی تھیں۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

روحانی مسائل اور ان کا حل

حافظ شبیر احمد

جمیل...... ساھیوال

جواب:۔ جو وظیفہ بتایا ہے وہ جاری رکھیں۔ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ میں خود دعا کروں گا۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان 101 مرتبہ پڑھیں۔ "**یا حافظ**" اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ اپنی بھابی کا سوچ کر کہ جو کچھ وہ کررہی ہیں اس میں ناکام ہوجائیں۔

ربیعہ...... گجرات

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد "**سورۃ والضحیٰ**" 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ تصور رکھیں کہ آپ کا شوہر آپ کی طرف راغب ہورہا ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ عبس** 3 مرتبہ۔ اپنے اور بچے پر دم کریں جسمانی شکایت دور ہوجائے گی۔

بشریٰ النساء...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء 300 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ **سورۃ لمائدہ** آیت نمبر 64 پوری۔ دعا بھی کریں۔ تصور دونوں کے درمیان جدائی کا۔

سمیرا منور...... سیالکوٹ

جواب:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مزمل** پڑھ کر دم کردیں۔ اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف (نیت لڑائی جھگڑا نہ ہو)۔

عشاء کی نماز کے بعد "**یا لطیف یا ودود**" 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ نیت گھر والے محبت سے پیش آئیں۔ پڑھ کر گھر کے تمام افراد پر دم کریں تصور میں لاکر۔

روزگار کے لیے:۔ **سورۃ القریش** 111 مرتبہ بعد نماز عشاء۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

سید شالا عالم...... راولپنڈی

جواب:۔ گھر کے لیے استخارہ کروالیں۔ بکرا صدقہ کریں یہ نیت ہو کہ گھر ہمارے لیے باعث سکون بنے۔ گوشت مدرسے میں دے دیں۔ گھر کے تمام کمروں میں **سورۃ بقرۃ** پڑھوالیں۔ ان شاء اللہ آپ کے گھر میں سکون ہوگا۔ ہر ماہ **سورۃ بقرۃ** ایک مرتبہ پانی پر پڑھ کر پورے گھر کی دیواروں پر چھڑکیں (حمام کے علاوہ)۔

ریاض بیگم...... ماڈل ٹاؤن

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد **سورۃ یٰسین** اور **سورۃ مزمل** پڑھ کر تمام امور میں آسانی کے لیے دعا کریں۔

جب گھر میں چینی آئے اس پر **سورۃ مزمل** 3 مرتبہ پڑھ کر دم کردیا کریں۔ (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف) چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔ باقی وظائف بند کردیں بیٹے کے لیے دعا کیا کریں۔

گلشن بانو' عمرانہ سبحان...... کلا کوٹ بکھر

جواب:۔ بظاہر آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شوہر اور دیور پر بندش ہے اولاد کی۔ آپ نے نام مع والدہ کے نہیں بتایا۔

بعد نماز فجر **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38' 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

بعد نماز مغرب اور عشاء۔ **سورۃ اخلاص' سورۃ فلق' سورۃ الناس** 11,11 مرتبہ۔ بندش کے توڑ کے لیے۔ صدقہ بھی دیں۔ یہ وظائف آپ سب نے کرنے ہیں۔

مسرت جبیں...... ضلع ساھیوال

جواب:۔ رشتوں کے لیے:۔ (تمام بہنیں کرسکتی ہیں)۔ بعد نماز فجر **سورۃ فرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں جہاں بہتر ہو وہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ راستا نکال دے گا۔

تنویر مجید بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** پڑھے 11 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کرے

اپنے لیے۔ کام سیکھے۔

مسئلہ نمبر 3:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مزمّل** پڑھ کر دم کر دیں اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ لڑائی جھگڑوں کے لیے۔

فرزانہ اشفاق...... بہاولپور

جواب:۔ آپ کو وہ وظائف چھوڑنے نہیں چاہیے تھے۔ بعد نماز فجر **سورۃ فرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں اور ہر نماز کے بعد **بسم اللہ** پوری 121 مرتبہ اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ نیت ہو کہ جو رکاوٹ آ رہی ہے وہ ختم ہو جائے رشتے میں۔

یہ وظائف جاری رکھیں جب تک رشتہ نہ ہو میں بھی دعا کروں گا۔

رضوانہ الیاس...... گوجرانوالہ

جواب:۔ بعد نماز مغرب **سورۃ فلق' سورۃ الناس** 21،21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف روزی کے لیے۔ گھر کے تمام افراد کر سکتے ہیں۔

انیلہ ذوالقرنین...... بحریہ ٹاؤن

جواب:۔ مسئلہ نمبر 3،1:۔ **"یا ودود"** 1000 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ وظیفہ بعد نماز فجر یا بعد نماز عشاء کریں۔ پڑھ کر 1 بوتل پانی پر دم کر لیں۔ وہ پانی کھانا پکاتے ہوئے اس میں ڈالیں اور دن میں ایک بار پلا بھی دیں بچوں اور شوہر کو۔ بوتل کا پانی 1 ہفتہ استعمال کریں۔ یہ عمل ہر ہفتہ کرنا ہے۔ لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔ آپ دونوں کے درمیان محبت رہے گی۔

مسئلہ نمبر 2:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف روزانہ۔ اچھی اور جلد نوکری کے لیے دعا کریں۔

گڈی (لالی)...... چکوال

جواب:۔ بعد نماز فجر **"یا قدوس"** 101 مرتبہ اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت معنی ذہن میں ہوں اور مقصد بھی۔ دعا بھی کریں ان شاء اللہ جلد چھوٹ جائے گی۔

بعد نماز عشاء **سورۃ فاتحہ** 41 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کریں صحت کے لیے۔

عنبرین گل...... مظفر گڑھ

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ **سورۃ والضحیٰ** 41 مرتبہ۔ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اور نماز مغرب سے اتنی پہلے کہ وظیفہ مکمل کر کے جب دعا مانگیں تو مغرب کی اذان شروع ہو جائے۔

پڑھتے وقت تصور ہو کہ شوہر اور سسرال والے خوشی سے لینے آ رہے ہیں۔ دعا بھی کریں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ روزگار کے لیے بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ گھر کے تمام افراد کر سکتے ہیں۔ معاشی حالات کے لیے۔

مسئلہ نمبر 3:۔ بعد نماز فجر **سورۃ فرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز مغرب اور عشاء **سورۃ الفلق' سورۃ الناس** 11،11 مرتبہ پڑھ کر دم کریں رکاوٹیں ختم کرنے کے لیے۔ آپ دونوں بہنیں کریں ابو کے لیے دعا کریں۔

RAK...... لاہور

جواب:۔ بعد نماز فجر اور عصر **سورۃ والضحیٰ** 41 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ تصور ہو کہ واپس لوٹ رہا ہے۔ پہلے استخارہ کر لیں۔

F.F...... ضلع چکوال

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جاب کے لیے دعا

کریں۔ جلد مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ث۔ ر...... جام پور

جواب:۔ رشتوں کے لیے:۔ بعد نماز فجر **سورۃ فرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز مغرب اور عشاء **سورۃ فلق' سورۃ الناس** 9،9 مرتبہ۔

روزگار کے لیے:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

(یہ دونوں وظائف آپ کی والدہ اور آپ دونوں بہنیں کریں۔ رشتوں کے لیے دعا کریں معاشی حالات اور سلائی کا کام چل جانے کے لیے بھی' وظائف پاکی کی حالت میں کرنے ہیں)۔

عابدہ پروین...... خانیوال

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ آپ کا اگر کوئی مسئلہ ہے تو آپ پوچھ سکتی ہیں۔ وظائف پڑھنے کی اجازت نہیں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ **ووصینا الانسان بوالدیہ احسنا۔** (سورۃ احقاف آیت نمبر 15) بعد نماز فجر 101 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت معنی ذہن میں ہوں اور مقصد بھی۔ ایک گلاس پانی پر دم بھی کریں صبح نہار منہ پلائیں۔ ان شاء اللہ مسئلہ جلد حل ہو جائے گا۔ (وظیفہ آپ کریں یا والدہ)۔

مسئلہ نمبر 3:۔ تیل پر 41 مرتبہ آیات شفا دم کر لیں روزانہ لگائیں۔ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف)۔ ہر نماز کے بعد یا قوی 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

ص۔ ب...... اسلام آباد

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **سورۃ اخلاص** پڑھ کر دعا کریں۔ شادی ہو گی یا نہیں (اللہ بہتر جانتا ہے)۔

ثمینہ کوثر...... چک صاحب خان

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ بعد نماز فجر 3 مرتبہ **سورۃ یٰسین** پڑھ کر اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں اور تصور میں لا کر دم بھی کریں سب کو۔

مسئلہ نمبر 2:۔ ہر نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر 11 مرتبہ پڑھا کریں **"یا قوی"**

مسئلہ نمبر 3:۔ **سورۃ یوسف** کی تلاوت کیا کریں۔

ندیم خان...... اسلام آباد

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ فجر کی نماز کے بعد **سورۃ یٰسین' سورۃ مزمل' سورۃ الرحمٰن** پڑھ کر اپنے لیے دعا کریں دم بھی کریں۔ روزگار کے لیے دعا کریں صدقہ خیرات کرتے رہا کریں۔

خالدہ پروین...... سرگودھا

جواب:۔ **"یا لطیف یا ودود"** 313 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔ پڑھنے کے بعد تصور میں لا کر دم بھی کریں ایک گلاس پانی پر بھی۔ وہ پانی صبح نہار منہ پلائیں دعا بھی کریں۔

صائمہ پروین...... سیالکوٹ

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **سورۃ اخلاص** پڑھ کر اللہ سے اپنے حق میں بہتری مانگیں۔

شا...... ضلع سکھر

جواب:۔ ہر نماز کے بعد **بسم اللہ** پوری اور **سورۃ اخلاص** 11،11 مرتبہ پڑھ کر دعا کریں۔ اپنی بہن کے لیے بھی۔

ج...... ضلع گوجرانوالہ

جواب:۔ رشتے کے لیے فجر کی نماز کے بعد **سورۃ فرقان** والا وظیفہ کریں ساتھ ہی فجر کی سنت اور فرض اور مغرب کی اذان سے پہلے مصلے پر بیٹھ جائیں کہ وظیفہ مغرب کی اذان تک پورا ہو جائے۔ **سورۃ والضحیٰ** 41 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت تصور ہو کہ وہ آپ کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ دعا بھی کریں۔ جلد مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

خدیجہ...... گوجرانوالہ

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ (سب بہنیں کرسکتی ہیں)۔

بعد نماز مغرب اور عشاء۔ سورۃ فلق' سورۃ الناس 21,21 مرتبہ اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔ رکاوٹ ختم کرنے کے لیے۔

کوثر عظمیٰ سعید...... لاہور

جواب:۔ آپ کے ساتھ صحت اور بے سکونی کے مسائل شادی سے پہلے کے ہیں مزید شادی کے بعد خراب ہوئے۔ جو وظائف آپ کرتی ہیں وہ بند کردیں۔

بعد نماز فجر سورۃ یٰسین اور سورۃ مزمل ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے معاملات کے لیے رکاوٹیں ختم ہونے کے لیے۔

بعد نماز مغرب سورۃ فلق' سورۃ الناس 21,21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ بچوں اور شوہر کو تصور میں لا کر دم کریں۔ ہوسکے تو ایک گلاس پانی پر دم کرکے خود بھی پئیں۔ بچوں اور شوہر کو بھی پلائیں۔

بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ معاشی حالات ٹھیک ہونے کے لیے۔

مریم عارف...... سیالکوٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کریں اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ چینی سب کے استعمال میں آئے۔ گھر میں لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔

مسئلہ نمبر 2:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار اور برکت کے لیے۔ قرض کی ادائیگی کا بھی تصور رکھ کر پڑھیں۔ وظیفہ مستقل رکھیں ان شاء اللہ معاشی حالات اچھے رہیں گے۔

مسئلہ نمبر 3:۔ ہر چاند کی پہلی' دوسری اور تیسری تاریخ کو بعد نماز عشاء یہ وظیفہ کیا کریں مستقل۔

"یالطیف یا ودود" 313 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت شوہر کے دل میں اپنی محبت بٹھانا ہو۔ پھر ایک گلاس پانی پر دم کرکے صبح نہار منہ پلائیں۔ تینوں دن' ان شاء اللہ ایک ہو کر رہیں گے۔ صدقہ خیرات دیتی رہیں۔

مسعود ایوب...... نشتر روڈ

جواب:۔ اگر آپ کو شوق ہے تو کسی استاد سے سیکھیں ورنہ نقصان تو آپ اٹھا رہے ہیں آگے بھی کسی کام کے نہیں رہیں گے۔ پہلے اپنے آپ کو ٹھیک کریں روزگار کی طرف دھیان دیں۔ ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی' سورۃ الفلق' سورۃ الناس' 7,7 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

بعد نماز عشاء سورۃ عبس 3 مرتبہ پڑھ کر 7 لونگوں پر دم کریں۔ پھر اس کی دھونی لیں (6 ماہ تک)۔

F.F...... ضلع چکوال

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ رشتے کے لیے دعا کریں۔ بعد نماز مغرب اور عشاء۔ سورۃ الفلق' سورۃ الناس 11,11 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

مدیحہ...... محلہ نوناری

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ شمس 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کریں صبح نہار منہ پلائیں۔ مقصد ذہن میں ہو۔

جب رات سو جائے تو سرہانے کھڑے ہو کر "سورۃ العصر" 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ نیت ہو اور دعا بھی کریں کہ والدین کی مرضی سے شادی کرے اور راضی ہو جائے۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

محترمہ آپ CONIUM 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر روزانہ رات سوتے وقت پی لیا کریں۔ ان شاء اللہ مکمل شفا حاصل ہوگی۔

سمیرا ملک فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں اور رنگ بھی کالا ہے مٹاپا ہے پیٹ اور کولہے بڑھ گئے ہیں۔

محترمہ آپ BERBARISAOUI-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے دوپہر و رات کو لیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائیں گے۔

فرحانہ ناز گڑھا موڑ سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں میرے خط کا جواب ضرور دیں۔

محترمہ آپ POLSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

شہریار احمد کوٹلی سے لکھتے ہیں اپنا اور کزن کا مسئلہ لکھ رہا ہوں مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ TEUCRIUM 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور کزن کو AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

مدیحہ کھڑیانوالہ سے لکھتی ہیں کہ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ہیں اور ماہانہ نظام خراب ہے کئی ماہ بعد اخراج ہوتا ہے۔

محترمہ آپ SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

عثمان گوہر عارف والہ سے لکھتے ہیں کہ میرے مسئلے شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بیوی کو KREOSOTE 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

محمد خلیل ضلع ٹوبہ سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے بال گر رہے ہیں۔ یعنی جگہ سے سر کی جلد نظر آنے لگی ہے میں HAIR GROWER منگوانا چاہتا ہوں آپ صحیح پتا لکھیں جس پر رقم آپ کو مل جائے۔

محترم ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کا مکمل پتا کالم کے آخر میں لکھا ہوتا ہے اسی نام پتے پر 600 روپے منی آرڈر کردیں۔

ماسٹر حیات محمد فتح جنگ سے لکھتے ہیں کہ آپ کا HAIR GROWER منگوانا ہے آپ وی پی کردیں قیمت ادا کردی جائے گی۔

محترم آپ 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں ادویات وی پی نہیں کی جاتیں۔

فاطمہ پیر محل سے لکھتی ہیں کہ APHRODITE استعمال کررہی ہوں خاص فائدہ نہیں ہوا میرا ماہانہ نظام بھی خراب ہے سات آٹھ ماہ بعد اخراج ہوتا ہے۔

محترمہ آپ کا ہارمونز کا مسئلہ بہت زیادہ خراب ہے۔ اسی کی وجہ سے یہ مسئلہ ہے آپ ہارمونز ٹیسٹ کرا کے اس کی رپورٹ ارسال کریں ویسے آپ SENECIOAUR 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔ ماہانہ نظام درست ہو جائے گا۔

محترمہ جڑانوالہ سے لکھتی ہیں کہ خط میں رکھ کر ہم نے 1300 روپے ارسال کیے تھے ابھی تک دوا نہیں ملی۔

محترمہ 1300 روپے والا کوئی خط ہمیں نہیں ملا ہم بارہا لکھتے ہیں کہ رقم لفافہ میں رکھ کر پوسٹ نہ کی جائے ایسا لفافہ غائب ہو جاتا ہے مگر آپ لوگ پھر وہی غلطی کرتے ہیں۔ اس میں ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ رقم ہمیشہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں جس کی رسید ڈاکخانہ آپ کو دے گا۔

ناصر وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

طاہرہ جبیں بسال سے لکھتی ہیں کہ بچوں کی پیدائش کے بعد پیٹ بہت بڑھ گیا ہے باقی جسم ٹھیک ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

نرگس امین شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر میں خشکی ہے بال بہت گرتے ہیں بال ہلکے ہیں بڑھتے بھی نہیں ہیں۔ ہیئر گروور کے بارے میں پڑھا کیا ہم یہ استعمال کرسکتے ہیں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو ہیئر گروور گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کے بالوں کا مسئلہ ان شاء اللہ حل ہوجائے گا۔

درشہوار فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ بچپن سے بیماری ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں مجھے اپنی ازدواجی زندگی کی بہت فکر ہے کہ آنے والے وقت کو کیسے نبھاؤں گی۔

محترمہ آپ بالکل فکر نہ کریں اللہ صحت عطا فرمائے گا۔ آپ KREOSOTE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں آپ کے مسائل ان شاء اللہ حل ہوجائیں گے۔

فیصل فاروق سیالوی ضلع سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ USTILAGO-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ نارمل ہوجائیں گے۔

جیا شاہ سرائی منگ سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں میرے مسئلے کا دل بتائیں۔

محترمہ آپ APISMELL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مس فردوس کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

محمد طاہر لکھتے ہیں کہ میری شادی قریب ہے اور میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔

محترم آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور JODUM-1000 کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

علی علوی فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ دوسری بار خط لکھ رہا ہوں میرا ابھی علاج بتادیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3x کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ناہید زبیر لاہور سے لکھتی ہیں کہ ہمارے کچھ مسئلے ہیں ان کا علاج بتائیں۔

محترمہ مٹاپے کے لیے PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے لیں۔ ایام میں بے قاعدگی کے لیے PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔ بال سفید ہونے سے روکنے کے لیے اور گنج دور کرنے کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ بالوں کا مسئلہ ان شاء اللہ بالکل ختم ہوجائے گا۔

ناظم اقبال جوئیہ ضلع خوشاب سے لکھتے ہیں کہ ہمارے مسائل شائع نہ کریں علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ AESCULUS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں بیگم کے چہرے سے بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

دعا فاطمہ تلہ گنگ سے لکھتی ہیں کہ میری یادداشت

بہت کمزور ہورہی ہے۔

محترمہ آپ KALI PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اللہ بہتر فرمائے گا۔

رائمہ ملک کھیوڑہ سے لکھتی ہیں کہ آنچل میں آپ کی صحت پڑھا میرا دل چاہا کہ میں بھی آپ کو اپنی بیماری لکھوں اور آپ میرا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں۔

بہروز ملتان سے لکھتے ہیں کہ آپ سے کوئی ایسی کریم وغیرہ کا پوچھنا چاہتا ہوں جسے جسم کے کسی حصہ پر لگانے سے اس کے بال ہمیشہ کے لیے قدرتی طور پر ختم ہوجائیں یعنی جڑوں سے ختم ہوجائیں اور دوبارہ نہ آئیں۔ کیا کوئی ایسی کریم ہے۔

محترم آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے لگانے سے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

ثناء تسکین ٹوبہ سے لکھتی ہیں کہ بہن کے چہرے پر چھائیاں ہیں اور ماہانہ نظام کی خرابی سے جسم پھیل گیا ہے۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PITUITRIN-30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

ثوبیہ ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں اور نشان چھوڑ جاتے ہیں دوسرے میری بہن کو نسوانی حسن کی کمی ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں بہن کو اس عمر میں کسی دوا کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ 17,16 سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے تھی۔

لاریب فاطمہ لیہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں میں ایفروڈائٹ منگوانا چاہتی ہوں کیسے منگوا سکتی ہوں۔

محترمہ ہر ماہ آنچل میں طریقہ لکھا ہوتا ہے کہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ اپنا نام پتا مکمل لکھیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام ضرور لکھیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس پر لکھے ہوئے طریقہ استعمال کے مطابق استعمال کریں ان شاء اللہ بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

دعا ٹانک سے لکھتی ہیں کہ میری اسٹوڈنٹ کی عمر 22 سال ہے قد بڑھانا چاہتی ہے۔ آپ نے جو دوائیں لکھی ہیں وہ استعمال کرسکتی ہے ایک لڑکی چاہتی ہے کہ اس کے جسم پر بال نہ ہوں وہ چاہتی ہے کہ پاؤں، چہرے وغیرہ سے بال ختم ہوجائیں۔ BREAST BEAUTY, HAIR GROWER, APHRODITE کی قیمت ضرور بتائیں۔

محترمہ 20 سال کی عمر کے بعد قد نہیں بڑھتا۔ 17,16 سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے۔ جسم کے کسی بھی حصہ سے بال مستقل طور پر ختم کرنے کے لیے APHRODITE استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ایفروڈائٹ کے لیے 900 روپے ہیئر گروور کے لیے 600 روپے بریسٹ بیوٹی کے لیے 550 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔

شازیہ پروین گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ میری چھاتی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے کوئی ایسی دوا لکھیں کہ بچی کو دودھ پلاتی ہوں اس کو نقصان نہ ہو۔

محترمہ آپ CHEMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

جہانگیر ملکانی خانپور سے لکھتے ہیں کہ میرے دو مسئلے ہیں ان کے لیے دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عذرا رحمن کوئٹہ سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا

کریں۔ SABALSARULATA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں۔ BREAST BEAUTY اور HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں۔

سمیرا سرگودھا سے لکھتی ہیں دودھ پلانے سے جو مسئلہ ہوتا ہے وہی میرے ساتھ ہے۔ BREAST BEAUTY منگوایا ہے اس کے ساتھ کوئی کھانے کی دوا بھی بتائیں کہ مسئلہ جلدی حل ہوجائے۔

محترمہ آپ JODUN -30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔ بریسٹ بیوٹی کا استعمال بھی جاری رکھیں۔

زاری گل کھائیکوٹلی سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت کمزور بے جان ہیں گرتے بہت ہیں کنگھی کرنے سے اتنے اترتے ہیں کہ لگتا ہے کہ میں گنجی ہوجاؤں گی اور لمبے بھی نہیں ہوتے۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا نام پتا مکمل لکھیں اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں۔ وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

عشرت صبا نوشہرہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بھورے تل ہیں اور قد چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں اور اسی کو تلوں پر لگایا کریں۔ قد بڑھانے کے لیے CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں۔

حافظہ مسکان صادق ملتان سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر دانے نکلتے ہیں 30 GRAPHITES کے استعمال سے فائدہ نہیں ہوا۔

محترمہ آپ GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ لیں۔

ثمینہ کوثر چک صاحب خان سے لکھتی ہیں کہ میری جلد کے مسام کھلے ہوئے ہیں میں جب بھی تھریڈنگ یا ویکسنگ کراتی ہوں الرجی ہوجاتی ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SULFUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن صبح نہار منہ پی لیا کریں۔

کلثوم بیگم راولپنڈی سے لکھتی ہیں کالا یرقان کی مریضہ ہوں رپورٹس بھیج رہی ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CHELIDONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ثانیہ ناز حاجی والا سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر بہت زیادہ کالے تل ہیں اور بھانجی جس کی عمر 10 سال ہے اس کے بال لمبے نہیں ہوتے کوئی ایسی دوا بتائیں کہ جو ہمارے مسائل حل ہوجائیں۔

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بھانجی کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں۔

م۔ا۔ظ سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے لیے بھی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ HEPER SULPH 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

جنت فاطمہ قبول آباد سے لکھتی ہیں کہ میری بہن عمر 11 سال قد بڑھنا رک گیا ہے اور میں ٹینشن کا شکار ہوں۔

محترمہ بہن کو CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن دیں اور آپ IGNATIA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

فائقہ ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتی ہیں کہ میری ٹھوڑی پر ہلکے بال ہیں ناک پر بھی بال ہیں اس کے علاوہ میرے سر کے بال 25 سال کی عمر میں ہی سفید ہو رہے ہیں۔ بال نہ تو لمبے ہوتے ہیں اور نہ گھنے ہیں۔ میرے بھائی کے ہونٹ خشک رہتے ہیں۔ وہ بہت پریشان ہے۔

محترمہ آپ میرے کلینک سے HAIR GROWER اور APHRODITE منگالیں 1500 روپے منی آرڈر کردیں وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ بھائی کو ARSENCALB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

حنا نورین دالبندین سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر داغ دھبے جھائیاں ہیں۔ یہ داغ دھبے ختم ہوکر میرا رنگ بالکل صاف ہوجائے اور مجھے سردی گرمی میں عجیب قسم کی الرجی ہوتی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور SULFUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن نہار منہ لیں۔

فضہ ہاشمی عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میں انکل مشتاق قریشی صاحب کی بڑی ممنون ہوں کہ ان کی کاوشوں کے ذریعے آپ کے توسط سے انسانیت کی بلا معاوضہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی صحت میرا فیورٹ کالم ہے اور آپ کی اس خدمت کی داد بھی دیتی ہوں۔ اس محفل میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہی ہوں امید ہے میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں گے۔

محترمہ آپ CARBOVEG-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے پی لیا کریں۔ آپ کی تمام تعریف کا شکریہ۔ بس قارئین سے درخواست ہے کہ ہماری مغفرت کی دعا کریں۔

مہوش کیانی جہلم سے لکھتی ہیں کہ میں آنچل کی مستقل قاریہ ہوں آپ کے مفید مشوروں سے استفادہ کرتی ہوں۔ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے لیے کوئی مناسب دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ ALLIUMCEPA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ط ارشد خان چکوال سے لکھتی ہیں کہ بہت سے لوگ آپ کے مشوروں سے صحت یاب ہوتے ہیں تو مجھے بھی آپ امید کی کرن نظر آئے مجھے بھی مناسب مشورہ دیں۔

محترمہ آپ ALUMINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

گلزار فاطمہ لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں ہومیوپیتھی کی اسٹوڈنٹ ہوں ہمارے کالج میں آپ کی صحت بہت مقبول ہے۔ اس کی وجہ سے بہت سی طالبات آنچل خرید کر پڑھتی ہیں جس میں صاف ستھرا ادب اور صحت کی بحالی کے مشورے مفت ملتے ہیں میرا بھی ایک پرانا مسئلہ ہے آپ ہی سے امید ہے کہ درست مشورہ حاصل ہوگا۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ ان شاء اللہ مکمل شفاء حاصل ہوگی۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA' فلیٹس فیز 4 شامان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل' پوسٹ بکس 75، کراچی۔
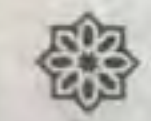
ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

کشمیری دم آلو

ضروری اجزاء:۔

آلو	ایک کلو چھوٹے سائز کے
تیل	ڈیپ فرائی کے لیے
خشک کشمیری مرچیں	6 تا 7 عدد
دہی	دو کپ
الائچی (پسی ہوئی)	نصف چائے کا چمچہ
خشک ادرک	ایک چائے کا چمچہ
سونف (پسی ہوئی)	دو کھانے کے چمچے
لونگ (پسی ہوئی)	ایک چٹکی
ہینگ	ایک چٹکی
نمک	حسب ذائقہ
بھنا ہوا دھنیا (پسا ہوا)	نصف چائے کا چمچہ
گرم مسالا (پسا ہوا)	نصف چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

چھری کی مدد سے آلوؤں کو چھیلیں اور سوراخ کر لیں۔ انہیں نمکین پانی میں پندرہ منٹ تک رکھیں' ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں اور درمیانی آنچ پر آلو فرائی کریں' یہاں تک کہ ان کا رنگ گہرا سنہرا بھورا ہو جائے' خشک کشمیری لال مرچ پیسٹ' الائچی (پسی ہوئی) خشک ادرک (پسی ہوئی) اور سونف (پسی ہوئی) کے ساتھ دہی کو پھینٹیں' ایک پین میں سرسوں کا تیل گرم کریں' لونگ (پسے ہوئے) اور ہینگ (پسی ہوئی) ڈالیں۔ دہی کا آمیزہ ڈالیں اور اسے ابال لیں' فرائی کیے ہوئے آلو ڈال کر پکائیں یہاں تک کہ آلو گریوی جذب کر لیں اور تیل تیرنے لگے' تازہ بھنے ہوئے اور پسے ہوئے زیرے اور گرم مسالے کے ساتھ سجا کر گرم گرم تندور کی روٹی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

شہزادی سعادت......ڈی آئی خان

میٹ بالز

اشیاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
ڈبل روٹی کے سلائس	دو سے تین عدد
سرکہ	دو بڑے چمچ
سویا ساس	دو بڑے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
کٹی لال مرچ	چھ سے سات چمچ
پسی ہوئی لال مرچ	دو چمچ
بھنا ہوا سفید زیرہ	ایک چمچ
ہری مرچ	چار سے پانچ عدد
ہرا دھنیا' پودینہ	حسب پسند (کٹا ہوا)
باریک کٹی ہوئی پیاز	دو عدد
میدہ	دو چمچ
انڈے	دو عدد
بریڈ کرمز' کالی مرچ	6 سے 12 دانے

ترکیب:۔

قیمے میں بھیگے ہوئے سلائس ملا کر چوپر میں پیس لیں' پھر اس میں سرکہ' سویا ساس' نمک' کٹی اور پسی لال مرچ' کالی مرچ' میدہ' پیاز' بھنا ہوا زیرہ' ہری مرچ' دھنیا' پودینہ ملا کر رکھ دیں پھر دو انڈوں کی سفیدی میں ڈپ کریں پھر بریڈ کرمز میں الٹ پلٹ کر لیں' چولہے پر آئل گرم ہونے کے لیے رکھیں' گرم گرم آئل میں میٹ بالز ڈالیں' دونوں طرف سے گولڈن ہو جائیں تو نکال لیں' ہری چٹنی کے ساتھ مزے سے کھائیں اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ارم کمال......فیصل آباد

مسالے دار چانپ

اجزاء:۔

چانپ	ایک کلو
ثابت لال مرچ	8 عدد
ثابت کالی مرچ	1 چائے کا چمچ
لہسن	12 جوئے
ادرک	ایک چھوٹا ٹکڑا
لیموں	دو عدد
پیاز	ایک عدد (درمیانی)
ہری مرچ	دو عدد
ہرا دھنیا	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

سب سے پہلے لال مرچ' کالی مرچ' لہسن اور ادرک ملا کر پیس لیں پھر ایک برتن میں تیل ڈال کر پیاز ڈال دیں جب پیاز براؤن ہو جائے تو چانپ ڈال دیں ساتھ ہی اس میں نمک بھی ڈال دیں' اب ڈھانک کر ہلکی آنچ پر چھوڑ دیں جب چانپ گل جائے تو تیار کردہ پیسٹ ڈال دیں اور ہلکا سا بھون کر اس میں لیموں کا رس ڈال دیں اور دم پر رکھ دیں اوپر سے ہری مرچ اور ہرا دھنیا ڈال دیں' مزے دار چانپ تیار ہے۔

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

کھوپرے کی پڈنگ

اجزاء:۔

پسا ہوا کھوپرا	ایک پیالی
دودھ	ڈھائی کپ
سوجی	ایک کھانے کا چمچہ
مکھن	ایک کھانے کا چمچہ
کریم	ایک پیالی
انڈے	دو عدد
کنڈینسڈ ملک	ایک ٹن

ترکیب:۔

پیالے میں دودھ اور کھوپرا ملا کر تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں۔ فرائنگ پین میں مکھن گرم کریں اور سوجی ڈال کر بھونیں۔ جب سوجی میں خوشبو آنے لگے تو اس میں دودھ اور کھوپرا ڈال دیں' اسے ہلکی آنچ پر گاڑھا ہونے تک پکائیں اور پھر چولہا بند کر دیں اور اس کو ٹھنڈا کر لیں' انڈوں کو پھینٹ کر اس میں کنڈینسڈ ملک اور ڈیڑھ پیالی کریم ڈال کر مزید پھینٹیں' اس میں باقی کی کریم اور کھوپرے کا آمیزہ ڈال کر یکجان کر لیں۔ سانچے کو مکھن سے چکنا کریں اور تیار آمیزہ ڈال دیں اسے پہلے گرم اوون میں 180 c پر بیس منٹ تک پکائیں۔ مزے دار پڈنگ تیار ہے' خوب ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

مولی کے کباب

اشیاء:۔

مولی	آدھا کلو
دہی	دو سے تین چمچے
بیسن بھنا ہوا	ایک چھٹانک
نمک	حسب ضرورت
لونگ	ایک ماشہ
الائچی	ایک ماشہ
کالی مرچ	ایک ماشہ
زیرہ سیاہ	ایک ماشہ
خشخاش	ایک تولہ
ناریل	ایک تولہ
جاوتری	تھوڑی سی
دار چینی	ایک ٹکڑا
تیز پات	ایک عدد

ترکیب:۔

پہلے آدھا کلو مولی کے پتے اور چھلکا نکال دیجیے اور پھر گود کر پانی میں نمک ڈال کر جوش دیجیے اور جب ابل جائے اور نرم ہو جائے تو نکال کر پیس لیں۔ اوپر دی ہوئی تمام چیزیں اس میں مکس کر لیں اور پھر دہی ملا کر تھوڑی دیر رکھ دیں۔ لچھے دار پیاز تیل میں سرخ کر کے وہ بھی مکسچر میں ملا دیں اور ٹکیا بنا لیں۔ سوکھی ڈبل روٹی کے چورے میں لگا کے گھی میں تلیں اور گرم گرم (املی کی چٹنی یا کیچپ کے ساتھ پیش کریں)۔

عروج فتح......کراچی

سوجی کی ٹکیاں

اجزاء:۔

سوجی — ایک کپ
چینی — ایک کپ
میدہ — ایک کپ
خشخاش — ایک کپ
گھی — آدھا کپ
دودھ — آدھا کپ

ترکیب:۔

ان سب اجزاء سوجی، خوشخاش، چینی، گھی، میدہ، دودھ کو مکس کرکے آدھا گھنٹہ رکھ دیں اور پھر چھوٹی چھوٹی ٹکیاں بنا کر گھی میں تل لیں اور کھالیں، مزے دار ٹکیاں تیار۔

عائشہ سلیم...... فیصل آباد

انڈے بھری شملہ مرچیں

شملہ مرچیں (برابر سائز کی) — چار عدد
سرخ مرچ شملے کی — ایک عدد
پیاز — ایک عدد
میونیز — تین کھانے کے چمچ
نمک وسیاہ مرچ — حسب ذائقہ
سلاد کے پتے — سجاوٹ کے لیے
انڈے — چھ عدد
مچھلی پکی ہوئی — دوسو گرام
تیل — حسب ضرورت

ترکیب:۔

مرچوں کو دھو کر خشک کرکے آدھا آدھا کرلیں، بیج نکال کر۔ انڈے سخت ابال لیں اور باریک چورا کرلیں۔ ایک فرائی پین میں تھوڑا تیل گرم کرکے مرچوں کو جلدی سے تل کر نکال لیں۔ پیاز اور شملہ مرچ (لال والی) باریک کاٹ لیں، مچھلی کو کانٹے سے باریک باریک ٹکڑے کرلیں۔ ساری چیزیں ایک پیالے میں ڈال کر نمک وسیاہ مرچ حسب ذائقہ ملائیں اور میونیز ملا کر مکس کرلیں۔ اس مرکب کو شملہ مرچوں میں بھردیں، اوپر پودینے کی پتی سجادیں۔ بڑی پلیٹ میں سلاد کے پتے سجا کر ان پر سرکہ چھڑکیں اور درمیان میں شملہ مرچیں رکھ دیں، ٹماٹر کے پھول بنا کر سجاوٹ کرلیں۔

جویریہ ضیاء...... کراچی

مٹر کی کھیر

اشیاء:۔

چھلکے اترے ہوئے مٹر — ایک کپ
گھی — ڈیڑھ کپ
دودھ — سوا لیٹر
چینی — ایک کپ
چھوٹی الائچی کٹی ہوئی — ایک چائے کا چمچہ
پستہ و بادام — 25 عدد
کشمش — 15 عدد

ترکیب:۔

مٹر کو پانچ چھ منٹ ٹھنڈے پانی میں ڈال کر تازہ کریں پھر اس کا پیسٹ بنالیں، موٹے پیندے والے پین میں گھی گرم کریں۔ مٹر کا پیسٹ ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں، برابر چمچہ چلاتی رہیں۔ دودھ کو پکے ہوئے مٹر کے پیسٹ میں ڈالیں، پندرہ سے بیس منٹ تک پکائیں، ہلکی آنچ پر جب دودھ آدھا رہ جائے تو اسی میں چینی، الائچی، پستہ بادام کٹا ہوا اور پسا ہوا ناریل ڈالیں، ایک باؤل میں نکال کر اوپر بھی پستہ بادام ڈالیں، ٹھنڈا کرکے پیش کریں۔

نوٹ:۔ مٹر کی کھیر کو پستہ کی کھیر کہہ کر پیش کریں کیونکہ مٹر کی کھیر ہے مانی نہیں جائے گی بعد میں بتائیں کہ مٹر کی کھیر ہے۔

انیلہ اکرم...... لودھراں

گرل جھینگے پراون

ضروری اشیاء:۔

بڑے جھینگے — آدھا کلو
گارلک سوس — آدھا کپ
سیاہ مرچ پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچہ
باربی کیو ساس — ایک کھانے کا چمچہ
نمک — حسب ذائقہ
لہسن، ادرک پیسٹ — ایک چائے کا چمچہ
تیل — دو کھانے کے چمچے

ترکیب سے پہلے مسٹرڈ سوس کے اجزاء نوٹ کرلیں۔

مایونیز — آدھا کپ
مسٹرڈ پیسٹ — ایک کھانے کا چمچہ
نمک — حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر — ایک چٹکی

ترکیب:۔

جھینگوں میں گارلک سوس، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر، باربی کیو سوس، تیل، لہسن ادرک کا پیسٹ لگا کر آدھا گھنٹہ تک میرینیٹ کریں۔ اس کے بعد لکڑی کی سیخوں میں پرو کر گرل کرلیں۔ مسٹرڈ سوس بنانے کے لیے پیالے میں مایونیز، مسٹرڈ پیسٹ، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر ڈال کر مکس کریں۔ گرل کیے ہوئے جھینگوں کو مسٹرڈ سوس اور ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ سرو کریں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

لبنانی کباب

اشیاء:۔

قیمہ — آدھا کلو
ابلے آلو — دو عدد
پیاز — دو عدد درمیانے
ابلی میکرونی — ایک کپ
بڑے ٹماٹر — دو عدد کٹے ہوئے
ابلے مٹر — تین سے چار کپ
سبز مرچیں — چھ سے آٹھ عدد
نمک — حسب ذائقہ
تیل — تلنے کے لیے
ادرک لہسن پیسٹ — ایک کھانے کا چمچہ
ڈبل روٹی کا چورا — ایک کپ
پھینٹے ہوئے انڈے — دو عدد

ترکیب:۔

دھیمی آنچ پر قیمے میں ادرک لہسن اور ٹماٹر، نمک ملا کر پکائیں، جب سارا پانی خشک ہوجائے تو مرکب کو ٹھنڈا ہونے دیں پھر تمام اشیاء ملا کر یکجان کرلیں، لمبوترے کباب بنالیں، پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈبو ڈبو کر ڈبل روٹی کے چورے میں لپیٹ کر گرم تیل میں فرائی کرلیں۔

صنم شاہ عرف سنی...... دربار حضرت پیر عبدالرحمن

اسکاچ ایگ

اجزاء:۔

انڈے — پانچ عدد
آلو — تین سے چار عدد درمیانے
نمک — حسب ذائقہ
کالی مرچ پسی ہوئی — آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا — آدھی گٹھی
ہری مرچیں — دو سے تین عدد
لیموں کا رس — دو کھانے کے چمچ
پسا ہوا ناریل — دو کھانے کے چمچ
چاٹ مسالا — ایک چائے کا چمچ
سفید تل — حسب ضرورت
گھی — تلنے کے لیے

ترکیب:۔

آلو ابال کر میش کرلیں، چار انڈے ابال کر چھیل لیں اور لمبائی کے رخ پر دو حصوں میں کاٹ لیں۔ ہرا دھنیا، ناریل اور ہری مرچوں کی چٹنی پیس لیں اور اس میں لیموں کا رس ملالیں۔ آلو میں نمک، کالی مرچ اور چاٹ مسالا ملالیں۔ انڈے کے ٹکڑے پر تھوڑی سی چٹنی رکھیں اور اسے آلو کے مکسچر میں لپیٹ لیں۔ دس سے پندرہ منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ انڈا پھینٹ کر اس میں تھوڑا سا نمک اور کالی مرچ ملالیں۔ کڑاہی میں درمیانی آنچ پر گھی کو تین سے چار منٹ گرم کریں، ان گولوں کو پہلے انڈے میں ڈپ کریں پھر تل لگا کر سنہرے فرائی کرلیں۔ چائے کے ساتھ اسکاچ ایگ کو ٹماٹر کیچپ کے ساتھ پیش کریں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

مضبوط ناخن

بیش تر لڑکیوں کے یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان کے ناخن مضبوط نہیں ہوتے اور مسلسل ٹوٹتے رہتے ہیں اگر آپ اپنے ناخنوں کو مضبوط اور دلکش بنانا چاہتی ہیں تو لہسن کا پانی رات کو سوتے وقت ناخنوں پر لگائیے چند ہی دنوں میں آپ کے ناخن مضبوط ہوجائیں گے۔

خشک جلد کے لیے:۔ پچاس گرام مسور کی دال رات کو بھگو کر رکھ دیں' صبح باریک پیس کر اس میں کچا دودھ' روغن بادام ملا کر لگانے سے جلد کی خشکی دور ہوجاتی ہیں۔

ایک چمچہ بیسن میں' ایک چمچہ پانی' ایک چمچہ شہد' ایک چمچہ زیتون کا تیل ملا کر لگانے سے خشک جلد چمکنے لگے گی۔

ہونٹوں کی سیاہی دور کرنے کے لیے:۔ ہر روز رات کو ہونٹوں پر زعفران دودھ میں ملا کر لگایئے اور پانچ منٹ بعد ٹھنڈے پانی سے دھولیں چند دنوں کے استعمال سے ہونٹ قدرتی گلابی ہوجائیں گے۔

اگر آپ پلکیں لمبی کرنا چاہتی ہیں تو رات کو سوتے وقت سرسوں کا تیل لگائیں۔ پلکیں لمبی ہوجائیں گی اور چہرہ بھی خوب صورت نظر آئے گا۔

رنگ گورا کرنے کے لیے:۔

پانی میں لیموں کا رس اور نمک ملا کر غسل کرنے سے جلد کا رنگ نکھر جاتا ہے۔

کاغذی لیموں کے ٹکڑے جس سے رس نچوڑ لیا گیا ہو چہرے پر روزانہ ملیں رنگ صاف ہوجائے گا۔

چہرے پر خالص دودھ کی بالائی ملنے سے چہرے پر نکھار آجاتا ہے۔ گرمیوں میں خالص اور ٹھنڈی بالائی روزانہ لگائیں۔

دودھ میں جو اور گیہوں کا آٹا ملا کر ابٹن بنالیں اور اسے چہرے پر ملیں چند دنوں میں نمایاں فرق محسوس ہوگا۔

اچھی کوالٹی اور قدرتی اجزاء سے تیار کردہ صابن بھی چہرے کی رنگت میں نکھار پیدا کردیتا ہے۔

چہرے کی جھریاں:۔

چہرے پر جھریاں ہوں تو کاغذی لیموں کے ٹکڑے جن میں سے رس نچوڑ لیا گیا ہو چہرے پر ملیں' پندرہ منٹ بعد چہرے کو دھو کر خشک جلد پر کولڈ کریم یا بالائی کا مساج کریں۔

خالص شہد میں لیموں کا رس ملا کر چہرے پر مل لیں اور پندرہ منٹ بعد دھولیں یہ نسخہ روزانہ استعمال کریں' ایک ماہ میں نمایاں فرق ہوگا اور چہرہ جھریوں سے پاک اور شاداب نظر آئے گا۔

چکنی جلد کی حفاظت

اگر آپ کی جلد چکنی ہے تو منہ دھونے سے پہلے اور بعد میں دونوں وقت کلینزنگ لوشن استعمال کریں اور میک اپ سے پہلے بھی کوئی اسکن ٹانک استعمال کریں' اس سے نہ صرف چکنائی ختم ہوگی بلکہ یہ کھلے مساموں کو بھی بند کردے گا۔ گاجروں کے استعمال سے خون صاف ہوتا ہے اور جلد کی سرخی لوٹ آتی ہے اس کا جوس پینے سے یا پھر اس کی بھاپ لینے سے جلد میں ایسی دلکشی پیدا ہوتی ہے کہ قیمتی سے قیمتی کریم بھی ایسا کمال نہیں کرسکتی۔

ناک پر بلیک ہیڈز

ناک پر موجود بلیک ہیڈز کو دور کرنے کے لیے کھانے کا سوڈا ایک چمچہ تھوڑے سے پانی میں حل کریں اور اس کو ناک پر لگائیں تھوڑی دیر میں ناک پر موجود بلیک ہیڈز ابھر آئیں گے انہیں سوتی کپڑے یا روئی کی مدد سے ذرا زور سے رگڑ کر صاف کرلیں آپ کی ناک چمک اٹھے گی۔

نوٹ:۔ کچھ لوگوں کو اس کھانے کے سوڈے سے ہلکی سی جلن ہوگی' گھبرانے کی ضرورت نہیں بلیک ہیڈز صاف کرنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیں۔

چہرے کی چکنائی سے نجات

چہرے کی فالتو چکنائی ختم کرنے کے لیے کھیرے کا رس بہترین ہے ایک عدد کھیرا لیں' اس کا جوس نکالیں اور اس میں چند قطرے ٹھنڈے پانی کے شامل کرلیں پھر روئی کے پھائے سے پورے چہرے کی سکائی کریں اور ایک گھنٹے کے لیے ایسے ہی رہنے دیں' ایک گھنٹے کے بعد دھولیں' چہرے سے زائد چکنائی کا خاتمہ ہوجائے گا۔

آپ سب کو میری بیوٹی ٹپس پسند آئے تو ضرور بتانا۔

صبا...... ٹنڈو الٰہیار سندھ

سردیوں میں اپنی جلد کی حفاظت کیجیے

سردیاں اپنے ساتھ خشک ہوا اور سرد درجہ حرارت لاتی ہیں جو جلد کو خشک' کھردرا' باریک اور نمی سے دور کردیتا ہے۔ مگر آپ ذرا سی احتیاط کر کے سردیوں میں جلد کی حفاظت کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرسکتے ہیں۔ یہ موسمی علاج ناصرف جلد کو دوبارہ متوازن کرتا ہے بلکہ وقت سے پہلے عمر کے بڑھنے کے اثرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

خشک سرد ہوا کی وجہ سے نمی اور موئسچرائزر میں کمی آجاتی ہے اگر جلد پہلے ہی خشک ہو تو سب سے ضروری ہے کہ جلد کے تیل کو نارمل اور پانی کے لیول کو بڑھایا جائے۔ ملے جلے جلد والے لوگ بھی خشک جلد کا شکار ہوسکتے ہیں۔

خشک جلد میں نمی ہونے کی وجہ سے باریک لکیریں اور جھریاں پڑجاتی ہیں' چہرے پر یہ لکیریں منہ اور آنکھوں کے گرد باریک لکیریں نمایاں نظر آتی ہیں۔ چہرے کے علاوہ جسم اور ہاتھ بھی خشک' ٹائٹ ہوجاتے ہیں تھوڑی سی حفاظت اس خشکی کو ختم کر کے جلد کو خشک رکھتی ہے۔

ان نکات پر عمل کر کے جلد کو سردیوں میں عمر کے اثرات نمودار ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔

چہرے کے لیے علاج: ان لوگوں کے لیے جن کی جلد پہلے ہی خشک ہو تو جلد کی نمی کو پورا کرنے کے لیے ایسے فیشل کریں جو ان چیزوں سے محفوظ رکھ سکیں' ایسے ہلکے لوشن ہیڈ کلرز استعمال کریں جن میں فومنگ یا لیدرنگ ایجنٹ نہ ہو فورم اور لیدر خشکی میں اضافہ کرتا ہے اور جلد کی نمی کم ہوجاتی ہے۔

☆ جلد کے لیے متوازن ٹونر لیں جس میں الکوحل کی کم مقدار ہو۔ الکوحل جلد کی نمی کو کم کرتا ہے اور خشکی پیدا کرتا ہے۔

☆ فیشل ایسا کریں جس میں ضرور تیل اور ہربس کا استعمال ہو جو خشک جلد کے لیے ضروری ہوتے ہیں جیسے چیمو مائل' روز وڈ' لیونڈرز' گلاب اور صندل اچھی چیزیں ہیں۔

☆ ایسے ایکسفولیٹ استعمال کریں جو زیادہ رف اور خشک نہ ہوں خشک جلد کھردری اور نمی سے خالی نظر آتی ہے جلد سے پرانے مردہ خلیوں کا خاتمہ کریں تاکہ نئے خلیے پیدا ہوں' اجزاء جیسے دلیہ' ملتانی مٹی اور چاول کا پاؤڈر قدرتی ایکسفولیٹر کی اچھی مثالیں ہیں۔

☆ ایک ہائیڈریٹنگ ماسک جلد کو گہرائی سے صاف اور نمی میں اضافہ کرتا ہے۔ ماسک کو گرین' ملتانی مٹی' فلورل واٹرز اور خالص تیل بہترین چوائس ہوسکتی ہے۔

☆ موئسچرائزر مساج کے لیے فیشل آئل ایسا لیں جو مساموں کو بند نہ کرے۔ ایک اچھے فیشل میں بادام تیل' خوبانی' جوجوبا اور وٹامن ای کے تیل کے ساتھ کچھ دیگر ضروری تیل بھی ہوتے ہیں یقین کرلیں کہ اس تیل میں منرل تیل شامل نہ ہو۔

☆ تازہ قدرتی اجزاء کا استعمال کریں تاکہ یہ جلد میں نمی اور غذائیت پیدا کرے وہی قدرتی جلد کو نرم کرنے اور صاف کرنے کا ٹونر ہے۔ دلیہ ایک ایکسفولیٹ ہوتا ہے۔ کیلا اور ایواکیڈو خشک جلد کو موئسچرائزر کرتا ہے اور شہد قدرتی طریقے سے جلد میں خوب صورتی شامل کرتا ہے۔

ایسا آنکھوں کا جیل لیں جو زیادہ بھاری اور گریسی نہ ہو کیونکہ یہ فیشل کا اہم جز ہوتا ہے۔

نزہت جبین ضیاء۔ کراچی
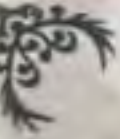
فرحت اپیا کے لیے

تھا وہ اک عجب ستارہ
کسی اور کہکشاں کا
کسی اور کہکشاں میں
کہ جیسے کوئی منظر
کسی اور داستاں کا
کسی اور داستاں میں
اسے میں نے جب بھی دیکھا
کسی اور دھن میں پایا
وہ تلاش کر رہا تھا
رہ وادیٔ سخن میں
کسی روشنی کی جھلمل
کسی واہمے کا سایہ
وہ تھا اک عجب ستارہ
سرِ آسمان تنہا
کبھی ڈھونڈتا تھا خود کو
کبھی وقت کا کنارہ
وہ تھا شاعری میں زندہ
اسے زندگی نے مارا
تھی تلاش جس کی اس کو
اسی آگہی نے مارا......!
وہ تھا اک عجب ستارہ......!

ظل ہما......فیصل آباد

کراچی فیکٹری ملازمین کی یاد میں

یہ کیسی آگ تھی جس نے جلا ڈالا خوابوں کو
یہ کیسا قہر تھا جس نے مسل ڈالا گلابوں کو
یہ اک سازش تھی ان لوگوں کی جو ہیں دشمن انساں
سناؤں کون سا قصہ میں، کھولوں کن کتابوں کو؟
یہ حاکم کیسے حاکم ہیں کہ جن کی سرپرستی میں
مسلط کردیا اغیار نے ہم پہ عذابوں کو
کہیں پہ بم، کہیں خودکش دھماکے اور کہیں پہ آگ
ہر اک سو ہیں فقط لاشیں، نہیں پروا نوابوں کو
لیا بدلہ کسی نے "ورلڈ ٹریڈ سینٹر" کا یہ کن سے
نہیں سہہ پا رہے پہلے ہی جو بھوک اور سیلابوں کو
اٹھا کر رکھ دیئے اعمال ہم نے کس قیامت پر
یہ گلشن ہوگیا خالی تو کیا کرنا ثوابوں کو؟
میرے اللہ رحم کر ہم پہ جو بھی کی خطائیں ہیں
الٹ دے وقت کے نمرود کے سارے نقابوں کو
بہت گھائل ہے دل نازی کا آنکھیں بھی لہو رنگ ہیں
میں چھیڑوں کن سوالوں کو میں لکھوں کن خوابوں کو
نازیہ کنول نازی......ہارون آباد، بہاولنگر

نظم

سیاچن کے آرمی جوانوں کے نام

گم ہوگئے بہت سے لوگ پہاڑوں کے اندر
اور کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اپنے گھروں میں
بولو کیا زندگی گزرے گی اسی طرح روتے روتے
میرا کیا ہے میں بھی چلا جاؤں گا ایک دن یہاں سے
کالی گھٹا کسی وقت بھی آسمان سے برس سکتی ہے
میری منزل تو بہت دور ہے افق سے بھی پرے
شاید وہ جنت کسی تکونی چٹان کے قریب ملے
ہزار برس کے بعد پھر وہی وقت آئے گا
جب تمہارے اردگرد پھول ہی پھول کھلیں گے
ایسا وقت جب پرندے بھی فضا میں اڑنا بھول جائیں گے
تب یہ ممکن ہے کہ کوئی لائے اسے ڈھونڈ کر کہیں سے
مریم الیاس......کوٹ گھک

غزل

دسمبر کی شامِ آخر ذرا سا دھیرے دھیرے چل
ابھی جو ساتھ ہیں لمحے انہیں پھر کھو ہی جانا ہے
یہ منظر یہ سماں ان لمحوں کو آنکھوں میں رکھ لوں
ذرا سی دیر میں منظر کو محو پھر ہو ہی جانا ہے
بہت اداس بے رنگ سا تغیر آسماں میں ہے
ہو اس رات کو آنگن میں میرے سو ہی جانا ہے
ذرا سا ٹھہر جا اے دسمبر! شاید وہ لوٹ آئے
وگرنہ سال اگلا بھی اس کی یادوں کا منانا ہے
دسمبر کا آخری سورج میرے آنگن میں اترا ہے
یہ ٹھنڈی دھوپ کو نظروں سے اوجھل ہو ہی جانا ہے
ابھی سورج کی کرنوں میں ہے باقی بے جان سی زردی
ذرا سی دیر میں زردی کو اندھیرا ہو ہی جانا ہے
ڈھلے گا دن دھیرے دھیرے پھر رات آئے گی
تو آگے چل اے وقت، اب خاک ہم کو ہی جانا ہے
نزہت جبین ضیاء

غزل

مری بندگی، مری زندگی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
کہیں کھوگئی مری ہر خوشی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
مرے آہ و نالے سنو کبھی، مری چاہتوں کی دہائی ہے
مری دھڑکنوں کی وہ دل لگی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
مرا گلستان اجڑ گیا، مرے پھول کھلنے سے پیش تر
مری خوشبوؤں کی تھا تازگی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
مجھے عمر بھر کا ہے غم دیا، مرے پیار میں جو اسیر تھا
مرے دل سے کی بڑی دل لگی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
مرے حکمِ دل کا وہ منتظر، مری شدتوں سے ہے بے خبر
اسے بھولی قرب کی ہر گھڑی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
یہ وجود جس کو عزیز تھا، مرے حسن کا جو نصیب تھا
وہی بھول بیٹھا ہے دلبری کسی اور کا وہ جو ہوگیا
کہ کٹیں گے کیسے یہ لمحے اب ہوں میں تنہا شہرِ فراق میں
گھڑی آزمائشوں کی کڑی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
اسی بے وفا کی جو یاد سے میں ہوں خانم آج گزر رہی
ہے نصیب میں بڑی بے بسی کسی اور کا وہ جو ہوگیا
فریدہ خانم......لاہور

مان جاؤ

دسمبر کی کہر آلود فضا میں
دھند میں لپٹی شام کی ہوا میں
تیرا نام ہی
میری سرد سانسوں میں تمازت گھولتا ہے
تیرا تصور میری سماعتوں میں بولتا ہے
سرد ٹھٹھرتی دسمبر کی شاموں میں
تیرا انتظار اور اداس دل کی حکایتیں
جو بھی ہیں ہم سے شکایتیں
آ کر
روبرو کر لو
مان جاؤ!!
فصیحہ آصف خان......ملتان

غزل

دل میں میرے پیار جگا کر چلے گئے
چاہت کا احساس دلا کر چلے گئے
جن کی خاطر نیندیں بھی قربان ہوئیں
وہ ہی میرا چین چرا کر چلے گئے
سپنوں کا اک محل بنایا تھا میں نے
اس میں پیار کا دیپ جلا کر چلے گئے
آئے تھے ابھی بیٹھے ہی نہیں نہ اپنی کہی نہ میری سنی
بس ہیلو ہائے ٹاٹا کرکے چلے گئے
فریدہ فری......لاہور

سرد شام

دھندلی سی دسمبر کی سرد شام
جیسے ٹھہری سی گئی ہے
یادوں کے در کھل گئے ہیں
آنکھوں سے جھڑی آنسوؤں کی لگ گئی ہے
اوران آنسوؤں کی برسات میں
تیرا ہی عکس ہے
خوب صورت باتیں، حسین یادیں
بالکل اس دل کش شام جیسی
آہستہ آہستہ مجھے گھائل کر رہی ہیں
اتر رہی ہیں میرے دل میں
تیری سب ملاقاتیں
اور
تیرے سنگ گزری سب شامیں
وہ سب جیسے اس سرد شام سے
منسلک ہیں
میرا ضبط ٹوٹ چکا ہے
شاید تھک گئی ہیں میری نظریں
تیرے انتظار میں
اور یہ شام میرے دل کواور زخمی کر رہی ہے
کیوں ٹھہری سی گئی ہے

عافیہ رفیق عانی...... ننکانہ صاحب

مجھے تم یاد آئے بہت
دسمبر کی اداس ٹھنڈی راتوں میں
جون کی گرم دوپہروں میں
مجھے تم یاد آئے بہت
چودھویں کی چاندنی بھری راتوں میں
خوف سے پُر کالی راتوں میں
مجھے تم یاد آئے بہت
جب کسی جوڑے کو ہنستے دیکھا
جب دیکھا کسی کی آنکھوں میں جدائی کا ڈر
مجھے تم یاد آئے بہت
پت جھڑ کے زرد موسم میں
سرخ پھولوں کی بہار میں
مجھے تم یاد آئے بہت
جب چوڑی چھنکے بازو میں
اور پائل شور مچائے
مجھے تم یاد آئے
پھولوں سے گھرے باغ میں
جب کوئل گانا گائے
مجھے تم یاد آئے
سرسراتی ہوا زلفوں کو چھیڑے
چھم چھم برستی بارش دل کو اکسائے
مجھے تم یاد آئے
مجھے تم یاد آئے

پری وش گوندل...... مانگٹ

غزل

جاپان میں ہے جو زلزلہ آیا
ہم کو سنبھلنے کا تھا اک اشارہ
اللہ کی ناراضگی کا ہی ہمیں بتانا
عبرت کا ہے اس کو نشاں بنایا
کہتے تھے جاپان والے ہم نے ایسے مکان بنائے
کوئی ہے جو کر کے دکھائے ان کا صفایا
اس پہ خدا کے غضب کو جلال آیا
دکھایا ہے اکھڑا اک جھٹکے میں شہر سارا

طوبیٰ بلال...... ڈیرہ غازی خان

غزل

یوں نہ چہرے کو پُر ملال کرو
چاندنی رات کا خیال کرو
اداسی تمہیں نہیں جچتی
مسکراہٹ کو تم بحال کرو
جو لگائے امید بیٹھے ہیں
ان کی نظروں کا کچھ خیال کرو
میرا چہرہ کتاب جیسا ہے
مجھ سے کوئی نہ تم سوال کرو
چاندنی رات میں کنول ہم سے
ایسا ویسا نہ تم سوال کرو

یاسمین کنول...... پسرور

غزل

ایک تمنا ہے مجھے ٹوٹ کے چاہو
پیار میں مرنا ہے مجھے ٹوٹ کے چاہو
جانتا ہوں انجام الفت مگر پھر بھی
ہجر میں جلنا ہے مجھے ٹوٹ کے چاہو
زمانے کی روش تجھے لے آئے گی میرے در پر
اس آس پہ جینا ہے مجھے ٹوٹ کے چاہو
جب بھی میرے ہاتھ اٹھے ہیں دعا کو
تجھی کو مانگا ہے مجھے ٹوٹ کے چاہو
یہی آرزو ہے فقط دل بے تاب کی عدیل
تیرے قدموں میں بکھرنا ہے مجھے ٹوٹ کے
چاہو

محمد عدیل طارق عدیل...... جہلم

نظم

کبھی جب دور جاتے ہو
تو اس تنہائی کے عالم میں
سجھائی کچھ نہیں دیتا
دکھائی کچھ نہیں دیتا
تمہارے پیار کا جو نور
ہر پل میرے ساتھ رہتا ہے
تمہاری بانہوں کا حصار
مجھے محسوس ہوتا ہے
تمہارے جانے سے
اے جاناں!
سب ادھورا سا لگتا ہے
نہ یہ موسم دل کو بھاتا ہے
نہ دل کے تار الجھتے ہیں
نہ دھڑکن تیز ہوتی ہے
ذرا سا جو دور جاتے ہو
تو یہ دل رک سا جاتا ہے
دکھائی کچھ نہیں دیتا
سجھائی کچھ نہیں دیتا

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

کیفیت

اسے معلوم ہی کب ہے
کہ اس کی اضطرابی سے
بہت بے چین رہتا ہوں
ادھورے خواب بنتا ہوں
ظریف احسن کو لکھتا ہوں
نیا موسم نبھاتا ہوں
نیا نغمہ سناتا ہوں

ظریف احسن...... کراچی

بیاضِ دل

میمونہ تاج

فرح زینب...... ملتان
وفا کے رنگ بھی کچھ کم نہیں میرے دل میں
پیار کے ترنگ بھی کچھ کم نہیں میرے دل میں
زندگی کا مقصد کیا ہے کیا جانتے بھی ہو
مقاصد بھی کچھ کم نہیں میرے دل میں
عظمٰی کنڈی...... ٹانک

زخمی ہوئے جو ہونٹ تو محسوس یہ ہوا
چوما تھا کسی پھول کو دیوانگی کے ساتھ
مبین فاطمہ...... فیصل آباد

ہو میرا رفیق سفر مگر اتنا تو معتبر ہو
میں پھول مانگوں تو یہ نہ کہے کہ موسم گزر گیا
شمع مسکان...... جام پور

میری مثال اس پتھر کی طرح ہے مسکان
جو تمام عمر پانی میں رہ کر بھی پیاسا ہی رہا
پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اک خواب زندگی کے سب ہی خواب لے گیا
اس خواب کو بھی نیند کا سیلاب لے گیا
قرۃ العین اعجاز...... کوٹلہ

زمانے کے سوالوں کو میں ہنس کے ٹال دوں لیکن
نمی آنکھوں کی کہتی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
مہر ملائکہ دعا...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

اپنی تعلیم پر توجہ دو
مت پڑھو عشق کے عذابوں میں
عمر کٹتی ہے ان کی کانٹوں میں
پھول رکھتے ہیں جو کتابوں میں
نوشین نورین...... رحیم یار خان

کاش خوشیوں کی کوئی دکان ہوتی
اس دکان کی کوئی پہچان ہوتی
تمام خوشیاں تیری جھولی میں ڈال دیتے
چاہے ان خوشیوں کی قیمت ہماری جان ہوتی
یاسمین کنول...... پسرور

برف ایسی کہ پگھلتی نہیں پانی بن کر
پیاس ایسی کہ بجھاتے ہوئے تھک جاتا ہوں
اچھی لگتی نہیں اس درجہ شناسائی بھی
ہاتھ ہاتھوں سے ملاتے ہوئے تھک جاتا ہوں
حمنہ سحر...... قصور

اپنی آنکھوں سے میرے دل کی زمین دیکھ لو
تم خواب آج کوئی حسین دیکھ لو
آزماتا ہے اگر اعتبار کو میرے
تو اک جھوٹ تم بولو اور میرا یقین دیکھ لو
شگفتہ خان...... بھلوال

دل روز سجاتا ہوں دلہن کی طرح میں
غم روز چلے آتے ہیں بارات کی مانند
شمع مسکان...... جام پور

یہ بار فلک ہم نے زمین پر نہیں رکھا
تھک کر کسی کاندھے پر کبھی سر نہیں رکھا
کیوں ٹھوکریں لگتی ہیں جب ہم نے کبھی بھی
رستے میں کسی کے کوئی پتھر نہیں رکھا
نوشین نورین...... رحیم یار خان

رہی تعلیم مشرق میں نہ مغرب میں رہی غیرت
یہ جتنے پڑھتے جاتے ہیں جہالت بڑھ جاتی ہے
فصیحہ آصف خان...... ملتان

کسی نے چوم کر آنکھوں کو یہ دعا دی تھی
زمین تیری خدا موتیوں سے نم کردے
نورِ صبا...... کراچی

تم زمانے کے ہو ہمارے سوا
ہم کسی کے نہیں تمہارے سوا
تمہیں یقین دلائے تو کس طرح آخر
ہمارا تو کوئی نہیں صرف تمہارا سوا
زین الدین...... کراچی

آ کے اک بار میرے من میں سما کے دیکھ
طوفانوں کے رکھ پہ کوئی دیا جلا کے دیکھ
حوصلہ رکھتے ہیں ہم تم پہ فدا ہونے کا
تُو کبھی پیار سے تیرِ نظر چلا کے دیکھ
ایس انمول...... بھابڑہ شریف

موجیں ہوں پُرسکون تو گہرائیوں میں جھانک
طوفاں بدل کے آتے ہیں صورت کبھی کبھی
دلکش مریم...... چنیوٹ

محبت موسم کی قید سے آزاد ہوتی ہے
سنو سورج نکلنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا
ابھی بھی یاد آئے تو نگاہیں بھیگ جاتی ہیں
پرانی راکھ جلنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا
کاجل شاہ...... خانیوال

بھنور سے پوچھو ادا اب کے ساحلوں کا پتا
نہ راس آیا سفینے کو ناخدا کہنا
کوثر ناز...... حیدرآباد

یوں نہ مسکراتے رہا کرو اپنی اداس آنکھیں لیے فراز
مجھے ان کی گہرائیوں سے ڈر لگتا ہے
ایمن وفا...... جھڈو

ہستی کو محبت میں فنا کون کرے گا
یہ فرض زمانے میں ادا کون کرے گا
ہاتھوں کی لکیروں کو ذرا دیکھ نجومی
یہ دیکھ کہ میرے ساتھ وفا کون کرے گا
ماہ رخ سیال...... SB64

ٹوٹ جاتے ہیں، بکھر جاتے ہیں
کانچ کے گھر میں مقدر اپنے
اجنبی پیار سے ملتے ہیں سدا
بھول جاتے ہیں تو اکثر اپنے
آنسہ بشیر...... گجرات

ہر سو تیری قدرت کے جلوے ہیں یارب
حیران ہوں دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں
ساجدہ عاشق...... ہنومان گڑھ

کبھی آنسو، کبھی سجدے، کبھی ہاتھوں کا اٹھ جانا
محبتیں ناکام ہوجائیں تو ربّ ہی یاد آتا ہے

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔
دعا ہاشمی...... فیصل آباد۔ مریم نین کاشف...... حیدرآباد۔ نسرین یاسین...... حیدرآباد۔ عائشہ ملک عاشو...... وہاڑی۔ نوشین اقبال نوشی، گاؤں بدر مرجان۔ ارم کمال...... فیصل آباد۔ نادیہ کامران...... کھوٹہ۔ ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات۔ ثناء یعقوب احمد...... شرقپور شریف۔ وجیہہ ادریس...... ملکوال۔ اقراء تبسم...... اوکاڑہ۔ کنگ کامران خان...... کوہاٹ۔ روما محمود...... اسلام آباد۔ ثوبیہ حسین...... کھوٹہ۔ طاہرہ سید...... گجرات۔ صدف سلیمان...... شورکوٹ۔ سباس گل...... رحیم یار خان۔ شانِ زہرا...... ملتان۔ صلوٰی جاوید...... کھوہار۔ فیاض اسحاق...... سلانوالی۔ سحرش غوث بٹ...... گجرات۔ حبہ حسین...... چکوال۔ عاصمہ اقبال...... عارف والا۔ صبا اشرف، شاہ نکڈر۔ سیدہ امبر اختر بخاری...... چندی پور۔ صبانواز بھٹی...... سانگھڑ۔

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد

یاالٰہی تیری شان ہے بے مثل
سوائے تیری ذات کے
نہیں کوئی کامل
تُو ہے جابجا
تُو ہے کو بہ کو
جہاں کوئی نہیں وہاں صرف تُو
مجھے بخش دے، مجھے معاف کر
میری ذات کر درگزر
یاالٰہی تیری ذات ہے بے مثل
تُو ہے اعلیٰ وارفع
ہر مشکل کا حل
تجھ سا کوئی نہیں اے خالقِ جہاں
تُو نے بنائے یہ بحر و بر
یہ شجر و قمر یہ کون و مکاں
یاالٰہی تیری شان ہے بے مثل
سوائے تیری ذات کے نہیں کوئی کامل

سامعہ ملک پرویز......احاطہ ٹیکسلا

نعت

اے دنیا والوں میرے نبیؐ نے بلایا ہے
مجھے بھی آخر مدینے سے بلاوا آیا ہے
زبان تو خاموش ہے پر دل نے بتایا ہے
قصہ آنسوؤں نے بہہ کر آپ کو سنایا ہے
اے بادِ صبا جاکر کہنا محبوبِ خدا کو
اس زمانے نے میرا بڑا ہی دل دکھایا ہے
میں تو آہی گئی ہوں آپؐ سے ملنے مدینے
اپنے وعدے کو تو میں نے نبھایا ہے
آپ محبوب خدا ہیں میں اک ادنیٰ بندی
اس احترام میں سر کو جھکایا ہے
اللہ تک میری فریاد پہنچادیں آپؐ
میں نے اپنی امید کو آپؐ سے لگایا ہے
یہ دنیا کھیل تماشا ہے صرف رہیں گے
اللہ اور رسولؐ باقی سب مایا ہے

روما محمود......اسلام آباد

انمول موتی

اہمیت دکھ کی نہیں دکھ دینے والے کی ہوتی ہے
خوابوں کے اندر زندہ مت رہو لیکن خوابوں کو اپنے اندر زندہ رکھو
محبت اس سے نہیں کی جاتی جو خوب صورت ہو بلکہ خوب صورت وہ ہے، جس سے ہمیں محبت ہے۔
اس شخص کے لیے کبھی مت رونا جو تمہارے آنسو نہ پونچھ سکے کیونکہ جو شخص تم سے محبت کرتا ہے وہ تمہیں رونے نہیں دے گا۔

ایمن وفا......جھڈو

اچھی بات

حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا: "کیا کوئی مرد کسی نامحرم لڑکی کو پڑھا سکتا ہے؟"
آپ نے فرمایا: "پڑھانے والا اگر بایزید بسطامی ہو، پڑھنے والی رابعہ بصری ہو، پڑھانے کی جگہ بیت اللہ ہو اور جو کچھ پڑھایا جا رہا ہو وہ کلام اللہ ہو پھر بھی اجازت نہیں۔" اگر ہوسکے تو عمل کرنا۔

عائشہ سلیم......فیصل آباد

تکبیر

ایک دن حضرت سلیمان بن داؤدؑ نے انسانوں، جنوں، پرندوں اور چوپایوں سے کہا: "باہر نکلو۔" دو لاکھ انسان، دو لاکھ جن، باہر نکلے اور حضرت سلیمان کا تخت ہوا میں اڑنے لگا اور اتنا بلند ہوگیا کہ آپ نے آسمانوں پر فرشتوں کی تسبیح کی گونج سن لی پھر آپؑ نیچے ہوئے تو آپؑ کے قدم سمندر کو چھونے لگے، آپ نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا تھا۔
"اے پیغمبر تمہارے دل میں ایک ذرّے کے برابر بھی تکبر آجاتا تو جتنا تجھے اونچا اڑایا ہے اس سے زیادہ ہی تمہیں نیچے پھینک دیا جاتا۔"

فیاض اسحاق......سلانوالی

اس ماہ کی خوب صورت یاد

دل ایک پرفیوم کی طرح ہے اگر تم اسے کبھی نہیں کھولو گے تو اس کے اندر کی خوشبو کو کوئی نہیں جان سکے گا اگر تم اسے ہمیشہ کھلا رکھو گے تو بہت جلد تم اس کی خوشبو کھو بیٹھو گے، لہٰذا اسے احتیاط سے استعمال کرو۔

زویا خان......راولپنڈی

ماں کی عظمت

ماں کیا ہے؟
اک گہرا سمندر ہے جیسے سمندر میں گہرائی ہے ایسے ہی ماں کا سینہ ہے، جس میں اولاد کی محبت، تحفظ اور احساس کے جذبے ٹھاٹھیں مارتے ہیں۔ ماں کہنے کو تو کتنا چھوٹا سا لفظ ہے مگر اس لفظ میں کتنی گہرائی ہے ہر کوئی نہ جان سکا ہے اور نہ اس تک ہر ایک کی رسائی ممکن ہے۔
دنیا کی محبت دیکھ کر ماں کی عظمت سے نہ انکار کریں کیونکہ جتنی وہ اولاد سے محبت کرتی ہے، دنیاوی محبت اس کی محبت کے آگے پس پشت چلی جاتی ہے، جس طرح سے خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح ماں کی ممتا کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ دنیا میں ہمارے لیے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے ایک عظیم اور انمول تحفہ ہے۔ اس لیے اس کی قدر کرو تاکہ تمہیں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے، اس سے محبت کرو تاکہ تم کو بھی محبت ملے۔ اس کو تحفظ دو تاکہ تمہیں بھی تحفظ کا احساس ہو۔ ماں کے بارے میں جتنا لکھو کم ہے، اس نعمت جیسا کوئی نہیں۔ والدین کے رشتے کا کوئی نعم البدل نہیں۔

صباحت مرزا......گجرات

نظم

ریت سے بُت نہ بنا اے مرے اچھے فنکار
ایک لمحے کو ٹھہر میں تجھے پتھر لادوں
میں تیرے سامنے انبار لگادوں لیکن
کون سے رنگ کا پتھر تیرے کام آئے گا
سرخ پتھر جسے دل کہتی ہے بے دل دنیا
یا وہ پتھرائی ہوئی آنکھ کا نیلا پتھر
جس میں صدیوں سے تحریر کے پڑے ہوں ڈورے
یا تجھے روح کے پتھر کی ضرورت ہوگی
جس پر حق بات بھی پتھر کی طرح گرتی ہے
ایک وہ پتھر ہے جسے کہتے ہیں تہذیب سفید
اس کے مرمر میں سیاہ خون جھلک جاتا ہے
ایک انصاف کا پتھر بھی تو ہوتا ہے مگر
ہاتھ میں تیشۂ زر ہو تو ہاتھ آتا ہے
جتنے معیار ہیں اس دور کے سب پتھر ہیں
جتنے افکار ہیں اس دور کے سب پتھر ہیں
شعر بھی حسن بھی تصویر و غنا بھی پتھر
میرا الہام تیرا ذہن رسا بھی پتھر
اس زمانے میں تو ہر فن کا نشاں پتھر ہے
ہاتھ پتھر ہیں تیرے میری زباں پتھر ہے

کامران خان......کوہاٹ

زندگی اک داستان

زندگی ایک ایسی داستان ہے، جس کے ہر پرت میں سینکڑوں رعنائیاں اور دکھ منقش ہیں۔ زندگی کے بارے میں فلاسفروں نے بہت کچھ کہا ہے، کسی نے زندگی کو پھولوں کی سیج کہا ہے تو کسی نے درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی کہا ہے۔ کسی نے خوشبو تو کسی نے بادل، کسی نے خوشی سے سجی ٹہنیوں سے تشبیہ دی ہے تو کسی نے آنکھ سے برستے ہوئے آنسوؤں سے مگر آج تو زندگی دوسروں کی عزت نفس کو کچل دینا بن گئی ہے۔ ہمارے پاس زندگی کی ہر آسائش تو موجود ہے مگر ہماری زندگی میں سکون نہیں ہے، دوسروں کا حق چھین لینا اب ہماری زندگی کا وتیرہ بن چکا ہے۔ ہم نے دوسروں کی مجبوری کو اپنی زندگی کی ضرورت بنالیا ہے۔ زندگی کو ضمیر کی دستک سے آزاد کرلیا

ہے بس یہی زندگی کی اصل داستان بن گئی ہے۔

سمیرا انور...... جھنگ

آپ کو پتا ہے؟

کولمبیا میں رائیو وفا گری نامی دریا میں ایک بھی مچھلی نہیں ہوتی۔

ہندوستان کے مہاراجہ مان سنگھ کی 1500 بیویاں تھیں۔

وسطی افریقہ کے باکی نامی گاؤں میں ایک ایسا درخت ہے جو ہر وقت گول گھومتا رہتا ہے

ناروے کے بادشاہ اسپسن نے اپنے پالتو کتے کو ریاست کا وزیر بنایا تھا۔

بیلجیم غالباً دنیا کا واحد ملک ہے جہاں ننگے پاؤں چلنا جرم ہے

رومی شہنشاہ نیرو کی ملکہ نے 500 گدھیاں پالی ہوئی تھیں، جن کے دودھ سے وہ غسل کرتی تھی۔

آسٹریلیا کے جنگلات میں بکرے، مچھلیاں کھاتے ہیں اور درختوں پر بھی چڑھ جاتے ہیں

1920ء میں انڈیا کے ایک جزیرے میں 10 سالہ لڑکی نے دو جڑواں بچوں کو جنم دیا۔

جبوتی وہ ملک ہے جس کی پولیس صرف چار افراد پر مشتمل ہے۔

افریقہ کے شہر ٹیگاز میں تمام مکانات نمک سے بنائے گئے ہیں۔

شہناز شانزے سیال...... خانیوال

انمول موتی

عورت اس لچک دار شاخ کی مانند ہے جو باد نسیم کے ہر جھونکے کے ساتھ سر تسلیم خم کرتی ہے مگر طوفان کی شدت اسے جڑ سے نہیں اکھاڑ سکتی۔

عورت شبنم کا ایک قطرہ ہے جس سے کلیوں کا منہ موتیوں سے بھر جاتا ہے۔

عورت کی نگاہ میں وہ طاقت ہے جو دنیا کے کسی قانون میں نہیں۔

عورت آفتاب کی گرمی ہے ماہتاب کی ٹھنڈک ہے اور پھولوں کی خوشبو ہے۔

مصائب میں عورت کی مثال شاخ گل کی سی ہے۔ جو آندھی میں جھک جاتی ہے لیکن جہاں ہوا تھمی یہ فوراً سیدھی ہو جاتی ہے۔

شوہر بیوی کے لیے اپنی جان قربان کر سکتا ہے مگر بیوی اپنے شوہر کے لیے خواہشات نہیں۔

عورت پھول کی طرح ہے اسے پتھر کی طرح تراشنے کا خیال چھوڑ دو کیونکہ یہ جب ضد پر آتی ہے تو پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتی ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سلطنت کی قیمت

ایک مرتبہ ہارون الرشید عباسی خلیفہ نے پینے کے لیے پانی مانگا' مجلس میں اس وقت مشہور عالم' زاہد ابن سماکؒ بھی موجود تھے۔ پانی آ گیا اور ہارون الرشید پینے ہی کو تھے کہ ابن سماکؒ نے کہا۔

''ذرا ٹھہر جائیے اگر آپ سے یہ پانی روک لیا جائے تو اسے حاصل کرنے کے لیے آپ کیا خرچ کر سکیں گے؟'' ہارون نے جواب دیا۔ ''پیاس کو بجھانے کے لیے اگر ایک پیالہ نصف سلطنت کے عوض بھی ملے تو میں یہ قیمت دینے کو تیار ہوں۔'' پھر جب ہارون نے پانی پی لیا تو ابن سماکؒ بولے۔ ''امیر المومنین! اگر یہ پانی جو آپ نے پیا ہے جسم کے اندر رک جائے اور باہر خارج نہ ہو تو اسے نکلوانے کے لیے آپ کیا خرچ کر سکیں گے؟'' ہارون نے کہا۔ ''ایسی صورت میں ساری سلطنت دے ڈالوں گا۔'' ابن سماکؒ نے فرمایا: ''یہ ساری سلطنت جو ایک پیالہ بھر پانی کے عوض دی جا سکتی ہے' اس پر اتنا اترانا اور غرور تکبر میں انجام کو بھول جانا کہاں کی عقل مندی ہے' خدا کا خوف کیجیے اور اس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کو ہرگز فراموش نہ کیجیے۔'' ہارون الرشید پر اس نصیحت کا بہت اثر ہوا اور وہ دیر تک گردن جھکائے روتے رہے۔

نادیہ کامران...... کہوٹہ

مسکراہٹ

یہ زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے اس لیے ہمیشہ پُر امید رہو' کبھی بھی اپنا حوصلہ نہ ہارو کیونکہ جس نے دکھ دیا ہے وہ خوشیاں دینے کی طاقت بھی رکھتا ہے' اس لیے صبر کرو اور اس کی رضا مانگو۔

زندگی میں ہمیشہ پُر اعتماد رہو کیونکہ اعتماد اور یقین ہی کامیابی کی کنجی ہے۔

صبا اشرف...... شاہ نکڈر

ہمارا تعلیمی معاشرہ

آج کل ہر کسی کا تکیہ کلام ہے کہ ہم تعلیم یافتہ ہیں اور تعلیم یافتہ معاشرے میں رہتے ہیں آپ سے ملنے والا ہر دوسرا انسان بی اے' ایم اے اور پی ایچ ڈی وغیرہ کا لیبل لگائے انتہائی فخریہ انداز میں ملے گا' مگر کیا یہ سب لوگ واقعی تعلیم یافتہ ہیں...... مہذب ہیں' میں اپنے چاروں طرف ڈگریاں تو دیکھتی ہوں مگر ایک مہذب معاشرہ ناپید پاتی ہوں۔ آج کل اٹھنے بیٹھنے کے آداب کیا رہ گئے ہیں' جتنی تعلیم بڑھ رہی ہے لباس بھی عجیب وضع قطع کا ہوتا جا رہا ہے۔ جو باتیں ہمارے والدین نے بتائی تھیں ان کو سن کر لوگوں کی شکلوں کا محل وقوع کچھ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ہم قبل مسیح سے تعلق رکھتے ہوں اور غلطی سے ایک تعلیم یافتہ معاشرے میں آ گئے ہوں۔ یقین کریں میں نے بڑے بڑے تعلیم یافتہ افراد کو بڑوں کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھتے اور ان کی بات کاٹتے دیکھا ہے۔ محفل میں بیٹھ کر موبائل پر Tones چیک کرتے اور بلاوجہ ایس ایم ایس کرتے دیکھا ہے' کیا یہ ایک مہذب معاشرہ ہے؟ کیا یہ مہذب لوگوں کا طریقہ ہے؟ کیا یہ سب ایک تعلیم یافتہ معاشرے کے افراد ہیں؟

سیما محمد عارف...... واہ کینٹ

زبان

زبان انسانی جسم کا وہ حصہ ہے جس کی بدولت وہ جنت میں بھی جا سکتا ہے اور دوزخ بھی اس کا مقدر بن سکتی ہے' اس سے نکلنے والا ہر لفظ کسی کے دل کو تکلیف بھی پہنچا سکتا ہے اور کسی کے دل کو خوش بھی کر سکتا ہے اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ کسی کی ذات سے ملنے والی خوشی کو بہت کم یاد رکھتا ہے مگر تکلیف کو کبھی نہیں بھولتا' اس لیے بھلائی اسی میں ہے کہ انسان بولنے سے پہلے سوچے کیونکہ غلط الفاظ بولنے کے بعد انسان کے پاس سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں بچتا اور گناہوں کا بوجھ الگ بڑھ جاتا ہے۔

مریم بنت کاشف...... حیدر آباد

محبت

سنا تھا ہم نے لوگوں سے
محبت چیز ایسی ہے' چھپائے چھپ نہیں سکتی
یہ چہرے سے جھلکتی ہے' یہ لہجے میں مہکتی ہے
یہ آنکھوں کو رلاتی ہے' یہ راتوں کو جگاتی ہے
مگر یہ سب اگر سچ ہے
تو ہمیں اپنے رب سے بھلا کیسی محبت ہے
نہ چہروں سے جھلکتی ہے' نہ لہجوں سے مہکتی ہے
نہ آنکھوں کو رلاتی ہے' نہ راتوں کو جگاتی ہے
بھلا یہ کیسی محبت ہے؟

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

دردسر کا علاج

قیصر روم نے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے دائمی دردسر کی شکایت ہے آپ کے پاس اس کی دوا ہو تو بھیج دیجئے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے اس کو ایک ٹوپی بھیج دی۔ قیصر روم اس ٹوپی کو پہنتا تو اس کا دردسر کافور ہو جاتا اور جب سر سے اتارتا تو دردسر پھر لوٹ آتا۔ اسے بڑا تعجب ہوا۔ آخر کار اس نے اس ٹوپی کو اُدھیڑا تو اس میں سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تھا (تفسیر کبیر ج ا ص ۱۰۰)

عابدہ نسیم...... چیچہ وطنی

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ابتداء ہے رب جلیل کے بابرکت نام سے جو کل کائنات کا خالق و مالک ہے۔ تمام قارئین وآنچل فیملی کو نیا قمری سال مبارک ہو ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس نئے سال کو ہمارے لیے اور ہمارے ملک کے لیے امن وسلامتی کا سال بنا کر بھیجے آمین۔

حمیرا علی ...... کراچی۔ ڈیئر شہلا جی! قیصر آراء جی اور تمام اسٹاف السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی اس ماہ کا آنچل تھوڑا دیر سے ملا۔ اس دیر کے باوجود میں نے سوچا خط نہ لکھنا آنچل کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ اس ماہ "جھیل کنارہ کنکر" نے قلم اٹھانے پر مجبور کردیا۔ جی جناب نازیہ کنول نازی کی تو بات ہی کیا ہے بے حد زبردست تحریر ہے اور امید ہے آگے اور زیادہ دلچسپ ہوجائے گی۔ غزلیں نظمیں میں تمام کلام خوب صورت تھے اور ہاں آنچل کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آنچل میں میری نظموں اور غزلوں کو بھی کبھی کبھی جگہ مل جاتی ہے۔ "بیاض دل" یادگار لمحے" سمیت تمام سلسلے زبردست تھے اور ہاں ایک اکلوتی تحریر کب سے انتظار کی لائین میں لگی ہوئی ہے کب تک نمبر آئے گا۔ اچھا اب اجازت چاہتی ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ پاک آنچل کو خوب ترقی دے ہمارے وطن پاکستان کو اور تمام اہل اسلام کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

☆ اچھی حمیرا! آنچل پسند کرنے کا شکریہ آپ کی تحریر کے لیے قیصر آنٹی سے کہہ دیا ہے ان شاء اللہ وہ جلد ہی لگا دیں گی۔

فائزہ اللہ رکھا ...... KGM۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پُرخلوص سلام۔ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ باجی میں آپ سے بہت ناراض بھی تھی کیوں کہ میں ہر ماہ خط لکھتی تھی پر کوئی جواب نہیں آتا تھا تو ناراض ہوگئی۔ نازیہ باجی آپ نے بہت اچھی کہانی لکھی اور ویسے تو آپ کی ہر کہانی اچھی ہوتی ہے پر یہ زیادہ اچھی ہے اور نازیہ باجی سب ٹھیک ہے؟ اللہ آپ کو بہت لمبی زندگی دے آمین اور آگے بڑھتے ہیں، اقراء صغیر احمد اور عشنا کوثر سردار کی اچھی کہانیاں ہیں اور "بیاض دل" غزلیں نظمیں" اچھی ہیں۔

☆ پیاری فائزہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے پاس آپ کی کوئی ڈاک نہیں پہنچی اب دیکھیے خط ملا اور ہم نے شائع کردیا اب خوش۔

صدف خالد ...... بہاولنگر۔ السلام علیکم! امید ہے کہ آپ اور آنچل اسٹاف خیریت سے ہوں گے۔ ہم آنچل کے 2007ء سے خاموش قاری ہیں لیکن آج ہمیں جس کہانی نے خط لکھنے پر مجبور کیا وہ ہے "پتھروں کی پلکوں پر" نازیہ کنول نازی کی۔ دراصل جب کہانی شروع ہوئی تو اس میں دو کرداروں کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ آنسہ جی اور ایک لڑکا شایان۔ شروع کی کچھ اقساط میں ان کا تذکرہ ملتا ہے لیکن بعد میں ان کو سرے سے گول کردیا گیا پلیز ان کے بارے میں ہماری کنفیوژن دور کریں۔ باقی آنچل کے سلسلہ وار ناول زبردست ہوتے ہیں لیکن افسانے شروع میں بہت اچھے ہوتے تھے اور اب بس گزارہ ہوتا ہے۔ "اور کچھ خواب" عشنا کوثر سردار بھی خوب ہی لکھتی ہیں لیکن منظر نگاری کے کیا کہنے۔ ان کے ناولز کے کرداروں کے نام اچھے اور بامعنی ہوتے ہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی کا ناول اچھا جارہا ہے باقی کا تبصرہ محفوظ ہے۔ عفت سحر طاہر آنچل کا ایک جگمگاتا نام کہاں غائب ہیں۔ نازیہ کنول نازی آنچل کا بہترین سرمایہ ہیں جن کے ناولز افسانے اور شاعری ہر چیز بہترین ہوتی ہے۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ "آپ کی شخصیت" کا جو سلسلہ آپ نے ختم کیا ہے اسے دوبارہ شروع کردیں۔ آنچل ایک بہترین اور معیاری رسالہ ہے جس سے ہمیں سیکھنے کو بہت کچھ ملتا ہے۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو ہمارا سلام۔

☆ ڈیئر صدف! خوش آمدید آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ جہاں تک افسانوں کے بارے میں آپ کی رائے ہیں ان شاء اللہ اس میں مزید بہتری کرنے کی کوشش کریں گے۔

مسکان ...... قصور۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ امید ہے ٹھیک ہوں گی شکریہ آپ میرا خط شائع کردیتی ہیں اب بات ہوجائے آنچل کی تو آنچل کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ کہانی، ناول، بیاض دل، آئینہ، دوست کا پیغام آئے، یادگار لمحے کی تعریف کروں ہر چیز بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ آنچل زندہ باد۔ چندا امشال، جاناں، شمع مسکان، کومل رباب فاخرہ، انیس انجم سب کی دوستی دل جان سے قبول۔ بس اتنا ہی باقی تبصرہ پھر بھی اگر زندگی نے ساتھ دیا تو...... اللہ حافظ۔

ثوبیہ حسین ...... کوئٹہ۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی! خدا سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو اور تمام آنچل کے اسٹاف کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آنچل بہت اچھا بلکہ سب سے مختلف ڈائجسٹ ہے کہانی کے شروع میں ایک شعر ہوتا ہے جو کسی ڈائجسٹ میں نہیں ہوتا۔ آنچل کی سب ہی کہانیاں بہت اچھی اور بے مثال ہوتی ہیں۔ مجھے آنچل بہت پسند ہے اور آخر میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آنچل میں مجھ غریب کو بھی جگہ دی جائے میں کچھ لکھنا چاہتی ہوں اگر آپ جگہ دیں گی تو...... باقی سارے اسٹاف کو سلام ودعا آداب۔

☆ اچھی ثوبیہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔

عاصمہ اقبال ...... عارف والا۔ السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور پڑھنے والوں کو خلوص بھرا سلام۔ سب سے پہلے سرگوشیاں پر پہنچی قیصر آپی کی باتیں دل کو لگیں۔ "حمد ونعت" پڑھی۔ پھر "در جواب آں" میں میرا نام تاخیر سے موصول ہونے والوں میں شامل تھا دل کو تھوڑا سا غم پہنچا۔ پھر "دانش کدہ" پڑھ کر کچھ سکون ملا۔ آپی اقراء صغیر احمد کا ناول "بھیگی پلکوں پر" پڑھا جب پڑھا مجھے ایسے لگا کہ وہ میرے خط کی طرح سلو جارہا ہے۔ "اور کچھ خواب" عشنا جی اب بس بھی کردیں یہ نا ہو کہ انا ئیا بے چاری مرجائے۔ اچھا لیکن اب بس جلدی اینڈ کرویں۔ "جھیل کنارہ کنکر" پڑھا میری فیورٹ رائٹر نازیہ کنول نازی ویل ڈن۔ کہاں ہیں نازی آپی؟ پلیز مجھ ناچیز کو بھی یاد کرلیں۔ "بیوٹی گائیڈ" پڑھی لیکن کبھی عمل نہیں کیا کیونکہ نیم حکیم خطرہ جان اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتی کیونکہ پہلے سے ہی اتنی پیاری اسکن ہے۔ اب کیا تو کچھ ہونہ جائے۔ "غزلیں نظمیں" سبھی اچھی تھیں۔

"ہم سے پوچھیے" بہت زبردست تھا۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی تو پلیز معاف کردیجیے گا۔

☆ ڈیئر عاصمہ! لیجیے آپ کا خط شامل اشاعت ہوئی گیا اب تو خوش اور ایک خوش خبری بھی سن لیں آپ کی کہانی مل گئی ہے ابھی پڑھی نہیں گئی۔ اب خوش۔

قرۃ العین اعجاز ...... کوئٹہ۔ شہلا آپی کیسی ہیں؟ خط لکھنے کی وجہ سمیرا آپی کا نیا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" ہے آپی میں نے آپ کے ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی وجہ سے آنچل پڑھنا شروع کیا تھا جو اب تک جاری ہے آپ کا وہ ناول بھی بہت بہت اچھا تھا اور "ٹوٹا ہوا تارا" بھی بہت زبردست لگا۔ ابھی تو یہ بتانا مشکل ہے کہ "ٹوٹا ہوا تارا" کون ہے۔ ناول کے تمام کردار ہی بہت اچھے ہیں (سوائے ایاز کے) لیکن امید ہے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی طرح یہ ناول بھی زبردست ہوگا۔ نازی آپی آپ کے تو کیا کہنے "پتھروں کی پلکوں پر" کا اینڈ آپ نے بہت اچھا کیا تھا۔ "جھیل کنارہ کنکر" میں پلیز زائر کو ثانیہ سے ملوائیے گا۔ عشنا آپی اور اقراء آپی بھی بہت اچھا لکھتی ہیں لیکن اقراء آپی یہ کیا طغرل اور پری کو ایک ہونا چاہیے یہ تو دور ہوتے جارہے ہیں۔ آنچل کے باقی تمام سلسلے بھی مجھے بہت پسند ہیں۔ "یادگار لمحے" اور "بیاض دل" تو بہت پسند ہے۔ میرا خیال ہے اب اجازت لینی چاہیے۔ آخر میں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کیجیے گا دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر قرۃ العین! خوش آمدید۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ سے ایک عرض ہے کہ آئندہ سے لال سیاہی والا پین استعمال نہیں کیجیے گا۔

صوفیہ منتر، صفیہ منتر ...... سعادت پور۔ ڈیئر آنٹی جی! السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل ٹیم اور ریڈرز کو سلام ودعا۔ میں آنچل کی پانچ سال سے مستقل قاری ہوں لیکن خط کبھی نہیں لکھا، کچھ سستی اور کچھ مصروفیت کی وجہ سے اب خط لکھا ہے تو اس لیے کہ آنچل اتنا اچھا نہیں رہا جتنا پانچ سال پہلے تھا۔ "اور کچھ خواب" جمود کا شکار ہوگئی ہے اب اس کو بند کردینا چاہیے۔ انائیا اور معارج، انابیہ اور دامیان پچھلی کئی اقساط سے ایک ہی جگہ رکے ہوئے ہیں اور دوسری کہانی "بھیگی پلکوں پر" پری اور طغرل شدید بور کررہے ہیں پلیز رائٹر سے درخواست ہے کہ ان میں کچھ تیزی لائیں اور آنٹی پلیز دو سلسلے وار ناول اور شروع کریں۔ اب بات کرتی ہوں نومبر کے آنچل کی "حمد ونعت" سے فیض ہو کر سیدھے پہنچے "جھیل کنارہ کنکر" تک نازیہ جی ہمیشہ اچھا لکھتی ہیں یہ بھی ایک زبردست ناول ہوگا لیکن پلیز نازیہ اسے اتنا لمبا مت کرنا۔ باقی سارے افسانے اور ناولٹ بھی ٹھیک تھے۔ نئی رائٹرز خاص متاثر نہ کرسکیں۔ "ڈش مقابلہ" میں اس بار بھی اچھی ڈشیں تھیں۔ "بیوٹی گائیڈ" بھی اک دم زبردست تھا اس کے لیے روبین احمد کا بے حد شکریہ۔ شاعری کے اوپر سے چھلانگ لگا کر باقی سلسلے پڑھے وہ بھی سب اچھے تھے۔ "آئینہ" میں سب کو سلام، باقی تمام سلسلے بھی اچھے تھے۔ اب اجازت چاہتی ہوں اور کوئی بات بُری لگی ہو تو سوری آنٹی جی۔ اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ آنچل اور آنچل اسٹاف کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ اونچا مقام عطا کرے آمین ثم آمین۔

☆ پیاری صوفیہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ آپ کی کوئی بات کیوں بُری لگے گی بھلا، یہاں سب کو آزادی ہے سب کچھ کہنے کی۔

ثناء کنول اللہ دتہ آرائیں ...... لودھراں۔ السلام علیکم! پہلے تو آنچل اسٹاف کو بہت سارا پیار اور دعائیں کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو اور ترقی دے آمین۔ جی تو آنچل مجھے 26 کو ملا ٹائٹل پر جو ماڈل تھی کچھ خاص نہیں لگی۔ کہانی میں "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول نازی کی کہانی بہت اچھی تھی ویل ڈن نازیہ اور ام مریم "سنہری دھوپ" کاروان محبت" بہت پسند آئی ارے ہاں میں نے ایک کہانی بھیجی تھی "راہ محبت" کیا وہ شائع ہوجائے گی پلیز اور امتحان مت لیں اپنا خیال رکھیے گا خدا حافظ۔

☆ اچھی ثنا! آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے اور باری کے انتظار میں لگی ہوئی ہے۔ قیصر آنٹی جلد ہی پڑھ کر در جواب آں میں جواب دے دیں گی۔

مدیحہ نورین ...... برنالی۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ اور سردیوں کی سرد شامیں بہت ہی خوش گوار اور یادوں کا اک حسین بندھن باندھتی ہیں، ایسے میں آنچل کے شاعروں اور رائٹرز کی تحریر تو کمال ہی کرتی۔ دل کو بہت پاس سے چھو کر گزر جاتی ہیں اور لبوں پر ہلکی سی اک مسکان ٹھہر جاتی ہے دور کسی یادوں کی نگری میں انسان چلا جاتا ہے نازی آپی آپ کے لیے بہت سی دعائیں اور سلام۔ نومبر کے اس شمارے میں تمام رائٹرز نے کیا خوب لکھا، بہت اچھا لگا۔ تمام فرینڈز کو سلام جن میں نوشین اقبال نوشی، ہما انا احب، طیبہ نذیر، جنت نیازی، سباس گل، ام ثمامہ، سیدہ جیا، رشک حبیبہ باقی تمام فرینڈز کے لیے دعائیں اور مجھے بھی دعاؤں میں مت بھولیے گا سب کی دوست۔

سائرہ رضی ...... چکوال۔ السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟ امید ہے سب آنچل کی فیملی خیریت سے ہوگی۔ اس ماہ کا آنچل بہت زبردست تھا۔ ام مریم کی کہانی بہت اچھی لگی۔ آپی میں نے پورا آنچل ابھی تک نہیں پڑھا کیونکہ دوسرے شہر جانا تھا۔ اس لیے زیادہ تبصرہ بھی نہیں کرسکی۔ آپی میں انا احب اور صنم شاہ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز میری دوستی کروا دیجیے۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

☆ پیاری سائرہ! دعا دینے اور آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ نے ایک غلطی کردی کہ تبصرہ اور غزل ایک ہی صفحہ پر ہی لکھ کر بھیج دی جب کہ بار بار بتایا جاتا ہے کہ ہر سلسلے میں شرکت کے لیے الگ الگ صفحہ استعمال کیا جائے اس لیے غزل کے لیے معذرت آپ دوبارہ بھیج دیں۔

جاناں ...... چکوال۔ السلام علیکم! میرے آنچل کے معزز ممبران اور ڈیئر قارئین کیسے کیسے مزاج ہیں؟ ارے ارے کیا ہوا ہم کو پہچانا نہیں آپ سب نے۔ رکیے رکیے آپ کا قصور نہیں دراصل آج کل آنچل والے ہم سے ناراض ہیں شاید جبھی ہمارا داخلہ بند کردیا ہے حالانکہ ہم ہر ماہ آنچل میں ضرور شرکت کرتے ہیں پر پتا نہیں کیوں ردی کی ٹوکری کو ہم پسند آتے ہیں یا آنچل والے شہلا آپی خصوصاً ہم سے خفا ہیں۔ کیا بات ہے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو پلیز معذرت۔ تو چلیے اب بات ہوجائے اپنے پیارے سے آنچل کی تو اس دفعہ 23 اکتوبر کو ملا گیا سرورق پر نازش میرے فیورٹ کلر پنک کلر کے ڈریس میں ملبوس بہت اچھی لگی۔ پھر "حمد ونعت" سے فیض یاب ہوتے ہوئے سیدھی چھلانگ لگائی "دوستوں کے پیغام آئے" میں مگر نہیں

اپنا نام نہ پاکر سخت مایوسی ہوئی مگر زاہدہ ملک (دیپالپور) کا پیغام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ پھر اقراء کے ناول "بھیگی پلکوں پر" جا پہنچتی جہاں پری طغرل کی جوڑی شان دار لگی۔ دعا کرتی رہی کہ پری اور طغرل کی جوڑی سلامت رہے۔ نازی کے مکمل ناول کی تو کیا بات ہے، بہت زبردست نازی زیادہ تبصرہ اینڈ ہونے پر کروں گی۔ سمیرا شریف کے ناول کی پہلی قسط شان دار رہی اس کا اختتام بھی زبردست ہوگا۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ ام مریم کا ناولٹ "سائبان" بہت پسند آیا۔ ام مریم مبارک آپ کو اتنا اچھا لکھنے پر۔ شمع مسکان ٹاپ آف دی لسٹ رہی۔ خوش رہو مسکان اپنی مسکان بکھیرتی رہو۔ نزہت جبین ضیاء (کراچی) کی (یہ بہنیں کیسی ہوتی ہیں) بہت پسند آئی کہ فوراً اسے اپنی ڈائری کی زینت بنالیا۔ "ڈش" بھی اے ون رہا ہمیشہ کی طرح۔ نازی اور مدیحہ نورین، سباس گل، ایمن وفا کی غزلیں بہت پسند آئیں۔ صبا اور زویا خان کی شاعری بہت اچھی۔ چندا امثال (ماں) اور صدف سلیمان (مسکراہٹ) نائلہ اشفاق (پردہ) فوزیہ سعید کی (ایک اچھی بیٹی) بہت پسند آئی۔ نورین شفیع اور سارہ یہ ری کا تبصرہ بہت پسند آیا۔ اس کے علاوہ سب کے پیغام پسند آئے۔ آنچل ہمیشہ کی طرح بیسٹ رہا۔ لیجیے جناب اتنا طویل تبصرہ اپنے آنچل متعلق حاضر ہے اب آخر میں اپنی تمام دوستوں کو بہت سلام۔ ارے نادیہ یسین (ساہیوال) جی ہم آپ کے دوست ہیں یعنی آپ بھی ہماری ستوں میں شامل ہو۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ ادیبہ یار تمہارا جواب دینے کا انداز بہت پسند آیا۔ بشریٰ، فضیا، کرن امیمہ، رباح، زاہدہ ملک، شبنیلہ، شاملی فروہ، تحریم اتابیہ مہک یعنی خوشبو، چندا امثال، فرح طاہر، فرزانہ ملک، بشریٰ ملک، نادیہ، عفت قریشی، تسنیم چوہدری، کومل شہزادی، ماہ رخ آپی، نینان شادو ندا، ام سارہ، بجو آپ کی 17 نومبر کو سالگرہ تھی، بہت بہت مبارک ہو۔ زوبی رانا، سائرہ لنگڑیال، ثنا اعوان، ام کلثوم اور بھی باقی تمام فرینڈز کو ساری دعائیں۔ اجازت چاہتی ہوں، اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر جاناں جی! ہمارے پاس رڈی کی ٹوکری نام کی کوئی چیز نہیں ہاں ڈاک خانے والوں کا پیٹ نہیں بھرتا آنچل کی ڈاک کھا کر اور بدنام ہم ہوتے ہیں۔

ساجدہ رحمت ...... نصیرہ کھاریاں۔ کیوٹ اور سویٹ شہلا آپی اور پیاری پیاری قاری بہنوں کو سلام خلوص۔ آپی آپ نے میرا خط شامل کیا بہت خوشی ہوئی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ سب سے پہلے قسط وار کہانیاں پڑھیں جو بہت زبردست جارہی ہیں اس کے بعد دوسری کہانیاں پڑھیں بھی کہانیاں اچھی تھیں۔ میری طرف سے نازیہ جی کے لیے بہت سی دعائیں بہت خوب صورت لکھ رہی ہیں اللہ ان کے قلم میں اور ترقی دے۔ آپی امام ابوحنیفہ کے بارے میں جو مشتاق بھیا لکھ رہے ہیں وہ کتابی شکل میں مل جائے گی میں لینا چاہتی ہوں اللہ سب کو خوش رکھے آمین۔

☆ اچھی ساجدہ! شکریہ کس بات کا یہ صفحات تو ہیں ہی آپ بہنوں کے لیے اور امام اعظم آپ کو کتابی صورت میں مل جائے گی اسلامی کتب لاہور سے ان کا نمبر آنچل کے صفحات پر مل جائے گا۔

طیبہ نذیر ...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ اور آنچل اسٹاف ریڈرز اور رائٹرز سب کو میرا اسلام اور ڈھیروں پیار۔ میں اب آئی ہوں تبصرہ کی طرف۔ ہاں جی ہمیں تو چاروں بہنوں کا تعارف بہت پسند آیا۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا ناول بہت سپرہٹ تھا اور ام مریم کا بھی ٹل۔ فاخرہ گل کا ناولٹ بھی بہت زبردست کاوش تھی۔ "بھیگی پلکوں پر" بہت اچھی جارہی ہے اسٹوری اور "ٹوٹا ہوا تارا" آغاز تو اچھا ہے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ "جھیل کنارہ کنکر" نادیہ جی اتنے زیادہ کرداروں میں ہم تو گم ہوگئے ہیں پلیز اتنے زیادہ کردار شامل نہ کیا کریں۔ عشنا کوثر سردار جی آپ کے بارے میں کیا کہوں کیا بولوں میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا۔ اب میرا لیٹر کافی لمبا ہوتا جارہا ہے میں تین چار ماہ بعد آپ کی محفل کو رونق بخشنے آئی ہوں جس سے آپ کی محفل کو چار نہیں بلکہ ڈھیروں چاند، خوشبو، پھول، ستارے اور ان سب کی وجہ سے آپ اور آنچل ریڈرز سب چمک رہی ہیں اتنا غصہ نہ کریں جارہی ہوں اور آپ سب کے لیے خلوص دل سے ڈھیروں دعائیں اور بہت سارا پیار، اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین ...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ السلام علیکم! خیریت موجود...... خیریت مطلوب۔ اس بار نومبر کا آنچل عید نمبر نازش کے سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ "جھیل کنارہ کنکر" "جذبہ قرباں" "آرزوئے دل" "عید مبارک" "سائبان" "چلو تم لوٹ آئے" "لمبی دم والا" واقعی عید کا تحفہ ثابت ہوئیں۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ رفیعہ بٹ اور حاجرہ مسرور کو جنت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ ہماری دعا ہے محمد حبیب اور محمد حلیم کو اللہ تعالیٰ مکمل تندرستی عطا فرمائے آمین۔ میں بھی اپنی بہنوں سے گزارش کروں گی کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے جیٹھ جی محمد اسلم شاہد کو تندرستی عطا فرمائے جن کا کراچی میں بائی پاس آپریشن ہوا ہے۔ اجازت دے، اللہ حافظ۔

ایس عطاریہ ...... کبیروالہ۔ السلام علیکم شہلا آپی! امید واثق ہے کہ آپ خیریت سے ہیں آنچل میں بہت اچھا لکھا جارہا ہے آنچل سے دوستی چھ سال سے ہے اور اب ان شاء اللہ تاحیات رہے گی۔ آنچل ہے ہی اتنا زبردست کہ ہم اسے چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ میری پوری فیملی آنچل بے حد شوق سے پڑھتی ہے ہمارے ساتھ وہ والا معاملہ "جہاں چاہ وہاں راہ" ہے۔ میری اکثر نگارشات چھپتی ہیں بے حد خوشی ہوتی ہے اپنا نام دیکھ کر آنچل کے سبھی سلسلے زبردست ہیں سلسلہ وار ناولز بھی اچھے جارہے ہیں۔ نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، اقراء صغیر احمد فیورٹ رائٹرز ہیں آپ سے ایک گزارش ہے آنچل میں نیوز کاسٹرز، گلوکار، آرٹسٹ وغیرہ کے انٹرویو بھی شائع کیا کریں۔ آنچل کی ترقی کے لیے نیک دعائے خیر تمام آنچل اسٹاف کو سلام۔

☆ ڈیئر عطاریہ! آپ کی تجویز نوٹ کرلی گئی ہیں۔

نورین شاہد ...... رحیم یار خان۔ تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو بہت پیار اور سلام۔ آپ سب کو گزری عید کی مبارک باد سب سے پہلے سرگوشیاں "سنیں" بہت زبردست گفتگو اس کے بعد آئے "بھیگی پلکوں پر" پلیز آپی پری اور طغرل کا کپل بنانا بہت زبردست جارہا ہے ناول اور عشنا اتنا خوب صورت لکھتی ہیں آپ تو پلیز یہ معارج اور انائیا کی نیا پار لگا کر دامیان اور اناہیتا کو عقل دیں۔ نازیہ جی آپ کو گزری سالگرہ مبارک ہو اللہ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ ناول تو ہمیشہ کی طرح سپرہٹ ہے اور "ٹوٹا ہوا تارا" مزا آیا پہلی قسط پڑھ کر۔ سمیرا آپی آپ کے ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی آخری قسط میں نے ناول ختم ہونے کے آٹھ ماہ بعد پڑھی تھی وہ بھی کمال کا تھا یقیناً یہ بھی بہت زبردست ناول ہے اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ ایمن سوری آپ کی بھی سالگرہ تھی پلیز معاف کردیں اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے۔ "غزلیں، نظمیں، بیاض دل" تمام افسانے، ناول بہت

زبردست تھے۔ آنچل میں شائع ہونے والی ہر تحریر منفرد ہوتی ہے۔ آپی اللہ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو، اللہ حافظ۔

☆ اچھی نورین! لیجیے آپ کا خط پورا شائع کردیا اب تو خوش۔

سیدہ امبر اختر بخاری ...... چندی پور۔ السلام علیکم! شہلا اپیا آپ فٹ فاٹ ہوں گی میں تو خوب چنگی بھلی ہوں۔ اف لائف اتنی بزی ہوگئی ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ نے میری محنت کا کباڑہ کیوں کیا۔ ارے آٹھ آٹھ آنسو بہائے میرا اتنا پیارا محبت سے لکھا ہوا تبصرہ رڈی کی ٹوکری میں چلا گیا۔ آنچل والو مجھ معصوم پر ذرا ترس نہ آیا آپ لوگوں کو۔ آنچل ابھی پڑھا نہیں تو تبصرہ کیا کروں۔ اس سے پہلے کہ مجھے آپ کی بے رخی کے سبب ہارٹ اٹیک ہوجائے پلیز مجھے بچالیں۔ ابھی تو میں نے دلہن بھی بننا ہے۔ اب دسمبر کے شمارے کو چار چاند لگانے ہیں تو امبر اختر کو شامل کرلیں اگر لاسٹ منتھ شامل کرتیں تو اب میں بونگیاں مارنے کی بجائے تبصرہ کرتی۔ اوکے جی نیکسٹ منتھ شان دار تبصرے کے ساتھ امبر اختر کی شاہی سواری آنچل آفس میں جلوہ گر ہوگی۔ آپ تو گھبرا گئے سب پہلے اجازت دیں اب۔ رب راکھا!

☆ ڈیئر امبر! آپ کی ڈاک ہماری ٹوکری نہیں ڈاک خانے والے کھا جاتے ہیں۔ ہمارے پاس جو بھی ڈاک آتی ہے وہ ہم محفوظ کرلیتے ہیں اور جو نہیں ملتی اس پر قل پڑھ لیتے ہیں۔

حافظہ اقراء الیاس ...... لاہور کینٹ۔ السلام علیکم شہلا آپی! سب سے پہلے آپ کو تمام آنچل اسٹاف کو نیا اسلامی سال مبارک ہو۔ ہمارا اخبار والا آنچل بہت دیر سے دیتا ہے جس کی وجہ سے لکھنے میں مسئلہ ہوتا ہے خوش قسمتی سے اس دفعہ آنچل 2 نومبر کو مل گیا تھا جس کی وجہ سے اب ہم حاضر ہیں۔ ماہ نومبر کا ٹائٹل بہت زبردست تھا۔ سمیرا جی کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا اس کی پہلی قسط اپنی مثال آپ تھی۔ نازی جی "جھیل کنارہ کنکر" بھی بہت ہی خوب ہے۔ نازی جی آپ اتنے سارے کرداروں کو اپنے ناول میں کیسے سنبھالتی ہیں؟ اداسی آپ کے ناولوں میں رچی بسی ہوتی ہے لیکن اختتام بہت خوش گوار کرتی ہیں ویل ڈن۔ "اور کچھ خواب" بہت زبردست جارہا ہے پتا نہیں اناہیتا کو کب عقل آئے گی مجھے بھی انائیا کے ساتھ معارج تغلق کی بالکل سمجھ نہیں آتی اس کی مثال بل میں تولہ پل میں ماشہ جیسی ہے مجھے اس کی آخری قسط کا شدت سے انتظار ہے "بھیگی پلکوں پر" ناول اے ون جارہا ہے اس میں پری میرا پسندیدہ کردار ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ آگے جاکر فیاض اور ممی دوبارہ مل جائیں گے۔ پری اور طغرل کا کپل زبردست ہے اس کے علاوہ نادیہ جی کا ناول "آرزوئے دل" مجھے اچھا لگا ہے اور عید مبارک "جذبہ قرباں" لمبی دم والا" سائبان" "چلو تم لوٹ آئے" سب ایک دم فسٹ کلاس تھیں پڑھ کر بہت مزا آیا میں آنچل کو ایک دن میں ہی پڑھ لیتی ہوں۔ "آئینہ" میرا پسندیدہ سلسلہ ہے تمام بہنوں کے تبصرے بہت زبردست ہوتے ہیں اللہ حافظ۔

لاڈو ملک ...... دیپالپور۔ السلام علیکم آنچل ریڈرز اور رائٹرز۔ کیسی ہیں شہلا آپی! میں آئینہ میں کم کم لکھتی وجہ آنچل کا دیر سے ملنا نہیں ہے بلکہ میں آنچل آرام وسکون سے پڑھتی ہوں جلدی پڑھ لوں تو پھر کون سا نیا مل جانا؟ سو اسی کو غنیمت جانتے ہوئے رینگ رینگ کے پڑھتی ہوں اپنی نیچر کے برعکس۔ اقراء جی آپ کی اسٹوری سپرڈوپرہٹ جارہی ہے۔ آپ کی پری مجھے اپنی پری یاد دلا دیتی ہے ہمیشہ ایسا لکھتی رہیں۔ نازیہ آپی بھی آنچل میں نہ ہوں تو عجیب لگے گا (ہے نا)۔ قیصر خالہ نے سرگوشیوں میں ہمارے ملک کی خستہ حالی پر خوب کہا ڈالر نے سچ میں ناکوں چنے چبوا رکھے خیر ان شاء اللہ انقلاب آئے گا۔ وقت بدلے گا اور ہم پاکستان کو مثالی پاکستان دیکھیں گے۔ ہمیں نہ صرف اچھی سوچ بلکہ اس پر عمل کی بھی ضرورت ہے۔ تعارف میں سچ ہے بہت سی باتیں ملتی ہیں میری اچھا لگا آپ کا تعارف جیا کی ٹریجڈی نے اداس کردیا۔ باقی بھی گڈ تھے۔ سارہ چوہدری کا شعر بیسٹ تھا۔ لگی ہو تم یار ورنہ ہمیں تو آنچل نو لفٹ (ہاہاہا) اس بار میں بھی سپر شعر لکھ کے بھیج رہی ہوں "یادگار لمحے" وجیہہ یار ویری نائس اک تو آپ جان لاڈو یعنی پیر شاہ کے شہر سے بی لونگ کرتی دوسرا آپ کا نام بھی گڈ اور لکھا بھی یادگار۔ باقی سب بھی نائس تھا۔ لمبی دم والا بہت اچھی اصطلاح۔ ماکا پھلکا سا افسانہ تھا دل کو بھا گیا۔ موقع کے حساب سے پرفیکٹ سو گڈ اور آنچل میں نئے نئے رنگ برنگے نام آرہے ہیں ویری گڈ سائن۔ قیصر خالہ مجھے اتنا اچھا رسپانس دیا شکریہ۔ عشنا جی لفظوں کے ہیر پھیر سے آپ نے بھی جان ڈال رکھی ہے تمام کریکٹرز بہت مضبوط ہیں۔ دامیان اور انا کا خاص کر۔ خدا آپ سب کو خوش رکھے آمین۔

☆ لاڈو! آپ نے صحیح کہا کہ انقلاب ضرور آئے گا مگر انقلاب لانے کی لیے ہمیں اپنے اعمالوں کو درست کرنا ہوگا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہوگا تب آئے گا انقلاب۔

وجیہہ خان ...... بہاولپور۔ ڈیئر قارئین! السلام علیکم اور گزشتہ عید مبارک۔ امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اپنے ملک کی بہتری کے لیے دعا گو اور آنچل کے ساتھ لطف اندوز ہوتے ہوئے اس ماہ کا آنچل حج کے روز ملا۔ ٹائٹل گرل کا ڈریس کافی پسند آیا۔ عید سے ایک دن پہلے آنچل ملنے سے عید کا مزا دوبالا ہوگیا۔ جب سب فرینڈز اور کزنز عید مبارک کہہ رہی تھیں میں اپنے پیارے آنچل سے گپ شپ کرنے اور خوشیاں منانے میں مصروف تھی۔ قیصرہ آنٹی سے باتیں کرنے کے بعد عشنا آپی آپ کے ناول کی طرف چل دیئے۔ امید تھی کہ یہ آخری قسط ہوگی لیکن معارج کی کوئی گرل فرینڈ نکال کر اور پارسا کے مسئلے کو الجھا کر آپ نے اس امید پر لال پانی پھینک دیا۔ اف اناہیتا اور دامیان کچھ نہیں ہوسکتا دونوں کا "پاگل"۔ "بھیگی پلکوں پر" ویسے پری کے لیے دوسرا ہیرو بھی کافی ٹھیک رہے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ مخلص ہو۔ یہ کیا...... ؟ طغرل کا ایکسیڈنٹ...... امید ہے اسے کچھ نہیں ہوگا۔ مجھے تو لگتا ہے ساحر ہے ہی فراڈ۔ یہ رخ بہت پچھتائے گی۔ سمیرا آپی ویلکم۔ یہ چاہتیں یہ شدتیں کی طرح یہ فیملی بھی ہمارے دلوں میں گھر کرے گی۔ کافی زبردست کہانی ہے مجھے سمجھ نہیں آیا کس کی جوڑی کس کے ساتھ ہے کیونکہ سارے ہی جوڑے ہیں دیکھتے ہیں کیسا لگتا ہے اس فیملی سے مل کر۔ نازیہ آپی! کیا کہنے ہیں آپ کے زاہر صاحب کس ٹائپ کے بندے ہیں یار! آنے تھے ڈاکا مارنے اور اڑے جیتی جاگتی لڑکی کو لے کر بہت ہی عجیب...... ! گاؤں کی جاہلیت پڑھ کر دلی دکھ ہوا کاش یہ جاہلیت دور ہوجائے۔ اسی طرح تحسین جی "جذبہ قرباں" نے آنکھوں میں آنسو بھر دیئے اپنے ملک کے چوہدریوں اور وڈیروں کا حال پڑھ کر دلی دکھ ہوا۔ کاش یہ اپنی عزتوں کو خود اپنے پیروں

تلے روندنے کی بجائے ان کی حفاظت کرنا سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے آمین۔ "آرزوئے دل" بہت خوب صورت کہانی تھی بہت مزا آیا پڑھ کر۔ ایسے تمام پر اعتماد اور اسمارٹ لڑکیاں ہیروز کے سامنے ہی کیوں پزل ہوتی ہیں اور کنفیوژ ہو جاتی ہیں۔ فاخرہ جی رخشی کی ذہانت پر ہم اش اش کر اٹھے کیسے اس نے دائم کو احساس دلائے بغیر اپنا احساس دلایا۔ رخشی بہت اچھے اب بھی دائم کو ناراض اور خود سے دور مت کرنا۔ "سائبان" پڑھ کر بے تحاشا احساس ہوا اپنے والدین کے بغیر کس قدر تنہا اور بے آسرا لڑکیاں ہیں ہم۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سائبان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین۔ نزہت جی بہت خوب صورت ٹاپک پر لکھا' کاش ہم اپنے دینی معاملات میں مخلص ہو جائیں تو شاید اللہ تعالیٰ ہماری کچھ مشکلات ہی کم کردے۔ ثانیہ جی آپ کی "لمبی دُم والا" جانور نے ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ دونوں بہن بھائیوں کی نوک جھونک نے دل میں اپنے بہن بھائی نہ ہونے کی حسرت کو دو گنا کر دیا۔ نازیہ جی کی غزل دل کو چھو گئی۔ طیبہ نذیر' انیلا کنول' صدیقہ خان اور فائقہ اشرف "بیاضِ دل" میں آپ نے چار چاند لگا دیئے او ہو ہو..... "یادگار لمحے" سب سے پہلے اپنا نام وہ بھی پہلے انعام کے ساتھ دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ کتنی دیر تک تو آنکھوں پر یقین نہ آیا تھا کہ یہ مجھے پہلے انعام سے نوازا گیا ہے۔ بہت بہت شکریہ آنچل جیو آنچل۔ بہت بہت زیادہ خوشی ہوئی اور جب چھ دنوں بعد آنچل موصول ہوا تو خوشیوں کا مول نہ تھا' بے حد اچھا لگا۔ فوزیہ جی "ایک اچھی بیٹی" غزل میری فیورٹ غزل ہے جو میں اس مہینے آنچل میں بھیجنے والی تھی مگر آپ سبقت لے گئیں۔ باقی تمام بھی واقعی یادگار لمحات تھے۔ "آئینہ" میں سب کے تبصرات سے مزا آیا۔ شمائلہ آنٹی کے جوابات بھی مزے کے تھے۔ "کام کی باتیں" نے بھی ممی کی بے حد مدد کی اور وہ بھی آنچل کی فین ہو گئیں۔ آنچل اسٹاف رائٹرز اور قارئین اس ماہ میری آپی (جو میری آئیڈیل ٹیچر اور دنیا میں سب سے بڑھ کر ہیں) اپنی نئی ازدواجی زندگی شروع کرنے جا رہی ہیں۔ ان کی شادی ہے تو پلیز آپ سے درخواست ہے کہ میری آپی کی اچھی خوش گوار زندگی کے لیے دعا گو ہیں اور میں آنچل کے ذریعے کہنا چاہوں گی کہ آپ سدا خوش رہیں' شاد و آباد رہیں آمین۔ میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں اور میں آپ کو بہت چاہتی ہوں اور پیار کرتی ہوں۔

عمارہ انمول..... مقام نہیں لکھا۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں تمام اسٹاف آنچل سمیت خیریت کے ساتھ ہوں گے۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف' میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں آنچل کی ہر تحریر ہی بہت زبردست ہوتی ہے۔ سب سے پہلے "سرگوشیاں" پڑھیں' مشتاق بھائی' "دانش کدہ" میں جو لکھا وہ ہماری معلومات میں اضافہ کرنے کو کافی تھا۔ تمام سلسلہ وار ناولز بہت اچھے جا رہے ہیں اور سمیرا شریف طور کا ناول بھی اچھا تھا۔ اب آتے ہیں ناول "جھیل کنارہ کنکر" آپی نازیہ بہت اچھا جا رہا ہے۔ آپ واقعی میں بہت اچھا لکھتی ہیں۔ زائرہ ملک اور ثانیہ عباس' میکال' عائشہ کا کردار مجھے بہت پسند آیا اور زبردست ناول ہے آخر میں اپنا خیال رکھیے گا' دعا ہے آنچل کی مزید اور ترقی ہو آمین اللہ حافظ۔

ساجدہ عاشق..... ہنو مان گڑھ۔ شروع کرتے ہیں اس رب کی ذات کے نام سے' جس کے قبضے میں ہماری جان ہے۔ ڈیئر سویٹ شہلا آپی ہماری طرف سے آپ کو خوشیوں سے بھرا السلام علیکم! قبول کیجیے گا۔ اب آتے ہیں جی تبصرہ کی طرف' آنچل ہمیں 26 نومبر کو ملا' ٹائٹل بس سو سو تھا۔ "حمد و نعت" سے مستفیض ہوئے "دانش کدہ" اور انٹرویوز سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم نے جلدی جلدی نگاہ دوڑائی ناولز کی طرف۔ "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول بہت نائس لکھتی ہیں اللہ کرے آپ ہمیشہ اسی طرح اچھے سے اچھا لکھتی رہیں۔ "آرزوئے دل" نادیہ فاطمہ رضوی جی آپ نے بھی بہت اچھا لکھا۔ تیمور صاحب کا کردار اچھا لگا' پتا نہیں اتنی جلدی میں کیوں تھے وہ' بس ایک ہی بات پوائنٹ پر آ' میں پلیز اتنی بھی کیا جلدی تھی تیمور بھائی! "عید مبارک" فاخرہ گل کی اچھی کاوش تھی زبردست لیکن دائم نے لڑکیوں کی نیچر کے بارے میں جو کہا مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگا پلیز ڈونٹ مائنڈ مانا کہ لڑکیاں تھوڑی سی نادان اور حساس ہوتی ہیں لڑکوں کے دام میں جلدی آ جاتی ہیں لیکن کبھی غور کیا اکیلی لڑکی خراب کبھی نہیں ہوتی۔ لڑکیوں کے احساسات اور جذبات کو ہوا دینے والے بھی آپ مرد حضرات ہوتے ہیں اگر آپ کے دام میں آ جائے تو ٹشو پیپر اور اگر نہ آئے تو انا۔ واہ جی واہ کیا بات ہے آپ مرد حضرات کی۔ "سائبان" ام مریم جی بہت نائس واقعی جن کے والدین نہیں ہوتے ان کا کوئی سائبان نہیں ہوتا' اپنے پرائے اور پرائے اپنے بن جاتے ہیں۔ "چلو تم لوٹ آئے" نزہت جبین ضیاء آپ نے واقعی ہی بہت اچھے پوائنٹ کی طرف توجہ کروائی ہمارے دور کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" بازی لے گیا' زبردست سمیرا شریف طور جی۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی اچھا لگا' ویری نائس اینڈ گڈ۔ مجھے ایسے لوگ بالکل بھی اچھے نہیں لگتے' جو محبت کے نام سے لڑکیوں کو لوٹتے ہیں۔ پتا نہیں عادل جی کیا نہیں آپ کو..... رخ جی یہ کیا محبت ہوئی ایک لڑکے کی خاطر اپنے جان سے پیارے رشتوں کو چھوڑ کر جا رہی ہو جس کے بارے میں آپ نہیں جانتی کہ جن کی عادت رویے سے ناواقف ہو کہ وہ کس نیچر کا ہے رات کی تاریکی میں لے جانے والے کبھی عزت کے رکھوالے نہیں ہوتے مائی ڈیئر۔ "غزلیں نظمیں" سب اچھی تھی لیکن سب سے بیسٹ صائمہ قریشی کی تھی نائس جی۔ "بیاضِ دل" میں واقعی سارہ چوہدری جویریہ ضیاء انعام کی حق دار تھی۔ انعمٰی زرگر اور عظمیٰ کنڈی کا انتخاب بھی نائس تھا۔ "یادگار لمحے" میں سب نے اچھا لکھا' پڑھ کے مزا آیا۔ "دوست کا پیغام آئے" اور "ہم سے پوچھیے" زبردست۔ تبصرہ بہت بڑا ہو گیا' مہ جبین' مقدس' عائشہ' ماریہ' مہناز اور تمام پڑھنے والوں کو سلام۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اب اجازت چاہتے ہیں کہ اللہ پاک ہمارے پیارے وطن کو تا قیامت قائم رکھے انہیں کسی کی نظر نہ لگے آمین۔ ہر پاکستانی یہ سوچ کر آگے بڑھیں کہ اس کی ترقی ہماری ترقی ہے نا کہ یہ سوچ کر کہ پاکستان نے ہمیں کیا دیا' اے ذرا سوچو پاکستان ہے تو ہم ہیں' بس ہم نے اپنا حصہ ڈالنا ہے اور چلے جانا ہے۔ اللہ حافظ!

☆ ڈیئر ساجدہ! آپ نے بہت ہی اچھی بات کی کہ پاکستان ہے تو ہم ہیں' ہماری پہچان و شناخت ہے ورنہ ہم کچھ نہیں۔

آنسہ شیر..... ٹوگہ گجرات۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! کیا حال ہے شہلا آپی؟ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ پہلی بار آنچل میں خط لکھ رہی ہوں' ماہ نومبر کا ٹائٹل بہت زیادہ پسند آیا۔ "حمد و نعت" بہت زیادہ پسند آئی اس کے بعد تعارف دیکھے کہ کہیں میرا تعارف بھی شائع ہوا ہو' لیکن نہیں ہوا' مایوس نہیں کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ کسی بھی رسالے میں پہلی بار لکھ رہی ہوں' امید کرتی ہوں کہ آپ شائع کریں گے۔ اگر ناول کی بات کی جائے تو سمیرا شریف طور کا ناول بہت زبردست ہے۔ نازیہ کنول نازی بھی زبردست لکھ رہی ہیں۔ نازیہ جی آپ سے ایک بات کہوں کہ

آپ کے ہر ناول کے نام میں "پتھر" کا لفظ کیوں استعمال ہوتا ہے۔ سب نے بہت اچھا لکھا۔ افسانے' ناولٹ سب کچھ بہت اچھا تھا۔ اسپیشلی ام مریم کا "سائبان" بہت زیادہ پسند آیا۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا ناول "آرزوئے دل" بہت اچھا تھا آخر میں یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو بہت زیادہ ترقی دے اور ڈھیروں ڈھیر کامیابیاں عطا کرے آمین اللہ حافظ۔

☆ پیاری آنسہ! خوش آمدید' آنچل پسند کرنے کا شکریہ اور آپ کا تعارف باری آنے پر ضرور شائع ہو جائے گا۔

نبیلہ ناز' فائزہ ناز..... بلیمہ نگون' کراچی۔ شہلا آپا' آنچل اسٹاف کو السلام علیکم! 29 نومبر کو آنچل ہاتھ میں آیا تو دل کو کچھ سکون ملا۔ سب سے پہلے قیصر آرا' آپا کی سرگوشیاں سنی۔ ہم کتنے بھی پریشان ہوں مگر جب رب پاک اور اس کے محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہو جاتے کے بعد ہر فکر سے بری ہو جاتے ہیں۔ "حمد و نعت" سے قرار دل پایا۔ اس کے بعد سلسلے وار ناول کی طرف دوڑ لگائی۔ "بھیگی پلکوں پر" بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہا ہے اقراء جی سے درخواست ہے طغرل اور پری کو ایک دوسرے کا بنا دیں اور انہیں نکاح جیسے مقدس بندھن میں باندھ کر ہمارے دلوں کو خوشی بخشیں۔ پری کے مما پاپا کے بیچ علیحدگی کیوں ہوئی تھی اب یہ الجھن بھی دور کر دیں۔ رخ جیسی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں جو اپنے نفس کی خواہشات کے لیے ماں باپ کے ماتھے پر کالک مل دیتی ہیں اور پھر ہمیشہ اپنے کیے پر پچھتاتی ہیں۔ ایسی ہی لڑکیاں ہمیشہ ناکام رہتی ہیں (اللہ ہم سب کو اپنے نفس پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے آمین)۔ اب آتے ہیں عشنا کوثر کی طرف..... عشنا جی آپ کے ناول کو پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی تھرڈ کلاس فلم دیکھی جا رہی ہو۔ 32 قسطوں میں انائیا اور معارج جو بے بلی والا کھیل کھیل رہے ہیں۔ چلو جی اب تو دامیان صاحب بھی ڈرامے کرنے لگے' پارسا اور عدن نے بھی بھاگنے والا کھیل رچا دیا ہے' یہ کیسی محبت ہے جو ان کو محسوس نہیں ہو رہی۔ محبت تو ایک ایسا جذبہ ہے جو چھپانے سے بھی نہیں چھپتا۔ محبت کرنے والے تو اپنے محبوب کی آنکھوں میں محبت کو بڑی جلدی بھانپ لیتے ہیں پھر انائیا کو معارج اور معارج کو انائیا کی آنکھوں میں محبت کی چمک کیوں نظر نہیں آ رہی۔ اب بس کر دیں عشنا جی! آپ نے بہت سے واقعات کو بے جا طول دے دیا ہے' میرا تنقید کرنا آپ کو برا تو لگے گا لیکن ہم نے جو محسوس کیا وہ کہہ دیا اس سے پہلے بھی آپ نے کئی شاہکار ناولز دیئے ہیں مگر اب پتا نہیں کیوں خیر..... اب آتے ہیں مکمل ناول کی طرف' نازیہ کنول نازی کا ناول بہت اچھا ہے۔ نازی آپی بہت خوب صورتی سے اپنے لفظوں کا دیوانہ بنا رہی ہیں۔ ہماری دعائیں ہیں کہ ان کے قلم کے مزید رنگ سامنے آئیں۔ فاخرہ گل' ام مریم اور نادیہ فاطمہ کی کاوشیں بھی اچھی تھیں' "جذبہ قربان" تحسین انجم نے تو میدان لوٹ لیا' ویل ڈن تحسین جی۔ اللہ آپ کو اور بھی اچھا لکھنے کی توفیق دے آمین۔ غزلوں میں نازیہ کنول کا "پچھتاوا" بہت پسند آیا۔ نازیہ آپی سے درخواست ہے اسی طرح آنچل سے وابستہ رہیے گا پلیز۔ "ڈش مقابلہ" میں منگولین بیف ٹرائی کیا جو اتفاق سے اچھا بھی بنا۔ تعارف میں مع مسکان کا تعارف پسند آیا۔ باقی تمام سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین فی امان اللہ۔

یمن وفا..... جھنگ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آنچل کی طرف آتے ہیں تو ٹائٹل اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ کیا بتاؤں' ماڈل صاحبہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھیں اور قیصر آنٹی کے جوابات جتنے پیارے وہ سب کو ٹریٹ کرتی ہیں زبردست "بہنوں کی عدالت" میں نادیہ آپی سے مل کر تو بہت ہی مزا آیا' سو کیوٹ۔ سلسلے وار ناول سب ہی بیسٹ ہیں لیکن اقراء آپی سے گزارش ہے یار آپی! پری کے ساتھ اور کچھ غلط مت کرنا پلیز۔ سمیرا آپی کا نیا سلسلہ ابھی پڑھا نہیں مگر میرے خیال میں مزے کا ہو گا' باقی نادیہ آپی کا "آرزوئے دل" بہت اچھا لگا۔ سول حیات اچھوتا نام لگا' جتنا پڑھا اس پر تبصرہ کیا باقی پڑھنا ہے سو..... اور شہلا آپی ہمیشہ خوش و آباد رہیں آمین اللہ حافظ۔

ایس انمول..... بھابڑہ شریف۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ "دوست کا پیغام آئے" میں اپنا پیغام دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آنچل بلاشبہ ایک بہترین رسالہ ہے اس کی تمام کہانیاں سبق آموز ہوتی ہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" میرا فیورٹ ناول ہے اور بہت اچھا جا رہا ہے۔ تحسین انجم انصاری کی تحریر "جذبہ قربان" بہت پسند آئی۔ ثانیہ مغل کا افسانہ "لمبی دُم والا" بہت مزے دار اور نزہت آنٹی کا افسانہ ایک متاثر کن تحریر تھی۔ باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے کیونکہ آنچل ہمیں دیر سے ملتا ہے اگر سارا رسالہ پڑھ کر خط لکھتی تو خط لیٹ ہو جاتا۔ آخر میں ایک چھوٹی سی فرمائش ہے کہ "بہنوں کی عدالت میں" عمیرہ احمد کو بھی لے آئیں' والسلام۔

☆ اچھی ایس انمول! ہم کوشش کریں گے عمیرہ جی بہنوں کی عدالت میں آئیں آپ دعا کریں کہ رب کریم آسانی فرمائے آمین۔

دلکش مریم..... چنیوٹ۔ السلام علیکم! شہلا آپی' آنچل اسٹاف اور قاری بہنوں کو میرا پرخلوص سلام۔ ٹائٹل بس ٹھیک ہی تھا۔ آنچل کے صفحات کم ہی ہوتے جا رہے ہیں کیوں؟ اب آتی ہوں سلسلے وار ناولز کی طرف۔ سب سے پہلے "اور کچھ خواب" کی بات ہو جائے عشنا آپی! معارج اور انائیا کا کھیل بہت لمبا ہو گیا اب ان کی کشتی پار لگا ہی دیں۔ دامیان نے بہت عیش کرلیں اب تو انابیتا کو مان جانا چاہیے۔ پارسا کو عدن سے جدا نہیں کرنا۔ "بھیگی پلکوں پر" ماہ رخ کا ماضی کچھ کچھ سمجھ آ رہا ہے لیکن اس کے ساتھ کچھ مختلف ہونا چاہیے' سمجھ رہی ہیں نا اقراء آپی! دادی جان نے طغرل کو انکار کر دیا اب کیا ہو گا؟ اور پری ہر بار اپنے متعلق گفتگو کیوں سن لیتی ہے اور پھر اسے دکھ ہوتا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" پہلی قسط ہی زبردست ہے بہت دلچسپ' شکریہ سمیرا۔ "جذبہ قربان" زین جیسے استاد ہر گاؤں میں ہونے چاہیئے' بے شک دونوں قربانیاں بڑی تھیں۔ نازیہ کنول کا ناول بہت ہی زبردست ہے۔ ناولٹ "آرزوئے دل" زبردست تھا اور ناولٹ "عید مبارک" بھی بہت خوب صورت تھا۔ افسانہ "لمبی دُم والا" پڑھ کے مزا آیا۔ نازی کی شاعری دل کو بھا گئی۔ باقی تمام سلسلے پہلے کی طرح زبردست تھے۔ دعا ہے آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین اللہ حافظ۔

☆ پیاری دلکش آنچل کے صفحات جتنے ہیں اس میں کوئی کمی نہیں کی گئی شاید آپ نے غور نہیں کیا یا آپ آنچل پڑھنے میں اتنی محو ہو جاتی ہو کہ.....

مبین فاطمہ..... فیصل آباد۔ السلام علیکم! ڈیئر آپی! پہلی بار آنچل میں اپنا خط دیکھ کر مجھے جتنی خوشی ہوئی وہ ناقابل بیان ہے مجھے تو کتنی دیر یقین ہی نہیں آیا کہ میں اس قابل ہوں کہ آپ میرا خط پڑھ کر جواب دیں۔ چلیں اب بات کرتے ہیں اس ماہ کے آنچل کی' سمیرا جی کو اتنے انتظار کے بعد "ٹوٹا ہوا تارا" کی صورت میں دیکھ کر بے پناہ خوشی ہوئی۔ نازیہ جی کمال لکھا ہے اس بار تو آپ نے۔ اللہ آپ کو اس سے بھی زیادہ کامیابیاں

نصیب فرمائے آخر میں بہت سی نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت چاہوں گی خوش رہیے آباد رہیے دعاؤں کی طالب۔

فرح زینب...... ملتان۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام ریڈرز اور رائٹرز اور اسٹاف کو خلوص بھرا اسلام کیسے ہیں آپ سب؟ آئینہ میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں امید ہے تھوڑی جگہ تو مل ہی جائے گی۔ ویسے آنچل تو میں کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں مگر تبصرہ پہلی دفعہ کررہی ہوں سب سے پہلے ماڈل گرل جو گرل بالکل نہیں لگی کیوں کہ میک اپ بہت خوب صورت تھا۔ بالوں کا پف انتہائی بیچ رہا تھا اور ڈریس کا تو کوئی جواب نہیں۔ اب آگے چلتے ہیں سرگوشیاں میں قیصر آرا آپی نے بالکل ٹھیک کہا مہنگائی تو اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہر غریب اب کچھ بھی لینے سے پہلے سو بار سوچتا ہے امیر اور امیر ہوتا جارہا ہے غریب اور غریب۔ آپی مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے پیارے وطن پاکستان کی کرسی غیر ملک سے کیوں جڑی ہوئی ہے۔ "حمد و نعت" پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ "دانش کدہ" میں مشتاق احمد قریشی نے کافی اچھی باتیں لکھی' پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ "ہمارا آنچل" میں عشرت رمضان کا تعارف سب سے اچھا تھا۔ مختصر اور اچھی باتوں سے بھرپور۔ "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ آپی کا کافی سسپنس پر ختم ہوا اگلی قسط پڑھنے کے لیے پورے مہینے کا انتظار کرنا پڑے گا آگے فاخرہ گل کا "عید مبارک" پڑھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی میں جیسی خوبیاں چاہتا ہے اگر اس میں ویسی ایک خوبی بھی نہ ہو تو پھر وہ ادھر ادھر جھانکنے لگتا ہے مثال کے طور پر رخشی کو دائم کے جھوٹ یعنی بیلنس شیٹ کے بہانے چیٹنگ کا پتہ نہ چلتا تو...... لیکن خیر اللہ ان کو خوش رکھے۔ اس کے بعد نادیہ فاطمہ رضوی کا "آرزوئے دل" پڑھا جس میں سوہل کا کردار کافی سولڈ ہے اور آگے اقرا آپی کا "بھیگی پلکوں پر" "کافی سسپنس خیز موڑ پر ختم ہوا' پلیز طغرل کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ پتا نہیں پری کس کا نصیب بنے گی؟ ویسے دلن کے آنے سے کہانی کا موڑ کہیں سے کہیں چلا گیا ہے۔ "جذبہ قربان" جو کہ تحسین انجم انصاری کا جس میں زین کا رول کافی جان دار اور سبق آموز تھا اگر کسی کام کو کرنے کی کوشش مسلسل جاری رکھی جائے تو وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ ام مریم کا "سائبان" میں زارا کا رول حقیقت سے بالکل قریب تھا' حالات انسان کو ہر چیز سے خوف زدہ کردیتے ہیں۔ "اور کچھ خواب" جو عشنا کوثر سردار کا ہے بس ٹھیک جارہا ہے۔ نزہت جبین ضیاء جو کہ میری فیورٹ رائٹرز ہیں ان کا افسانہ "چلو تم لوٹ آئے" ایک سبق ہے منافق لوگ ہر جگہ پر موجود ہوتے ہیں جو پیٹ پیچھے برائیاں کرتے ہیں اور منہ پر میاں مٹھو بن جاتے ہیں۔ آگے "لمبی دم والا" ثانیہ عبدالغفور کا کافی مزاحیہ اور دلچسپ افسانہ تھا اور سمیرا شریف طور کا "ٹوٹا ہوا تارا" کی پہلی قسط کافی دلچسپ تھی۔ شاعری میں سباس گل کی اور راشد ترین کی غزل زبردست تھی۔ "بیاض دل" میں سارہ چوہدری' جویریہ ضیا' ربیعہ شہباز' عظمی کنڈی کے اشعار اچھے تھے۔ "یادگار لمحے" میں طیبہ نذیر اور زاہدہ زمان' ہما امبر اور دلکش مریم کا تھا' کافی اچھا اور خوب صورت باتیں تھیں۔ "کام کی باتیں" جو حنا آپی کی تھیں ان سے بہت سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ میں۔ بس تبصرہ یہیں اختتام پزیر ہوا۔ اپنا خیال رکھیے گا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر فرح! خوش آمدید۔

حبہ حسین...... چکوال۔

☆ ڈیئر حبہ! آئینہ میں یہ سب شائع نہیں کیا جاتا اس کے لیے دوست کا پیغام آئے کا سلسلہ ہے آپ اس میں لکھ کر بھیج دیجیے۔

سلمیٰ گوری خان...... کراچی۔ السلام علیکم! شہلا آنٹی آنچل قارئین اور تمام آنچل اسٹاف کو میرا پُر خلوص چاہتوں بھرا اسلام۔ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ تمام آنچل فرینڈز کو سلام آئی مس یو ٹو آل مائی آنچل فرینڈز۔ اللہ حافظ۔

☆ سلمیٰ گوری! آپ کے لیے بھی حبہ حسین' چکوال کا جواب ہے اس کو پڑھ لیں۔

نصرین گل...... کسووال۔ السلام علیکم! نیک دعاؤں کے ساتھ حاضر ہوں امید ہے جگہ مل جائے گی۔ میں آنچل مستقل پانچ سال سے پڑھ رہی ہوں' بہت اچھا ہے۔ میری اپیا بھی پڑھتی ہیں اس کے مکمل ناول بہت ہی اچھے ہوتے ہیں' کبھی کبھی تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ رائٹرز جذبات کو کیسے بیان کرلیتی ہیں۔ ہر کہانی میں الگ کردار اور سب کو بیان کرنا' تمام لکھنے والیوں کو سلام۔ کہانی پڑھ کر لگتا ہے جیسے سب سامنے ہی ہو رہا ہو اس وقت اور واپسی تب ہوتی ہے جب ماما کی آواز آتی ہے' کام ہی کرلو کچھ (ہاہاہا) آنچل ٹیم کے لیے نیک تمنائیں' سدا اچھا کام کرتے رہیں آمین۔

عظمیٰ شاہین رفیق...... فیصل آباد۔ السلام علیکم آپی شہلا! میرا اور آنچل کا 6th کلاس سے ساتھ ہے اور اب میں نے ایم اے کے پیپرز دیئے ہیں۔ آج پہلی مرتبہ ای میل کے ذریعے آپ کو مخاطب کررہی ہوں' کیا میل کے ذریعے جو بھیجا جائے وہ آنچل میں شائع ہوتا ہے؟ میں نے اپنا تعارف بھیجا تھا اور ایک تحریر بھی مگر ان کا ابھی تک کچھ پتا نہیں کہ شائع ہوں گے یا نہیں؟ پلیز بتائیں آنچل کے ذریعے' آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

اب اگلے ماہ تک کے لیے اجازت اس دعا کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ امت مسلمہ کے مرحومین کی مغفرت فرما کر ان کو اعلیٰ علیین میں شامل فرمادے اور ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور اس نئے قمری سال میں ہم کو نیک ہدایات عطا فرمادیں آمین۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط:

سارہ یہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات۔ نورین شفیع...... ملتان۔ عائشہ پرویز...... کراچی۔ شاہ زندگی...... پنڈی۔ سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا۔ صدف سلیمان...... شورکوٹ شہر۔ شازیہ ہاشم قیصر...... قصور۔ صباحت مرزا...... کوٹلہ' گجرات۔ حبہ قریشی...... مقام نہیں لکھا۔ عائشہ سلیم...... فیصل آباد۔ سیدہ امبر اختر بخاری...... چندی پور۔ سمیرا اشتیاق ملک...... اسلام آباد۔ نبیلہ یونس...... فیصل آباد۔ فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر۔ سمیعہ ناز...... راولپنڈی۔ فضہ یونس...... فیصل آباد۔ کومل مشتاق...... گوجرانوالہ۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! دوستو کیسے مزاج ہیں؟ نادیہ فاطمہ رضوی بہت خوب لکھ رہی ہو ڈیئر! دھڑکن بلوچ' انا احب' بشریٰ باجوہ' ہم آپ کو بھولے تو نہیں ہیں ڈیئر' خوش رہو۔ ظل ہما' مسز نادیہ عابد کہاں ہیں آپ؟ آپی تسنیم ناز صدیقی اللہ آپ کو صحت کاملہ دے اور فریدہ جاوید فری آپی کو مکمل صحت دے آمین۔ آنٹی نگہت غفار آپ کے لیے بھی صحت کاملہ کی دعائیں ہیں۔ سیالکوٹ کی بہن ندا امجد! آپ کی اس قدر پسندیدگی اور محبتوں پر آپ کی ممنون ہوں' دعاؤں میں شامل کرلیجیے' جزاک اللہ۔ سیدہ جیا عباس کاظمی کیسی ہو پیاری؟ سویٹ طیبہ حنیف بٹ جی' اتنی پسندیدگی اور پزیرائی کا بے حد شکریہ آئندہ بھی اپنی آراء سے نوازتی رہیے گا' خوش رہیں۔ بہت پیاری سی بہن منزہ حیدر' آپ کی محبتوں کے لیے شکریہ کیسے ادا کروں ڈیئر! بس ان محبتوں کے ساتھ دعاؤں میں بھی ہمیں شامل کرلیں' ہم کوشش کریں گے ہر ماہ آنچل میں حاضری دے سکیں' ان شاء اللہ۔ مدیحہ نورین سویٹ بہن پسندیدگی کا بے حد شکریہ' جیتی رہو خوش رہو۔ سب دوستوں کو قارئین کو سلام دعا۔ اللہ پاک آپ سب کو صحت' عزت اور مسرت سے نوازے' آمین۔ آپ کی دعاؤں کی طالب۔

سباس گل...... رحیم یار خان

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل فرینڈز! عظمیٰ شاہین رفیق (جڑانوالہ) اور نادیہ یسین (ساہیوال) مجھے آپ دونوں کی دوستی قبول ہے اور فوزیہ سلطانہ جوجی (تونسہ شریف) آپ تو دوستی کرکے بھول گئی ہیں (دیکھ لو میں بھولی نہیں) اور میری بہنوں جیسی دوست انعم (دھیر کے) میں بھلا تمہیں بھول سکتی ہوں (اب خوش ہو) اور میری دوست راشدہ اس کی کزن شاء جسے میں نے دیکھا بھی نہیں اس کی روزانہ میرے ساتھ بات ہوتی ہے اور راشدہ تمہیں ایڈوانس میں شادی مبارک اور ہاں میری چھوٹی سسٹر سویٹ اینڈ کیوٹ مکیہ نذیر اور ممّا آپ دونوں کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ 6 دسمبر کو کیک کھلانا مت بھولنا اور سب کے لیے ڈھیروں دعائیں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

سویٹ اینڈ پیاری دوستوں کے نام

ہیلو! میری تمام فرینڈز کیا حال چال ہیں' بے وفا سب کی سب اچانک غائب ہوگئی ہو' کہاں دفع ہوگئی ہو؟ صبا کی بچی تم سے تو میں ناراض ہوں' عید کے بعد تو تم نے رابطہ ہی نہیں کیا اور شازیہ (کنجوانی) تم میں تو ذرا بھی شرم نہیں ہے میں نے اتنے میسج کیے تمہیں لیکن کوئی جواب نہیں۔ کیا ہوا ہے تمہیں؟ اب جلدی سے مجھ سے رابطہ کرو' اچھا اور عائشہ مائی بیسٹ فرینڈ اینڈ مائی سویٹ ہارٹ مجھے پتا ہے تم شادی کے بعد بہت مصروف ہوگئی ہو اور اب تو خیر سے تمہاری بیٹی بھی آچکی ہے فضا بہت پیارا نام رکھا ہے تم نے۔ خیر بات تو ہماری ہوتی ہی رہتی ہے فون پر لیکن میں نے سوچا اس بار ذرا ڈیفرنٹ ہوجائے کہ تمہیں ذرا دھرے اسٹائل سے مسیج دوں کہ تم میرے لیے بہت خاص ہو اور آخر میں سب کو سلام صبا' تحسین' شہزادی' عینہ' ایپلہ' نیلی' شہری' گڑیا اور میری سویٹ آپی شگی جو ملتان میں زکریا یونیورسٹی میں پڑھتی ہیں' ان کو ہم بہت یاد کرتے ہیں۔

بلی سیال...... سلطان چکمہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ آپ سب نے میرے ساتھ دوستی کی' شکریہ۔ صبا نواز' سیدہ شاہ کاظمی' شمع مسکان' فرزانہ آپ کی دوستی مجھے بھی قبول ہے' فاخرہ ایمان' ایمن وفا' کومل رباب' انیس انجم' نبیلہ نازش آپ سب کیسی ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہت خوش رکھے' آمین۔ آپ سب کی وجہ سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اور آنچل کی حوصلہ افزائی نے مجھے آپ جیسے دوست دیئے۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان

آنچل فرینڈز کے نام

ہیلو ڈیئر فرینڈز! پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ پہلی بار شرکت کی وجہ تمام آنچل فرینڈز ہیں جو سب بہت پیاری اور اچھی ہیں اور ہم بھی اس فیملی کا حصہ بننا چاہتی ہیں پلیز فرینڈز مجھے مایوس مت کیجیے گا' میں آپ سب سے فرینڈشپ کی خواہش مند ہوں۔ مسکان' شاء' مہر گل' ایمن' عطروبہ' انا احب' امید نازش' بینش' میرب' دعا' ام کلثوم' چندا' امثال' نازی' رابعہ' غرض جتنی بھی آنچل فیملی ہے سب سے' کیونکہ میں خوش رہنا چاہتی ہوں جس کے لیے میں بہت سی فرینڈز بنا کے خوشی ڈھونڈ لی ہوں' میں ایک تنہا مگر بہت مخلص لڑکی ہوں ان شاء اللہ آپ بھی مجھے بہت اچھا پائیں گے۔ آپ سب کے جواب کی شدت سے

منتظر رہوں گی آپ سب کی اپنی۔

بیا...... اٹک

میری پیاری دوست لبنیٰ، کوٹ مومن کے نام

ڈیئر جگر کیسی ہو؟ جگر میں نے آپ کو کئی دفعہ کال کی مگر آپ کال اٹینڈ نہیں کرتیں بات نہ کر کے مجھے سزا دے رہی ہو یا خود کو؟ جگر انسان غلطی کا پتلا ہے مجھ سے جو غلطی ہوئی مجھے معاف کردو پلیز...... جگر یقین کرو میں نے تو وہ بات مذاقاً کہی تھی مگر آپ مائنڈ کر گئیں۔ پیاری دوست اتنی ناراضگی اچھی نہیں ہوتی' پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ دن ناراض رہا وہ ہم میں سے نہیں۔ تمام آنچل اسٹاف کو پُرخلوص سلام۔

صائمہ احمد سحر...... بھابڑہ

پیاری آنچل فیملی کے نام

السلام علیکم! فریحہ شبیر' بشریٰ باجوہ' سمیرا انور' حنا کنول' کرن شاہ (بہنا آپ کی دوستی قبول ہے) آپ سب کا بے حد شکریہ۔ آپ کے خلوص بھرے الفاظ پڑھ کر بے ساختہ آنکھیں چھلک اٹھیں۔ اللہ آپ سب کا مددگار رہے۔ مدیحہ بتول گوندل اور نادیہ یٰسین میں دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں آپ کی طرف اور ویسے بھی یہ اتنا انمول اور لازوال رشتہ ہے کہ جس قدر سنبھال کر رکھو کم ہے ہاں مگر مجھے جھوٹ' دھوکے اور خیانت سے شدید نفرت ہے۔ آنچل کی پوری فیملی بہت بہت شکریہ کہ اس کڑے وقت میں میرا ساتھ دیا۔ مجھے واقعی فخر ہے کہ میں ایک شہید اور غازی کی بیوہ ہوں' حیران مت ہوں وہ سوات سے غازی لوٹے تھے اور پھر ایک اور محاذ پر شہادت کا درجہ پالیا' دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سیدہ حیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

رابعہ اکرم' کومل رباب' کرن شاہ' شکیلہ اقبال کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں آپ سب اللہ کے کرم سے ٹھیک ہوں گی۔ رابعہ اکرم! کیسی ہو تم؟ بہت اچھا لگا جب آپ نے میرا ذکر کیا بہت شکریہ اور کومل رباب کیسی ہیں آپ؟ آپ کا بھی شکریہ اور کرن شاہ یاد کرنے کا شکریہ۔ شکیلہ! آپ میری بہت ہی اچھی کزن ہو پلیز ناراض نہ ہوا کرو اور مہر گل! میں آپ کو یاد کرتی ہوں' اس کے علاوہ انیس انجم' اریبہ شاہ' صنم شاہ' طاہرہ ملک کہاں غائب ہو؟ پلیز آجاؤ اور احمد حسن آپ اس ویک نہیں آئے' بہت یاد کیا۔ یحییٰ بھی یقین کرلو اور ام ثمامہ اللہ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے' جانے والے چلے جاتے ہیں اور ان کی یاد ہمارے پاس رہ جاتی ہیں' والسلام۔

الفت زہرہ ہراج...... خانیوال

سویٹ برادرز اور لولی فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ مسکان (قصور) نورین شاہد' عائشہ مغل' کرن وفا' شاہ زندگی' منزہ حیدر فرینڈز جلدی جلدی سے کچھ لکھیں اور ماہ رخ ہمیں آپ کی دوستی قبول ہے اور پیارے برادرز عامر جاوید اور عدنان احمد آپ دونوں کو میری طرف سے FSC اور سیول انجینئرنگ کے پارٹ ٹو میں ٹاپ کرنے پر بہت بہت مبارک۔ میری دعا ہے اللہ آپ کو ہر قدم پر کامیابی سے ہمکنار کرے آمین۔

شمع مسکان...... جام پور

اعجاز کے نام

السلام علیکم! امید خداوندی ہے کہ بالکل ٹھیک ہوں گے مگر مایوسی گناہ ہے جو آپ اکثر اپنی باتوں میں ظاہر کرتے ہیں' جانا تو سب کو ہی ہے اس دنیا سے مگر ہر وقت اس طرح کی باتیں کر کے آپ سب کو دکھی کرتے ہیں' کبھی سوچا ہے آپ کی ان باتوں سے کتنا دکھ ہوتا ہے پلیز آپ کچھ مت سوچا کریں ان شاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہوں گے آپ انڈیا جائیں گے علاج کے لیے' بہت جلد ٹھیک ہو کے آئیں گے۔ آپ کی ضرورت ہے سب کو لائبہ اعجاز' شمیم اعجاز اور ازین اعجاز کو اور مجھے بھی۔ خوش رہو' دعاؤں میں یاد رکھنا' آپ کی صرف آپ کی دوست وہمدرد۔

فریحہ اعجاز...... گجرات

"شونو" کے نام

زندگی کے حسین لمحات تمہارے جیون میں آئیں

اور تم ان میں کھو کر اپنا ہر دکھ بھول جاؤ

تمہارے نصیب میں ہو ایسی چاہ

جہاں خوشی' مہک' دھنک تمہارا مقدر ہو

تیری دعا آسمانوں پر کبھی رد نہ ہو

دور رہے تم سے دکھ کی چادر

ہنستا کھیلتا' آسمان تمہارا مقدر ہو

زیڈ این پاکیزہ سحر...... سکھر

اپنی زندگی کے نام

زندگی جی! خدا سے دعا ہے کہ تم ہر پل مسکراتی رہو' ہر کانٹا تمہاری راہ سے دور رہے' کامیابی وکامرانی تمہارا مقدر ہو' شادی جیسا مقدس بندھن ہمیشہ قائم رہے۔ زندگی ایک بات یاد رکھنا کہ اپنا حق کبھی نہ چھوڑنا' حاصل کر کے رہنا' چاہے کچھ بھی ہو اور اپنی پڑھائی کو جاری رکھنا۔ نیک تمناؤں اور دلی دعاؤں کے ساتھ صرف اور صرف تمہاری دیا۔

دیا خان خٹک...... مسلم کالونی' میانوالی

فریدہ فری' انا احب کے نام

فریدہ جاوید فری صاحبہ! آپ نے مجھے اپنی کتاب بھیجنے کا کہا ہے آپ نے خلوص سے کہہ دیا' سمجھ لیں میں نے وصول کرلی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اتنی چاشنی بھر دے کہ ہر لفظ ہی میٹھے بول بن جائیں ویسے آپ کا ہر لفظ خوشبو سے مہک رہا ہوتا ہے۔ انا احب صاحبہ! آپ کا نام ہی اتنا پیارا ہے کہ ہم بھول ہی نہیں سکتے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! تمام دوستوں کو سلام! قبول کیجیے۔ میرا نام نادیہ کامران ہے' میرے حلقہ احباب میں دوستوں کی تعداد نہایت کم ہے۔ ایک دوست تھی بیسٹ فرینڈ مریم جس کی شادی ہوگئی اور میں اکیلی رہ گئی اور بھی چڑیلیں ہیں جو صرف تنگ کرتی ہیں ساتھ نہیں دیتیں ان چڑیلوں میں سرفہرست عالیہ شاہ ہیں۔ دوسرے نمبر پر صاعقہ اور یاسمین ہیں' زاہدہ اچھی ہے ہر چیز میں میرا ساتھ دیتی ہے' میں تمام دوستوں سے درخواست کروں گی کہ کیا کوئی مجھ سے دوستی کرے گی اور اگر کوئی ہے تو فوراً ہاتھ بڑھائے' ہم کب سے منتظر کھڑے ہیں آنکھیں بچھا کے کیونکہ مجھے ایک اچھی اور سچی دوست کی بہت ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مریم کے بعد مجھے ایک اچھی اور سچی دوست ضرور ملے گی۔ سب کی دوستی کی طالب۔

نادیہ کامران...... کہوٹہ

پیاری رابعہ نوید کے نام

کیسی ہو رابعہ! حیران ہو رہی ہوگی' میں نے سوچا تمہیں آنچل کے ذریعے مخاطب کروں؟ تم نے وعدہ کیا تھا ملنے آؤ گی مگر وعدہ فی الحال تو وعدہ ہی ہے ہماری انزلہ پیاری کا کیا حال ہے اب تو زبردست سی مسکراہٹ دیتی ہوگی۔ انزلہ کو میری طرف سے بہت بہت پیار۔ خالہ جان اور خالو جان کو عقیدت بھرا سلام اور نوید بھائی کو آداب۔

ارم کمال...... فیصل آباد

صدف سلیمان کے نام

مختلف رسالوں میں تمہارا نام نظر سے گزرا' تم مجھے کچھ کچھ اچھی لگنے لگی تھیں مگر آج آنچل کے پرانے شمارے نکالے تو تمہارا تعارف پڑھا' تم سوچ نہیں سکتیں' تمہارا تعارف پڑھتے وقت میں کتنی ایکسائیٹڈ تھی کہ یہ ہے کہ صدف سلیمان' مجھے تم سے دوستی کرنی ہے میرا خیال ہے مجھے اچھی دوست مل سکتی ہے۔ "تم" لکھنے کے لیے معذرت لیکن میں نے اس لیے لکھا کہ دوستی کبھی تو کرنی ہے' اب اگر دوستی قبول کرنا چاہو تو کوئی اچھا سا شعر میرے نام بھیج دینا' مجھے اچھا لگے گا۔

دیا آفریں...... شاہدرہ

پیاری دوست ملائکہ چوہدری کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ خیریت سے ہوگی آنچل میں آپ کا تعارف پڑھا آپ مجھے اچھی لگی ہو۔ ملائکہ چوہدری میں آپ سے پُرخلوص جذبوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے (جب تک زندگی ہے) سچے دل سے دوستی جیسے مقدس رشتے سے آپ کے ساتھ فیض یاب ہونے کا شرف حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے علیزہ' ملتان بھی اچھی لگی' میں ان سے بھی دوستی کی خواہش مند ہوں۔ مستقبل کی ڈاکٹر علیزہ اور سوری ڈاکٹر علیزہ K ہو سکے تو رابطہ کرنا۔ پلیز۔ الفت زہرہ ہراج بھی مجھے اچھی لگی آپ کے لیے بہت سی دعا وسلام اور پلیز ملائکہ چوہدری میرے خط کا ضرور جواب دینا۔ میں شدت سے منتظر ہوں۔

حفصہ کوثر...... منڈیرہ

کچھ خاص اپنوں کے نام

السلام علیکم! زہرہ جانی کیسی ہو؟ سوکھی چھڑی' اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میں ہی ہوں' تمہاری لولی کزن شہناز! یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا یا نہیں؟ دیکھو ٹائم ضائع مت کرو اور اچھے بچوں کی طرح پڑھائی مکمل کرو ورنہ یاد ہے ناں جامعہ میں' میں تیرے ساتھ کیا کیا کرتی تھی۔ زہرہ ڈیئر! بہت یاد آتی ہو۔ بشریٰ نمونی نے تو یاد کرنا بھی چھوڑ دیا ہے' لگتا ہے ماموں لوگوں کے شہر شفٹ ہوتے ہی اس میں بہت نخرے آگئے ہیں۔ نگینہ تو ماں بنتے ہی بہت مصروف ہوگئی ہے' لگتا ہے اب تو تیرا ادھر خانیوال آنے کو دل ہی نہیں کرتا' ہے ناں۔ یار دوستوں کو بھی ٹائم دیا کرتے ہیں۔ آسیہ مہناز کا خیال رکھا کرو' جانتی ہو ناں کہ آج کل وہ کس حال میں ہے۔ ویسے تو اعجاز بھائی آپ کا حق بنتا ہے کہ اب باقی کے دن آپ ہماری سسٹر کے پلو سے لگ کر بیٹھ جائیں تو اچھا ہے۔ اللہ آپ کو پیارا سا گل گوتھنا دے۔ ناصر بھائی ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آپ کو میری اور عیشا کی طرف سے پیشگی سالگرہ مبارک۔ 12 جنوری اور 11 جنوری عبداللہ ناصر کو سالگرہ مبارک۔ اللہ آپ سب کو خوش رکھے۔ زہرہ فاطمہ سے پوچھنا اگر اس کے گھر والے مائنڈ نہ کریں تو میں پھر کبھی پیغام لکھوں؟ نجمہ بھابی

میری سالگرہ پر آپ نے پلاؤ کھلایا تھا ہمیشہ یاد رکھوں گی۔

شہناز شاز سے سیال...... خانیوال

نبیلہ نازش اور ایش اکرام کے نام

السلام علیکم! نازش جی کیسی ہیں آپ؟ دعا ہے کہ ہر پل خوش رہیے۔ نازش میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں مجھے اچھے اور مخلص دوست کی ضرورت ہے۔ میری کوئی دوست نہیں ہے کیا آپ میرا محبت بھرا ہاتھ تھامیں گی۔ جواب ہاں میں دینا اور اگر کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہے تو میں حاضر ہوں اور ایش اکرم پلیز مجھ سے دوستی کرلیں کیونکہ آپ بھی آرائیں ہیں اور میں بھی۔ اچھا جلدی سے جواب دینا۔

ثناء کنول اللہ دتہ آرائیں...... لودھراں

دل کی بات اپنوں کے نام

پیاری دوستوں اپنے نام خط پڑھ کر دل خوش ہوگیا' بہت دل کیا جلدی جواب دینے کا پر اپنی بیماری کی وجہ سے جواب لیٹ ہوگیا۔ میں تین ماہ سے بہت بیمار ہوں پلیز سب میرے لیے دعا کرنا۔ چندا امثال' شمع مسکان' جاناں' کومل رباب' فاخرہ' انیس انجم بہت شکریہ آپ سب نے مجھا کیلی کا ہاتھ تھاما' بہت شکریہ اور دعاؤں میں یاد رکھنا' اپنی مسکان کو جس کو دعاؤں کی بہت ضرورت ہے' خدا حافظ۔ آپ سب کی اپنی۔

مسکان...... قصور

پیاری شگفتہ کنول کے نام

ڈیئر اینڈ سویٹ شگفتہ جی! امید ہے کہ آپ بالکل فٹ فاٹ ہوں گی۔ آپ کی خواہش تھی کہ میں آپ کو آنچل کے تھرو باقاعدہ دوستی کا پیغام دوں' چلیں اب آپ کی اور ہماری دوستی پکی ہوگئی۔ بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا' اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور میرے لیے دعا گو رہیے گا کہ میرا قلم اچھی اچھی کاوشیں لکھتا رہے آپ کی مخلص دوست!

سمیرا انور...... جھنگ

کرن شاہ' اریبہ شاہ کے نام

سب سے پہلے تو اریبہ اور کرن آپ مجھے بتاؤ کہ آپ دونوں بہنیں ہیں؟ آپ مجھے بالکل نہیں جانتی لیکن میں آپ کو جانتی ہوں۔ آپ کی باتیں بہت اچھی ہوتی ہیں' مجھے دوستی کرنی ہے آپ دونوں سے' کیا آپ میری دوست بنو گی؟ پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔ بہاولپور میں کون سے بلاک میں رہتی ہیں آپ؟ آپ کی کاسٹ شاہ ہے' ہماری بھی شاہ ہے' آپ سے رابطہ کیسے ہوگا؟ ضرور بتایئے گا میں انتظار کروں گی آپ کے جواب کا۔

امبر شاہ...... خیر پور

دوستوں کے نام

ہیلو! کیسے ہیں آپ لوگ؟ بالکل ٹھیک ٹھاک ہے ناں۔ سب سے پہلے یہ بتائیں کیسا لگا آنچل کے ذریعے آپ لوگوں سے بات کرنا۔ آئم' اقصیٰ' ریحانہ' اقصیٰ پلیز ناراض مت ہوا کرو یار۔ قسم سے یار میں آپ دوستوں کے بغیر بالکل بھی نہیں رہ سکتی اور ہاں عطرو یہ سکندر اور نبیلہ نازش راؤ میں آپ دونوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ چاہیں تو...... پلیز دوستی کا جواب دوستی سے ہی دینا' اوکے اور یہ بھی بتادیں آپ اوکاڑہ میں کس جگہ رہتی ہیں؟ میرا مطلب ہے گاؤں یا شہر کا نام بتادیں جس میں آپ رہتی ہیں۔ میں اکثر اوکاڑہ میں اپنی نانی کے پاس آتی جاتی رہتی ہوں' اپنا خیال رکھنا۔

صبا پرویز...... ساہیوال

پیارے بھائی بلال اجمل کے نام

مائی سویٹ بھائی بلال اجمل سالگرہ مبارک ہو۔ اوہو! میرے بھائی اتنا حیران کیوں ہورہے ہیں میں آپ کی سسٹر ہوں' کچھ بھی کرسکتی ہوں۔ میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں اور آپ کی ہر دلی تمنا پوری ہو' زندگی میں کبھی کوئی دکھ آپ کے پاس نہ آئے' آمین اور پلیز اب مجھے پرائی کہنا چھوڑ دیں۔ جب آپ' آپی سمیرا' معظمہ اور مجھے پرائی سسٹرز اور مریم' حاریہ کو لاڈلی سسٹرز کہہ کر بلاتے ہیں تو مجھے بہت غصہ آتا ہے' جس وقت آپ یہ لیٹر پڑھ رہے ہوں گے تو میں پاکستان میں نہیں ہوں گی لیکن ہماری دعاؤں میں آپ ہمارے پاس ہیں' اپنا خیال رکھیے گا۔ عظمٰی بٹ...... سمندری

جنت نیازی اور میڈم شازیہ کے نام

السلام علیکم! امید ہے کہ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی' اللہ تعالیٰ سب کو ٹھیک ہی رکھے' آمین۔ سسٹر جنت نیازی آپ کا لیٹر پڑھ کر مجھے لگا یہ لیٹر میں نے لکھا ہے' ہماری تمام دعائیں ایک جیسی ہیں' پیار پر یقین نہ ہونے کی وجہ میرے خیال میں آج کل کے حالات ہیں کیونکہ آج کل جھوٹ و فریب کا دور ہے اگر کوئی سچ بھی کہتا ہے تو جھوٹ لگتا ہے لیکن اگر کوئی مستقل آپ سے ایک بات کہتا ہے' آپ کے کڑوے کسیلے الفاظ برداشت کرتا ہے تو آپ کو یقین کرنا چاہیے۔ میڈم شازیہ میں آپ کو زیادہ یاد کرتی ہوں مگر آپ کا نمبر میرے پاس نہیں ہے اور اک بات کے لیے سوری کرنا چاہتی ہوں' جب میں ٹیوشن پڑھنے آئی تھی میری کزن مجھے لینے آئی تو کھیلتے ہوئے آپ کا چارجر لے آئی تھی گھر آ کے میں نے دیکھا اور دوسرے دن آپ کے گھر رکھ دیا۔ آپ سے بہت شرمندہ تھی' اس لیے سوری بھی نہ کرسکی اور بتا بھی نہ سکی۔ مجھے امید ہے کہ آپ اب بھی آنچل پڑھتی ہوں گی' ہوسکے تو معاف کردینا' باقی سب سے گزارش ہے میری ہدایت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پانچ وقت نماز پڑھنے کی توفیق دے' اللہ حافظ۔

ایس اے...... کوٹ اسلام

اپنے بابا جان کے نام

جن کے دم سے زندگی کا احساس باقی ہے
اور جن کی دعائیں میرا اثاثہ زیست ہیں
نہیں طاقت میرے قلم کی روشنائی میں اس قدر
کہ بیان کروں میں آپ کا مقامِ دیروآخر
میرا لفظ لفظ
میرا حرف حرف
میری ذات کا ہر ایک پل
آپ کی زندگی کے لیے ہے دعا گو......
میرے ہاتھ جب بھی اٹھے بطرف آسمان
میں نے رب سے اپنے یہی کی اک دعا
آپ کو عطا کرے میرا رب کریم
صحت کاملہ' حیات جاوداں
گزرے بخوشی زندگی کا سفر
نہیں طاقت میرے قلم کی روشنائی میں اس قدر
کہ بیان کرسکوں
میں آپ کا مقامِ دیروآخر

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

سویٹ دلوں والے

ڈیئر فرینڈ السلام علیکم! صبا نواز بھٹی' ماہ رخ' شمع مسکان ویلکم سویٹ دلوں میں دوستی پکی' نورین شاہد' انیس انجم' کومل رباب' فاخرہ' ہم بھولے نہیں آپ کو۔ سیدہ شاہ کاظمی میں ہی ہوں پڑھ کر پتا لگ گیا ہوگا۔ یار میں نے اپنے گروپ کا نام سویٹ دلوں والے رکھا ہے' دوستوں آپ کو پسند آیا اب ہم دوستوں کا گروپ اسی نام سے چلے گا' اوکے۔ سیدہ جیا عباس کاظمی بہت افسوس ہوا آپ کا خط پڑھ کر ویلکم کرتے ہیں سویٹ دلوں میں۔ انا احب اور اسما عطاریہ کو سویٹ دلوں والے گروپ کی طرف سے سالگرہ مبارک ہو۔ عائشہ مبارک داخلہ مل گیا تمہیں۔ بشریٰ فرسٹ ائیر کا رزلٹ نکل آیا' تم کامیاب ہوئی ہو' بہت مبارک ہو۔ سب دوستیں اپنا خیال رکھنا۔

شاہ زندگی...... پنڈی

دسمبر کی یخ بستگی کے نام

السلام علیکم دوستو! کیا حال احوال ہیں؟ اللہ تعالیٰ سب کو ہنستا بستا رکھے' آمین۔ وہ تمام دوست جن کی نومبر میں سالگرہ تھی ان کے لیے دعاؤں کے ساتھ معذرت کہ تب وش نہیں کرسکی۔ سمیعہ مریم کہاں ہو تم؟ شادی تو نہیں کرلی؟ 19 دسمبر کو تمہاری سالگرہ پر میری بہت سی دعائیں۔ اللہ تمہاری بہت سی بلکہ تمام بہترین خواہشات پوری کرے۔ امید چوہدری 6 دسمبر کو دنیا میں آمد کا جشن مبارک ہو۔ سب الرٹ ہوجائیں بہت خاص ہستی کی آمد ہے' جی سمیرا شریف طور 26 دسمبر کو آپ نے اس جہانِ فانی کو رونق بخشی تھی جس پر ہم نہایت مسرور و مشکور ہیں۔ جیتی رہیے۔ شہنیلا 21 دسمبر کو آپ کی سالگرہ ہے بہت بہت مبارک ہو۔ آپ نے تو تمام رابطے ہی ختم کردیئے خیر جہاں رہیے خوش رہیے۔ کوثر تمہاری 22 دسمبر کو سالگرہ ہے' بہت بہت مبارک ہو۔ میری بہت ہی قابل احترام ٹیچر مسز شبانہ عامر کی سالگرہ بھی 22 دسمبر کو ہے' پلیز سب ان کو دعاؤں میں جگہ دیجیے گا۔ میم میں آپ کا خواب پورا کرنے جارہی ہوں۔ سدرہ اسلم 28 نومبر کو سالگرہ مبارک۔ غزل ملک گزری ہوئی سالگرہ کے ساتھ منگنی کی بہت بہت مبارک باد' اللہ ہمیشہ تمہارا دامن خوشیوں سے بھرا رکھے' تمہیں کسی کی نظر نہ لگے' آمین۔ اب میں آؤں گی اس ہستی کی طرف جس کے الفاظ نے میری بہت ڈھارس بندھائی تھی ام ثمامہ میں اس تاخیر پر بے حد شرمندہ ہوں مگر کچھ مسائل کے باعث جلدی خط نہیں لکھ پائی' آپ کے بھائی کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ درجات عطا کرے۔ میں دو سال پہلے کا وہ سانحہ نہیں بھولی اور نہ ہی آپ کے الفاظ' تبھی سے آپ کی میرے دل میں بہت خاص جگہ بن چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بہترین زندگی سے نوازے۔ اگر آپ کا کسی آنچل گرل یا نایاب جیلانی سے رابطہ ہے تو پلیز مجھے اپنا نمبر بھجوایئے۔ میں آپ سے براہ راست بات کرنا چاہتی ہوں' اگر آپ کو مناسب لگے تو......! سیدہ جیا یاور میں آپ کا نام تب سے جانتی ہوں جب سے آنچل پڑھنا شروع کیا سو آپ سے وابستگی فطری تھی۔ اللہ آپ کا راستہ آسان کرے اور منزل بہت روشن۔ مجھے اپنے دکھ کا اظہار لفظوں میں نہیں کرنا آتا' سو معاف کردیجیے گا۔ اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ جن دوستوں نے دوستی کے لیے ہمارے نام کا انتخاب کیا ان کا بہت شکریہ۔ ہم سب یہاں دوست ہی تو ہیں' چلیں باضابطہ دوستی

بھی ہوگئی۔ فرحت آپا کو ہم سے بچھڑے 2 سال گزر جائیں گے مگر اپیا آپ آج بھی ہمارے ساتھ ہیں' ہمارے دلوں میں یادوں میں...... اجازت دیجیے' دعاؤں کی طالب۔
ظل ہما...... فیصل آباد

آنچل اسٹاف کے نام

آنچل اسٹاف کو میری طرف سے ڈھیر سارا اسلام اور ڈھیر ساری دعائیں۔ آسیہ پرویز' شمیم اختر' روزینہ پروین' فہمیدہ غلام زلیخا اور اقراء کو میری طرف سے سلام اور دعائیں۔ میری یہ دوستیں خوشاب میں رہتی ہیں۔
سنجنا یاسمین بھولو...... سکھر بادشاہ

نادیہ فاطمہ رضوی اور پیاری سی فرینڈ کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں جناب؟ پچھلے ماہ غیر حاضری پر سوری یار! طبیعت ذرا ڈاؤن تھی اور یار یہ کیا فرینڈ شپ بھی کی تو غیروں کو بھی مات دے دی۔ میرا مطلب ہے دوستی میں نو شکریہ' اوکے۔ اور سب کو لیٹ عید مبارک۔ ہیلو ماہ رخ سیال' بہت پیارا نام ہے۔ یہ بتاؤ جناب کہ عید کیسی گزری؟ اور ہیلو نیناں شاہ' کیسی ہو تم؟ اور سچی یار اتنی دیر سے جواب ملا لیکن کوئی بات نہیں اب چھٹی نہیں کرنا' اوکے۔ خوش رہو سویٹی نادیہ آپی! آپ نے میرے سوالوں کے جواب اتنے پیار سے دیئے' مجھے بہت خوشی ہوئی' شکریہ۔ یار میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں جواب ضرور دیجیے گا' آپ سب کی اپنی' آپ کی خوشیوں کے لیے ہمیشہ دعا گو آپ کی......
ایمن وفا...... جھنڈو

کیوٹ بھانجی ایمان اور بہنوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو ایمان گڑیا؟ 12 دسمبر کو آپ کی سالگرہ ہے۔ پہلی سالگرہ یعنی آپ ایک سال کی ہو جاؤ گی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ کی لمبی عمر کرے ہمیشہ خوش رہیں' ہنستی مسکراتی رہیں' آمین۔ میرب ڈیئر! آپ کیسی ہو؟ ماما کو تنگ مت کیا کرو' جانتی ہو آپ کی ماما کتنی...... سمجھ گئی ہیں نا۔ سمیرا آپی! غصہ نہیں کرنا اور میرب کو کم ڈانٹنا ہی ہی ہی...... ہما تمہارا کیا حال ہے؟ اپنا خیال رکھا کرو' خوش رہو۔ آپ کی اپنی خالہ جانی (سمیرا' ہما تمہاری نہیں) تمہاری بہن!
دلکش مریم...... چنیوٹ

کیوٹ تحریم زہرہ (تانی) کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو بہت زیادہ شکریہ کہ میں نے تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو تم نے بڑی عقیدت سے وہ ہاتھ تھام لیا۔ یہ سال تمہارا کالج کا لاسٹ ائیر ہے (ہمارے کالج میں)۔ یقین جانو تو تمہارے ساتھ بیتے ہوئے دو سال اپنی تمام تر خوش گوار یادوں سمیت ہمیشہ میرے دل اور ذہن پر نقش رہیں گے۔ مجھے سب سے زیادہ تمہارے اخلاق و عادات نے بے حد متاثر کیا' ہمیشہ ایسے ہی رہنا یار۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر تمہاری تعریف کے لیے دو لفظ لکھوں تو کیا لکھوں۔ ڈیبیٹ میں نمایاں پوزیشن لینے پر ڈھیروں مبارک باد۔ دعا ہے کہ اسی طرح کامیابی سمیٹتی رہو' تمہاری تمام خواہشات پایہ تکمیل تک پہنچیں۔ ربّ العزت تمہاری زندگی کو خوشیوں سے بھر دے اور اپنی رحمتوں کی چھاؤں میں تمہیں آباد رکھے۔ تمہاری شیریں آواز اسی طرح ہمارے کانوں میں رس گھولتی رہے' دعاؤں میں یاد رکھنا اور اپنا خیال رکھنا' والسلام۔
ایس عطاریہ...... کبیروالہ

فیضان عنصر اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! پیارے سویٹ فیضان عنصر (میاں چنوں) 11 دسمبر کو تمہاری سالگرہ ہے ہم سب کی طرف سے اسپیشل میری طرف سے تمہاری نانو کی طرف سے آٹھویں سالگرہ مبارک ہو۔ باجی گلنار عنصر' بھائی شرارتی فاران' کیوٹ عائقہ مریم آپ سب کے لیے بہت سی دعائیں' نیک تمنائیں۔ کیک کھاتے ہوئے ہمیں یاد کر لینا۔ میری آنچل فرینڈز شہنیلہ یونس' فرزانہ ملک اور سمیعہ مریم' امید چوہدری دسمبر میں آپ سب کی سالگرہ ہیں' بہت بہت سالگرہ مبارک اور دعائیں بھی میری طرف سے۔ جنوری میں میری بہت پیاری راج دلاری اور پیاری سویٹ سی سسٹرز نرجس رانی اور جاناں کی بھی سالگرہ ہے تو آپ دونوں کو ایڈوانس سالگرہ مبارک ہو۔ نرجس تم ہر وقت میری یاد میں ہوتی ہو اور جاناں میڈم تم تو اتنا مصروف ہوگئیں کہ ہمارے لیے ٹائم نہیں ملتا۔ فضہ کو بہت شکایتیں ہیں تم سے اور مجھے بھی اور پیار بھی ہے جناب! نئے سال کا آغاز ہونے والا ہے تو میری سب آنچل فرینڈز سے درخواست ہے کہ اگر میری کسی بات پر بھی آپ لوگوں کا دل دکھا ہو تو پلیز مجھے معاف کر دینا اور اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھنا' شکریہ۔ اریبہ شاہ' مزمل (قصور)' ام فروا' صنم ناز' شہزادی سعادت' شگفتہ خان' ام کلثوم صبا' فرح وفا' نوشی' سدرہ شاہین' سویٹ ثوبیہ مرزا' بشریٰ ملک' فضہ اسلم' آبرہ' نجمہ انور کو بہت سی دعائیں' سلام۔ چندا امثال کو ابوبکر (بیٹے) کی اور حمیرا نگاہ کو بیٹی ہادیہ مریم کی بہت مبارک باد قبول ہو۔ میری طرف سے آنچل کے لیے اور اپنے محبوب وطن' دوستوں کے لیے بہت سی دعائیں' نیک تمنائیں سب کو نیا سال مبارک ہو' دعا گو۔

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ

خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیا حال ہیں آپ کے؟ بشریٰ جی آپ کیسی ہو؟ فیضا مجھے یاد کرتی ہو نا' مجھے پتا ہے۔ جی۔ اریبہ شاہ رانی! یار خوش رہا کرو۔ ام تم خود بہت بدل گئی ورنہ میں تو اب بھی وہی ہوں۔ فروا یار! تم بھی بہت مصروف ہوگئی میری طرح۔ یار! ناراض نہ ہوا کرو مجھ سے' سوری یار ان دنوں ٹائم نہیں دے پائی تم کو سوری جانی۔ شہناز آپ کو آپ کے بھائی عاصم کی شادی بہت مبارک ہو۔ کیسی لگی آپ کو ماریہ جی۔ سارہ بجو آپ اپنی اسٹوری آنچل میں بھیج دو نا جلدی۔ آپ بہت اچھی ہیں بجو۔ خدا آپ کی امی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین' پلیز پریشان نہ رہا کریں' بس اپنا خیال رکھا کریں' میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔
جاناں...... چکوال

کسی اپنے کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں جناب؟ کیا حال چال ہیں؟ حال تو یقیناً ٹھیک ہوگا مگر چوٹ آنے کی وجہ سے چال خراب ہوگی۔ کیا ہو رہا ہے؟ میں سچ میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں' صبح' شام رات غرض یہ کہ ہر وقت کرتی ہوں۔ آپ نے تو ایک سال سے رابطہ ہی توڑ دیئے ہیں' یہ تو آپ بالکل بھی اچھا نہیں کر رہے' چلیں خیر جہاں رہیں خوش رہیں۔ میری تو دعا یہی ہے اگر محبت کو امر کرنا چاہتے ہو تو اس شخص سے بچھڑ جاؤ' جسے چاہت کی آخری حد تک چاہو۔ یہی محبت کا حسن ہے آپ بھی شاید اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ یہ پڑھیں اور مجھ سے رابطہ کریں' ہر وقت آپ کے لیے پاگل' آپ کی اپنی رانی!
ہما احمد...... فیصل آباد

نازیہ کنول نازی کے نام

اندھیری رات کے لمحے تمام ہونے تک
تجھے ہی سوچتی رہتی ہوں صبح سے شام ہونے تک
میں ایسا جسم ہوں جس کی روح بھی تُو ہے
ادھوری ذات ہوں میں تیرے نام ہونے تک
تیری آواز سن نہ لوں تو دل نہیں لگتا
تڑپتی رہتی ہوں تجھ سے ہم کلام ہونے تک
تیری نظر کی قیمت ہے بک رہا ہے کوئی
اسے خریدے تُو مہنگے دام ہونے تک
سدرہ خان...... حضرو

سویٹ صائمہ اور آنچل فرینڈ کے نام

خواہشوں کے سمندر کے سب موتی تیرا مقدر ہوں
پھول چہرے' پھول لہجے تیرے ہم سفر ہوں
تیری سماعتوں کی دسترس میں کبھی وہ لفظ نہ آئیں
کہ تیرے دل کو ملال ہو
تیری بصارتوں میں ہر وہ منظر اترے' جو روشن ہو
اٹھتی بہاروں کی مثال ہو
کچھ یوں اتریں تیرے لیے رحمتوں کے موسم
کہ تیری دعا کوئی حرفِ مدعا آسمانوں سے کبھی رد نہ ہو
تیرے نام کی دعاؤں میں شامل کسی کا کوئی حرفِ بد نہ ہو
کہکشاں رستوں پر پیہم رواں رہے
میری دعا ہے کہ تیری عمر کا ہر لمحہ جاوداں رہے
ڈیئر صائمہ! سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' میری دعا ہے زندگی میں تمہیں ہر چیز بہترین ملے۔ تم چاہتی تھیں میں تمہیں آنچل کے ذریعے وش کروں' اب خوش ہو۔
حمیرا علی...... کراچی

بشریٰ کے نام

بس دعا کرنا میرے لیے
کچھ دن جی لوں تیرے لیے
سانس چلے ساتھ ساتھ
تیرے ہاتھ میں ہو میرا ہاتھ
میری ہر خوشی ہو تیرے لیے
تیرا ہر دکھ ہو میرے لیے
محسوس ہو یہی تمام عمر
تم جی رہے ہو میرے لیے
میں جی رہی ہوں تیرے لیے
کہ دینا زمانے بھر سے
تم ہو میرے لیے
میں ہوں تیرے لیے
بس دعا کرنا میرے لیے
کچھ دن جی لوں تیرے لیے
سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ بھکر

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

مدیحہ بتول گوندل...... مانگٹ شیخوپورہ

س: اپیا آجاؤں کیا؟

ج: ابھی موڈ نہیں ہے۔

س: ہم جس سے بھی محبت کرتے ہیں بے لوث کرتے ہیں لیکن دوسرا ہم سے بے لوث محبت کیوں نہیں کرتا؟

ج: اچھا نہیں کرتا ابھی خبر لیتی ہوں۔

س: سارا وقت اس کا انتظار کرتے ہیں ہم بھلا کس کا؟

ج: سبزی والے کا اور بھلا کس کا۔

فائقہ اشرف...... گائوں حاجیوال

س: آپی آپ اتنی اچھی کیوں ہیں اور بوجھیں آج میں آپ کے لیے کیا بنا کے لائی ہوں؟

ج: بس کبھی غرور نہیں کیا' بس بس چپ رہو سب کو پتا لگ جائے گا۔

س: آپی جی تسی سدا خوش رہو آمین' مینوں وی کوئی دعا دو جی۔ اللہ حافظ

ج: آمین جزاک اللہ اور یہی دعا آپ کے لیے بھی۔

سارہ چوھدری...... ڈوگہ گجرات

س: آپی آپ کہتی ہیں "ہم سے پوچھیے" مگر آپ تو ہمیں لفٹ ہی نہیں کرواتی تو پوچھیں کیسے؟

ج: ہم بے کار ہیں ناں تو لفٹ کیسے کرواسکتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ۔

س: آپی اگر انسان کو اپنے آپ کی سمجھ نہ آئے تو کیا کرے؟

ج: تو آئینہ سے بات کرلیا کرو۔

نائلہ اشفاق...... کے جی ایم

س: شمائلہ جی بہت بہت عید مبارک ہو آپ کو۔

ج: آپ کو بھی۔

س: محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کیوں بنا دیتی ہے؟

ج: اس لیے کہ اس کی آنکھ' کان نہیں ہوتے' اف آپ کو اتنا بھی نہیں پتا۔

س: شمائلہ جی بہت حوصلہ ہے آپ میں جو آپ ہمارے الٹے سوالوں کے سیدھے جواب دیتی ہیں۔ اللہ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے' اب اجازت اللہ حافظ

ج: آمین

عظمیٰ سیال اینڈ ملا رخ سیال...... سلانوالی

س: کیا میں اندر آسکتی ہوں؟

ج: اب آ ہی چکی ہو تو پوچھنا کیسا۔

س: آپی تمام دوستیں بھوکی ہیں کیا کروں؟

ج: دیر کردی آپ نے ورنہ ایک ایک آم بھیج دیتی اور بس۔

س: آپی کیا میں آپ سے ملنے آسکتی ہوں؟

ج: ہاں ہاں کیوں نہیں۔

س: آپی اب مجھے اور میری دوست رینا فاطمہ کو اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

ج: اللہ تعالیٰ تم دونوں کو سدا خوش رکھے۔

ایمن وفا...... جھٹو

س: ارے آپی یار اب تو گوشت کی جان چھوڑ دو؟

ج: کیوں تم نے آنا ہے کیا' گوشت کی جان کو۔

س: میری عیدی کہاں ہے؟

ج: بھیجی تو تھی بھینس کی سری' کھا کر بھول گئیں ناں۔

س: آپی ایک بات تو بتائیں یہ پیار کو اور کوئی کام وام نہیں ہے ہر کسی کو چڑھ جاتا ہے۔ بخار کی طرح؟

ج: بے روزگاری بہت ہے ناں...... اور چڑھتا بھی ہے سر چڑھ کر۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی میں پھر سے آگئی خوش آمدید نہیں کہیں گی؟

ج: نہیں کہوں گی' بار بار آنے والوں کو بار بار نہیں کہتے آئی سمجھ۔

س: عورت نرم دل ہوتی ہے یا مرد؟

ج: اپنی اپنی جگہ ویسے دیکھا جائے تو مرد۔

س: آپی کامیابی حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے محنت اور لگن کے علاوہ کچھ اور مشورہ دیجیے؟

ج: ایمان داری اور نیک نیتی۔

س: آپی بھروسا کرنا کس حد تک ضروری ہے؟

ج: پتا نہیں پر بزرگ کہتے ہیں ایک حد تک' تو ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔

س: ہمارے معاشرے میں خواتین کی صلاحیتوں کو تسلیم کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

ج: اب اور کیسے تسلیم کریں...... اُف۔

نورین' نوشین...... رحیم یار خان

س: آپی کیا ہم آپ کو شائل آپی کہہ سکتے ہیں؟

ج: جی ضرور۔

س: آپی آپ کا یہ سلسلہ بڑا زبردست اور مزیدار ہے پلاؤ کی طرح دیکھتے ہی منہ میں پانی آجاتا ہے۔

ج: فوری واپڈا والوں سے رابطہ کریں۔

س: آپی خوش رہیے ہمارے سوالوں کے جواب دیتی رہیے اللہ حافظ۔

ج: آپ بھی سدا خوش رہیں۔

زویا خان...... راولپنڈی

س: آنی کیسی ہیں آپ؟ اتنے عرصے بعد آئی ہوں جگہ ملے گی؟

ج: خود ہی بنالو۔

س: آنی اس بے وفا دنیا میں جینے کو جی نہیں کرتا دل چاہتا ہے کہیں ایسی جگہ جاؤں جہاں انسان نہ ہو؟

ج: جنگل میں رہ پاؤ گی کیا؟

س: آنی ان اپنوں کا کیا فائدہ جو ہمارے دکھ سکھ میں شریک نہ ہو جو ہمارے دلوں کا حال نہ جان سکیں؟

ج: تم نے دل میں پہرے جو بیٹھا رکھے ہیں۔

سیدہ عنبر اختر بخاری...... چندی پور

س: ہاں جی شمائلہ کی حال چال اے تہاڈا؟

ج: حال تو اچھے ہیں چال آکر دیکھ لو۔

س: آنکھیں ترستی ہیں اس کے دیدار کو؟

ج: بجلی کے۔

س: میرے دل میں ایک خواہش شدت سے مچلتی ہے؟

ج: کہ میں چلو بھر پانی میں ڈوب مروں۔

س: آپی مجھے آری جنون کی حد تک پسند ہے کیا کروں؟

ج: پاگل خانے جاؤ۔

س: بے تعبیر سپنے کیا ہوتے ہیں؟

ج: کہ جب تعبیر ملتی ہے تو آنکھ کھل جاتی ہے۔

س: بے تاب دل کی دوا کیا ہے' شفا کیا ہے؟

ج: دوا خانہ۔

س: نہ فکر فردا نہ یاد ماضی' نہ چین دل کو نہ بے قراری جاؤں تو کہاں جاؤں؟

ج: ساس کے پاس جاؤ اور کہاں۔

س: کبھی کبھی مجھے لگتا ہے آپ جوان کڑی ہیں اور کبھی کبھی......؟

ج: لگتا ہے کہ گڑیا ہوں۔

س: جانے لگی ہوں لیکن لوٹ کے آنے کے لیے اچھی سی ڈھیر ساری دعائیں

ج: جلد سہرے کے پھول کھلیں، آمین

ام صلوٰیٰ اینڈ ام فروا...... کھوھار

س: تین سال بعد حاضر ہوئی ہوں خوش آمدید تو کہیے۔

ج: اچھا...... کیا وہ......؟

س: آپی جان کیا مجھ سے دوستی کریں گی؟

ج: پرسوں سوچ کر بتاؤں گی۔

س: اعتبار کے لائق کون ہوتا ہے لڑکا یا لڑکی؟

ج: آج کل کے دور میں تو شاید کوئی نہیں۔

س: آپی جان میاں بیوی میں کس بات پر لڑائی ہوتی ہے؟

ج: بچے کا پیمپر بدلوانے پر۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

س: مرد کو ذہین عورت اور عورت کو حسن پرست مرد اچھے نہیں لگتے اور آپ کو؟

ج: سچ بتادوں کیا؟

س: جانے کیوں میرے دل کے اندر دور......؟

ج: زیادہ دور نہیں جانا سی این جی بند ہے کہیں......

بشریٰ ملک مائرہ ملک...... دھاندرہ فیصل آباد

س: تیری یادیں ملاقاتیں میں کیسے بھولوں وہ چاہت کی برساتیں آخر یادیں بھول کیوں نہیں جاتی؟

ج: کسی پاگل سے رابطہ کرلو وہ سب بھلادے گا۔

س: ہر شخص جنت میں جانا چاہتا ہے مگر مرنا کوئی نہیں چاہتا کیا واقعی؟

ج: یہی تو ہماری قوم کا المیہ ہے۔

س: خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرا کیوں ہوتا ہے؟

ج: واہ خاموشی سے بڑی گہری بات کہہ دی۔

تارا شاہ...... چکوال

س: زندگی زیادہ دکھ دیتی ہے یا انسان؟

ج: آج کل تو بجلی، پانی اور گیس۔

س: محبت اب دیرپا نہیں رہی وجہ؟

ج: ایس ایم ایس اور نیٹ پر جو کی جاتی ہے۔

س: ہم مذہب سے دور ہوتے جارہے ہیں تو پھر ہماری بخشش کا سامان کیا ہوگا؟

ج: افسوس کچھ نہیں۔

س: جو کچھ نہیں کرتے وہ محبت کرتے ہیں اگر وہ محبت بھی ایمانداری سے نہ کریں تو ان کی سزا؟

ج: جو چور کی سزا۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: آپ کی محفل میں شامل ہونے کے لیے کہاں رجسٹرڈ ہونا پڑتا ہے؟

ج: ہمارے دل میں۔

س: وہ جان کر بھی اکثر انجان بن جاتے ہیں کیوں؟

ج: جانے دو، پرانی عادت ہے ان کی۔

س: چولہے کی آگ اور دل کی آگ میں کیا فرق ہے؟

ج: کوئی بھی نہیں۔

س: ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار کیا وجہ ہے؟

ج: ماجرا تو یہی ہے۔

سیدہ امبر اختر بخاری...... چندی پور

س: آپی آج کل اتنی ینگ اسمارٹ لڑکیوں کو بوڑھے ہم سفر کیوں ملتے ہیں؟

ج: نیٹ چیٹنگ اور ایس ایم ایس چیٹنگ پر اب یہی ملتا ہے۔

س: وہ دل میں ہے، دھڑکن میں ہے روح میں ہے بتایئے نا کون؟

ج: موا موبائل اور کون۔

س: میں نے بائیکاٹ کردیا؟

ج: کیبل کا۔

س: جب میں باتوں سے ٹوٹ جاتا ہوں، شعر مکمل کریں۔

ج: تو ایلفی سے جوڑ لیتا ہوں۔

س: گونگی ہوگئی آج زباں کچھ کہتے کہتے...... کیا؟

ج: پاگل...... پاگل...... پاگل

س: کوئی راز ہے میرے سینے میں بوجھو تو جانیں؟

ج: یاد الٰہی۔

ثناء کنول اللہ دتہ آرائیں...... لودھراں

س: آپی کیسی ہیں پہلی بار شرکت کررہی ہوں جگہ ملے گی یا واپس چلی جاؤں؟

ج: خوش آمدید۔

س: زمین اور آسمان میں کتنا فاصلہ ہے ذرا سوچوں ان میں کیا کیا ہوتا ہے۔

ج: جتنا ایک ساس اور بہو میں ہوتا ہے۔

س: پھول ہوتا ہے خوشبو میں خوشبو کہاں جاتی ہے ذرا سوچو آپی؟

ج: اچھا ذرا سوچ کر بتاتی ہوں۔

س: انسان سوچتا ہے کیا وقت اسے کرنے نہیں دیتا ذرا سوچو یہ کیسی زندگی ہے؟ انسان سوچتا کیا ہے اور ہوتا کیا ہے؟

ج: اف کتنا سوچوں آخر ایک دفعہ ہی بتادو۔

کام کی باتیں

حنا احمد

کدو

+ کدو کو قرآن مجید میں یقطین کے نام سے پکارا گیا ہے۔ انگلش میں Pumpkin کہتے ہیں۔

+ کدو میں پروٹین، معدنی نمکیات کاربوہائیڈریٹ، کیلشیم، فاسفورس، فولاد، وٹامن اے بی سی پائے جاتے ہیں۔

+ کدو پیاس، جگر کی گرمی اور بے چینی دور کرتا ہے۔

+ کدو کھانے سے قبض دور ہوجاتی ہے

+ یہ بلڈ پریشر اور خون کی گرمی کو دور کرنے کے لیے مفید ہے

+ کدو کھانے سے بھوک خوب لگتی ہے اور وزن بڑھ جاتا ہے

صباحت مرزا...... کوٹلہ، گجرات

انجیر کے فوائد

+ خشک انجیر کو رات بھر پانی میں رکھ دیا جائے تو وہ تازہ انجیروں کی طرح پھول جائے گا، اسے کھانے سے گلا بیٹھ جانا یا بند ہوجانے کے امراض نہیں پیدا ہوتے۔

+ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انجیر کھانے سے آدمی مرض قولنج سے محفوظ رہتا ہے۔

+ کھانسی، دمہ، بلغم اور قبض کے لیے بھی مفید ہے۔ ضعف دماغ اور بواسیر میں بھی فائدہ مند ہے۔

+ انجیر کو دودھ کے ساتھ استعمال کرنے سے رنگت نکھر آتی ہے اور جسم فربہ ہوجاتا ہے۔

+ انجیر خون کے سرخ ذرات میں اضافہ کرتا ہے اور زہریلے مادے ختم کرکے خون کو صاف کرتا ہے۔

+ انجیر کو سرکہ میں ڈال کر رکھ دیں، ایک ہفتہ بعد دو تین انجیر کھانے کے بعد کھانے سے تلی کے ورم کو آرام آجاتا ہے۔

آم

+ آم گرمیوں کا مشہور ترین پھل ہے۔ اسے پھلوں کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے۔

+ آم کے اندر پروٹین کم ہوتا ہے جب کہ وٹامن کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔ اس میں وٹامن اے بی اور سی کثیر مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ فاسفورس، فولاد، کیلشیم، پوٹاشیم اور گلوکوز بھی کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

+ جو لوگ خون کی کمی میں مبتلا ہوں انہیں آم استعمال کرنے سے چند دن میں خون کی کمی دور ہوجاتی ہے اور چہرے کی زردی دور ہوکر سرخی آجاتی ہے۔ آم کھانے کے بعد لسی یا دودھ پینے سے جلدی تکلیف دور ہوجاتی ہے۔

+ آنتوں کی کمزوری میں آم بہت مفید ہے۔ آم کے استعمال سے معدہ اور آنتیں طاقتور ہوکر ہاضمے کی خرابی دور کرتی ہیں۔ صبح کے وقت 60 گرام آم کا رس اور 9 گرام ادرک ملاکر استعمال کرنے سے ہاضمے کی کمزوری دور ہوجاتی ہے۔

+ سانس لینے میں دشواری ہو، گردے کا درد، دل کی کمزوری، قبض ہو تو آم کا رس بے حد مفید ہے۔ 40 روز تک استعمال کرنے سے ساری بیماریاں ختم ہوجاتی ہیں۔

+ اگر آم اعتدال کے ساتھ کھایا جائے تو تقریباً ہر شخص کو موافق آجاتا ہے۔ آم کھانے کے بعد لسی یا دودھ کا استعمال ضرور کرنا چاہیے۔

صباحت مرزا...... کوٹلہ، گجرات
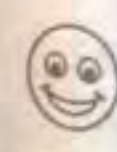
کھجور کے فائدے

+ کھجور خون صالح پیدا کرتی ہے بدن کو موٹا کرتی ہے
+ جگر اور معدے کو طاقت بخشتی ہے
+ تازہ کھجور تپ دق کے مریضوں کے لیے بہت مفید ہے
+ گردوں اور کمر کو مضبوط بناتی ہے
+ بخار کھانسی اور پیچش میں بہت مفید ہوتی ہے

سنگترہ کے فائدے

+ سنگترہ کھانے سے وبائی امراض قریب نہیں آتے
+ سنگترہ معدے کی تیزابیت کو ختم کرتا ہے
+ خفقان وحشت اور متلی کو دور کرتا ہے
+ دیر ہضم غذاؤں کو جلد ہضم کرتا ہے
+ خون کے جوش کو کم کرتا ہے
+ بلغم کو نکال کر سینہ صاف کرتا ہے

جامن کے فائدے

+ جامن کا استعمال چہرے کا رنگ نکھارتا ہے
+ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
+ خون کی کمی کو پورا کرتا ہے

زیڈاین پاکیزہ سحر...... سکھر

گھریلو ٹوٹکے

❖ جلی ہوئی جگہ پر آلو کا لیپ کردیا جائے یا صرف آلو کاٹ کر اس پر رکھ دیں تو درد کو افاقہ ہوگا۔ اس مقام پر آبلہ نہیں پڑتا اور جلد آرام آجاتا ہے۔

❖ سردی اور کھانسی میں ادرک کو شہد میں ملا کر استعمال کرنے سے آرام ملتا ہے۔

❖ دانتوں کے درد کی صورت میں پودینہ چبانا بڑا مفید ہے۔

❖ کدو کا گودا پکا کر مصری ملا کر کھلانے سے اولاد خوب صورت پیدا ہوتی ہے۔

❖ ڈپریشن ہونے کی صورت میں بار بار وضو کریں اس سے افاقہ ہوتا ہے۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

مفید مشورے

❖ منہ میں چھالوں میں تکلیف ہو تو آدھا چائے کا چمچ کارن فلور پانی میں گھول کر کلیاں کریں، آرام آجائے گا۔

❖ ایک لیموں کا عرق نکالنے کے بعد خالی چھلکوں کو کالی کہنیوں پر ملیں، کہنیاں صاف ہوجائیں گی۔

❖ ٹھنڈا ٹماٹر کاٹ کر چہرے پر ملیں تو بلیک ہیڈز نہیں ہوں گے۔

❖ تھوڑی سی میونیز آدھے گھنٹے کے لیے سر میں لگائیں اور پھر بال دھولیں بال مضبوط اور چمک دار ہوجائیں گے۔

❖ گلا خراب ہونے کی صورت میں ادرک کا رس شہد میں ملا کر تھوڑا تھوڑا سا چاٹیں، سوزش ختم ہوجائے گی۔

❖ سفید سرکہ کے چند قطرے ایک کھانے کے چمچ دہی میں ملا کر چہرے پر لگائیں، کچھ دیر بعد ٹھنڈے پانی سے دھولیں، چہرہ فریش ہوجائے گا۔

❖ نہانے کے بعد ایک چوتھائی چائے کا چمچ زیتون کا تیل اور دو قطرے لیموں کے ملا کر گیلے بالوں میں مساج کرلیں، خشکی دور ہوجائے گی اور بالوں میں چمک بھی آجائے گی۔

فریحہ شاہ...... شاہ نکڈر

❖

تندرستی نعمت

لبابہ احمد

تمام غذائی اجزاء ماں کے دودھ میں ہوتے ہیں

ماں کا دودھ نوزائیدہ بچے کے لیے خوراک کا قدرتی ذریعہ ہے۔ یہ دودھ بچے کے لیے موزوں ترین ہے۔ اس میں مطلوبہ تمام غذائی اجزاء وافر مقدار میں موجود ہیں۔ یہ آسانی سے ہضم ہوجاتا ہے۔ ماں کے دودھ میں لحمیات اور چکنائی کی مناسب ترین مقدار موجود ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مٹھاس نشاستہ دار جز (لیکٹوز) دوسرے دودھ کے مقابلے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکٹوز بچے کی ذہنی نشوونما میں بہت کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ماں کے دودھ میں کافی مقدار میں وٹامن، فولاد، معدنیات اور پانی موجود ہوتا ہے۔ ماں کا دودھ ہمیشہ صاف ستھرا اور جراثیم سے پاک ہوتا ہے، مزید برآں اس میں بیماریوں سے محفوظ رکھنے والے خاص اجزاء ہوتے ہیں جو کہ بچے کو اسہال، چھاتی اور کان کی انفیکشن سے بچاتے ہیں اگر خدانخواستہ ان میں سے کوئی بیماری حملہ آور ہوجائے تو ماں کا دودھ پینے والا بچہ دوسرے دودھ پینے والے بچے کے نسبت جلد صحت یاب ہوجاتا ہے۔ ماں اور بچے کا مضبوط تعلق استوار رہتا ہے اور بچہ معاشرے کا ایک اچھا فرد بنتا ہے۔ بوتل کا دودھ پینے والے بچے کم محبت اور توجہ پاتے ہیں۔

ماں کا بچے کو دودھ پلانے کا عمل اس کے اپنے لیے بھی فائدہ مند ہے۔ بچے کی ماں پہلی والی جسمانی حالت میں آجاتی ہے اور اس کا وزن حد سے نہیں بڑھتا۔ جسم سے چربی کم ہوجاتی ہے۔ بچے کو دودھ پلانے والی مائیں اوپر کے دودھ کی تیاری کے عمل و مشکلات سے دوچار نہیں ہوتیں۔ ماں کا دودھ خراب نہیں ہوتا اور نہایت سستا ہے۔ ڈبے کے دودھ کی طرح ماں کے دودھ کی کیمیائی کمپوزیشن یکساں نہیں ہوتی۔ اس میں بچے کی عمر کے مطابق اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ پیدائش کے ابتدائی چند دنوں میں دودھ کی مقدار بچے کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ ابتدائی دودھ نوزائید بچے کو پہلا پاخانہ خارج کرنے میں مدد کرتا ہے۔ اگلے ایک سے دو ہفتوں کے درمیان دودھ مقدار میں بڑھتا جاتا ہے اور اپنی ظاہری حالت بھی تبدیل کرلیتا ہے اور اصل شکل میں آجاتا ہے۔ دودھ پلانے کے عمل میں شروع کا دودھ لیکٹوز سے بھرپور ہوتا ہے اور بچے کی بھوک کو جلد کم کرتا ہے۔ بعد میں آنے والے دودھ میں چکنائی زیادہ ہوتی ہے جو بچے کی بھوک کو زیادہ دیر تک کم رکھتی ہے۔ ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں پاخانے کی مقدار اور تعداد کافی ہوتی ہے۔ کچھ بچے تین چار دن کے بعد پاخانہ کرتے ہیں مگر یہ قبض نہیں یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ماں کا دودھ ایک مکمل بہترین غذا ہے اور بہت کم فالتو بچتا ہے۔ کچھ بچے آٹھ سے دس چھوٹے پاخانے کرتے ہیں مگر یہ اسہال نہیں۔ اس سے بچے میں پانی کی کمی نہیں ہوتی۔ ماں کو اس کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے اور اپنی خوراک کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ بوتل کا دودھ پینے والے بچوں کو اسہال کی بیماری ایک مسلسل عمل بن سکتی ہے، جس سے بچہ خوراک کی کمی کا شکار ہوتا ہے۔ گائے اور بھینس کے دودھ میں بہت زیادہ نمکیات ہوتے ہیں، اس کے علاوہ چکنائی بچے کے لیے مناسب ہے۔ گائے بھینس کے دودھ کا ہضم ہونا بہت مشکل ہے، اس کے نتیجے کے طور پر جلد یا سینہ کی الرجی بھی ہوسکتی ہے۔ بوتل کا دودھ غریب ماؤں کے لیے بہت مہنگا پڑتا ہے۔

ماں کے دودھ کے ساتھ ساتھ بوتل کا دودھ دینے کا تصور ہمارے معاشرے میں بہت عام ہے اس عمل میں بچوں میں بہت ساری پیچیدگیاں پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ بچہ آہستہ آہستہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ جاتا ہے اور مکمل طور پر بوتل کا دودھ پینے کو ترجیح دیتا ہے۔ ڈبے کے دودھ کی قیمتیں روز بروز بڑھتی رہتی ہے ایک بچے کو 150 ملی لیٹر فی کلوگرام وزن کے حساب سے دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح سے تین کلوگرام کے بچے 450 ملی لیٹر اور پانچ کلوگرام کے بچے 750 ملی لیٹر روزانہ اور سات کلوگرام کے بچے کے لیے ایک لیٹر روزانہ دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اگر یہ صحیح طور پر نشوونما پائے تو اسے پیدائش سے چھ ماہ کی عمر تک 135 لیٹر دودھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک چار سو گرام دودھ کا ڈبہ اڑھائی لیٹر دودھ بناتا ہے اور دو سو گرام دودھ کے پاؤڈر سے سوا لیٹر دودھ حاصل ہوتا ہے یوں یہ ڈبہ ایک نوزائیدہ بچے کی صورت میں اڑھائی تین دن میں ختم ہوجاتا ہے۔ اس سے آپ ڈبے کے دودھ کے مہنگا ہونے کا باآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ایک عام خاندان کی آمدن کا بڑا حصہ دودھ پر خرچ ہوتا ہے جس کی وجہ سے خاندان کے دوسرے افراد کی صحت اور تعلیم متاثر ہوتی ہے۔

ماں اور بچے کی صحت

تنگ دستی نہ ہو اگر غالب

تندرستی ہزار نعمت ہے

مثل مشہور ہے کہ جان ہے تو جہان ہے بغیر صحت وتندرستی کے اس دنیا کی تمام خوشیاں بے معنی اور بے کار ہیں کیونکہ صحت وتندرستی سے بڑھ کر اور کوئی خوشی نہیں اور یہ خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان تندرست ہو کوئی شخص کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کے پاس صحت جیسی نعمت ہے تو وہ دنیا کا امیر ترین شخص ہوگا۔ "ماں اور بچہ" ایک لازوال محبت کا رشتہ ایک ایسا رشتہ جس کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بچے تب ہی تندرست ہوسکتے ہیں جب ماں خود تندرست ہو اور ماں اس وقت تندرست ہوگی جب وہ اتنا شعور رکھتی ہو کہ وہ اپنی صحت اپنی بچوں کی صحت کا خیال بہتر طور پر رکھ سکے چونکہ ہمارے ملک کی زیادہ آبادی غریبوں اور ناخواندہ خواتین پر مشتمل ہے اس لیے ان میں صحت وتندرستی کے بارے میں معلومات کچھ کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں چنانچہ صحت وتندرستی کے کچھ راز ہیں جس کو پانا بہت ضروری ہے۔ ہمارے ہاں اکثر عورتیں اپنے کپڑوں کا خیال رکھتی ہیں اور نہ ہاتھوں کا بلکہ گندے ہاتھوں سے کھاتی پیتی ہیں جس کی وجہ سے بہت ساری بیماریاں جڑ پکڑ لیتی ہیں جب عورت حاملہ ہو تو اسے مناسب علاج ومعالجہ اور غذائیت سے بھرپور چیزیں فراہم کی جائیں اور اس کے سکون وآرام کا ہر ممکن خیال رکھا جائے جب بچہ پیدا ہوجائے تو اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر ماں کا دودھ دیا جائے اور مختلف بیماریوں جیسی (پولیو تپ دق کالی کھانسی) سے بچاؤ کے لیے ٹیکوں کا کورس مکمل کروایا جائے ہمارے ہاں اکثر وبیشتر عورتیں زچگی کے دوران ہی مرجاتی ہیں اس کی وجہ علاج کی کمی اور نامناسب دیکھ بھال ہے اسی طرح ہر سال ہزاروں بچے بھی مرجاتے ہیں۔ بچے کی صحت کے لیے مناسب اور بہترین غذا ماں کا دودھ ہے۔ چار ماہ کے بعد ماں کے دودھ کے ساتھ ساتھ بچے کو ٹھوس غذا جیسے کھچڑی، کیلا وغیرہ بھی دیا جائے ماں کو چاہیے کہ وہ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔